آسمانی صدا

مسیح موعود و مہدی معہود کے ظہور کی خوشخبری

الحاج نور الحق خان

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمین آمد امام کامگار

ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جسکی فطرت نیک ہے آئیگا وہ انجام کار

آسمانی صدا

مسیح موعود و مہدی معہود کے ظہور کی خوشخبری

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دِل سے ہیں خدام ختم المرسلین (مسیح موعود)

تالیف: نورالحق خان

فہرست مضامین

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام
مسیح موعود و امام مہدی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

عرضِ مدعا

چودہ سو سال قبل مخبرِ صادق سیدنا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اس آخری زمانہ میں جہاں مسلمانوں کی دینی، اخلاقی اور دنیوی لحاظ سے تنزل وادبار کی انذاری پیشگوئیاں فرمائی تھیں وہاں آنحضرت ﷺ نے پھر سے دین اسلام کے احیاء اور قرآنی شریعت کے قیام کی غرض سے امت محمدیہ میں ایک مسیح اور مہدی کے ظہور کے بارے میں بھی خوشخبری دی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی یہ دونوں قسم کی پیشگوئیاں روز روشن کی طرح موجودہ زمانہ میں پوری ہو چکی ہیں یعنی مسلمانوں کا تنزل اور امام مہدی کا ظہور۔

یہ رسالہ بندگانِ خدا کو اسی کی تفصیل سے آگاہ کرنے کی غرض سے لکھا گیا ہے تا وہ خدا کے اس فرستادہ کی آسمانی آواز پر کان دھرتے ہوئے لبیک کہیں اور قرآنی فرمان وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيرًا کے تحت دین اسلام کے احیاء اور غلبہ کے لیے جو جہاد شروع ہو چکا ہے اس میں شریک ہوں۔

اس مسیح موعود امام مہدی کا اسمِ گرامی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام ہے جنہوں نے 1889ء میں عالمگیر غلبہ اسلام کیلئے باِذنِ الٰہی دینی جماعت کی بنیاد رکھی آپ کی قائم کردہ جماعت احمدیہ ساری دنیا میں جہاد کبیر یعنی تبلیغ اسلام اور اشاعت قرآن کا مقدس فریضہ نہایت کامیابی سے سرانجام دے رہی ہے۔ ایسا عظیم الشان جہاد بغیر امام اور اس کی جماعت کے ممکن نہ تھا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے وَلۡتَكُنۡ مِّنۡكُمۡ اُمَّةٌ يَّدۡعُوۡنَ اِلَى الۡخَيۡرِ وَيَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَيَنۡهَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ (آلِ عمران آیت 104) یعنی مسلمانو! چاہیئے کہ تم میں ایک جماعت موجود رہے جو خَیۡر یعنی اسلام کی طرف لوگوں کو بلائے اور نیک کام کرنے کا حکم کرے اور بری باتوں سے روکے اور یہی لوگ فلاح پانے والے اور کامیاب ہونے والے ہیں۔ اور یہ بات عیاں ہے کہ جماعت بغیر امام کے نہیں ہوا کرتی۔

دنیا میں کسی بھی دین کا غلبہ محض دنیوی اسباب کے بل بوتے پر نہیں ہوا بلکہ اس کے ساتھ ایک امام کی اقتداء میں اصلاحِ نفس، تعلق باللہ، تبلیغ حق اور جان و مال کی قربانی کے راستے اختیار کرنا ضروری ہوتے ہیں۔ اسی غرض سے اللہ تعالیٰ نے اپنی قدیم سنت کے مطابق مسلمانوں کے اس انتہائی تنزل کے زمانہ میں اپنی منشا اور ہدایات کے تحت دنیا کی ہدایت وراہنمائی کیلئے مسیح موعود یعنی امام مہدی علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔ آپ نے احیاءِ اسلام کے جہاد کو مستقبل میں بھی جاری رکھنے کیلئے مخلص فدائیوں پر مشتمل ایک منظّم جماعت کی تشکیل فرمائی۔ پس جماعت احمدیہ کے قیام کا عمل ایک لازمی امر تھا جس کے بغیر ایسے جہاد کو جاری رکھنے کا امکان نہیں ہوسکتا۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی ایک حدیث میں تاکید فرمائی ہے کہ جب امام مہدی ظاہر ہو تو تم پر لازم ہے کہ میری طرف سے اسے میرا اسلام پہنچاؤ اور اس کے لئے خواہ تمہیں برف کے پہاڑوں پر سے گھٹنوں کے بل بھی چل کر جانا پڑے (سنن ابن ماجہ جلد 2 باب خروج مہدی صفحہ 1367)۔

آپ اس امام کے پیغام کو سننے اور سمجھنے کی کوشش کریں تا آپ بھی اس کی اقتداء میں اسلام کی ترقی میں شریک ہو کر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوں۔

احمدیت کوئی نیا دین نہیں ہے بلکہ یہ اُسی حقیقی اسلام کا نام ہے جو چودہ سو سال قبل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے بھیجا تھا۔ بانی سلسلہ احمدیہ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں

احمدیت اسلام کے بنیادی پانچ ارکان پر سختی سے عمل پیرا ہے یعنی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا اقرار۔ دن رات میں پانچ نمازوں کا قیام، زکوٰۃ کی ادائیگی، فریضہ حج بیت اللہ کی ادائیگی اور رمضان شریف میں روزوں کی پابندی۔ اسی طرح احمدیت ایمان کے بنیادی چھ عقیدوں پر یقین واثق رکھتی ہے۔ یعنی اللہ پر ایمان، اس کے فرشتوں پر، اس کی تمام کتابوں پر، اس کے تمام رسولوں پر، روزِ قیامت (حشر نشر اور جزاء وسزا) پر اور اللہ تعالیٰ کی خیر وشر کی تقدیر پر ایمانِ کامل رکھتی ہے۔

جماعت احمدیہ کا احادیث کے بارے میں وہی عقیدہ ہے جو حضرت امام ابوحنیفہؒ کا تھا کہ قرآن مجید سب سے مقدم ہے۔ اس سے اتر کر سنت رسول پھر احادیث صحیحہ کا مقام ہے اور اس سے اتر کر ماہرین فن کا استدلال اور اجتہاد ہے۔

علیحدہ جماعت بنانے کی وجہ

اس جگہ یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ جب احمدیوں کے دینی عقائد وہی ہیں جو دوسرے مسلمانوں کے ہیں تو پھر ایک نئی جماعت بنانے کی کیا وجہ ہے؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ جماعت ایسے افراد کے مجموعہ کو کہتے ہیں جو ایک امام کی اقتداء میں متحد ہو کر ایک معین پروگرام کی سرانجام دہی کیلئے عمل پیرا ہونے کا فیصلہ کرلیں۔ اس میں افراد کی تعداد کا کوئی سوال نہیں۔ گو کہ چند ہی افراد ہوں۔ اس کے برعکس فی زمانہ دیگر تمام مسلمان فرقے نہ متحد ہو کر ایک امام کی اقتداء میں ہیں اور نہ ہی اُن کا کوئی متحدہ اور مخصوص دنیوی، سیاسی اور دینی پروگرام ہے جس پر وہ عمل پیرا ہوں اس واسطے وہ کروڑ ہا ہونے کے باوجود جماعت کہلانے کے مستحق نہیں۔

مشہور اہلحدیث عالم نواب صدیق حسن خان صاحب کے فرزند جناب مولوی نور الحسن خان اپنی مشہور کتاب اقتراب الساعۃ کے صفحہ 56 پر لکھتے ہیں: ''اس وقت میں نہ کوئی جماعت مسلمین ہے نہ امام۔ کنارہ کشی کا زمانہ ہے۔''

ہاں! یہ کہنا زیادہ موزوں ہوگا کہ پہلے کوئی حقیقی جماعت موجود نہ تھی۔ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ کے مامور نے آکر ایک فعال جماعت قائم کردی تا کہ امام وقت ان سے کام لے سکے۔

اگر جماعت نہ بنائی جائے تو پھر امام کس کو حکم دے اور کس سے کام لے؟ کیا وہ سر بازار آتے جاتے لوگوں کو پکڑ کر کہے کہ فلاں آدمی فلاں دینی کام کیلئے فلاں جگہ چلا جائے اور پھر اس کے جواب میں اس کو انکار پر انکار سننا پڑے؟

ایک واجب الاطاعت امام کی حقیقت، اہمیت اور ضرورت کے متعلق مشہور عالم دین مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کا

پُربصیرت اقتباس ملاحظہ فرمائیں:

''تمام لوگ کسی ایک صاحب علم وعمل مسلمان پر جمع ہو جائیں اور وہ ان کا امام ہو اور وہ جو کچھ تعلیم دے ایمان وصداقت کے ساتھ قبول کریں۔قرآن وسنت کے ماتحت جو کچھ احکام ہوں ان کی بلا چون و چرا تعمیل و اطاعت کریں۔سب کی زبانیں گونگی ہوں صرف اسی کی زبان گویا ہو۔سب کے دماغ بیکار ہوجائیں صرف اسی کا دماغ کارفرما ہو۔لوگوں کے پاس نہ زبان ہو نہ دماغ۔صرف دل ہو جو قبول کرے۔صرف ہاتھ پاؤں ہوں جو عمل کریں۔اگر ایسا نہیں ہے تو ایک بھیڑ ہے، ایک انبوہ ہے، جانوروں کا ایک جنگل ہے، کنکر پتھر کا ایک ڈھیر ہے مگر نہ تو ''جماعت'' نہ ''قوم'' نہ ''اجتماع'' اینٹیں ہیں مگر دیوار نہیں۔کنکر ہیں مگر پہاڑ نہیں۔قطرے ہیں مگر دریا نہیں۔کڑیاں ہیں جو ٹکڑے ٹکڑے کر دی جا سکتی ہیں مگر زنجیر نہیں ہے جو بڑے بڑے جہازوں کو گرفتار کر سکتی ہے۔'' (مسئلہ خلافت۔دہلی: اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، صفحہ 314)

پس منظّم اسلامی کاموں کیلئے ایک منظّم اور قربانی کرنے والی جماعت کے وجود کا ہونا ضروری ہے جو اپنے عہد بیعت کی وجہ سے دوسروں کے مقابل ایک امتیازی درجہ رکھتی ہو۔اگر وہ اپنی علیحدہ امتیازی حیثیت برقرار نہ رکھے اور دیگر مسلمانوں میں مل جل جائے تو وہ بھی ان کی طرح بے عملی کا شکار ہو کر رہ جائے اور تمام دینی مہمات سرے سے ہی ٹھپ ہو کر رہ جائیں۔

جماعت احمدیہ کے قیام کی بڑی غرض یہی ہے کہ وہ مسلمانوں کی دینی حالت کو درست کر کے انہیں ایک رشتہ میں پروئے تا کہ وہ مل کر دینِ اسلام کی تبلیغ کریں نیز اسلام کے دشمنوں کا اخلاقی اور روحانی ذرائع سے مقابلہ کریں۔اس وقت صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جو ایک متحدہ پروگرام کے تحت تبلیغ اسلام اور نومسلموں کی تعلیم وتربیت میں ساری دنیا میں مصروفِ عمل ہے۔ آج دنیا کے قریباً تمام ممالک میں اس کے اسلامی تبلیغی مراکز قائم ہیں جن میں صدہا مبلغین، معلمین اور مربیان ایک امام کی اتباع میں ہمہ تن تبلیغ اسلام کے فریضہ کی ادائیگی میں مصروف ہیں۔ہزاروں مساجد کی تعمیر اور لاکھوں انسانوں کو ہر سال حلقہ بگوش اسلام کرنے اور قرآن پاک کے دنیا کی 53 مختلف زبانوں میں تراجم کر کے ان کی اشاعت کرنے کی سعادت کا سہرا اسی جماعت کے سر ہے۔(قرآن مجید کے مزید 50 زبانوں میں تراجم ہو رہے ہیں) نیز دنیا کی 60 مختلف زبانوں میں منتخب احادیث نبویہ کے تراجم شائع کئے ہیں۔علاوہ ازیں کئی افریقی ممالک میں سینکڑوں پرائمری اور درجنوں سیکنڈری سکولز اور میڈیکل ہسپتال بنائے گئے ہیں جو مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف ہیں۔اسی طرح لنڈن سے ایک خلائی سیارچہ کے ذریعہ ساری دنیا میں اعلائے کلمہ اسلام کیلئے دن رات ٹیلیویژن پر پروگرام نشر کئے جاتے ہیں۔

ان عظیم کارناموں کا انجام پانا صرف حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت میں داخلہ کی بدولت ممکن ہو سکا ہے۔آپ نے اپنی جماعت میں داخلہ کیلئے عہد بیعت میں یہ شرط مقرر کی کہ ''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا'' یعنی اپنی دنیوی حاجات کو دینی حاجات کے تابع کر دوں گا۔ نتیجۃً اگرچہ احمدیہ جماعت ایک چھوٹی سی جماعت ہے لیکن اسلام کی اشاعت اور اس کی ترقی کیلئے جو کام یہ جماعت کر رہی ہے دنیا کے باقی مسلمان جو تعداد میں ان سے ہزاروں گنا زیادہ ہیں اس کا نصف یا چوتھا حصہ بھی نہیں کر رہے۔اس کی وجہ یہی ہے کہ دیگر اسلامی فرقے کسی ایک واجب الاطاعت امام کے تحت منظّم نہیں ہیں کہ جس کی راہنمائی میں

دین کی خاطر مسلسل قربانی کرنے والوں کی ایک جماعت بن سکیں۔ یہ کام دراصل مامور من اللہ کے ذریعہ سے ہی ہوا کرتا ہے۔ اس مامور من اللہ کا اللہ تعالیٰ سے کثرت سے مکالمہ مخاطبہ رہتا ہے اور خدائی تائید ونصرت کے تحت وہ کھوئے ہوئے بندوں میں اپنے تعلق باللہ، روحانی کشش، قبولیت دعا، نیکی اور تقویٰ کی بدولت پھر سے روحانی زندگی پھونکتا ہے۔ یعنی وہ ان کو اپنی روحانی کشش اور جذب سے خدا تعالیٰ کے در پر لا کھڑا کرتا ہے۔ اُن کا خدا تعالیٰ پر زندہ یقین اور اُس سے تعلق قائم ہو جاتا ہے جس کے نتیجہ میں وہ اس کے بھیجے ہوئے دین کو پھر سے دنیا میں قائم کرنے پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔

اِس زمانہ کا مامور مسیح موعود و امام مہدی کوئی نئی شریعت نہیں لایا بلکہ قرآنی شریعت کے تحت اور آنحضرت ﷺ کی غلامی اور شاگردی میں دینِ اسلام کے احیاء کیلئے مبعوث ہوا ہے یعنی لوگوں کی دین سے غفلت دور کرنے اور ان کو بدرسومات (جن کو غلطی سے اسلام کا نام دے دیا گیا ہے) سے نجات دلانے کیلئے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے دنیا کے سامنے یہ دعویٰ پیش کیا کہ آنحضرت ﷺ کی کامل اتباع کی بدولت مجھ سے خدا تعالیٰ ہم کلام ہوتا ہے اور مجھ سے ہی نہیں بلکہ جو شخص میری اتباع میں سچے دل سے اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا ہوگا خدا تعالیٰ اس سے بھی باتیں کرے گا۔ اس طرح جو لوگ خدا تعالیٰ کے ملنے سے مایوس ہیں ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ کی ملاقات کا یقین پیدا کیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اسلام کا یہی ایک امتیاز ہے کہ اس کی پیروی سے ہمیشہ ہی خدا تعالیٰ کے ساتھ براہِ راست تعلق پیدا کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بغیر خدا اور رسول پر نہ سچا ایمان پیدا ہو سکتا ہے نہ دین کی خدمت کا جذبہ۔

موجودہ زمانہ کے مفاسد اور اسلام دشمن طاقتوں کے مقابل آج سوائے جماعت احمدیہ کے قرآن مجید کے ذریعہ جہاد کرنے کی سعادت کس کو نصیب ہو رہی ہے؟ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ تجدید دین کے کام پر اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود اور امام مہدی ہی کو مامور فرمایا ہے۔ آپ کی روحانی کشش نے جماعت کے افراد میں اللہ تعالیٰ پر زندہ یقین پیدا کیا اور ان کو یہ توفیق بخشی کہ دین کی خاطر قربانیاں کرتے جائیں۔

آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث میں ہے کہ ''مَنْ مَاتَ بِغَيْرِ اِمَامٍ فَقَدْ مَاتَ مِيْتَةَ الْجَاهِلِيَّة۔ (ناشر: دار صادر۔ بیروت۔ مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 96 حدیث معاویہ بن ابی سفیان)

ترجمہ: جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس کا کوئی دینی امام نہ تھا وہ گویا جاہلیت کی موت مرا یعنی اس کا اللہ تعالیٰ سے سچا تعلق قائم نہ ہوا۔ اور چونکہ وہ امام وقت کی جماعت میں شامل نہ ہوا تھا وہ دینی فرائض کی ادائیگی سے بھی محروم رہا۔ پس یہ ایک لمحہ فکریہ ہے۔ فَتَدَبَّرُوْا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ.

باب2

قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مماثلت کا ذکر اور آنحضرت ﷺ کی آخری زمانہ میں امت محمدیہ میں ایک مثیلِ مسیح اور مہدی کے ظہور کی پیشگوئی یعنی مسیح محمدی کی مسیح موسوی سے مشابہت

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کی رسالت کی مماثلت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت سے دی ہے جیسا کہ فرمایا: "اِنَّآ اَرۡسَلۡنَآ اِلَیۡکُمۡ رَسُوۡلًا شَاھِدًا عَلَیۡکُمۡ کَمَآ اَرۡسَلۡنَآ اِلٰی فِرۡعَوۡنَ رَسُوۡلًا. فَعَصٰی فِرۡعَوۡنُ الرَّسُوۡلَ فَاَخَذۡنٰہُ اَخۡذًا وَّبِیۡلًا. فَکَیۡفَ تَتَّقُوۡنَ اِنۡ کَفَرۡتُمۡ یَوۡمًا یَّجۡعَلُ الۡوِلۡدَانَ شِیۡبًا (مزمل 15,16,17)

ترجمہ: ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جو تم پر نگران ہے اُسی طرح جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔ فرعون نے رسول کی نافرمانی کی تو ہم نے اُسے سختی سے پکڑا۔ اگر تم نے انکار کیا تو تم اس سزا سے کیسے بچ سکتے ہو جو نوجوانوں کو بوڑھا کر دینے والی ہے۔

ان آیات کریمہ میں صرف ایک مماثلت کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ نے منکروں کو اُن کے عواقب سے آگاہ کیا ہے۔ مزید غور کرنے سے ہمیں خدا تعالیٰ کے ان دو مرسلوں میں دیگر کئی ایک مماثلتوں کا بھی پتہ چلتا ہے جو درج ذیل کی جاتی ہیں:

1- اللہ تعالیٰ کے یہ دونوں رسول تشریعی نبی تھے۔ آنحضرت ﷺ کو قرآن کی شریعت عطا ہوئی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات کی۔

2- بچپن ہی سے دونوں مرسلوں کی پرورش اپنے والدین کے گھر کی بجائے دوسروں کے ہاتھوں میں ہوئی۔

3- ان دونوں کو قتل کر دینے کی سازشیں تیار کی گئی تھیں۔

4- دونوں کو مجبوراً چپکے سے اپنے وطن سے ہجرت کرنا پڑی۔

5- بالآخر دونوں نے مشرکین اور دشمنانِ دین کو شکستِ فاش دیکر توحید الٰہی کا قیام کیا۔

6- ایک لمبا زمانہ گزرنے کے بعد دونوں کی امتوں میں خرابی اور تنزل پیدا ہونے شروع ہو گئے۔ آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث میں لکھا ہے کہ ایک زمانہ گزر جانے کے بعد اسلام صرف نام کا باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف حروف۔ اس امت کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق بن جائیں گے اور مسلمان بگڑے ہوئے یہود کی مانند ہو جائیں گے (مشکوٰۃ، کتاب العلم، الفصل الثالث المکتب الاسلامی جلد 1 ص 91، نیز کنز العمال جلد 6 صفحہ 43)

7- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت میں یہود کی اصلاح دین کیلئے حضرت عیسیٰ مسیح ناصری علیہ السلام ظاہر ہوئے۔ آنحضرت ﷺ نے بھی اپنی امت کے بگڑ جانے پر ان میں ایک مسیح کے ظہور کی پیشگوئی ان الفاظ میں فرمائی:
"**کیف انتم اذا نزل فیکم عیسی ابن مریم حکما عدلا...... و امامکم منکم**" (مسلم جلد 1 صفحہ 136، کتاب الایمان، باب نزول ابن مریم بخاری جلد 2 صفحہ 1063 المکتبہ العصریہ بیروت)
یعنی تمہاری اے مسلمانو کیا حالت ہوگی جب تم میں عیسیٰ بن مریم حکم اور عدل بن کر آئے گا...... وہ تمہارا امام ہوگا۔ اور تم ہی میں سے ہوگا"، پس مسلمانوں کی مرض اگر یہودیت تھی تو لازماً اس کا علاج بھی مسیحیت ہی تھا۔ یعنی مسیح موعودؑ کا آنا۔

حاشیہ

اس حدیث میں عیسیٰ بن مریم کا لفظ مسیح محمدی کی مسیح موسوی سے کمال مماثلت ظاہر کرتے ہوئے استعارۃً استعمال ہوا ہے۔ عام محاورہ میں بھی مسیح یا عیسیٰ کا لفظ کئی افراد کیلئے استعمال کیا گیا ہے۔ جیسا کہ حکیم اجمل خان صاحب کو مسیح الملک کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ اسی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ بھی مسیحی مماثلت کو اپنے متعلق استعمال کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دمبدم روح القدس اندر معینے می دمد
من نمی گویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم

اس موعود مسیح کے متعلق آنحضرت ﷺ نے امامکم منکم فرما کر وضاحت فرما دی کہ وہ امت محمدیہ کا ہی ایک فرد ہوگا نہ کہ موسوی امت کا۔ اور قرآن نے مسیح ناصری علیہ السلام کے بارے میں وَ رَسُوۡلًا اِلٰی بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ کہہ کر ان کی رسالت کو بنی اسرائیل کیلئے مخصوص کیا ہے۔ اس کے علاوہ آنحضرت ﷺ نے حدیث میں موسوی مسیح اور امت محمدیہ میں ہونے والے مسیح کے دو علیحدہ علیحدہ حلیئے بیان فرمائے ہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ دو مختلف شخصیتیں ہیں۔ قرآن مجید کی رو سے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کا دیگر تمام انبیاء کرام کی طرح اپنی طبعی عمر گزار کر وفات پا جانا ثابت ہے۔ حضرت محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ "حیات مسیح کا عقیدہ عجمی سازش کے ماتحت امت مسلمہ کے اعتقادات میں داخل ہوا تھا" (فتح البیان جلد 2 صفحہ 49)

پھر جسطرح خدا تعالیٰ کے ان دونوں تشریعی نبیوں میں بہت سی مماثلتیں پائی جاتی ہیں ایسے ہی ان کے تابع اور ان کی امتوں میں اصلاح دین کیلئے آنے والے دو غیر تشریعی نبیوں (موسوی مسیح اور امت محمدیہ کے مسیح موعود) میں بھی آپس میں کئی ایک مشابہتیں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے چند درج ذیل کی جاتی ہیں:۔ قرآن مجید کی سورۃ النور آیت 55 میں اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ نیک اعمال بجا لانے والے مسلمانوں میں اسیطرح خلفاء بنائے گا جیسا کہ ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں (امت موسیٰ) میں بنائے تھے۔ لہٰذا جیسے

1- حضرت عیسےٰ مسیح ابن مریم یعنی موسوی سلسلہ کے مسیح حضرت موسیٰ کے امتی اور آپ کی شریعت کے تابع نبی تھے اور وہ اپنے مطاع کی ولادت کے ٹھیک 1272 سال بعد پیدا ہوئے۔

اسی طرح امت محمدیہ میں آنے والے مسیح موعود بھی آنحضرت ﷺ کے امتی اور آپ کی لائی ہوئی قرآنی شریعت کے تابع نبی تھے۔ وہ کوئی نئی شریعت لیکر نہیں آئے۔

آنحضرت ﷺ نے 610ء میں دعویٰ نبوت و رسالت فرمایا اور ٹھیک 1272 سال بعد 1882ء میں حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر ماموریت کے متعلق وحی و الہامات نازل ہونا شروع

ہوئے۔

2- موسوی مسیح کی فلسطین میں اس وقت بعثت ہوئی جبکہ اس ملک پر ایک بیرونی طاقت (رومی) حکمران تھی اسی طرح مسیح محمدی کا ظہور بھی ایک غیر ملکی حکومت یعنی انگریزوں کے ہندوستان پر قبضہ کے زمانہ میں ہوا۔

3- دونوں مسیحوں کا ظہور اس زمانہ میں ہوا جب اُن کے ہم مذہب دینی، اخلاقی اور سیاسی طور پر قعرِ مذلت میں گرے ہوئے تھے اور وہ ایک نجات دہندہ مسیح کی آمد کے منتظر تھے۔

4- دونوں مسیحوں کی قوموں نے اُن کی انتہائی مخالفت کی حتیٰ کہ ان کو عدالتوں میں لے جایا گیا۔

حضرت محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ''جب امام مہدی ظاہر ہوگا تو علماء زمانہ سے بڑھ کر اُن کا کوئی شدید دشمن نہیں ہوگا۔'' (فتوحات مکیہ جلد 3 صفحہ 374 مطبوعہ مصر 1272ھ)۔

واضح رہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسیح موعود کو ہی امام مہدی قرار دیا ہے جیسا کہ ابن ماجہ کی حدیث میں مذکور ہے **لَا الْمَھْدِیُ اِلَّا عِیْسٰی** (ابن ماجہ باب شدۃ الزمان جلد 2 صفحہ 1341 مطبوعہ مصر)

نواب مولوی صدیق حسن خان بھوپالی اپنی کتاب اقتراب الساعۃ کے صفحہ 224 پر لکھتے ہیں: ''یہی حال مہدی کا ہوگا اگر وہ آ گئے تو سارے مقلد بھائی ان کے جانی دشمن بن جائیں گے۔ اُن کے قتل کی فکر میں ہوں گے اور کہیں گے کہ یہ شخص تو ہمارے دین کو بگاڑتا ہے۔'' (مطبع سعید المطابع الکائنہ)

5- دونوں مسیحوں کے عدالتی مقدمات غیر ملکی حکمران ججوں کے سامنے پیش ہوئے جنہوں نے سن کر ان کو بے قصور قرار دیا۔ حضرت عیسیٰ مسیحؑ کا مقدمہ پیلاطوس نے اور مسیح موعودؑ کا مقدمہ کیپٹن ڈگلس نے سنا۔

6- مسیح موسوی کی آمد سے قبل یہودی قوم ایلیا نبی کی آسمان سے نزول کی منتظر تھی۔ انجیل کے بیان کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہودیوں کو اس کا یہ جواب دیا کہ آسمان سے کبھی کوئی نبی نہیں آیا کرتا۔ ایلیا نبی کے آسمان سے آنے کا مطلب اس کے مثیل یوحنا (حضرت یحیٰؑ) کی بعثت ہے۔ سو وہ آ چکا ہے۔ چاہے مانو یا نہ مانو۔ اسی طرح مسیح محمدی کی آمد پر بھی علماء زمانہ عیسیٰ ابن مریم کی آسمان سے آمد کے منتظر تھے۔ محمدی مسیح نے اس کے جواب میں اُنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام پا کر بتایا کہ ''مسیح ابن مریم فوت ہو گیا۔ **وَجَعَلْنٰکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ**'' یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کو مثیل مسیح بنا کر بھیجا ہے۔ (ازالہ اوہام طبع پنجم ص 232)

7- دونوں مسیحوں نے اشاعت دین کیلئے جارحانہ جنگوں کی بجائے انکساری، حلم اور امن و آشتی کے ذرائع استعمال کرنے کی تعلیم دی۔

8- دونوں مسیحوں کے مخالفین اس امر پر اُن سے نالاں تھے کہ وہ غیر ملکی قابض حکمرانوں کے خلاف کیوں علم بغاوت بلند نہیں کرتے۔ مگر دونوں مسیحوں نے پُر امن حکمرانوں سے الجھنے کی بجائے حکومتِ وقت سے تعاون کا رویہ اختیار کیا۔

9- دونوں مسیحوں نے اپنے پُر حکمت کلام، روشن دلائل اور آسمانی تائیدات سے اپنی صداقت ثابت کر کے اپنے مخالفین کو لاجواب کر دیا۔

10- سخت مخالفتوں کے باوجود دونوں مسیحوں کی تعلیم دنیا کے کناروں تک جا پہنچی کوئی نہ تھا جو اس کو روک سکتا۔

11- حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے بارے میں تورات استثناء باب 34 آیت 7-5 میں لکھا ہے ''پر آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہیں جانتا اور موسیٰ اپنے مرنے کے وقت ایک سو بیس برس کا تھا'' موسیٰ کی قبر کا پتہ آنحضرت ﷺ نے بتایا۔ صحیح مسلم باب فضائل موسیٰ میں لکھا ہے:

''عَنْ اَنس ابن مالِک اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَیْتُ وَ فِیْ رَوَایَۃٍ ھُدّاب مَرَرْتُ عَلٰی مُوْسٰی لَیْلَۃَ أَسْرٰی بِیْ عِنْدَالْکَثِیبِ الْاَحْمَرِ وَھُوَ قَائِمٌ یُّصَلِّی عَلٰی قَبْرِہٖ''

''فَلَوْ کُنْتُ ثَمَّ لَاَرَیْتُکُمْ قَبْرِہٖ اِلٰی جَانِبِ الطَّرِیْقِ تَحْتَ الْکَثِیْبِ الْاَحْمَرِ''

یعنی موسیٰ کی قبر بیت المقدس کے قریب ہے۔ اگر میں وہاں ہوتا تو سرخ پہاڑی کے نیچے اور راستے کی طرف ان کی قبر کو دکھا دیتا۔''

عیسائیوں اور مسلمانوں کو جو مسیح کی موت اور قبر سے انکاری تھے مسیح موعود نے تاریخی ثبوت، طبی شہادتوں اور انجیل اور قرآن کی آیات اور طبعی حالات کی بنا پر حضرت عیسیٰ مسیح کی قبر کی نشاندہی محلّہ خانیار، سرینگر کشمیر میں کرادی۔ پس جس طرح موسیٰ کی قبر سے بیخبر لوگوں کو مثیل موسیٰ نے اس کی قبر کا پتہ دیا اِسی طرح حضرت عیسیٰ کی قبر کی مثیل مسیح نے نشاندہی کی۔

حضرت عیسیٰ سے انہی مماثلتوں کی وجہ سے اس زمانہ کے مامور کو مسیح کے لقب سے نوازا گیا ہے۔

پس جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد ان کے تابع نبی حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام نے باطل کی طاقتوں کو شکست دیکر بالآخر حق وصداقت کی فتح کا سہرا حاصل کیا تھا ٹھیک اسی طور پر آنحضرت ﷺ اور آپ کی غلامی میں آنے والے اور آپ کے امتی مسیح موعود کی عظیم کامیابیوں کا وقوع بھی الٰہی منشا میں مقدر ہو چکا تھا۔ مبارک وہ جو ایمان لائے۔

باب3

آخری زمانہ میں امت مسلمہ کی گمراہی اور تنزل کے بارے میں رسول اللہ صلعم کی واضح پیشگوئیاں اور انتباہ

آج سے چودہ سو سال قبل آنحضرت ﷺ کی بعثت اور حضور ﷺ کے نور نبوت کی بدولت ملک عرب سے انجام کار شرک اور جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے دور ہوئے اور ان کی جگہ خدائے واحد کی عبادت اور قرآن کی حکومت قلوب انسانی پر قائم ہوئی۔ دنیا میں مومنین کی ایک پاکیزہ۔ دین کی فدائی اور باخدا جماعت وجود میں آئی جو رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ وَ رَضُوۡا عَنۡہُ کی مصداق بنی اور اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں جسے قرآن مجید میں خیر امت قرار دیا گیا۔

ایسے وقت میں آنحضور ﷺ نے فرمایا "خَیۡرُ الۡقُرُوۡنِ قَرۡنِیۡ. ثُمَّ الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَھُمۡ. ثُمَّ الَّذِیۡنَ یَلُوۡنَھُمۡ. ثُمَّ یَفۡشُوَ الۡکَذِبُ (ترمذی۔ابواب الشہادات۔باب مَاجَاءَ فِیۡ شَھَادَۃِ الزُّوۡرِ) (نیز مسلم۔کتاب الفضائل) (بخاری کتاب المناقب)

ترجمہ: بہترین لوگ (مسلمان) میری صدی کے ہیں۔ پھر (اُن سے کمتر) دوسری اور پھر (اس سے بھی کمتر) تیسری صدی کے۔اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا۔

ایک دوسری حدیث میں حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

تَکُوۡنُ النُّبُوَّۃُ فِیۡکُمۡ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنۡ تَکُوۡنَ ثُمَّ یَرۡفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالیٰ ثُمَّ تَکُوۡنُ خِلَافَۃٌ عَلیٰ مِنۡھَاجِ النُّبُوَّۃِ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنۡ تَکُوۡنَ ثُمَّ یَرۡفَعُھَا اللّٰہُ ثُمَّ تَکُوۡنُ مُلۡکًا عَاضًّا فَتَکُوۡنُ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنۡ تَکُوۡنَ ثُمَّ یَرۡفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالیٰ ثُمَّ تَکُوۡنُ مُلۡکًا جَبۡرِیَّۃً. فَتَکُوۡنُ مَاشَاءَ اللّٰہُ اَنۡ تَکُوۡنَ ثُمَّ یَرۡفَعُھَا اللّٰہُ تَعَالیٰ ثُمَّ تَکُوۡنُ خِلَافَۃٌ عَلیٰ مِنۡھَاجِ النُّبُوَّۃِ. ثُمَّ سَکَتَ. (مسند احمد بن حنبل، جلد 4 صفحہ 273، ناشر دار صادر بیروت)

ترجمہ: اے مسلمانو! تم میں یہ نبوت کا دور اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ خدا چاہے گا کہ وہ قائم رہے اور پھر یہ دور ختم ہو جائے گا اس کے بعد خلافت کا دور آئے گا جو نبوت کے طریق پر قائم ہوگی۔ پھر کچھ وقت کے بعد یہ خلافت اُٹھ جائے گی۔اس کے بعد کاٹنے والی (ظالم) بادشاہت کا دور آئے گا اور پھر کچھ عرصہ کے بعد یہ دور بھی ختم ہو جائے گا اس کے بعد جبری حکومت کا دور آئے گا اور پھر یہ حکومت بھی اُٹھ جائے گی اس کے بعد پھر دوبارہ خلافت کا دور آئے گا جو ابتدائی دور کی طرح نبوت کے طریق پر قائم ہوگی۔اس کے بعد راوی کہتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خاموشی اختیار فرمائی۔

اس حدیث کے عین مطابق اسلامی تاریخ کے ادوار بالترتیب وقوع پذیر ہوئے۔آخری دور کا آغاز خلافت احمدیہ کے

قیام سے ہو چکا ہے۔

پھر پیشگوئی فرماتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے فیج اعوج کے ایسے دور میں مسلمانوں کی زبوں حالی کا نقشہ یوں بیان فرمایا ہے:

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

سیاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمه ولا یبقی من القران الا رسمه مساجد هم عامرة و هی خراب من الهدی علماء هم شر من تحت ادیم السماء من عندهم تخرج الفتنة و فیهم تعود"

(مشکوٰۃ کتاب العلم صفحہ 316 مکتبہ امدادیہ ملتان طبع اول و بخاری فی شعب الایمان نیز مشکوٰۃ المصابیح جز واول۔ المکتب الاسلامی فصل الثالث۔ کتاب العلم جلد 1 ص 91)

ترجمہ: لوگوں پر ایسا زمانہ آئے گا جب اسلام کا صرف نام باقی رہ جائے گا اور قرآن کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے ان کی مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہوں گی لیکن ہدایت کے لحاظ سے بالکل ویران ہوں گی اس زمانہ کے لوگوں کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے انہی سے فتنے نکلیں گے اور انہی میں واپس جائیں گے۔

اور اس زمانہ کے علماء سوء کے بارے میں حضور ﷺ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

"تَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ فَزْعَةٌ فَیَصِیْرُ النَّاسُ اِلٰی عُلَمَاءِ هِمْ فَاِذَا هُمْ قِرَدَةٌ وَخَنَازِیْرُ" (کنز العمال جلد 7 ص 190)

ترجمہ: میری امت میں ایک گھبراہٹ ہوگی تب لوگ اپنے علماء (سوء) کے پاس جائیں گے مگر وہ علماء کو بندر اور سؤر پائیں گے۔ (ایضاً: منتخب کنز العمال۔ برحاشیہ مسند احمد بن حنبل۔ جلد 6 صفحہ 28 دار الذکر للطباعة والنشر۔ مصر)

یعنی اسلام پر تمام اطراف سے حملے ہوں گے اور قسم قسم کے اعتراضات کئے جائیں گے جس سے مسلمان گھبرا اٹھیں گے اور اُنہیں کچھ سمجھ نہیں آئے گا کہ وہ کیا جواب دیں تو وہ علماء (سوء) کی جانب رُخ کریں گے تو اُن کو بندر اور خنزیر جیسا پائیں گے۔ بالفاظ دیگر ان کی خصلتیں بگڑ چکی ہوں گی وہ علماء کھوکھلے جسم ہوں گے جن کے اندر روحانیت اور تقویٰ کا فقدان ہوگا اور وہ قرآن پاک کی اس آیت کے مصداق ہوں گے: "لَهُمْ قُلُوْبٌ لَا یَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْیُنٌ لَا یُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَا یَسْمَعُوْنَ بِهَا. اُوْلٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ "ترجمہ: ان کے دل ہیں مگر ان سے سمجھ کا کام نہیں لیتے۔ ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر اُن سے دیکھ نہیں پاتے اور ان کے پاس کان ہیں مگر شنوائی سے محروم ہیں ایسے لوگ چوپائے ہیں۔ نہیں۔ بلکہ ان سے بھی بدتر۔" (الاعراف آیت 179)

جس طرح بگڑے ہوئے یہود کو قرآنی اصطلاح میں قِرَدَةً خَاسِئِیْنَ (7:166) یعنی ذلیل بندر قرار دیا گیا ہے ویسے ہی مسلمانوں میں سے علماء سوء اس خصلت کے مصداق بن جائیں گے۔

ایسے علماء سوء کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ مجدد بارہویں صدی کا یہ قول ہے: اگر تم مسلمانوں میں یہود کا نمونہ دیکھنا چاہو تو علماء سوء کو دیکھو جو دنیا کے طالب ہیں...... کتاب وسنت سے منہ پھیر چکے ہیں......اور معصوم شارع کے کلام سے منحرف ہیں۔ (ترجمہ از فارسی) (الفوز الکبیر اردو ترجمہ ص 52۔ اردو اکیڈمی کراچی)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے سوال کرنے پر کہ جب مسلمانوں میں قرآن ہوگا تو پھر وہ کیسے گمراہ ہو جائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہود ونصاریٰ کے پاس کتابیں موجود ہیں مگر وہ اس تعلیم کے ساتھ جو انبیاء لائے تھے کچھ بھی تعلق نہیں رکھتے۔'' (مشکوٰۃ۔ **باب الاعتصام بِالسُّنّہ**)

اخبار اہلحدیث مورخہ 17 نومبر 1911ء لکھتا ہے ''افسوس ہے ان مولویوں پر جن کو ہم ہادی، رہبر، ورثۃ الانبیاء سمجھتے ہیں اُن میں یہ نفسانیت اور شیطنت بھری ہوئی ہے تو پھر شیطان کو کس لیے برا بھلا کہنا چاہیئے۔''

اس سلسلہ میں حضور ﷺ نے فرمایا:

لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلِکُمْ شِبْراً بِشِبْرٍ وَ ذِرَاعاً بِذِرَاعٍ حَتّٰی لَوْ دَخَلُوْا، جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوْھُمْ قُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ الْیَھُوْدُ وَ النَّصَارٰی قَالَ فَمَنْ.''

(بخاری کتاب الاعتصام باب **قول النبی لَتَتَّبِعُنَّ سنن من کان قبلکم**)

ترجمہ: اے مسلمانو تم پہلی قوموں کے حالات کی پیروی کرو گے جس طرح ایک بالشت دوسری بالشت کے مشابہ ہوتی ہے اور ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کے مشابہ ہوتا ہے اس طرح تم پہلی قوموں کے نقش قدم پر چلو گے صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ کیا ہم یہود ونصاریٰ کے نقش قدم پر چلیں گے آپ نے فرمایا اور کس کے؟ اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب خیر امّت کی حالت ایسی ناگفتہ بہ ہو جائیگی تو کیا اس حالت میں اسکا خاتمہ سمجھ لیا جائیگا؟ نہیں ۔ اسکا جواب آنحضرت ﷺ کی اس حدیث میں موجود ہے: آپ نے فرمایا **کَیْفَ تَھْلِکُ اُمَّۃٌ اَنَا فِی اَوَّلِھَا وَ عِیسیٰ ابْنُ مَرْیَمَ فِی آخِرِھَا.** (مشکوٰۃ جلد 2۔ صفحہ 583) کہ وہ امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جسکی ابتداء میں مَیں ہوں اور اسکے آخری دور میں مسیح ابن مریم ہوگا (یعنی مسیح موعود امام مہدی جو احیاءِ دین اسلام وقیامِ شریعت کیلئے مبعوث ہوگا)

اپنی ایک حدیث میں آنحضرتؐ نے امام مہدی کے ظہور کا زمانہ بھی بتا دیا کہ وہ آپ کے بعد 1240 سال گزرنے پر ہوگا۔ چنانچہ اسی کے عین مطابق حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی پیدائش 1250 ہجری میں ہوئی۔ پھر آنحضورؐ نے امام مہدی کے دعویٰ کی سچائی کے نشان کے طور پر رمضان کے مہینہ کے خاص مقررہ دنوں میں چاند اور سورج کو گرہن لگنے کی پیشگوئی بھی فرمائی جو اپنی پوری تفصیل کے ساتھ 1894 عیسوی (1311 ہجری) کے رمضان کے مہینہ میں پوری ہوئی۔ (انکی تفصیل بعد میں آئیگی)

نیز آپؐ نے تاکید فرمائی کہ جب امام مہدی کو پاؤ تو اسکی بیعت کرنا اور اسے میری طرف سے میرا اسلام پہنچانا خواہ اسکے لئے تمہیں برف پوش پہاڑوں پر سے گھٹنوں کے بل چل کر بھی جانا پڑے۔

نیز اس قسم کے مضمون کی ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا:

”عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بِنْ عَمْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَیَأْتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیْ مَا اَتٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ حَذْ وَالنَّعْلَ بِالنَّعْلِ حَتّٰی اِنْ کَانَ مِنْھُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّہٗ عَلَانِیَۃً لَکَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ یَّصْنَعُ ذٰلِکَ. وَ اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَ سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِیْ النَّارِ اِلَّا مِلَّۃً وَاحِدَۃً. قَالُوْا مَنْ ھِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ.“

(ترمذی کتاب الایمان باب افتراق ھذہ الامۃ ۔جلد 5 ص 26، باب افتراق ھذہ الامۃ باب 18 حدیث نمبر 2641) دارالکتب العلمیہ بیروت۔لبنان

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنھما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”البتہ ضرور آئے گا میری امت پر وہ زمانہ جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ یہ اُن کے قدم بقدم چلیں گے۔ یہاں تک کہ اگر کسی یہودی نے علانیہ اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کی ہوگی تو میری امت میں سے بھی ضرور کوئی ایسا ہوگا جو یہ کام کرے گا۔ اور بنی اسرائیل کے بہتّر فرقے ہوگئے تھے لیکن میری امت کے تہتّر فرقے ہو جائیں گے۔ سوائے ایک فرقہ کے سب کے سب آگ میں ہوں گے۔ صحابہ کرام کے استفسار پر کہ اس ناجی فرقہ کی کیا نشانی ہوگی۔ آپ نے فرمایا مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِیْ یعنی وہ فرقہ اُن باتوں پر عمل پیرا ہوگا جن پر میں اور میرے صحابہ کاربند ہیں۔“

دوسرے پیرایہ میں اُن کا ایک واجب الاطاعت امام ہوگا۔ وہ ایک مرکز سے مربوط ہوں گے۔ اُن کا اپنا بیت المال کا نظام ہوگا۔ اُن کی اپنی قضاء قائم ہوگی اور تبلیغ اسلام کے جہاد کو ایک منظم طریقہ سے ادا کرتے ہوں گے۔ اسی لائحہ عمل کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے: ”قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْ اَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ (یوسف ۱۰۸) ترجمہ: تو کہہ کہ میرا طریق عمل یہ ہے کہ میں اور میرے متبعین (صحابہ) بصیرت کے ساتھ دعوت الی اللہ (یعنی تبلیغ دین) کا کام کرتے ہیں۔

پس یہی وہ خصوصیات ہیں جو آج سوائے جماعت احمدیہ کے روئے زمین پر مسلمانوں کے کسی اور فرقہ میں نہیں پائی جاتیں۔

مسند احمد اور سنن ابی داؤد میں اس حدیث کے متعلق یہ بھی تصریح ہے کہ یہ فرقہ ایک جماعت ہوگا۔ یاد رہے کہ جماعت امام کے بغیر نہیں ہوا کرتی جیسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”لَیْسَ الْجَمَاعَۃُ اِلَّا بِاِمَامٍ“ کہ بغیر امام کے کوئی جماعت نہیں بنتی۔

اس سے ثابت ہے کہ وہ تہتّرواں ناجی (جنتی) فرقہ ایک امام کے پیچھے مستحکم اور منظّم جماعت ہوگی۔ اور بروئے حدیث ”مَنْ لَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ فَقَدْ مَاتَ مِیْتَۃَ الْجَاھِلِیَّۃَ“ وہ امام مامور من اللہ اور مدعی امام الزمان ہوگا جس کا انکار کرنا جہالت کی موت مرنے کے مترادف ہے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 4 ص 102۔ حدیث معاویہ بن ابی سفیان، سنن ابی داؤد کتاب السنۃ ص 631، ناشر: دارصادر۔ بیروت)

اس جگہ اعترافِ حقیقت کا ایک نہایت دلچسپ واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

مولوی تاج محمد صاحب بھٹی ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت کوئٹہ نے 21 دسمبر 1985ء کو مجسٹریٹ درجہ اول کوئٹہ کی عدالت میں یہ حیرت انگیز اعتراف کیا کہ:

''یہ درست ہے کہ حضور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جو آدمی نماز پڑھتا تھا۔ اذان دیتا تھا۔ یا کلمہ پڑھتا تھا اس کے ساتھ مشرک یہی سلوک کرتے تھے جواب ہم احمدیوں سے کررہے ہیں۔''

(مصدقہ نقل بیان گواہ استغاثہ نمبر 2 تاج محمد ولد فیروزالدین مجریہ 23 دسمبر 1985ء)

ناظم اعلیٰ مجلس تحفظ ختم نبوت سر عدالت تسلیم کرتے ہیں کہ احمدیوں کے اعمال آنحضرت ﷺ کے ابتدائی صحابہ جیسے ہیں اور یہ کہ مسلمانوں کا ان سے سلوک مشرکوں والا ہے۔ اس بیان نے کھل کر آنحضرت صلعم کی حدیث کی تصدیق کردی اور ناجی فرقہ کی نشان دہی بھی کردی۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں جماعت احمدیہ کے بارے میں چند ایک غیر از جماعت شرفاءِ قوم کے تاثرات بھی پیش کردیئے جائیں:

1- ممتاز مسلم صحافی جناب مولانا حکیم برہم صاحب گورکھپوری لکھتے ہیں:

''ہندوستان میں صداقت اور اسلامی سپرٹ صرف اس لیے باقی ہے کہ یہاں روحانی پیشواؤں کے تصرفاتِ باطنی اپنا کام برابر کررہے ہیں...... اور سچ پوچھو تو اس وقت یہ کام جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم کے حلقہ بگوش اسی طرح انجام دے رہے ہیں جس طرح قرونِ اولیٰ کے مسلمان انجام دیا کرتے تھے۔''

(اخبار ''مشرق'' گورکھپور مورخہ 24 جنوری 1929ء ص 4)

2- ''صرف ایک احمدی جماعت ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کسی فرد یا جمیعت سے مرعوب نہیں ہے اور خالص اسلامی کام سرانجام دے رہی ہے۔''

(اخبار مشرق گورکھپور 23 ستمبر 1927ء)

3- جناب مولانا عبدالماجد دریابادی ایڈیٹر ''صدقِ جدید'' لکھنؤ اپنی اخبار مورخہ 22 دسمبر 1961 میں رقم فرماتے ہیں:

''مبارک ہے وہ دین کا خادم جو تبلیغ و اشاعتِ قرآن کے جرم میں قادیانی یا احمدی قرار پائے۔ اور قابل رشک ہے وہ احمدی یا قادیانی جس کا تمغۂ امتیاز ہی خدمتِ قرآن یا قرآنی ترجموں کی طبع و اشاعت کو سمجھ لیا جائے۔''

روشنی کی کرن:

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے جہاں آخری زمانہ میں اپنی امت میں آنے والے تاریک ترین دور کی انذاری پیشگوئیاں فرمائی تھیں وہاں آنحضور ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے یہ خوشخبری بھی سنادی تھی کہ ''لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رَجُلٌ (اَوْ رِجَالٌ) مِنْ هٰؤُلَاءِ'' (بخاری۔ کتاب التفسیر، تفسیر سورہ جمعہ جلد 3 صفحہ 1560 المکتبہ العصریہ۔ بیروت)

ترجمہ: ''اگر ایمان دنیا سے اُٹھ کر ثریا ستارے میں بھی جا پہنچا ہوگا تو اس قوم (فارسی نسل) میں سے ایک شخص (یا بعض اشخاص) اُسے وہاں سے حاصل کر کے لے آئے گا۔'' یعنی ایک فارسی النسل شخص کے ذریعہ سے ازسرنو دین اسلام کا احیاءِ عمل

میں آئے گا۔ معلوم رہے کہ بانی جماعت احمدیہ اور اُن کی وفات کے بعد ان کے چار خلفاء فارسی الاصل ہیں جن کی اقتداء اور راہنمائی میں جسد اسلام میں پھر سے زندگی کی رو دوڑنے لگی ہے۔

ہندوستان کے ایک ممتاز صحافی جناب علامہ نیاز فتح پوری لکھتے ہیں: ''اس میں کلام نہیں کہ انہوں (حضرت اقدس مرزا صاحب) نے یقیناً اخلاقِ اسلامی کو دوبارہ زندہ کیا اور ایک ایسی جماعت پیدا کر کے دکھا دی جس کی زندگی کو ہم اسوۂ نبوی کا پرتو کہہ سکتے ہیں۔'' (رسالہ ''نگار'' نومبر 1959ء)۔

اکابر مسلمانوں کی آہ و بکاء :

دورِ حاضر کے مسلمانوں کی دینی، اخلاقی اور عملی پستی کی حالت آنحضرت ﷺ کی ان پیشگوئیوں کے لفظ بلفظ پورا ہو جانے کی منہ بولتی تصویر پیش کر رہی ہے جس کی شہادت مسلمان اکابر نے بھی دی ہے۔ ان ہستیوں کے مندرجہ ذیل چند اقتباسات پڑھ لینے سے آپ کا دل بھی گواہی دے گا کہ ملت اسلامیہ کی وہ تاریک رات جس سے آنحضور ﷺ نے مسلمانوں کو خبردار کیا تھا۔ یہی ہے جس میں سے ہم گزر رہے ہیں۔

''سچی بات تو یہ ہے کہ ہم میں سے قرآن مجید بالکل اٹھ چکا ہے۔ فرضی طور پر ہم قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں مگر واللہ دل سے اُسے معمولی اور بیکار کتاب جانتے ہیں۔'' (اخبار اہلحدیث امرتسر 14 جون 1912ء)۔

''اب اسلام کا صرف نام۔ قرآن کا فقط نقش باقی رہ گیا ہے۔ مسجدیں ظاہر میں تو آباد ہیں لیکن بالکل ویران۔ علماء اس امت کے بدتر اُن کے ہیں''

(اقتراب الساعۃ ص 12 مصنفہ نواب صدیق حسن خان بھوپالی)

سٹوڈرڈ اٹھارہویں صدی عیسوی میں دنیائے عیسوی میں دنیائے اسلام کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتا ہے:

''مذہب بھی دیگر امور کی طرح پستی میں تھا۔ تصوف کے طفلانہ توہمات نے خالص اسلامی توحید پر پردہ ڈال دیا تھا۔ مسجدیں ویران اور سنسان پڑی تھیں۔ جاہل عوام اُن سے بھاگتے تھے۔ اور تعویذ گنڈے میں پھنس کر فقیروں اور دیوانے درویشوں پر اعتقاد رکھتے تھے اور اُن بزرگوں کے مزاروں پر زیارت کو جاتے جن کی پرستش بارگاہ ایزدی میں شفیع اور ولی کے طور پر کی جاتی...... قرآن مجید کی تعلیم نہ صرف پس پشت ڈال دی گئی بلکہ اس کی خلاف ورزی بھی کی جاتی تھی...... یہاں تک کہ مقاماتِ مقدسہ بداعمالیوں کے مرکز بن گئے تھے۔ فی الجملہ اسلام کی جان نکل چکی تھی......'' (اقبال نامہ ص 461 بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول ص 7)

عراق کے ایک عالم محمد رضا شبیبی اپنی ایک عربی نظم میں جس کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے فرماتے ہیں:

''اگر احمد مجتبٰی ﷺ کی روح عالم بالا سے ہمارے حالات سے واقف ہو جائے یا ہمیں جھانک کر دیکھ لے تو معلوم نہیں ہمارے متعلق کیا رائے قائم کرے۔ میرا ظن غالب ہے کہ محمد ﷺ اگر آج ہمارے پاس تشریف لے آئیں تو آپ کو آج بھی اس قوم کے ہاتھوں اُسی قسم کے مصائب اور انکارِ حق سے دوچار ہونا پڑے جس طرح آپ اہل مکہ کے ہاتھوں دوچار

ہوئے۔(کیونکہ) ہم اُس نور سے جسے آپ لے کر مبعوث ہوئے۔اُسی طرح روگردانی کر چکے ہیں جس طرح قریش نے اس سے منہ پھیرا تھا اور گمراہی کے گڑھے میں جا پڑے تھے۔پیغمبر خدا ﷺ ہماری زبوں حالی اور راہِ حق سے بیزاری دیکھ کر یقیناً یہ فیصلہ کریں گے کہ لوگ جس ڈگر پر چل رہے ہیں یہ میرا بتایا ہوا راستہ نہیں ہے اور آخری زمانہ کے لوگوں نے جس مذہب کا طوق ڈال رکھا ہے وہ میرا مذہب ہرگز نہیں ہوسکتا۔''(روزنامہ کوہستان لاہور 27 دسمبر 1958ء)

سید مناظر احسن گیلانی اس وقت کے اسلام اور اہل اسلام کی حالتِ زار کا نقشہ یوں کھینچتے ہیں:

''اس ملک میں مسلمانوں کی دنیا بھی لٹ رہی تھی اور لٹتی چلی جارہی تھی اور دین بھی ان کا اچانک ایسے مہیب نرغے میں گھر گیا تھا جس کے نتائج کو دیکھ کر بقول سرسید آنکھوں میں اندھیرا چھاتا چلا جاتا تھا اور پاؤں تلے کی مٹی نکلی چلی جاتی تھی۔''

(سوانح قاسمی جلد اول ص 276)

کچھ ہند ہی نہیں بلکہ انیسویں صدی عیسوی کے اس عہد تک تمام دنیائے اسلام کی عام زبوں حالیوں کو دیکھ دیکھ کر صرف مسلمان ہی یاس وہراس میں مبتلا ہو کر اپنے ڈراؤنے مستقبل سے سہم نہیں رہے تھے بلکہ کامل گم گشتگی یا ''ضلال مبین'' کا ایسا گھپ اندھیرا عالم اسلام پر چھایا ہوا تھا کہ اب اسلام صرف چند سالوں کا مہمان ہے۔''

(سوانح قاسمی جلد اول ص 110 مصنفہ سید مناظر احسن گیلانی)

شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال ''جاوید نامہ'' میں اپنے فارسی کلام میں (جس کا اردو ترجمہ یہاں لکھا جاتا ہے) فرماتے ہیں:

''علماء قرآن شریف سے بے پرواہ ہیں اور صوفیوں نے لمبے بال چھوڑ رکھے ہیں مگر سیرت اُن کی درندوں بھیڑیوں کی سی ہے۔خانقاہوں میں ہائے وہو کا شور تو بہت ہے مگر ایسا جوانمرد کوئی نہیں جس کے پاس عرفان کی شراب ہو۔

یورپ کے نقال مسلمان بھی سراب سے چشمۂ کوثر جو یا ہیں۔یہ سب کے سب دین کے اسرار سے بے خبر ہیں اور کینہ پرور ہیں۔''(صفحہ 243)

''عقلیں بے باک ہوگئی ہیں اور دلوں میں گداز نہیں رہا۔آنکھوں میں شرم وحیاء نہیں اور مجازی عشق میں غرق ہیں۔'' (صفحہ 236)

مذہبی معلموں اور راہنماؤں کے متعلق لکھتے ہیں: ''ملا کو دینِ نبی کی حکمت سے کوئی حصہ نہیں ملا۔ستاروں کے نہ ہونے کی وجہ سے آسمان تاریک ہے۔نہ اس کی نگاہ میں وسعت ہے نہ ذوق میں نور۔وہ فضول گو ہے اور اس کی قال و اقوال فضول نے ملت کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔مکتب اور اس کا ملا اسرارِ کتاب (قرآن) سے ایسے نابلد ہیں جیسے مادر زاد اندھا آفتاب کے نور سے۔''

نوجوانوں کے بارے میں فرماتے ہیں: ''نوجوان تشنہ لب ہیں مگر پیالہ خالی ہے۔منہ تو دھلے ہوئے چمکیلے ہیں مگر روح تاریک ہے۔دماغ روشن ہیں مگر دوراندیش نہیں۔دل یقین وامید سے خالی ہیں۔انہوں نے دنیا میں کچھ نہیں دیکھا۔مسلمان نا

مسلمان کی حالت کیا بتائی جائے کہ فرزند تو ابراہیمؑ کا ہے اور جانتا بت سازی و بت فروشی ہے۔'' (جاوید نامہ)

جناب مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

''آج دنیا پھر تاریک ہے وہ روشنی کیلئے پھر تشنہ ہے۔ وہ پھر سوگئی ہے۔ جب کہ بار بار اُسے پھر جگایا گیا تھا اور پھر اسے بھول گئی ہے جس کی تلاش میں بار بار نکلی تھی۔ اس کا وہ پرانا دکھ جس کے علاج کیلئے خدا کے رسولوں نے آہ وزاری کی اور جس کو چھٹی صدی عیسوی میں اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں سے آخری مرہم نصیب ہوا۔ آج پھر وہ تازہ ہوگیا ہے۔ جو تاریکی چھٹی صدی عیسوی میں جہالت نے پھیلائی جبکہ اسلام کا ظہور ہوا ویسی ہی تاریکی آج تہذیب وتمدن کے نام سے پھیلی ہوئی ہے جبکہ اسلام اپنی غربت اولیٰ میں مبتلا ہے۔ اگر اس زمانہ میں دنیا میں سب سے بڑی تاریکی بت پرستی تھی تو اس کی جگہ آج ہر طرف نفس پرستی چھا گئی ہے۔ اُس وقت انسان پتھر کے معبودوں کو پوجتا تھا اب خود اپنے تئیں پوجتا ہے۔ خدا کی پرستش اس وقت بھی نہ تھی اور اس کے پوجنے والے آج بھی نہیں رہے۔ دنیا کی وہ کونسی بیماری ہے جو آج پھر عود نہیں کر آئی؟ جب وہ بیمار تھی تو کیا اس کی حالت ایسی ہی نہ تھی جیسی کہ آج ہے۔ پہلے وہ پتھر کی چٹان پر بیماری کی کروٹیں بدلتی ہوگی۔ اب چاندی سونے کے پلنگ پر لیٹ کر کراہتی ہے۔ لیکن بیماری کے بدل جانے سے بیمار کی حالت نہیں بدل سکتی۔ انسان لہو ولعب، حیاتِ غرور زخارف دنیوی کے فتنہ سے شاید ہی کبھی اس درجہ مست ہوا ہوگا جیسا کہ اس وقت ہو رہا ہے۔ اس کی معصیت پرستی قدیمی ہے اور شیطان اُسی وقت سے موجود ہے جس وقت سے کہ انسان ہے۔ تاہم معصیت کی حکومت اتنی جابر و قاہر کبھی نہ ہوئی تھی اور شیطان کا تخت اس عظمت اور دبدبہ سے کبھی بھی زمین کی سطح پر نہیں بچھایا گیا تھا جیسا کہ اب قائم ومسلط ہے۔'' (''الہلال'' جلد 4 ص 103)

اسلام کی اس بے بسی وبیکسی کا نقشہ مولانا حالی مرحوم نے 1879ء میں اپنی مسدس میں یوں کھینچا ہے۔

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

پھر ملتِ اسلامیہ کی ایک باغ سے تمثیل دے کر فرماتے ہیں ؎

پھر اک باغ دیکھے گا اجڑا سراسر جہاں خاک اڑتی ہے ہر سو برابر
نہیں تازگی کا کہیں نام جس پر ہری ٹہنیاں جھڑ گئیں جس کی جل کر
نہیں پھول پھل جس میں آنے کے قابل ہوئے روکھ جس کے جلانے کے قابل

یہ آواز پیہم وہاں آ رہی ہے
کہ اسلام کا باغ ویراں یہی ہے

(مسدس حالی بند نمبر 111-108)

صدا اور ہے بلبل نغمہ خواں کی
کوئی دم میں رحلت ہے اب گلستاں کی

(مسدس حالی صفحہ 53 مطبوعہ کشمیر کتاب گھر اردو بازار، لاہور)

ڈاکٹر علامہ اقبال مسلمانوں کی حالت یوں بیان فرماتے ہیں:

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں
امتی باعث رسوائی پیغمبر ہیں
بت شکن اٹھ گئے باقی جو رہے بت گر ہیں
تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں

(بانگ درا زیرعنوان جواب شکوہ)

رہ گئی رسم اذاں روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی
مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے
شور ہے ہوگئے دنیا سے مسلماں نابود
ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود
یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سیّد بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو

(بانگِ درا زیرعنوان جواب شکوہ)

مشہور اہلحدیث عالم نواب صدیق حسن خان صاحب کے فرزند مولوی نورالحسن خان صاحب لکھتے ہیں۔

''یہ بڑے بڑے فقیہہ، یہ بڑے بڑے مدرس، یہ بڑے بڑے درویش، جوڈنکا دینداری، خداپرستی کا بجا رہے ہیں ردحق، تائید باطل تقلید مذہب وتقید مشرب میں مخدوم عوام کالانعام ہیں۔ سچ پوچھوتو دراصل پیٹ کے بندے نفس کے مرید ابلیس کے شاگرد ہیں چندیں شکل از برائے اکل ان کی دوستی دشمنی ان کے باہم کا ردّ وکد فقط اسی حسد وکینہ کیلئے ہے نہ خدا کیلئے نہ امام کیلئے نہ رسول کیلئے۔ علم میں مجتہد مجدد ہیں۔ لاکن حق، باطل، حلال، حرام میں کچھ فرق نہیں کرتے، غیبت، سب وشتم، خدیعت و زُور، کذب وفجور افتراء کو گویا صالحات باقیات سمجھ کررات دن بذریعہ بیان وزبان خلق میں اشاعت فرماتے ہیں۔''

(اقتراب الساعۃ صفحہ 8، مطبع سعید المطابع بنارس)

اسی کتاب کے صفحہ 10 پر لکھتے ہیں: ''نفی شرکت و بدعت، منع تقلید کے پیچھے مولویوں میں رات دن قصہ بکھیڑا رہتا ہے۔ ایک دوسرے کو کافر بناتا ہے۔ حق کو باطل اور باطل کو حق ٹھہراتا ہے۔ یہی سبب اعظم ہے غربتِ اسلام وقرب قیامت کا۔''

اورصفحہ 56 میں لکھتے ہیں: ''اس وقت میں نہ کوئی جماعت مسلمین ہے نہ امام۔ کنارہ کشی کا زمانہ ہے۔'' (اقتراب الساعۃ)

جماعت اسلامی کے بانی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

''یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے 999 فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔ نہ ان کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رو یہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آ رہا ہے اس لیے یہ مسلمان ہیں۔ ''

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم صفحہ 130 مطبوعہ آرمی پریس دہلی)

سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اپنے شدت انتظار میں لکھتے ہیں:

''اکثر لوگ اقامتِ دین کی تحریک کیلئے کسی ایسے مردِ کامل کو ڈھونڈتے ہیں جو اُن میں سے ایک ایک کے تصوّرِ کمال کا مجسّمہ ہو ۔ دوسرے الفاظ میں یہ لوگ دراصل نبی کے طالب ہیں اگرچہ زبان سے ختم نبوت کا اقرار کرتے ہیں۔ اور کوئی اجرائے نبوت کا نام بھی لے لے تو اسکی زبان گدّی سے کھینچنے کے لئے تیار ہو جائیں مگر اندر سے اُن کے دل ایک نبی مانگتے ہیں اور نبی سے کم کسی پر راضی نہیں۔''

(ترجمان القرآن دسمبر 1942 صفحہ 6-4)

نیز آپ تحریر فرماتے ہیں: ''عقل چاہتی ہے اور فطرت مطالبہ کرتی ہے۔ دنیا کے حالات کی رفتار متقاضی ہے کہ ایسا لیڈر پیدا ہو خواہ اس دور میں پیدا ہو یا زمانہ کی ہزار گردشوں کے بعد پیدا ہو اُسکا نام ''الامام المہدی'' ہے جسکے بارے میں پیشگوئیاں نبیؐ کے کلام میں موجود ہیں''

(تجدید و اِحیاءِ دین صفحہ 520)

سید عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب مسلمانوں کی اکثریت کو باطل پر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ہم نام نہاد اکثریت کی تابع داری نہیں کریں گے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ اکثریت باطل پر ہے۔'' (روزنامہ رزم لاہور 3 اپریل 1929ء)

(سوانح حیات سید عطاء اللہ شاہ بخاری صفحہ 116 از خان حبیب الرحمٰن خان کابلی)

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنے ایک دوست سے فرماتے ہیں:

''اگر سواد اعظم کے معنی یہ بھی مان لئے جائیں کہ جس طرف زیادہ ہوں تو ہر زمانہ کے سواد اعظم مراد نہیں بلکہ خیر القرون کا زمانہ مراد ہے جو غلبہ خیر کا وقت تھا ان لوگوں میں سے جس طرف مجمع کثیر ہو وہ مراد ہے نہ کہ ''ثُمَّ یَفْشُوا الْکِذبُ'' کا زمانہ۔ یہ جملہ ہی بتا رہا ہے کہ خیر القرون کے بعد شر میں کثرت ہوگی۔''

(ماہنامہ البلاغ کراچی جولائی 1976ء صفحہ 59)

مجلسِ احرار کے ''امیر شریعت'' سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری فرماتے ہیں:

''یہ اسلام جو تم نے اختیار کر رکھا ہے کیا یہی اسلام ہے جو نبی نے سکھایا تھا؟ کیا ہماری رفتار و گفتار اور کردار میں وہی دین ہے جو خدا نے نازل کیا تھا؟ یہ روزے اور نمازیں جو ہم میں سے بعض بعض پڑھتے ہیں اس کے پڑھنے میں کتنا وقت صرف کرتے ہیں؟ جو مصلیٰ میں کھڑا ہے وہ قرآن سنانا نہیں جانتا اور جو سنتے ہیں وہ نہیں جانتے کہ کیا سن رہے ہیں اور باقی 23 گھنٹے ہم

کیا کرتے ہیں؟ میں کہتا ہوں کہ گورنری سے لے کر گداگری تک مجھے ایک ہی بات بتلاؤ جو کہ قرآن اور اسلام کے مطابق ہو...... ہمارا سارا نظام کفر ہے۔ قرآن کے مقابلہ میں ہم نے ابلیس کے دامن میں پناہ لے رکھی ہے۔ قرآن صرف تعویذ کیلئے اور قسم کھانے کیلئے ہے۔''

(احراری اخبار آزاد 9 دسمبر 1949ء)

پاکستان کے سابق ڈکٹیٹر صدر جنرل ضیاء الحق صاحب نے نفاذ اسلام کا جو بلند بانگ دعویٰ کیا تھا اور جس کی وجہ سے انہوں نے گیارہ سال تک آمرانہ حکومت کی تھی اپنی وفات سے چھ ماہ قبل اوکاڑہ میں سیرت کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے برملا اپنی ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے اعلان کیا کہ:

''افسوس ہے چودہ سو سال بعد ہم نہ مسلمان ہیں نہ پاکستانی اور نہ انسان رہے ہیں...... مجھے نظر آ رہا ہے کہ پورے کا پورا معاشرہ گڑھے کی طرف جا رہا ہے۔''

(روزنامہ جنگ لاہور 8 فروری 1988ء)

برصغیر پاک و ہند کے ایک بہت بڑے عالم دین جناب مولانا ابوالکلام آزاد صاحب کا ایک اور حقیقت افروز اقتباس جو انہوں نے اسی زمانہ کے حالات پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھا ہے درج ذیل کیا جاتا ہے:

''موجودہ وقت اور اس کی تاریکیوں کو دیکھو پھر ہر طرف روشنی اور روشنی دکھلانے والوں کی نایابی پر ماتم کرو۔ خدمت گزاروں کی پکار اور ہر طرف مزدوری کی ڈھونڈھ ہے (یعنی خدمت دین کیلئے۔ ناقل) مگر مزدور کہیں نہیں ملتے۔ آج ایک مٹی کے ٹوکرے اور گری ہوئی دیوار پر ایک اینٹ رکھ دینے کے معاوضہ میں اشرفیوں اور ہیروں کی قیمت مل رہی ہے۔ کیونکہ کام کرنے والے جتنے کم ہوں گے اُتنی ہی کام کی مزدوری بھی بڑھ جائے گی۔ خزانہ سعادت لٹنے کیلئے کھل چکا اور شرف و مراتب کا دروازہ ہر رہرو کیلئے باز۔ کون ہے جو اُس کے خزانوں کو لوٹتا اور اس دولت و کامرانی سے مالا مال ہوتا ہے جس کیلئے نہیں معلوم اچھے وقتوں میں کیسے کیسے ارباب طلب بیقراریوں کے آنسو بہا چکے ہیں اور آرزوؤں سے بھری ہوئی دعائیں مانگ چکے ہیں۔''
(تذکرہ صفحہ 250-251، مصنفہ مولانا ابوالکلام آزاد)

مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

ان ساری باتوں میں سے ایک ایک بات پوری ہو چکی۔ ''بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَ سَیَعُوْدُ کَمَا بَدَأَ'' کا دور غربت کب کا شروع ہو چکا اور وہ سب کچھ ہو چکا جس کا حال اس حدیث کی شرح میں پڑھ چکے ہو۔ اب انتظار کرنے والوں کیلئے بجز انتظار غفلت کے اور کچھ باقی نہ رہا۔ یہودیوں کی مغضوبیت۔ نصاریٰ کی ضلالت۔ مشرکین کی بت پرستی۔ ائمہ مضلین کی کثرت۔ دجاجلہ فتن دوعات بدعت کا احاطہ۔ اقتدا بغیر سنت۔ اهتدا بغیر هدی الانبیاء تفرق و تمذہب مثل یہود اور غلو و اطراء مثل نصاریٰ۔ فتنہ شبہات یونان اور فتنہ شہوات عجم و فتنہ تماثیل عبدۃ الاصنام اور فتنہ قبور عاکفین کنائس۔ ان میں سے کوئی نحوست اور بلا کی ایسی نہیں ہے جو مسلمانوں پر نہ چھا چکی ہو۔ اور کوئی گمراہی نہیں جو اپنے کامل سے کامل اور شدید سے شدید درجہ تک اس

امت میں بھی نہ پھیل چکی ہو۔اہل کتاب نے گمراہی کے جتنے قدم اٹھائے تھے گن گن کر مسلمانوں نے وہ سب اٹھائے حتی کہ ''لو دخلوا جحر ضب لدخلتموہ'' کا وقت بھی گزر چکا اور آج ہم اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔وہ وقت بھی کب کا آچکا کہ یلحق قبائل من امتی بالمشرکین اور''حتی تعبد من امتی الا وثان'' اور''حتی تعبدالاتّ والعزّٰی'' ہماری جانیں اور ہماری روحیں اس صادق مصدوق پر قربان کہ واقعی اور سچ مچ مسلمان مشرکوں سے ملحق ہوگئے۔اور دین توحید کا دعویٰ کرنے والوں نے بت پرستی کی ساری ادائیں اور چالیں اختیار کرلیں۔اور جس لات اور عزیٰ کی پوجا سے دنیا کو نجات دلائی گئی تھی اس کی پوجا پھر سے شروع ہوگئی۔''عدتم من حیث بداتم'' ہم اپنی آنکھوں سے ان فتنوں کو کہ ''کَقِطْعِ اللَّیْلِ الْمُظْلِمْ'' تھے دیکھ رہے ہیں۔فی الحقیقت ایسا ہی ہورہا ہے کہ رات کو ایک انسان ایمان لیکر سوتا ہے اور صبح نہیں ہوتی مگر ایمان کھو چکتا ہے۔''یبیع دینہ بعرض من الدنیا'' (اپنے دین کو بیچ دیتا ہے دنیا کی پونجی کے لیے۔ناقل) حضرت حذیفہ نے ان فتنوں کا حال کہا تھا۔کہ ''کالحصیر عوداً عوداً'' مسلمانوں کے دلوں کے لیے فتنوں کی ایسی بھرمار ہوگی جیسے چٹائی بنتے وقت ریشے پے درپے آتے ہیں۔سوان فتنوں کی بارش بھی ہر طرف ہوچکی اور ہورہی ہے۔وہ وقت بھی گزر چکا جب مومنوں کو کہنا تھا''ھذہ مھلکتی'' اب تو وہ فتنہ درپیش ہے جس کے سامنے تمام فتنے مات ہوگئے''فیقول المومن ھذہ! ھذہ!'' کا عالم ہورہا ہے۔وہ بھی تو کب کا ہوچکا کہ ''تتداعی علیکم کما تتداعی الاکلۃ الی قصعتھا'' دنیا کی ساری قومیں اکٹھی ہوکر تم پر چڑھ دوڑیں گی اور تم کو ہلاک کرنے کیلئے باہم ایک دوسرے کو اس طرح بلائیں گی جیسے بھوکے کھانے کی قاب پر ایک دوسرے کو دعوت دیں۔تو کیا یہ پکار اب تک بلند نہیں ہوئی؟ اور کیا ایک قوم نے دوسری قوم کو بلانے کے لیے ٹھیک ٹھیک اسی طرح نہیں چیخا جس طرح بھوکے گدھ لاش دیکھ کر شور مچایا کرتے ہیں؟ ہماری ہزار جانیں اور لاکھوں روحیں اس زبان حق پر قربان جس نے فرمایا تھا''بل انتم یومئذ کثیر'' تم اس وقت تعداد میں کم نہ ہوگے۔لیکن''لَیَقْذِفَنَّ فِیْ قُلُوْبِکُمُ الْوَھْنُ''تمہارے دلوں میں وھن پیدا ہوجائے گا اس لیے کوڑے کرکٹ کی طرح بہہ جاؤ گے۔پھر وھن کے معنے بتلائے''حُبُّ الدُّنْیَا وَ کَرَاھَتُ الْمَوْتِ''...... پھر کس قدر عقل سے کورے اور بصیرت سے محروم ہیں وہ بندگانِ غفلت جو ان روایتوں کو پڑھ کر سمجھتے ہیں کہ یہ کسی ایسے آنے والے زمانہ کی نسبت ہیں جو قیامت سے چند برس پہلے دنیا پر آئے گا۔اور ابھی اس کی آمد کا ہم کو صدیوں انتظار کرنا چاہئیے۔'' (تذکرہ صفحہ 264-265-266)

''سبحان اللہ اس صادق ومصدوق کا ارشاد کس طرح حرف بحرف پورا ہورہا ہے۔یہ تربص جہل و انتظارِ غفلت بھی تو عین اس پیشین گوئی کا ظہور ہے کہ ''لتتبعن سنن من کان قبلکم'' اوریاتی علیٰ امتی ما اتی علیٰ بنی اسرائیل حذوالنعل بالنعل'' میری امت بھی وہ سب کچھ کرے گی جو یہودیوں نے کیا۔یہی تو پوری پوری یہودیت ہے کہ پیشینگوئیوں پر پیشینگوئیاں ظاہر اور پوری ہوتی جاتی تھیں مگر یہودیوں کا انتظار ختم ہی نہیں ہوتا تھا۔کہتے تھے کہ ابھی وہ وقت کہاں آیا؟ حتیٰ کہ آج تک مسیح کے ظہور اور اسرائیل کی آخری پادشاہت کا انتظار کررہے ہیں:فطال علیھم الامدفقست قلوبھم و کثیر منھم فٰسقون! (تذکرہ صفحہ 268،مصنفہ مولانا ابوالکلام آزاد)

یہی حالت آج''علماء ھم'' کی ہے۔آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیاں نہایت صفائی سے پوری ہوتی دیکھ رہے ہیں۔وعدہ نبوی کے مطابق مسیح موعود اور مہدی کا ظہور ہوچکا مگر وہ آسمان سے عیسیٰ مریم کے بیٹے کی آمد کے منتظر ہیں اور کسی خونی مہدی کے آنے کی آس لگائے بیٹھے ہیں جو انہیں دنیوی جاہ وحشمت سے مالا مال کردے لیکن وقت کے مسیح کی اس آواز پر کان

نہیں دھرتے جس نے انہیں دعوت دی کہ

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

(درِثمین)

پس بعض لوگوں کا یہ خیال کہ چونکہ آنحضرت ﷺ کا وجود ایک کامل نمونہ تھا۔ اور قرآن مجید ایک مکمل شریعت ہے لہٰذا آنحضرت ﷺ کے بعد دنیا میں کسی مصلح کے آنے کی کوئی حاجت نہیں ہے اور اب قرآن ہی راہنما ہے۔ محض قلتِ تدبر کا نتیجہ ہے کیونکہ ایسا نتیجہ نکالنا خود قرآن، حدیث، عقل اور مشاہدہ کے خلاف ہے جن میں آئندہ زمانوں میں امت محمدیہ میں مجددین اور مامورین کے آنے کی پیشگوئیاں موجود ہیں اور اُن کے مطابق ہر صدی کے سر پر مجدد بھی آتے رہے ہیں۔

نیز اگر مجددین کے آنے کی حاجت نہ تھی اور صرف قرآن کریم ہی مصلح ہے تو پھر مسلمان کس طرح بگڑ گئے اور نیکی اور تقویٰ سے محروم ہو گئے بعینہٖ جس طرح رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئیوں میں بیان ہوا ہے؟

باب 4

علماءِ سُوء کامشغلۂ کفر سازی وباہمی قتل وغارت اورلمحہ فکریہ

عالم اسلام کب سے دشمنوں کے نرغہ میں آچکا ہے۔تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ ہنود، یہوداور نصاریٰ کی اقوام مختلف طریقوں سے اسلام اور عالم اسلام کوصفحۂ ہستی سے ناپید کرنے کی فکر میں رہتی ہیں۔رسالہ فوکس (انگلستان) کے مطابق عیسائی چرچ نے بیسویں صدی کے اختتام تک آدھی دنیا کوعیسائیت کی آغوش میں لانے کامنصوبہ تیار کررکھا ہےاوراس کے لیے ہرقسم کے ذرائع فراہم کئے جارہے ہیں۔(بحوالہ ہفت روزہ ’’لاہور‘‘15 جولائی 1989ء ص 4)

دوسری طرف ہفت روزہ ’’سائنس میگزین‘‘ اپنی اشاعت 16 جون 1989ء ص 8 پرلکھتا ہے: ’’اس وقت کرۂ ارض پرمسلمانوں کی تعداد ایک ارب ہے۔ان میں سے ساٹھ کروڑ (یعنی ساٹھ فیصد) ان پڑھ اور بالکل ناخواندہ ہیں۔بیشتر قرآن مجید ناظرہ بھی نہیں پڑھ سکتے۔یہ علماء کرام کیلئے سوچنے کا مقام ہے۔(ماخوذ از’’ کیا احمدی سچے مسلمان نہیں ہیں۔‘‘ ص 3 مصنفہ اے۔ایس موسیٰ۔ناشر اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ۔یو۔کے)

مگر ظاہر پرست علماء زمانہ کی سوچوں کا رُخ مسلمانوں کی دینی تعلیم وتربیت اوراصلاح کی بجائے تخریبی کاروائیوں کی طرف منتقل ہو چکا ہے۔ع ہے دین کی کیا حالت یہ اس کی بلا جانے۔

لوگوں کومسلمان بنانے کی بجائے یہ مولوی مسلمانوں کودائرہ اسلام سے خارج کر کے اُنہیں کافر قرار دینے اوران میں باہمی قتل وغارت کرانے میں دلی راحت محسوس کرتے ہیں۔اسلام دشمن دجالی طاقتوں سے نپٹنے کی بجائے وہ اُن کلمہ گوفدائیان دین اورعشاق محمدؐ کواسلام سے نکالنے اوراُن کومٹانے کی لاحاصل کوششوں میں دن رات مصروف ہیں جوساری دنیا میں دین اسلام کی تبلیغ اوراشاعت قرآن کا پرچم بلند کئے ہوئے ہیں اوراس کی خاطر وہ مال، دولت،عزت، وقت اور جان تک کی بازی لگانے سے نہیں ڈرتے۔

یہ عجب آنکھیں ہیں سورج بھی نظر آتا نہیں
کچھ نہیں چھوڑا حسد نے عقل اور سوچ اور بچار

(مسیح موعودؑ)

جماعت احمدیہ کے مسلک کے بارے میں پاکستان کے مشہور مؤرخ مولانا رئیس احمد جعفری فرماتے ہیں:

’’مسلم قوم کی مرکزیت، پاکستان یعنی ایک آزاد اسلامی حکومت کے قیام کی تائید،مسلمانوں کے یاس انگیز مستقبل پر تشویش، عامتہ المسلمین کی اصلاح اورفلاح،نجاح دوام کی کامیابی،تفریق بین المسلمین کے خلاف برہمی اورغصہ کا اظہارکون کر

رہا ہے۔اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ۔کیا جماعت حزب اللہ کا داعی اور امام الہند؟نہیں۔پھر کیا جانشین شیخ الہند اور دیو بند کا شیخ الحدیث؟ وہ بھی نہیں۔پھر کون؟ وہ لوگ جن کے خلاف کفر کے فتوؤں کا پشتارہ موجود ہے۔(یعنی جماعت احمدیہ۔ ناقل) جن کی نامسلمانی کا چرچا گھر گھر ہے جن کا ایمان، جن کا عقیدہ مشکوک، مشتبہ اور محل نظر ہے۔کیا خوب کہا ہے ایک شاعر نے ؎

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندانِ قدح خوار ہوئے

(تاریخ مسلم لیگ یا حیات محمد علی جناح ص 51 از مولانا رئیس احمد جعفری)

مولانا محمد علی جوہرؔ اپنے اخبار ''ہمدرد'' میں احمدیوں کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

''......اُن کو کافر و مرتد کہنا صریح ظلم ہے کیونکہ وہ اہل کعبہ ہیں۔توحید، رسالت، قرآن اور حدیث کو مانتے اور عبادات و معاملات میں فقہ حنفی پر عمل کرتے ہیں۔صوم وصلوٰۃ اور حج اور زکوٰۃ کو فرض تسلیم کرتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں۔قرآن کو کلام الٰہی اور رسول اللہ کو افضل الرسل و انبیاء مانتے ہیں......اگر مناظرانہ الزامات کفر وارتداد کو معتبر قرار دیا جائے تو پھر تمام فرقے ایک دوسرے کے نزدیک واجب القتل ٹھہرتے ہیں۔بہت سے غالی اور متقشف علماء احناف شیعوں کو بھی کافر سمجھتے ہیں بالخصوص قائلین افک عائشہؓ کو۔اسی طرح شیعہ خوارج کو کافر کہتے ہیں اور مناظرانہ حیثیت میں تمام فرقے ایک دوسرے کے عقائد کو باطل ٹھہراتے اور کفر وارتداد سے تعبیر کرتے ہیں۔بریلی کے دارالکفر سے سینکڑوں علماءِ حق کی نسبت کفر کے فتوے صادر ہوئے خصوصاً مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی رحمتہ اللہ علیہ سے لیکر حضرت شیخ الہند قدس سرہ العزیز تک تمام علماء دیو بند ان کے نزدیک بالکل ہی مرتد و کافر تھے کیا یہ سب واجب القتل نہیں ٹھہرتے؟ کیا اس طریقہ پر ایک ایسے فتنہ کا دروازہ نہیں کھل جاتا جو لاانتہا تباہی اور بربادی کا باعث ہوگا؟'' (روزنامہ ''ہمدرد'' دہلی 21 فروری 1925ء)

ملت کے ہر دور میں جب کبھی کوئی عالم ربانی اصلاحِ امت کیلئے علم وحکمت اور عرفان کے روحانی تحائف لایا تو تنگ نظر ظاہر پرست علماء نے ان کے خلاف تکفیر کی تلوار ایسی اندھا دھند چلائی کہ کوئی برگزیدہ ہستی اس کی ضربوں سے نہ بچ سکی۔علماءِ سُوء نے کسی کو کافر، کسی کو مرتد اور زندیق کسی کو ابلیس اور دجال وغیرہ قرار دیکر ان کے خلاف قتل کے فتوے جاری کئے۔

قاضی شریح نے حضرت امام حسین نواسۂ رسول کے خون کو مباح قرار دے کر امت میں وہ فتنہ برپا کر دیا جس کے دکھ میں لوگ تا ایں دم ملوث ہیں۔ذیل میں ایسے ظالم مفتیوں کی اندھا دھند تکفیر کا نشانہ بننے والے سینکڑوں بزرگان امت میں سے گنتی کے نام درج کئے جاتے ہیں جنہیں واجب القتل قرار دیا گیا اور طرح طرح کے ظلموں کا تختہ مشق بنایا گیا۔ان میں ایسی عظیم المرتبت ہستیاں شامل ہیں کہ اگر ان کے وجود کو تاریخ کے اوراق سے حذف کر دیا جائے تو خدمت دین کرنے والوں کا باب ہی مع اپنے عنوان کے غائب ہو جائے۔ایسی ہستیوں کے بارے میں مولانا کوثر نیازی صاحب (سابق وزیر مذہبی امور حکومت پاکستان) روزنامہ ''جنگ'' کراچی کی 26 مئی 1983ء کی اشاعت میں زیر عنوان ''مشاہدات وتاثرات'' لکھتے ہیں:

''وہ سب کی سب اپنے اپنے زمانے میں بعض ظالم فتویٰ نگاروں کی نوازشات کا شکار ہو چکی ہیں۔ہم نے اس سلسلے

میں ’’حربہ تکفیر اہل قبلہ‘‘۔ ’’تطہیر الاولیاء‘‘، ’’مقام جنید‘‘، ’’تذکرۃ الاولیاء‘‘، ’’حسام الحرمین‘‘، ’’فتاوی الحرمین‘‘، ’’حجج الکرامہ‘‘، ’’سوانح مولانا عبداللہ غزنوی‘‘، ’’رودِ کوثر‘‘ اور ’’نظم الدررنی‘‘، ’’سلک الیسر‘‘ وغیرہ نامی کتابوں کی طرف رجوع کیا تو ایسی ہستیاں جن پر کفر کے فتوے لگائے گئے ان کی فہرست میں یہ نام بھی دکھائی دیتے ہیں:

1-	حضرت ابوبکر صدیقؓ	2-	حضرت عمر فاروقؓ
3-	حضرت عثمان غنیؓ	4-	حضرت علی مرتضیٰؓ
5-	حضرت امام حسینؓ	6-	حضرت امام ابوحنیفہؒ
7-	حضرت امام مالکؒ	8-	حضرت امام احمد بن حنبلؒ
9-	حضرت امام شافعیؒ	10-	حضرت جنید بغدادیؒ
11-	حضرت شبلیؒ	12-	حضرت ذوالنون مصریؒ
13-	حضرت منصورؒ	14-	شیخ محی الدین ابن عربیؒ
15-	حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانیؒ	16-	حضرت بایزید بسطامیؒ
17-	حضرت داتا گنج بخشؒ	18-	مجدد الف ثانیؒ
19-	خواجہ نظام الدین اولیاءؒ	20-	حضرت امام غزالیؒ
21-	حضرت امام بخاریؒ	22-	حضرت ابن حزمؒ
23-	علامہ ابن تیمیہؒ	24-	علامہ ابن القیمؒ
25-	حضرت ابوالحسن اشعریؒ	26-	حضرت سید محمد جونپوریؒ
27-	حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	28-	حضرت مظہر جانِ جاناںؒ
29-	حضرت قاضی ایازؒ	30-	حضرت شہاب الدین سہروردیؒ
31-	حضرت فریدالدین عطارؒ	32-	حضرت داؤد طاہریؒ
33-	حضرت علامہ ابن رشدؒ		

اس فہرست کے بعد ان کے مضمون کا بقیہ حصہ خلاصۃً درج ذیل کیا جاتا ہے:

آئمہ دین کے خلاف کفر کے فتوے:

حضرت امام ابوحنیفہؒ (سن وفات 150ھ) کی عظمت کا ایک جہاں معترف ہے۔ان کے زمانہ کے علماء سوء نے انہیں کافر، بدعتی اور زندیق وغیرہ قرار دے کر اُنہیں قید خانہ میں ڈالا اور پھر زہر دلا کر موت کی نیند سلا دیا۔

حضرت امام شافعیؒ جیسے فقیہہ عالم کو ’’اَضَرُّ مِنْ اِبْلِیْس‘‘ (شیطان سے بڑھ کر مضر) قرار دے کر طرح طرح کی اذیتیں دیں کہ اُنہیں بغداد چھوڑ کر مصر جانا پڑا۔ وہاں بھی ان کا جینا دوبھر کر دیا۔

حضرت امام مالکؒ وہ پاک اور متقی شخصیت ہیں جنہوں نے حدیث کے سب سے پہلے مجموعہ ’’مؤطا امام مالک‘‘ کی

دوسری صدی ہجری میں ترتیب وتالیف کی۔ انہوں نے ابوجعفر منصور اور ابوالعباس سفاح کے ہاتھوں پر بیعت نہ کی تھی اور حضرت امام حسنؓ کے بزرگ پوتے کوخلافت کا مستحق جانا تھا۔ اُن کا دوسرا جرم یہ تھا کہ انہوں نے مسلمانوں کوتجدیدی روشنی سے منور کیا تھا۔ ان کی پاداش میں اُنہیں کافر اور بدعتی قرار دیکر شہر بھر میں اونٹ پر بٹھا کر ان کی تذلیل وتشہیر کرائی گئی۔ پھر اُنہیں زندان میں نظربند کیا جہاں اُن پر تشدد کے نتیجہ میں ان کے ہاتھ بازوؤں سے اُکھڑ گئے۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے خلاف علماءِ سوء نے کفر کا فتویٰ دیا۔ اُن کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں پہنائی گئیں۔ اُنہیں اونٹ کی ننگی پیٹھ پر سوار کیا گیا۔ اُنہیں طمانچے لگوائے گئے اور کوڑوں سے پٹوایا گیا۔ پھر ملک بدر کر دیا گیا۔

حضرت امام بخاریؒ کو ملک بدر کر دیا گیا۔ یہ وہ عظیم شخصیت ہے کہ جنہوں نے ایسی حدیث کی کتاب مرتب کی ہے جو اَصَحُّ الکُتب بَعْدَ کِتَابِ اللّٰہِ ہے۔ (یعنی قرآن مجید کے بعد دین کی سب سے صحیح کتاب)۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے رو رو کر دعا مانگی کہ دنیا اپنی وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہو چکی ہے اس لیے تو مجھے اپنے پاس بلا لے۔ اس امام المحدثین کا یہ قصور تھا کہ انہوں نے تکفیر کرنے والوں کی وضعی حدیثوں کے چہروں سے نقاب اٹھائے تھے۔

اس طرح ان کوتاہ بین اور شریر علماء نے حضرت امام غزالیؒ اور امام رازیؒ، فارابیؒ، حکیم ابن رشد، جابر بن حیان اور ابن سینا۔ ابن الہیثم ابن الواحد پر جنہوں نے دینی اور طبی علوم میں مہارت پیدا کر کے انسانیت کی بھاری خدمت کی تھی تکفیر کی آگ لگا کر اپنی باطنی بدبختی کا ثبوت دیا تھا۔

مولانا کوثر نیازی کی فہرست کے علاوہ...... ماضی قریب میں حضرت شاہ ولی اللہؒ، حضرت سید احمد بریلویؒ اور حضرت مولانا شاہ اسماعیل شہیدؒ کے خلاف بھی کفر وارتداد کے فتوے لگائے گئے ہیں جن میں یہ بھی مذکور ہے کہ ''جو کوئی ان کے کافر و مرتد ہونے میں شک وشبہ کرے وہ بھی کافر ہے۔'' (بھونچال بر لشکر دجال صفحہ 120، بحوالہ مضمون مسلمانوں کی تکفیر کا مسئلہ از مولانا عبدالمجید سالک۔ مندرجہ روزنامہ آفاق لاہور 18 نومبر 1952ء)

سرسید احمد خان صاحب بانی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے خلاف کفر کے فتوے:

''اس شخص کی اعانت کرنی اور اس سے علاقہ ورابطہ پیدا کرنا ہرگز درست نہیں...... یہ شخص بہ سبب تکذیب آیاتِ قرآنی کے مرتد ہو کر ملعون ابدی ہوا۔ اور مرتد ہوا ایسا مرتد کہ بلا قبولِ اسلام اسلامی عمل داری میں یہ جزیہ دیکر بھی نہیں رہ سکتا۔ مگر اہل کتاب اور ہنود وغیرہ جزیہ دیکر بھی اسلامی عمل داری میں رہ سکتے ہیں۔ گویا یہ سخت کافر و مرتد ہوا۔'' (انتظام المساجد ص 13،15 از مولوی محمد لدھیانوی) ایضاً

ہندوستان کے کفرساز مولویوں نے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے چاروں مذاہب کے اہل سنت مفتیوں سے بھی سرسید احمد خان کے خلاف فتوے منگوائے جن کا خلاصہ یہ ہے:

مکہ معظّمہ کا فتویٰ

''یہ شخص (سرسید) ضال اور مضل ہے۔ بلکہ ابلیس لعین کا خلیفہ ہے۔اس کا فتنہ یہود ونصاریٰ کے فتنہ سے بڑھ کر ہے۔ خدا اس کو سمجھے۔ضرب وحبس سے اس کی تادیب کرنی چاہئیے۔''

مدینہ منورہ کا فتویٰ

''جو کچھ درمختار اور اس کے حواشی سے معلوم ہوتا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ شخص یا تو ملحد ہے یا شرع سے کفر کی جانب مائل ہوگیا ہے۔اگر گرفتاری سے پہلے توبہ کرلے تو قتل نہ کیا جائے۔ورنہ اس کا قتل واجب ہے۔''

علی گڑھ کالج کے خلاف حرمین شریفین کے مفتیوں کا فتویٰ یہ ہے:

''یہ مدرسہ جس کو خدا برباد کرے اور اس کے بانی کو خدا ہلاک کرے اس کی اعانت جائز نہیں۔اگر یہ مدرسہ بن کر تیار ہوجائے تو اس کو منہدم کرنا اور اس کے مددگاروں سے سخت انتقام لینا واجب ہے۔''

ان فتاویٰ کے اقتباسات ''حیات جاوید'' (سوانح عمری سرسید) مؤلفہ الطاف حسین حالی سے لئے گئے ہیں۔(منقول ازمسلمانوں کی تکفیر کا مسئلہ مولفہ مولانا عبدالمجید سالک،روزنامہ آفاق لاہور 18 نومبر 1952ء)

''اس زمانہ میں مولانا محمد علی،مولانا شوکت علی،مولانا ابوالکلام آزاد،مولانا عبدالماجد دریابادی،مولانا ظفرعلی خان، علامہ اقبال اور بے شمار دوسرے اعاظم رِجال فتویٰ تکفیر کا نشانہ بنائے گئے۔'' (ایضاً)

آج ملت اسلامیہ کے 73 فرقوں میں سے متعدد ایک دوسرے کو کافر قرار دے چکے ہیں،مگر اس کے باوجود کوئی فرقہ بھی اپنے تئیں کافر تسلیم نہیں کرتا اور برابر اپنے مسلمان ہونے پر فخر کرتا ہے۔

مسلمانوں میں کفرسازی کا مرض نہایت شدومد سے پھوٹا ہے اور کوئی فرقہ اس وباء سے محفوظ نہیں رہا۔متحدہ ہندوستان کے مشہور ومعروف صحافی مولانا عبدالمجید سالک صاحب اس مسئلہ پر غوروفکر کرنے کے بعد جامع الشواہد ص 2 کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

''عالمِ اسلام اور تاریخ اسلام کے اکابر اور ملتِ اسلامیہ کے تمام فرقے کسی نہ کسی گروہ علماء کے نزدیک کافر ومرتد اور خارج از اسلام ہیں۔شریعت وطریقت کی دنیا میں ایک مسلک اور ایک خانوادہ بھی تکفیر سے محفوظ نہیں۔'' (مسلمانوں کی تکفیر کا مسئلہ از مولانا عبدالمجید سالک ص 8-7 نقوش پریس لاہور۔انجمن تحفظ پاکستان لاہور)

اس تکلیف دہ مشغلہ کی فہرست وتفصیل کافی طویل ہے۔بطور نمونہ چند ایک فتاویٰ درج ذیل کئے جاتے ہیں تا عبرت حاصل ہو:

بریلویوں کے خلاف دیوبندی فتویٰ:

دیوبندی علماء کے نزدیک سب بریلوی مشرک اور کافر ہیں۔ مثلاً لکھا ہے کہ:

''جو شخص رسول اللہ ﷺ کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً مشرک و کافر ہے۔'' اس کی امامت اور اس سے میل جول محبت ومودت سب حرام ہیں۔''

(فتاویٰ رشیدیہ کامل مبوّب از رشید احمد گنگوہی ص 62 ناشر۔ محمد سعید اینڈ کمپنی۔ قرآن محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی 1884-1883، بحوالہ ''کیا احمدی سچے مسلمان نہیں؟'' ص 5 مصنفہ اے ایس موسیٰ ناشر اسلام انٹرنیشنل پبلیکیشنز لمیٹڈ (یوکے)

اسی طرح مشہور دیوبندی عالم مولوی سید حسین احمد صاحب مدنی سابق صدر مدرس دارالعلوم دیوبند بریلویوں کے خلاف فرماتے ہیں:

''رسول مقبول علیہ السلام دجال بریلوی اور ان کے اتباع کو سحقاً سحقاً فرما کر حوض مورود وشفاعت محمود ؐ سے کتوں سے بدتر کر کے دھتکار دیں گے۔ اور امت مرحومہ کے اجر وثواب ومنازل ونعیم سے محروم کئے جائیں گے۔''

(رجوم المذنبین علیٰ رؤس الشیاطین المشہور بہ الشہاب الثاقب علی المسترق الکاذب ص 111، مؤلفہ مولوی سید حسین احمد صاحب مدنی۔ ناشر کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور، بحوالہ ''کیا احمدی سچے مسلمان نہیں ہیں؟'' ص 42 مطبوعہ U.K. رقیم پریس ٹلفورڈ یوکے)

علماء بریلی کا فتویٰ:

علمائے بریلی نے تمام علمائے دیوبند کے متعلق نام بنام یہ فتویٰ دیا ہے (یعنی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند، شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا اشرف علی تھانوی وغیرھم کے نام) کہ ''یہ قطعاً کافر اور مرتد ہیں اور ان کا ارتداد کفر سخت اشد درجے تک پہنچ چکا ہے ایسا کہ جو ان مرتدوں اور کافروں کے ارتداد وکفر میں ذرا بھی شک کرے وہ بھی انہی جیسا کافر و مرتد ہے۔'' مسلمانوں کو چاہئیے کہ ان سے بالکل مجتنب اور محترز رہیں...... جو اُن کو کافر نہ کہے گا وہ خود کافر ہو جائے گا۔ (پوسٹر علمائے بریلی۔ بحوالہ روزنامہ آفاق 18 نومبر 1952ء بحوالہ کیا احمدی سچے مسلمان نہیں ہیں ص 6)

علمائے حرمین شریفین کا فتویٰ بابت دیوبندیہ ومثلہم:

''یہ سب کے سب مرتد ہیں۔ باجماعِ امت اسلام سے خارج ہیں۔ بے دینی و بدمذہبی کے خبیث سردار، ہر خبیث اور مفسد اور ہٹ دھرم سے بدتر، فاجر جو اپنی گمراہی کے سبب قریب ہے کہ سب کافروں سے کمینہ تر کافروں میں ہوں...... عالموں،

فقیروں اور نیکوں کی وضع بنتے ہیں اور باطن ان کا خباثتوں سے بھرا ہوا ہے۔''

(حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین ص73 تا76۔ مصنف مولانا احمد رضا خاں صاحب مطبوعہ مطبع اہل سنت والجماعت واقع۔ بریلی، سن اشاعت 1326ھ ،1908ء، بحوالہ ''کیا احمدی سچے مسلمان نہیں؟'' ص7)

علمائے اہلِ سنت کا فتویٰ:

''اس زمانہ میں اسلام کو جتنا نقصان صرف وہابیہ دیوبندیہ کے ایک گروہ نے پہنچایا ہے تمام باطل فرقے مجموعی طور پر بھی اتنا نقصان نہیں پہنچا سکے......اسلام سے علیحدہ ہو جانے کے بعد بھی یہ فرقہ اپنے آپ کو سنی حنفی کے نام سے ظاہر کر رہا ہے اور ناواقف سنی حنفی بھائی اسی وجہ سے دھوکا کھا جاتے ہیں اور اپنا ہم خیال سمجھ کر خلا ملا رکھنے کی وجہ سے ان کے دامِ فریب میں پھنس جاتے ہیں۔'' (اشتہار محمد ابراہیم بھاگلپوری۔ مطبوعہ برقی پریس لکھنؤ، اشتیاق منزل نمبر 63 ہیوٹ روڈ لکھنؤ۔ انڈیا، بحوالہ کیا احمدی سچے مسلمان نہیں؟ از اے ایس موسیٰ ص7)

اہل حدیث کافر:

''تقلید کو حرام اور مقلدین کو مشرک کہنے والا (یعنی وہابی) شرعاً کافر بلکہ مرتد ہوا۔ علماء اور مفتیان وقت پر لازم ہے بجرد مسموع ہونے ایسے امر کے (یعنی یہ فتویٰ سنتے ہی) اس کے کفر وارتداد کا فتویٰ دینے میں تردد نہ کریں ورنہ زمرۂ مرتدین میں یہ بھی شامل ہوں گے۔ (انتظام المساجد باخراج اہل الفتن ص7۔ بحوالہ مسلمانوں کی تکفیر کا مسئلہ ص6، مضمون عبدالمجید سالک روزنامہ آفاق 18 نومبر 1952ء)

''نکاح نام باہمی ایجاب وقبول کا ہے۔ اگرچہ برہمن پڑھاوے۔ چونکہ وہابی سے پڑھوانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے، جو حرام ہے لہٰذا احتراز لازم ہے۔''

(احکام شریعت حصہ دوم ص144 مصنفہ مولانا احمد رضا خان بریلوی، بحوالہ مسلمانوں کی تکفیر کا مسئلہ ص7 مضمون از مولانا عبدالمجید سالک روزنامہ آفاق لاہور۔ 18 نومبر 1952ء)

''جو شخص دیوبندیوں کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔ اور روز قیامت ان کے ساتھ ایک ہی رسی میں باندھا جائے گا۔ وہابی کو زکوٰۃ کا روپیہ دینا حرام ہے۔ وہابی کے پاس لڑکوں کو پڑھانا حرام۔ حرام۔ حرام۔

عورت کا ذبیحہ جائز۔ یہودی کا ذبیحہ حلال جبکہ نام الٰہی عزوجل کا لے۔ رافضی۔ تزائی۔ دیوبندی وہابی۔ غیر مقلد۔ قادیانی۔ چکڑالوی۔ نیچری ان سب کے ذبیحے نجس۔ مردار اور حرام قطعی ہیں اگرچہ لاکھ بار نام الٰہی لیں اور کیسے ہی متقی اور پرہیزگار بنتے ہوں۔ وہابی کے کتے کا شکار بھی حرام ہے۔ ان فرقوں کے لوگوں کے پیچھے نماز بالکل باطل محض ہے۔''

(احکام شریعت مصطفوی حصہ اول، از مولانا احمد رضا خان بریلوی)

اہل حدیث بھی کافر ہیں:

ستر علماءِ دیوبند نے اپنے دستخطوں کے ساتھ اہلحدیث کے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور لکھا ہے کہ ان سے میل جول رکھنا، ان کو مساجد میں آنے دینا شرعاً ممنوع اور باعثِ خوف وفتنۂ دین ہے۔

(اشتہار مطبوعہ الیکٹرک ابوالعلائی پریس آگرہ، بحوالہ کیا احمدی سچے مسلمان نہیں؟ص6)

جماعت اسلامی کے خلاف فتویٰ:

دارالعلوم دیوبند کی طرف سے جماعتِ اسلامی کے متعلق یہ فتویٰ دیا گیا۔

''یہ جماعت اپنے اسلاف (یعنی مرزائیوں) سے بھی مسلمانوں کے دین کے لیے زیادہ ضرر رساں ہے۔''

(استفتائے ضروری ص37 ناشر محمد وحید اللہ خاں مطبوعہ مرتضٰی پریس رام پور 1375ھ بحوالہ ایضاً مندرجہ بالا کے ص6
)

''حضور اکرم ؐ نے فرمایا ہے کہ اصل دجال سے پہلے تیس دجال اور پیدا ہوں گے جو اس دجال کا اصلی راستہ صاف کریں گے۔ میری سمجھ میں ان تیس دجالوں میں ایک مودودی ہیں۔'' فقط والسلام محمد صادق عفی عنہ مہتمم مدرسہ مظہر العلوم محلّہ کھڈہ۔ کراچی 28 ذی الحجہ 1371ھ 19 ستمبر 1952ء ''حق پرست علماء کی مودودیت سے ناراضگی کے اسباب۔ نمبر97''
مرتبہ مولوی احمد علی۔ انجمن خدام الدین لاہور)

غلام احمد پرویز کافر:

''غلام احمد پرویز شریعت محمدیہ ؐ کی رو سے کافر ہے اور دائرۂ اسلام سے خارج۔ نہ اس شخص کے عقدِ نکاح میں کوئی مسلمان عورت رہ سکتی ہے اور نہ کسی مسلمان عورت کا نکاح اس سے ہوسکتا ہے۔ نہ اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ نہ مسلمانوں کے قبرستان میں اس کا دفن کرنا جائز ہوگا۔ اور یہ حکم صرف پرویز ہی کا نہیں بلکہ ہر کافر کا ہے اور ہر وہ شخص جو اس کے متبعین میں ان عقائد کفریہ کے ہمنوا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے اور جب یہ مرتد ٹھہرا تو پھر اس کے ساتھ کسی قسم کے بھی اسلامی تعلقات رکھنا شرعاً جائز نہیں ہیں۔''

(ولی حسن ٹونکی غفر اللہ مفتی و مدرس مدرسہ عربیہ اسلامیہ نیوٹاؤن کراچی محمد یوسف بنوری شیخ الحدیث مدرسہ عربیہ اسلامیہ ٹاؤن۔ کراچی، بحوالہ ''کیا احمدی سچے مسلمان نہیں ہیں؟ص43)

اہل سنت کافر

''حدیقہ شہداء'' ص 65 پر شیعہ علماء نے فتویٰ دیا ہے۔''فرقہ اثناعشریہ امامیہ کے سوا کوئی ناجی نہیں خواہ مارا جائے خواہ اپنی موت مرے۔'' بحوالہ مسلمانوں کی تکفیر کا مسئلہ روزنامہ آفاق لاہور 18 نومبر 1952ء)

شیعہ بھی کافر ہیں

نامور علمائے دیوبند کا شیعوں کے خلاف یہ متفقہ فتویٰ ہے کہ وہ:

''صرف مرتد اور کافر اور خارج از اسلام ہی نہیں بلکہ اسلام اور مسلمانوں کے دشمن بھی اس درجہ کے ہیں کہ دوسرے فِرق کم نکلیں گے۔ مسلمانوں کو ایسے لوگوں سے جمیع مراسم اسلامیہ ترک کرنا چاہیے خصوصاً مناکحت۔''

(علماء کرام کا متفقہ فتویٰ درباره ارتدادِ شیعہ اثناعشریہ۔ ناشر: مولوی محمد عبدالشکور لکھنو مطبوعہ صفر 1348ھ، بحوالہ کیا احمدی سچے مسلمان نہیں؟ ص 6-5)

سنی علماء عامتہ المسلمین کو شیعوں کے متعلق بالفاظ ذیل سخت تنبیہہ کرتے ہیں:

''بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم یقینی قطعی اجتماعی یہ ہے کہ وہ علی العموم کفار مرتدین ہیں ان کے ہاتھ کا ذبیحہ مردار ہے۔ ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے۔ معاذ اللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہرالٰہی ہے۔ اگر مرد سنی اور عورت ان خبیثوں کی ہو جب بھی نکاح ہرگز نہ ہوگا محض زنا ہوگا۔ اولاد ولدالزنا ہوگی۔ باپ کا ترکہ نہ پائے گی اگرچہ اولاد بھی سنی ہی ہو۔ کہ شرعاً ولدالزنا کا باپ کوئی نہیں۔ عورت نہ ترکہ کی مستحق ہوگی نہ مہر کی کہ زانیہ کے لیے مہر نہیں۔ رافضی اپنے کسی قریب حتّٰی کہ باپ بیٹے ماں بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پا سکتا۔ سنی تو سنی کسی مسلمان بلکہ کسی کافر کے بھی۔ یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکہ میں اس کا اصلاً کچھ حق نہیں۔ ان کے مرد عورت عالم، جاہل، کسی سے میل جول، سلام کلام سخت کبیرہ اشد حرام۔ جو ان کے ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر بھی انہیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے باجماع تمام آئمہ دین خود کافر بے دین ہے۔ اور اس کے لیے بھی یہی سب احکام ہیں جو ان کے لیے مذکور ہوئے۔ مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس فتویٰ کو بگوش ہوش سنیں اور اس پر عمل کر کے پکے سنی بنیں۔'' (فتویٰ مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خان، بحوالہ رسالہ ردالرفضہ ص 23 مطبوعہ گلزار عام پریس۔ بیرون بھاٹی گیٹ لاہور 1320ھ، شائع کردہ نوری کتب خانہ بازار داتا صاحب، لاہور، بحوالہ کیا احمدی سچے مسلمان نہیں ہیں؟ ص 44-43)

مفتی اعظم ہند کا فتویٰ شیعوں کے خلاف

''آج کل کے روافض تو عموماً ضرورتِ دین کے منکر اور قطعاً مرتد ہیں۔ ان کے مرد یا عورت کا کسی سے نکاح ہو سکتا ہی نہیں۔ ایسے ہی وہابی، قادیانی، دیوبندی، نیچری، چکڑالوی جملہ مرتدین ہیں کہ ان کے مرد یا عورت کا تمام جہان میں جس سے نکاح ہوگا۔ مسلم ہو یا کافر اصلی یا مرتد انسان ہو یا حیوان، محض باطل اور زنا خالص ہوگا اور اولاد ولدالزنا'' (الملفوظ حصہ دوم ص

97-98،مرتبہ مفتی اعظم ہند،بحوالہ ''کیا احمدی سچے مسلمان نہیں ہیں؟ص 44 مطبوعہ UK)

ردِّ تبرّ ا ص30 پر لکھا ہے:

''شیعہ حضرت صدیق ؓ کی خلافت کے منکر ہیں......جو شخص حضرت صدیق ؓ کی خلافت سے انکار کرے اس نے اجماع کا انکار کیا اور کافر ہوگیا۔اور کافر کیلئے حکم جاری ہے کہ وہ واجب القتل ہے۔'' بحوالہ ''مسلمانوں کی تکفیر کا مسئلہ'' ص 6، روزنامہ آفاق 18 نومبر 1952ء)

سچ تو یہ ہے ع ''اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے''

قارئین کرام! دین کے ٹھیکہ دار مولویوں کے شغلِ تکفیر اور اس کے قبیح نتائج پڑھ کر آپ کا سر شرم کے مارے زمیں کی طرف جھک تو گیا ہوگا۔جو بھی غیر مسلم ان خرافات سے آگاہ ہوگا کیا وہ اسلام سے متنفر نہ ہو جائے گا؟ کیا اسلام کے علماء سوء کی کفر سازی کے یہ کرشمے ملت اسلامیہ کے حق میں وجہ عزت ہیں یا وہ خود باعث رسوائی بنے ہوئے ہیں۔

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود
(اقبال)

حقیقت یہ ہے کہ تکفیر بازی کے ان شرمناک ہنگاموں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔اللہ، اس کے رسول اور علماء ربانی نے کبھی ایسی تعلیم نہیں دی۔

حضرت بانی اسلام محمد مصطفیٰ ﷺ (جو رحمت اور سلامتی کے علمبردار ہیں) نے فرمایا کہ جو شخص بھی کلمہ توحید ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کا اقرار کرتا ہے وہ دائرہ اسلام میں آجاتا ہے۔پس جسے اللہ اور اس کا رسول مسلمان قرار دیں کسی اور کو حق نہیں پہنچتا کہ اسے اسلام سے خارج کر سکے جب تک وہ از خود کلمہ توحید سے انکار نہ کر دے

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''مَنْ صَلّٰی صَلوٰتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنا وَ اَکَلَ ذَبِیْحَتَنَا فَھُوَ مُسْلِمٌ. لَهٗ ذِمَّةَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ فَلَا تُخْفِرُوْ اللّٰهَ فِیْ ذِمَّتِهٖ یعنی جو شخص ہماری طرح نماز پڑھتا ہے۔ہمارے قبلہ کی جانب رُخ کرتا ہے اور ہمارا ذبیحہ کھاتا ہے وہ مسلمان ہے اور اللہ اور اس کے رسول کی حفاظت میں ہے۔پس (اے مسلمانو) تم اللہ کی ذمہ داری کو نہ توڑنا۔ (بخاری جلد 1 باب استقبال القبلہ)

اب جو مولوی اس کے ہوتے ہوئے کسی مسلمان کو کافر کہے وہ عملاً خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کو ان کے عہد میں جھوٹا قرار دینے کا گنہگار ہوتا ہے۔

امام طبرانیؒ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اسلام کے دس اجزاء بتائے تھے اور فرمایا تھا کہ ''جس شخص کے پاس ایک حصہ بھی نہ ہو وہ تباہ ہو گیا۔پہلا حصہ یہ ہے کہ جو شخص کلمہ طیبہ پڑھ لیتا ہے وہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے۔'' (کنز العمال)

مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں مرقوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ باتوں پر رکھی گئی ہے:

1- یہ شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ 2-نماز قائم کرنا۔

3-زکوٰۃ دینا۔ 4-حج بیت اللہ کرنا ۔ 5-رمضان کے روزے رکھنا (نیز مسلم جلد 1، باب بیان ارکان اسلام)
پس جو شخص ان پانچ باتوں کو مانتا ہے وہ مسلم ہے۔

مشہور حنفی فقیہہ علامہ شامی نے اپنی کتاب ''ردالمختار'' میں لکھا ہے۔

''ایک مسلمان کے کسی قول اور عقیدے کی سو تاویلیں ممکن ہوں جن میں سے ننانوے کفر کی ہوں اور صرف ایک ''احتمال'' ایمان کا ہو تو اس کی تکفیر جائز نہیں۔''

فقہاء کے اس قول کی تشریح میں عالم دین بزرگ رشید احمد گنگوہی اپنے مکتوب ''انوارالقلوب'' میں لکھتے ہیں: ''یہ قولِ فقہا ننانوے احتمال کا تحدیدی نہیں ہے بلکہ اگر کسی کے کلام میں ہزار احتمال ہوں جن میں سے نوسوننانوے احتمالات کفریہ ہوں اور صرف ایک احتمال ایمان کا ہو تو بھی اس کی تکفیر جائز نہیں۔''

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ''حجتہ اللہ البالغہ'' (جلد 1 ص 322) میں آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

''ایمان کی تین جڑیں ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ جو شخص لا الہ الا اللہ کہہ دے تو اس کے ساتھ کسی قسم کی لڑائی نہ کر۔ اس کو کسی گناہ کی وجہ سے کافر نہ بنا اور اسلام سے خارج مت قرار دے۔''

جناب علامہ ابوالحسن طرابلسی اپنی تصنیف معین الاحکام کے صفحہ 205 پر لکھتے ہیں:

''کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر دل سے ایمان لے آنا اسلام کی حقیقی بنا ہے۔ یہی وہ کلمہ ہے جس کو پڑھ لینے سے ایک غیر مسلم مسلمان بن جاتا ہے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اور آپ کے معتقدین کے نزدیک جس بات کے اقرار سے کوئی شخص مسلمان ہو جاتا ہے۔ وہ صرف اس کے انکار کر دینے سے ہی اسلام سے خارج ہو سکتا ہے۔'' (ترجمہ)

پھر اِسی صفحہ پر لکھتے ہیں ''حضرت امام ابوحنیفہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جس آدمی میں ننانوے وجوہ کفر کے ہوں اور ایک وجہ اس کے اسلام کی موجود ہو اس کو کافر نہ ٹھہرایا جائے۔'' (ترجمہ) (بحوالہ جاسوسی ڈائجسٹ لاہور۔ نومبر 1984ء)

مسئلہ تکفیر کے متعلق تحقیقاتی عدالت کا حقیقت افروز فیصلہ

1953ء میں احمدیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کیلئے مولویوں کی قیادت میں پنجاب میں سخت فسادات برپا کئے گئے۔ بالآخر ان فسادات کی تحقیقات کرانے کیلئے حکومت نے جسٹس منیر (مرحوم) کی زیر صدارت ایک عدالتی انکوائری کمشن بٹھایا۔ کافی وقت صرف کر کے فاضل ججوں نے ساری صورتِ حال کا نہایت گہری نظر سے جائزہ لیا اور عدالتی انکوائری کی رپورٹ مرتب کی جس میں جسٹس محمد منیر مرحوم نے نہایت فاضلانہ اور منصفانہ فیصلہ لکھا جو اس مسئلہ کے متعلق حرف آخر کا مرتبہ رکھتا ہے۔
وہ لکھتے ہیں:

''اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ فلاں شخص یا جماعت دائرہ اسلام سے خارج ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ دعویٰ کرنے والے کے ذہن میں اس امر کا واضح تصور موجود ہو کہ ''مسلم'' کس کو کہتے ہیں۔تحقیقات کے اس حصے کا نتیجہ بالکل اطمینان بخش نہیں نکلا اور اگر ایسے سادہ معاملے کے متعلق بھی ہمارے علماء کے دماغوں میں اس قدر ژولیدگی موجود ہے تو آسانی سے تصور کیا جاسکتا ہے کہ زیادہ پیچیدہ معاملات کے متعلق ان کے اختلافات کا کیا حال ہوگا۔''

(رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص 231، ناشر۔حق برادرز انارکلی لاہور۔مطبوعہ انصاف پریس لاہور)

اس کے بعد فاضل ججوں نے دس مختلف فرقوں کے چوٹی کے علماء کی طرف سے کی جانے والی تعریفیں درج کر کے لکھا ہے:

''دین کے کوئی دو عالم بھی اس بنیادی امر پر متفق نہیں ہیں اگر ہم اپنی طرف سے ''مسلم'' کی کوئی تعریف کر دیں جیسے ہر عالم دین نے کی ہے اور وہ تعریف ان تعریفوں سے مختلف ہو جو دوسروں نے پیش کی ہیں تو ہم کو متفقہ طور پر دائرہ اسلام سے خارج قرار دے دیا جائے گا۔اور اگر ہم علماء میں سے کسی ایک کی تعریف کو اختیار کر لیں تو ہم اس عالم کے نزدیک تو مسلمان رہیں گے لیکن دوسرے علماء کی تعریف کی رو سے کافر ہو جائیں گے۔'' (ایضاً ص 235)

ایک حیرت زا واقعہ

آنحضرت ﷺ کی مسلمانوں کے تنزل اور تہتر فرقوں میں بٹ جانے کی پیشگوئیاں اپنی کمال صفائی سے کب کی پوری ہو چکی ہیں۔اپنے اور غیر سب ان کی سچائی پر گواہ ہیں۔مختلف فرقہ ہائے اسلام نے ایک دوسرے کے خلاف کفر، ارتداد، زندیقیت وغیرہ کے فتوے بھی کب کے صادر کر دئے مگر جب اللہ تعالیٰ نے اپنا مامور بھیج کر ایک ناجی فرقہ کی بنیاد رکھی تو حیرت کی حد نہ رہی کہ یہی ایک دوسرے کو کافر قرار دینے والے بہتّر فرقے اکٹھے ہو کر مل گئے کہ ہم سب پکے اور سچے مسلمان ہیں۔صرف ایک فرقہ ''قادیانیوں'' کو کافر اور غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے قوانین پاس کرنے کے درپے ہو گئے۔ذرا یہ اقتباس ملاحظہ فرماویں:

بہتّر فرقوں کا ''اجماع''

مولوی اختر علی خان صاحب ابن مولوی ظفر علی خان صاحب مالک روزنامہ اخبار ''زمیندار'' لاہور نے اپنے اخبار میں لکھا:

''مجلس عمل نے گزشتہ تیرہ سو سال کی تاریخ میں دوسری مرتبہ اجماع امت کا موقع مہیا کیا ہے۔آج مرزائے قادیان کی مخالفت میں امت کے بہتّر فرقے متحد و متفق ہیں۔حنفی اور وہابی، دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سنی، اہل حدیث سب کے علماء، تمام پیر اور تمام صوفی اس مطالبہ پر متفق و متحد ہیں کہ مرزائی کافر ہیں۔انہیں مسلمانوں سے ایک علیحدہ اقلیت قرار دو۔''

(اخبار ''زمیندار'' لاہور 5 نومبر 1952ء ص 2 کالم 6)

چنانچہ 1974ء میں جب حکومت پاکستان نے بہتّر فرقوں کے ملاؤں کے ساتھ مل کر قومی اسمبلی میں احمدیوں کو غیر مسلم (کافر) اقلیت قرار دے دیا تو اخبار نوائے وقت لاہور نے اپنے 6 اکتوبر 1974ء کے شمارہ میں ص 4 پر بڑے فخریہ انداز میں ایک مضمون جس کا عنوان تھا ''قادیانی مسئلے کا حل اور چند دلچسپ حقائق'' شائع کیا۔ جس میں لکھا:

اسلام کی ساری تاریخ میں اس قدر پورے طور پر کسی اہم مسئلہ پر کبھی اجماع امت میں ملک کے سب بڑے بڑے علماء دین اور حاملین شرع متین کے علاوہ تمام سیاسی لیڈر اور ہر گروپ کے سیاسی راہنما کماحقہ متفق ہوئے ہیں اور صوفیائے کرام اور عارفین باللہ برگزیدگان تصوف وطریقت کو بھی پورا پورا اتفاق ہوا ہے۔ قادیانی فرقہ کو چھوڑ کر جو بھی بہتّر فرقے مسلمانوں کے بتائے جاتے ہیں۔ سب کے سب اس مسئلہ کے اس حل پر (یعنی تہتّر واں فرقہ احمدی کافر ہے۔ ناقل) متفق اور خوش ہیں۔''

گویا قومی اسمبلی اور علماء ھم نے مل کر تحریراً تسلیم کر لیا کہ وہ سب بہتّر فرقے ایک طرف ہیں اور صرف تہتّر واں فرقہ (ناجیہ) یعنی اکیلی جماعت احمدیہ دوسری طرف۔ دیکھئے آنحضور ﷺ کی پیشگوئی کس شدومد سے ظہور میں آئی۔

اکثریت کے متعلق مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب کی حتمی رائے

''ایک قوم کے تمام افراد کو محض اس وجہ سے کہ وہ نسلاً مسلمان ہیں حقیقی معنی میں مسلمان فرض کر لینا اور یہ امید رکھنا کہ ان کے اجماع سے جو کام بھی ہوگا اسلامی اصول پر ہی ہوگا پہلی اور بنیادی غلطی ہے۔ یہ انبوہ عظیم جس کو مسلمان قوم کہا جاتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ اس کے نوسو ننانوے فی ہزار افراد نہ اسلام کا علم رکھتے ہیں۔ نہ حق اور باطل کی تمیز سے آشنا ہیں۔ نہ اُن کا اخلاقی نقطہ نظر اور ذہنی رویہ اسلام کے مطابق تبدیل ہوا ہے۔ باپ سے بیٹے اور بیٹے سے پوتے کو بس مسلمان کا نام ملتا چلا آرہا ہے۔ اس لیے مسلمان ہیں۔''

(مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش حصہ سوم ص 173-172 طبع ہفتم 1955ء ناشر مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی۔ اچھرہ۔ لاہور۔ پاکستان)

''اسلام میں نہ اکثریت کا کسی بات پر متفق ہو جانا اس کے حق پر ہونے کی دلیل ہے۔ نہ اکثریت کا نام سوادِ اعظم ہے۔''
(ترجمان القرآن ستمبر۔ اکتوبر 1945ء رسالہ مودودی صاحب)

''اصل (بات) یہ ہے کہ سوادِ اعظم نے توہینِ رسول خدا میں کون سی کسر باقی رکھی ہے جو قادیانی پوری کریں گے۔'' (درِ نجف۔ سیالکوٹ 24 اگست 1952ء)

پاکستان کی قومی اسمبلی کی اکثریت کی اصلیت کا حال سن لیجئے:

''قومی اسمبلی کا لقب'' وفاقی وزیر محنت خان غلام دستگیر خان نے کہا ہے کہ سابق حکمرانوں اور ان کے کارپردازوں نے قومی اسمبلی کو بدمعاشی کا اڈہ بنا دیا تھا۔ (اخبار جنگ 31 دسمبر 1983ء)

جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی جو دیو بند کے بہت بڑے بزرگ سمجھے جاتے ہیں فرماتے ہیں:

''آج کل جمہوریت کوشخصیت پر ترجیح دی جارہی ہے اور کہتے ہیں کہ جس طرف کثرت ہو وہ سوادِاعظم ہے۔اس زمانہ میں میرے ایک دوست نے اس کے متعلق ایک عجیب اور لطیف بات بیان کی تھی کہ اگر سوادِاعظم کے معنے یہ بھی مان لئے جائیں کہ جس طرف زیادہ ہوں تو ہر زمانہ کے سوادِاعظم مراد نہیں بلکہ خیرالقرون کا زمانہ مراد ہے (یعنی آنحضرت ؐ کے فرمان کے مطابق آپ کے بعد تین نسلوں تک کا نیکی کا زمانہ مراد ہے نہ کہ اس کے بعد کا زمانہ جس میں جھوٹ پھیلنا شروع ہو جائے گا۔ ناقل) جو غلبہ خیر کا وقت تھا اُن لوگوں میں سے جس طرف مجمع کثیر ہو وہ مراد ہے نہ کہ ثُمَّ یَفْشُو الْکَذِبُ کا زمانہ۔(یعنی جب جھوٹ پھیلنا شروع ہو جائے گا۔ناقل) یہ جملہ ہی بتا رہا ہے کہ خیرالقرون کے بعد شر میں کثرت ہوگی۔ مجھے تو یہ بات بہت پسند آئی۔واقعی کام کی بات ہے۔'' (ماہنامہ البلاغ۔کراچی بابت ماہ جولائی 1976ء)

ناجی فرقہ اقلیت میں ہوگا

جناب مودودی صاحب فرماتے ہیں:

''یہ (ناجی) گروہ نہ کثرت میں ہوگا نہ اپنی کثرت کو اپنے برحق ہونے کی دلیل ٹھہرائے گا بلکہ اس امت کے تہتّر فرقوں میں سے ایک ہوگا۔اور اس معمور دنیا میں اس کی حیثیت اجنبی اور بیگانہ لوگوں کی ہوگی جیسا کہ فرمایا:

بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْبًا وَ سَیَعُوْدُ کَمَا بَدَءَ. فَطُوْبٰی لِلْغُرَبَاءِ هُمُ الَّذِیْنَ یُصْلِحُوْنَ مَا اَفْسَدَ النَّاسُ بَعْدِی مِنْ شَیءٍ.

(ترجمہ: اسلام اجنبیت کی حالت میں شروع ہوا اور جس حالت میں شروع ہوا ہے اسی حالت میں پھر عود کر آئے گا۔ پس ایسے اجنبیوں کو مبارک ہو کیونکہ وہی ہیں جو میرے بعد اُن باتوں کی اصلاح کرتے ہیں جس کو لوگوں نے بگاڑ دیا ہے)...... پس جو جماعت محض اپنی کثرت تعداد کی بنا پر اپنے آپ کو وہ جماعت قرار دے رہی ہے جس پر اللہ کا ہاتھ ہے......اس کے لیے تو اس حدیث میں امید کی کوئی کرن نہیں۔ کیونکہ اس حدیث میں اس جماعت کی دو علامتیں نمایاں طور پر بیان کر دی گئی ہیں۔ایک تو یہ کہ وہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کے طریق پر ہوگی۔دوسری یہ کہ نہایت اقلیت میں ہوگی۔''

(ترجمان القرآن ستمبر و اکتوبر 1945ء ص80،مرتبہ سید ابوالاعلیٰ مودودی صاحب)

جناب مودودی صاحب نے عدالت نبوی کا واضح فیصلہ بتا دیا ہے کہ تہتّر فرقوں میں سے صرف ایک فرقہ خالص مسلمان ہے۔اور وہ اقلیت میں ہے۔

اس کی تائید میں حضرت ملا علی القاری رحمتہ اللہ علیہ جو حنفی مسلک کے مشہور امام تسلیم کئے جاتے ہیں۔مشکوٰۃ کی ''شرح مرقاۃ'' میں فرقہ ناجیہ کی شناخت کے متعلق فرماتے ہیں:

''تلک اثنتان و سبعون فرقة کلهم فی النار. والفرقة الناجية هم اهل السنة البيضاء المحمديه و الطريقة النقية الاحمدية''

(جلد 1 ص204-(248)،مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: یہ سب بہتر فرقے آگ میں جائیں گے اور ناجی فرقہ اہل سنت محمدیہ اور طریقۂ احمدیہ ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی ''مبدء ومعاد'' (صفحہ 68۔مضمون 48) میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر پا کر پیشگوئی فرمائی تھی کہ آنحضرت ﷺ کی ہجرت کے ہزار سال بعد حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقت کعبہ کے ساتھ متحد ہو جائے گی اور اس زمانہ میں حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی ہوگا۔

مسند احمد بن حنبل اور سنن ابی داؤد میں تہتّر فرقوں والی حدیث کے متعلق یہ تصریح ہے کہ ناجی فرقہ جو آپ کے اور آپ کے صحابہ کے طریق پر ہوگا وہ ایک جماعت ہے اور اس کے اوپر اللہ کی رحمت کا ہاتھ ہے۔''**عن معاویة اثنتانِ و سبعونٌ فی النَّار وَ وَاحِدَةٌ فی الْجَنَّةِ وَ هِیَ الْجَمَاعَةُ**'' ترجمہ: معاویہ سے روایت ہے کہ بہتّر فرقے آگ میں ہوں گے اور ایک جنت میں ہوگا اور وہی جماعت ہے: (مسند احمد بن حنبل جلد 4 ص 96 حدیث معاویہ بن ابی سفیان۔ناشر دار صادر۔بیروت)

؎ صاف دل کو کثرتِ اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوفِ کردگار

(مسیح موعود)

تماشۂ قدرت

اسلام کے تمام فرقے آنحضرتؐ کی اس حدیث کی سچائی پر متفق ہیں کہ جب امت محمدیہ تہتّر فرقوں میں بٹ جائے گی تو ان میں سے بہتّر فرقے ناری ہوں گے اور صرف ایک فرقہ حق پر ہوگا جو ناجی ہوگا۔

قدرتِ خداوندی دیکھئے کہ 7 ستمبر 1974ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں اپنی اکثریت کے نشہ میں بہتّر فرقوں کے نمائندگان نے (باوجود اس کے کہ ان سب فرقوں نے ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگا رکھے تھے) مل کر یہ فیصلہ دیا کہ ہم سب بہتّر فرقے تو مسلمان ہیں مگر صرف اور صرف تہتّرواں فرقہ جماعت احمدیہ وہی ایک ہم سے علیحدہ فرقہ ہے جو غیر مسلم ہے۔سبحان اللہ! اللہ نے ان کے مکروں اور تدبیروں کو الٹا کر انہی پر دے مارا ہے۔

صد حیف ہے کہ ان لوگوں نے اپنے فیصلے کا نتیجہ وہ نکالا جو محمد رسول اللہؐ کے نکالے ہوئے نتیجہ کے سراسر اُلٹ ہے۔ محمد رسول اللہؐ نے تو بہتّر فرقوں کو ناری قرار دیا اور صرف ایک فرقہ کو ناجی۔مگر علماءھم اور ان کے نمائندوں نے اس کے صریحاً خلاف بہتّر کو ناجی اور حق پر اور تہتّرویں فرقہ احمدیہ جماعت کو ناری سمجھ لیا۔؎ خاک ایسی سمجھ پر ہے۔سمجھے بھی تو کیا سمجھے!۔ان بہتّر فرقوں کے نمائندوں نے اکٹھے ہو کر اپنے ہاتھوں سے یہ فیصلہ دے دیا کہ محمد رسول اللہؐ کی پیشگوئی (بہتّر اور ایک کے بارے میں) پوری ہوگئی ہے۔مگر چونکہ وہ اس فیصلے میں آنحضرتؐ کے نکالے ہوئے نتیجہ کی تکذیب کے مرتکب ہوئے ہیں اس لئے یہ پیشگوئی اور بھی زیادہ شان کے ساتھ ان کو مجرم بناتی ہے کیونکہ انہوں نے نتیجہ وہ نکالا جو محمد رسول اللہؐ کے نکالے ہوئے نتیجہ کا الٹ ہے۔آنکھ، کان، دل رکھتے ہوئے بھی وہ دیکھنے، سننے اور سمجھنے سے عاری ہیں۔اس فیصلہ میں ان کا جھوٹ ان کو سراسر جھٹلا رہا ہے۔فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار.

باب5

فارسی الاصل مجدد دین مسیح موعود وامام مہدی کی بعثت کے متعلق آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیاں

جب بھی کسی مرسل ربانی کی وفات کے بعد ایک لمبا زمانہ گزر جاتا ہے تو رفتہ رفتہ اس کے متبعین میں دین سے غفلت آنا شروع ہوجاتی ہے۔اُن کے دل روحانیت سے خالی ہونا شروع ہوجاتے ہیں اور بالآخر وہ طرح طرح کے فسق وفجور میں مبتلا ہونا شروع ہوجاتے ہیں۔تب اللہ تعالیٰ اپنی سنت قدیمہ کے مطابق اپنے بندوں کی ہدایت اور راہنمائی کیلئے کسی مجدد یا مامور کو مبعوث کرتا ہے جو اُن میں پھر سے روحانی زندگی کی روح پھونکتا ہے اور اُنہیں جہالت کی ظلمات سے نکال کر نورِ ایمان سے منور کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو وعدہ دیا تھا کہ آئندہ زمانوں میں دین اسلام کی تجدید کیلئے آپ کی امت میں سے ایسے لوگ وقتاً فوقتاً دنیا میں بھیجتا رہے گا جو آپ ؐ کے حقیقی اور کامل متبعین ہوں گے اور آپ ؐ کے روحانی فیوض کی برکت سے دین اسلام کی تجدید کرتے رہیں گے۔یعنی وہ لوگوں کے دلوں میں دین سے غفلت کا علاج کریں گے اور اُن میں دین کا حصہ بنا دی جانے والی بدرسومات کا قلع قمع کریں گے۔نیز مذاہب غیر کے حملوں سے اسلام کی مدافعت کریں گے اور دلائل، براہین اور آسمانی نشانوں سے دین اسلام کی حقانیت کو اُن پر واضح کریں گے۔

چنانچہ احادیث صحاح ستہ کی کتاب سنن ابی داؤد میں اسی مضمون کی یہ حدیث بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ درج ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''ان اللہ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا.''

(ابوداؤد جلد 4 ص 109-108 المکتبہ العصریہ۔بیروت، مشکوٰۃ مطبع نظامی دہلی ص 64 کتاب العلم نیز مطبع مجتبائی ص 36)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ اس امت میں ہر صدی کے سر پر ایسا شخص مبعوث کرتا رہے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے۔''

چنانچہ کتاب حجج الکرامہ مصنفہ نواب صدیق حسن خان صاحب، بھوپالی، کے صفحہ 135 تا 139 میں پہلی صدی سے تیرہویں صدی ہجری تک کے تمام مجددین کی فہرست درج ہے اور چودھویں صدی کے مجدد کیلئے لکھا ہے:

''چودھویں صدی کے سر پر ابھی پورے دس سال باقی رہتے ہیں اگر مہدی اور مسیح موعود ظاہر ہوگئے تو چودھویں صدی کے مجدد وہوں گے۔''(ترجمہ از فارسی)

پہلی صدی ہجری کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز سے لیکر ماضی قریب کے زمانہ میں حضرت شیخ احمد سرہندی، مجدد گیارہویں صدی، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی ؒ مجدد بارہویں صدی اور حضرت سید احمد صاحب ؒ بریلوی مجدد

تیرہویں صدی جیسے مسلمہ بزرگوں نے اپنے اپنے وقت میں دعویٰ مجددیت کر کے اس حدیث کی صحت پر مہر ثبت کی ہے۔

چودھویں صدی ہجری کے شروع ہونے پر سب خاص و عام برملا اقرار کرتے تھے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں میں بدرسومات، فسق وفجور، دین سے بیزاری اور غفلت اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے جس سے امتی باعث رسوائی پیغمبر بن گئے ہیں۔اس کے علاوہ غیر مذاہب کے اسلام پر حملوں کی شدت اس بات کی متقاضی ہے کہ نہ صرف یہ کہ کوئی مجدد مبعوث ہو بلکہ ایسا عظیم المرتبت مجدد مبعوث ہو جو بلحاظ علم وحکمت اور روحانیت آنحضرت ﷺ کا بروز ہو جو دین کو زندہ کر کے اُسے تمام مذاہب پر غالب کر دکھائے۔یعنی وہ ایسا بلند پایہ مجدد ہو کہ اس سے خدا تعالیٰ بکثرت ہمکلام ہوتا ہو اور اس پر کثرت سے امور غیبیہ کا اظہار کرتا ہوتا دوسرے مردہ مذاہب پر جو الہام الٰہی سے منکر ہو چکے ہیں خدا کی ہستی اور اسلام کی سچائی کی حجت قائم ہو سکے۔

اسی حقیقت پر مبنی دیوبند فرقہ کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے نواسے جناب قاری محمدؒ طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند آنے والے مسیح (اور مہدی) کی شان بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''دجالیت کے استیصال کیلئے چھوٹی موٹی روحانیت تو کیا بڑی سے بڑی ولایت بھی کافی نہ تھی۔عام مجددین اور ارباب ولایت اپنی پوری روحانی طاقتوں سے بھی اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکتے تھے جب تک کہ نبوت کی روحانیت مقابل نہ آئے ......اس دجال اعظم کو نیست و نابود کرنے کیلئے امت میں ایک خاتم المجددین آئے جو خاتم النبین کی غیر معمولی قوت کو اپنے اندر جذب کئے ہوئے ہو۔'' (تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام ص228)

پس اس زمانہ اور انہی حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو چودھویں صدی کے سر پر تجدید دین کیلئے مامور فرمایا۔

خاتم المجددین حضرت اقدس مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''چودھویں صدی کا مجدد ہونے کیلئے بجز اس احقر کے کس نے دعویٰ کیا ہے؟ اور یاد رکھنا چاہئیے کہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعویٰ سے کچھ بڑا نہیں ہے۔'' (آئینہ کمالاتِ اسلام ص340)

پھر آپ نے اپنے ایک خط میں حاجی ولی اللہ صاحب کو لکھا:

''تجدید کے یہ معنے نہیں کہ کم یا زیادہ کیا جاوے۔اس کا نام تو نسخ ہے۔بلکہ تجدید کے یہ معنے ہیں کہ جو عقائد حقّہ میں فتور آ گیا ہے اور طرح طرح کے زوائد ان کے ساتھ لگ گئے ہیں یا جو اعمال صالحہ کے ادا کرنے میں سستی وقوع میں آ گئی ہے یا جو وصل اور سلوک الی اللہ کے طریق اور قواعد محفوظ نہیں رہے اُن کو مجدداً تاکیداً بالاصل بیان کیا جائے۔ وقال اللہ تعالیٰ۔ **اعلموا ان اللہ یحی الارض بَعدَموتھا** یعنی عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ جب دل مر جاتے ہیں اور محبت الٰہیہ دلوں سے ٹھنڈی ہو جاتی ہے اور ذوق اور شوق اور حضور اور خضوع نمازوں میں نہیں رہتا اور اکثر لوگ رو بہ دنیا ہو جاتے ہیں۔ اور علماء میں نفسانیت اور فقراء میں عجب اور پست ہمتی اور انواع واقسام کی بدعات پیدا ہو جاتی ہیں تو ایسے زمانہ میں خدا تعالیٰ صاحب قدسیہ پیدا کرتا ہے اور وہ حجۃ اللہ ہوتا ہے اور بہتوں کے دلوں کو خدا کی طرف کھینچتا ہے اور بہتوں پر اتمام حجت کرتا ہے۔

یہ وسوسہ بالکل نکما ہے کہ قرآن شریف واحادیث موجود ہیں پھر مجدد کی کیا ضرورت ہے۔ یہ انہی لوگوں کے خیالات ہیں جنہوں نے کبھی غم خواری سے اپنے ایمان کی طرف نظر نہیں کی۔ اپنی حالت اسلامیہ کو نہیں جانچا۔ اپنے یقین کا اندازہ معلوم نہیں کیا۔ بلکہ اتفاقاً مسلمانوں کے گھر پیدا ہوگئے اور پھر رسم و عادت کے طور پر لا الہ الا اللہ کہتے رہے۔ حقیقی یقین اور ایمان بجز صحبت صادقین میسر نہیں آتا...... قرآن شریف خدا کی روحانی کتاب ہے اور صدیقوں کا وجود خدا کی ایک مجسم کتاب ہے۔ جب تک یہ دونوں نمایاں انوار ایمانی ظاہر نہیں ہوتے تب تک انسان خدا تک نہیں پہنچتا۔ فتدبروا وتفکروا۔'' (اصحاب احمد، بحوالہ حیات احمد جلد 2 نمبر 2 صفحہ 75 تا 80 و نمبر 3 حصہ اول صفحہ 6 تا 10 و مکتوبات احمدیہ جلد ششم حصہ اول مکتوب نمبر 2 صفحہ 8 تا 12 و اصحاب احمد جلد 10 صفحہ 41 تا 44 مولفہ ملک صلاح الدین صاحب)

جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے اسلام کے اس غیر معمولی تنزل کے زمانہ میں تجدید دین کیلئے ظاہر ہونے والے شخص کا آنحضرت ﷺ نے اپنی ایک حدیث میں فارسی الاصل ہونا بیان کیا ہے۔ اسی طرح دار قطنی کی ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے آنے والے مجدد کو امام مہدی کے نام سے موسوم کیا ہے جیسا کہ فرمایا: ''اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا ايَتَيْنِ...... کہ جب وہ مہدی ظاہر ہوگا تو اس کی تصدیق کیلئے چاند اور سورج گرہن کے دو خاص نشان ظاہر ہوں گے۔ (اس کی تفصیل بعد میں آئے گی)۔

عیسیٰ بن مریم کے نزول کی پیشگوئیاں

متعدد احادیث میں آنحضور ﷺ نے امت محمدیہ کی اصلاح کیلئے ابن مریم کے نزول کی پیشگوئی فرمائی ہے۔ چند ایک میں جیسے مسند احمد بن حنبل کی حدیث میں اسے امام مہدی قرار دیا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آخری زمانہ میں تجدید دین کیلئے آنے والا امام مہدی حضرت عیسیٰ بن مریم کے رنگ میں رنگین ہو کر آئے گا اور ابن مریم کا لفظ امام مہدی کیلئے محض استعارہ کے رنگ میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی امام مہدی حضرت عیسیٰ بن مریم کا ہم صفت اور اس کا مثیل بن کر آئے گا۔

مسند احمد بن حنبل میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''يُوشِكُ مَنْ عَاشَ مِنْكُمْ اَنْ يَلْقٰى عِيْسٰى ابْنَ مَرْيَمَ اِمَامًا مَهْدِيًّا حَكَمًا عَدْلاً فَيَكْسِرُ الصَّلِيْبَ وَ يَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ وَ يَضَعُ الْجِزْيَةَ وَ تَضَعُ الْحَرْبُ اَوْزَارِهَا'' (مسند احمد بن حنبل جلد 2 ص 411۔ مطبوعہ مصر)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ نے فرمایا ''قریب ہے کہ جو تم میں سے زندہ ہو وہ عیسیٰ بن مریم سے اس کے امام مہدی حکم و عدل ہونے کی حالت میں ملاقات کرے۔ وہ (عیسیٰ امام مہدی) صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا اور جزیہ موقوف کر دے گا اور لڑائی اپنے ہتھیار رکھ دے گی''۔ (یعنی دینی جنگیں نہ ہوں گی)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی ایک متفقہ حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اسلام کے اسی تنزل کے زمانہ میں عیسیٰ بن مریم کے دنیا میں حکم اور عدل بن کر آنے، کسر صلیب اور قتل خنزیر کے کارہائے نمایاں سرانجام دینے اور جزیہ منسوخ کر دینے کی نسبت خبر دی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی فرما دیا کہ اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ کہ وہ تمہارا امام تم میں سے ہوگا۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسِىْ بِيَدِهٖ

لَیُوْشِکَنَّ اَنْ یَّنْزِلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَدْلاً فَیَکْسِرُ الصَّلِیْبَ وَ یَقْتُلُ الْخِنْزِیْرَ وَ یَضَعُ الْجِزْیَۃَ وَ یُفِیْضُ الْمَالَ حَتّٰی لَا یَقْبَلَہٗ اَحَدٌ حَتّٰی تَکُوْنُ السَّجْدَۃُ الْوَاحِدَۃُ خَیْراً مِّنَ الدُّنْیَا وَمَافِیْھَا. (حدیث نمبر 3448)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قسم ہے اُس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عنقریب تم میں ابن مریم حکم عدل کی حیثیت سے نازل ہوگا اور صلیب کو توڑے گا خنزیر کو قتل کرے گا اور جزیہ کو منسوخ کردے گا اور وہ مال تقسیم کرے گا مگر اس کو قبول کرنے والا کوئی نہ ہوگا کیونکہ اس وقت کا ایک سجدہ ہی دنیا و مافیھا سے بہتر ہوگا۔ (یعنی وہ روحانی خزائن تقسیم کرے گا)

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْیَمَ فِیْکُمْ وَ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ (حدیث نمبر 3449)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا اس حال میں کہ وہ تمہارا امام تم میں سے ہی ہوگا۔

(صحیح بخاری جلد 2 ص 1073 باب نزول عیسیٰ بن مریم ناشر المکتبہ العصریہ۔ بیروت، حدیث نمبر 3448 اور 3449)

حدیث نمبر 3449 بعینہ صحیح مسلم میں بھی ملتی ہے یعنی اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ کے ساتھ ان الفاظ میں بھی درج ہے: کَیْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ فِیْکُمْ ابْنُ مَرْیَمَ فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ یعنی تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور وہ تم میں سے تمہاری امامت کے فرائض انجام دے گا۔ (یعنی وہ امت محمدیہ کا ہی فرد ہوگا) (صحیح مسلم جلد 1 ص 137 کتاب الایمان۔ باب نزول عیسیٰ ابن مریم باب 71 حدیث نمبر 244 اور 246 مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ)

صحیح مسلم کی یہ حدیث بھی ملاحظہ ہو:

عَنْ اَبِیْ ھَرَیْرَۃَ اَنَّہٗ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ لَیَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْیَمَ حَکَمًا عَادِلاً. فَلَیَکْسِرَنَّ الصَّلِیْبَ وَالْیَقْتُلَنَّ الْخِنْزِیْرَ وَلَیَضَعَنَّ الْجِزْیَۃَ وَلَتُتْرَکَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا یُسْعٰ عَلَیْھَا...... وَلَیُدْعَوُنَّ اِلَی الْمَالِ فَلَا یَقْبُلُہٗ اَحَدٌ (صحیح مسلم۔ کتاب الایمان باب نزول عیسیٰ ابن مریم حدیث نمبر 243 جلد 1 ص 136، ناشر دار احیاء الکتب العربیہ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ابن مریم بالضرور حکم عدل بن کر تشریف لائیں گے اور لازماً وہ صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ موقوف کردیں گے اور اونٹنیاں ضرور متروک ہوجائیں گی اور ان کو تیز رفتاری کیلئے استعمال نہیں کیا جائے گا۔ اور لوگوں کو مال لینے کیلئے بلایا جائے گا مگر اُسے کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا۔

مندرجہ بالا احادیث سے یہ واضح ہے کہ مہدی اور مسیح ایک ہی شخصیت ہے اور امام مہدی کو عیسیٰ کا لقب استعارہ کے طور پر دیا گیا ہے۔ اور حدیث نبوی کے الفاظ اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اور فَاَمَّکُمْ مِنْکُمْ اس امر پر دلیل ہیں کہ وہ امت محمدیہ کا فرد ہوگا اور ان کا امام ہوگا۔

انہی احادیث سے یہ بھی ظاہر ہے کہ مسیح موعود و امام مہدی نہ لڑائی لڑے گا اور نہ جزیہ لے گا بلکہ دلائل ونشانات کے ذریعہ صلیبی مذہب کے عقائد کو توڑے گا۔ یہی اس زمانہ کا جہاد ہوگا۔ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ تفہیمات الٰہیہ میں فرماتے ہیں: ''اِعْلَمْ اَنَّ الْجِهَادَ لَهٗ اَنْوَاعٌ وَ مِنْ اَعْظَمِهَاهِدَ ايَةُ النَّاسِ ظَاهِرًا وَبَاطِنًا . اِنَّهٗ هُوَ الَّذِیْ بُعِثَ لَهُ الْاَنْبِيَاءُ كَاتِبَةً۔''

ترجمہ: ''جان لو کہ جہاد کی کئی قسمیں ہیں اور سب سے بڑی جہاد کی قسم یہ ہے کہ ظاہر اور باطن میں لوگوں کو ہدایت دی جائے اور اسی غرض کیلئے انبیاء بھیجے جاتے رہے ہیں۔'' (ادارۃ النشر، صدر، حیدرآباد سندھ پاکستان، اکادمیہ الشاہ ولی اللہ الدہلوی)

عیسیٰ بن مریم۔ مسیح موعود اور امام مہدی

یاد رہے کہ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ کہا گیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے اُنہیں بنی اسرائیل کیلئے رسول بنایا تھا نہ کہ امت محمدیہ کی اصلاح کیلئے اور یوں بھی قرآن مجید کی متعدد آیات، احادیث اور علماء سلف کے اقوال سے اور تاریخی شواہد کی بنا پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا طبعی عمر پا کر دیگر تمام نبیوں اور رسولوں کی طرح وفات پا جانا ثابت ہے۔ حضرت ابن عربی ؒ نے لکھا ہے کہ ''حیات مسیح کا عقیدہ عجمی سازش سے امت محمدیہ کے اعتقادات میں داخل ہوا تھا۔'' (فتح البیان جلد 2 ص49 مصنفہ صدیق بن حسن، المکتبہ العصریہ سیدا۔ بیروت)

اور حضرت عیسیٰ کی دوبارہ آمد سے بس اسی قدر مراد ہے کہ امت محمدیہ میں سے ایک شخص حضرت عیسیٰ کی مشابہت میں یعنی اس کی خو بو پر احیاء دین کیلئے مبعوث ہوگا نیز نزول کا لفظ بعثت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کے بارے میں آیا ہے قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ (الطلاق: ۱۱-۱۰)
ترجمہ: بے شک اللہ نے نازل کیا تمہاری طرف نصیحت مجسم (یعنی) رسول جو تم پر اللہ کی آیات پڑھتا ہے۔

چنانچہ امام سراج الدین ابن الوردی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول سے اس کے مثیل کا آنا مراد لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''قَالَتْ فِرْقَةٌ مِنْ نُزُوْلِ عِيْسٰى خُرُوْجَ رَجُلٍ يَشْبَهُ عِيْسٰى فِى الْفَضْلِ وَالشَّرْفِ. كَمَا يُقَالُ لِلرَّجُلِ الْخَيْرِ مَلَكٌ وَ لِلشَّرِيْرِ شَيْطَانٌ تَشْبِيْهًا بِهِمَا وَلَا يُرَادُ الْاِعْيَانُ ''

(خریدۃ العجائب وفریدۃ الرغائب ص214 مطبوعہ التقویم العلمی۔مصر)

ترجمہ: ایک گروہ نے عیسیٰ کے نزول کو ایک ایسے آدمی کے آنے سے تعبیر کیا ہے جو فضیلت اور شرف میں حضرت عیسیٰ کے مشابہ ہوگا جیسا کہ کسی نیک انسان کو فرشتہ اور شریر آدمی کو شیطان کے نام سے تشبیہی طور پر پکارا جاتا ہے۔ اگرچہ اس سے فرشتہ یا شیطان کی ذات مراد نہیں ہوتی۔

اقتباس الانوار میں محمد اکرم صابری لکھتے ہیں: (ترجمہ از فارسی عبارت)

''بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کی روحانیت امام مہدی میں بروزی طور پر ظہور کرے گی اور لفظ نزول سے مراد بروز ہی ہے۔ اور حدیث لَا مَهْدِیَّ اِلَّا عِيْسٰى بْنَ مَرْيَمَ سے بھی یہی مراد ہے اور یہی عقیدہ علامہ میبذی نے شرح دیوان میں لکھا ہے۔''

(غایت المقصود ص 21)

اس عقیدہ کے حق میں حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے فرمایا ہے: ''وَجَبَ نُزُوْلُهٗ فِیْ اٰخِرِ الزَّمَانِ بِتَعَلُّقِهٖ بِبَدَنٍ اٰخَرَ '' (تفسیر عرائس البیان جلد 1 ص 262) کہ آخری زمانہ میں حضرت عیسیٰ کا نزول دوسرے وجود کے ساتھ ضروری ہے۔

ابن ماجہ نے محمد بن خالد الجندی کی زبانی ایک حدیث روایت کی ہے کہ انہوں نے ابان بن صالح اور انہوں نے حسن بصری سے اور انہوں نے انس بن مالک سے اور انہوں نے جناب رسول اللہ ؐ سے سنا کہ: وَلَا الْمَهْدِیُّ اِلَّا عِیْسٰی ترجمہ: ''اور عیسیٰ بن مریم کے سوا کوئی مہدی نہیں ہے'' (ابن ماجہ باب شدۃ الزمان، نیز کنز العمال جلد 7 صفحہ 156، ابن ماجہ جلد 2 صفحہ 1341، مطبوعہ مصر 1313ھ) اس حدیث کو حاکم نے بھی اپنی کتاب مستدرک میں درج کیا ہے۔

پس مسیح موعود خود ہی امام مہدی ہوگا۔ گویا ایک ہی شخص کے دو نام ہوں گے لیکن مسیح ناصری اور آنے والا مسیح موعود دو الگ الگ وجود ہیں۔

شیعوں کی حدیث کی ایک معتبر کتاب ''بحار الانوار'' میں بروایت حضرت ابودرداؓ امام مہدی کے متعلق مروی ہے کہ وہ اَشْبَهُ النَّاسِ بِعِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ'' ہوگا۔ یعنی مہدی سب لوگوں سے بڑھ کر عیسیٰ بن مریم کے مشابہ ہوگا۔ یعنی عیسیٰ کی خو بو پر ہوگا۔

آنحضرت ﷺ نے بھی حدیث شریف میں مسیح ناصری اور امت محمدیہ میں آنے والے مسیح کے بارے میں دو مختلف حلیے بیان فرمائے ہیں۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں اسرائیلی مسیح کو اَحْمَرُ جَعْدٌا عَرِیْضَ الصَّدْرِ. (3438) یعنی سرخ رنگ والا اور گھنگھریالے بالوں والا اور چوڑے سینے والا اور ایک حدیث میں آنے والے ابن مریم یعنی مسیح موعود کو جو فتنہ دجال کو دور کرے گا ''آدَمُ سَبْطَ الشَّعْرِ'' بتایا گیا ہے یعنی گندم گوں رنگ والا اور سیدھے بالوں والا۔ (صحیح بخاری جلد 2۔ کتاب احادیث الانبیاء صفحہ 1071 حدیث نمبر 3438-3441 المکتبہ العصریہ۔ بیروت)

اس سے بھی صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ دو مختلف ہستیاں ہیں اور آنے والے امام مہدی کو استعارۃً عیسیٰ اور مسیح کا لقب دیا گیا ہے۔

مسیح موعود امام مہدی کے آنے کی غرض

☆ احادیث میں مذکور مسیح موعود کے کارناموں میں اس کے حکم اور عدل بن کر آنے کا یہ مطلب ہے کہ دین اسلام میں جو غلط عقائد اور بدعات داخل ہوگئی ہیں ان کے بارے میں قرآن وسنت سے صحیح فیصلہ فرما کر دین کو خالص بنادے گا۔

☆ اس کی کسر صلیب سے یہ مراد ہے کہ وہ عیسائیت کے بنیادی صلیبی عقیدہ یعنی کفارہ اور تثلیث وغیرہ کو براہین اور حجت کی رو سے توڑ کر رکھ دے گا یعنی اس عقیدہ کا بوداپن ثابت کردے گا۔

☆ اور قتل خنزیر سے یہ مطلب ہے کہ اسلام اور بانی اسلام ﷺ پر رقیق حملے کرنے والے دشمنوں کا دلائل سے قلع قمع کر دے گا اور ان کے نتیجہ میں اسلام کو دیگر ادیان پر غلبہ نصیب ہوگا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے '' لِیَهْلِکَ مَنْ

هَـلَـکَ عَـنْ بَیِّنَۃٍ یعنی بَیِّن دلائل سے مارنا مراد ہے۔اوراس کے ’’امامکم منکم‘‘ ہونے سے اس طرف اشارہ ہے کہ وہ اسلام کے غلبہ کیلئے مومنوں کی ایک مخلص جماعت تیار کرے گا۔

امام مہدی پرایمان لانے کیلئے رسول اللہ ﷺ کا تاکیدی فرمان

1- حدیث شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ’’مَنْ اَدْرَکَ مِنْکُمْ عِیْسٰی ابْنَ مَرْیَمَ فَلْیَقْرَءْ ہُ مِنِّی السَّلَامَ‘‘ یعنی جب عیسیٰ کا ظہور ہوگا تو تم میں سے جو اُنہیں پائے تو میری طرف سے سلام پہنچائے۔(درمنثور جلد 2، صفحہ 433، مصنفہ علامہ جلال الدین سیوطی، دارالکتب العلمیہ بیروت و کنز العمال وحاشیہ مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 30-29 و بحارالانوار جلد 13 ص 183 مطبوعہ ایران)

ابن ماجہ میں کتاب الفتن کی ایک حدیث میں لکھا ہے: عَنْ ثَوْبَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاِذَا رَأَیْتُمُوْہُ فَبَایِعُوْہُ وَ لَوْ حَبْوًا عَلَی الثَّلْجِ فَاِنَّہٗ خَلِیْفَۃُ اللّٰہِ الْمَھْدِیُّ‘‘ کہ جب امام مہدی کو پاؤ تو اس کی بیعت کرو خواہ تمہیں برف پر سے گھٹنوں کے بل بھی چل کر جانا پڑے کیونکہ وہ مہدی اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔(ابوداؤد جلد 2 باب خروج المہدی ابن ماجہ باب خروج المہدی جلد 2 صفحہ 1367، ناشر عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاء، مسند احمد بن حنبل جلد 6 ص 30-29 و بحارالانوار جلد 13 ص 21)

2- حجج الکرامہ ص 351 میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ’’جس نے مہدی کو جھٹلایا اس نے کفر کیا۔‘‘

3- اسی طرح شیعہ احباب کی حدیث کی ایک معتبر کتاب بحارالانوار جلد 13 صفحہ 17 پر ایک حدیث نبوی امام مہدی کے بارے میں یوں مذکور ہے۔’’یُقِیْمُ النَّاسَ عَلٰی مِلَّتِیْ وَ شَرِیْعَتِیْ وَ یَدْعُوْھُمْ اِلٰی کِتَابِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ. مَنْ اَطَاعَہٗ اَطَاعَنِیْ وَ مَنْ عَصَاہُ عَصَانِیْ‘‘ یعنی امام مہدی لوگوں کو میری ملت اور شریعت پر قائم کرے گا اور اُنہیں کتاب اللہ کی طرف دعوت دے گا۔اور جو اس کی اطاعت کرے گا وہ میری اطاعت کرے گا اور جو مہدی کی نافرمانی کرے گا وہ میری نافرمانی کرے گا۔

4- حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ بانی مدرسہ دیوبند فرماتے ہیں: ’’ایک وقت آئے گا جب امام مہدی علیہ السلام پیدا ہوں گے اور اُس وقت جو اُن کی اتباع نہ کرے گا اور امام پہچان کر اُن کی پیروی نہ کرے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔‘‘(قاسم العلوم معہ ترجمہ انوارالنجوم ص 100)

بارہویں صدی ہجری کے مجدد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:

’’اس فقیر کی بڑی آرزو ہے کہ اگر حضرت روح اللہ علیہ السلام کا زمانہ پاوے تو پہلا شخص جو سلام پہنچاوے وہ میں ہوں۔اگر وہ زمانہ مجھے نہ ملے تو میری اولاد یا متبعین میں سے جو کوئی اس مبارک زمانہ کو پاوے وہ رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچانے کی بہت آرزو کرے کیونکہ ہم لشکر محمدیہ کے آخری لشکر میں سے ہوں گے۔‘‘(مجموعہ وصایا اربعہ ص 84)

حضرت سید احمد صاحب بریلوی رحمتہ اللہ علیہ مجدد تیرہویں صدی کے ایک درباری شاعر حضرت مومن دہلوی اس بارے میں فرماتے ہیں:

زمانہ مہدی موعود کا پایا اگر مومن
تو سب سے پہلے کہیو سلام پاک حضرت کا

امام مہدی اور غلبہ اسلام

شیعہ اور سنی دونوں ہی اُن احادیث کو مانتے ہیں کہ امام مہدی آخری زمانہ میں ظاہر ہوں گے اور اُن کے ذریعہ سے دنیا میں اسلام کا غلبہ ہوگا۔

قرآن مجید میں آیا ہے: **هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْن** (سورہ جمعہ) خداوہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے تا کہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کردے۔

تفسیر ابن جریر میں اس آیت کے تحت لکھا ہے: "**هٰذَا عِنْدَ خُرُوْجِ الْمَهْدِیِّ**" کہ اسلام کا یہ غلبہ تمام دینوں پر امام مہدی کے زمانہ میں ہوگا۔ نیز تفسیر جامع البیان جلد 29 میں لکھا ہے "**وَ ذَالِکَ عِنْدَ نُزُوْلِ عِیْسٰی ابْنِ مَرْیَمَ**" کہ یہ غلبہ عیسیٰ بن مریم کے نزول پر ہوگا۔

اس آیت کے متعلق بحار الانوار جلد 13 ص 13 میں جو شیعوں کی حدیث کی کتاب ہے لکھا ہے:

"**نَزَلَتْ فِیْ الْقَائِمِ مِنْ اٰلِ مُحَمَّدٍ**" کہ یہ آیت آل محمدؐ کے القائم یعنی امام مہدی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

اور اس آیت کے متعلق شیعوں کی معتبر کتاب "**غَایَةُ الْمَقْصُوْد**" جلد 2 صفحہ 123 میں لکھا ہے: "مراد از رسول ایں جا امام مہدی موعود است" یعنی قرآن مجید کی اس آیت میں جو رسول مذکور ہے اس سے مراد امام مہدی ہے۔

پس مندرجہ بالا دونوں حوالوں سے یہ مراد ہے کہ امام مہدی آنحضرت ﷺ سے الگ ہو کر رسول نہیں ہوگا بلکہ آپ کی غلامی میں ہونے کی وجہ سے اس کی رسالت آنحضرتؐ کی ہی رسالت ہوگی۔

اس کی تائید میں شیعوں کی ایک اور حدیث کی معتبر کتاب "ناسخ التواریخ" جلد 1 صفحہ 186 میں حضرت ابوسعید خدریؓ کی ایک روایت یوں درج ہے:

"**عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ. مِنَّا الْمَهْدِیُّ فَاَمَّا الْقَائِمُ فَیَاْتِیْهِ الْخِلَافَةُ وَ لَمْ یُهْرَقْ فِیْهَا مَحْجَمَةٌ مِّنْ دَمٍ**"

ترجمہ: ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مہدی ہم سے ہوگا (یعنی ہمارا پیرو ہوگا۔ ناقل) لیکن اس القائم (مہدی) کو خلافت اس طرح ملے گی کہ اس کے حصول میں اُسے ایک سینگی بھر خون بھی نہیں بہانا پڑے گا" یعنی امام مہدی کی خلافت نہایت پرامن طریق سے قائم ہوگی اور جنگ کی بجائے وہ دلائل اور براہین سے قائم ہوگی۔

امام زمانہ مسیح موعود و امام مہدی فرماتے ہیں:

"خدا تعالیٰ...... نے مصلحت کے مطابق عین ضرورت کے وقت بگڑی ہوئی صدی کے سر پر ایک آدمی بھیجا تا کہ وہ

لوگوں کو ہدایت کی طرف بلائے۔اس کے تمام مصالح کو پاؤں کے نیچے کچلنا ایک بڑا گناہ ہے۔''(ملفوظات جلد 8 صفحہ 174)

''احادیث سے واضح ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو اس مسیح کو نہیں مانتا وہ گویا مجھے نہیں مانتا اور جو اس کی معصیت کرتا ہے وہ گویا میری معصیت کرتا ہے۔''(ملفوظات جلد 7 ص 138)

''جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ حاجت نہیں ہے۔ہم نماز روزہ کرتے ہیں۔وہ جاہل ہیں۔اُنہیں معلوم نہیں کہ سب اعمال ان کے مردہ ہیں ان میں روح اور جان نہیں۔اور وہ آ نہیں سکتی جب تک وہ خدا تعالیٰ کے قائم کردہ سلسلہ کے ساتھ پیوند نہ کریں اور اس سے وہ سیراب کرنے والا پانی حاصل نہ کریں۔تقویٰ اس وقت کہاں ہے؟ رسم و عادت کے طور پر مومن کہلانا کچھ فائدہ نہیں دیتا جب تک کہ خدا کو دیکھا نہ جائے اور خدا کو دیکھنے کیلئے اور کوئی راہ نہیں ہے۔''(یعنی بجز امام زمانہ کی بیعت کر کے الٰہی سلسلہ میں شامل ہو کر اور دینی خدمات بجالانے کے۔ناقل)ملفوظات جلد 5 صفحہ 17)

امروز قوم من نہ شناسد مقام من
روزے بہ گریہ یاد کند وقتِ خوشترم

(مسیح موعودؑ)

مسیح موعود کے زمانہ میں خروجِ دجال اور یاجوج و ماجوج کے ظہور کی پیشگوئیاں

حدیثوں میں جہاں مسیح موعود کی بعثت کے متعلق پیشگوئیاں درج ہیں وہاں اس کے زمانہ میں دجال کے خروج اور یاجوج و ماجوج کے ظہور،ان کی فتنہ انگیزی،ان کے عالمگیر مادی غلبے اور اُن کے شکست ناک انجام کی خبریں بھی پائی جاتی ہیں جو آنحضرت ﷺ کے کشوف اور رُءیا کی صورت میں ہیں اور دیگر مکاشفات و رُءیا کی طرح تعبیر طلب ہیں لہٰذا ظاہر پر محمول کرنے کی بجائے اُنہیں حقیقتِ احوال کی تاویل سے جانچنا اور سمجھنا چاہیئے۔

یاجوج و ماجوج کے متعلق قرآن مجید میں بھی صراحت موجود ہے۔(سورۃ الانبیاء آیت 96 اور 97 وسورۃ الکھف آیات : 94 تا 101)

خروج دجال

دجال کا لفظ دجل سے نکلا ہے جس کے لغوی معنے ڈھانپ لینے کے ہیں۔لغت کی کتاب لسان العرب میں لکھا ہے کہ دجال نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ وہ اپنے جھوٹ سے حق کو ڈھانپ لے گا یا اپنی گروہ بندی کی کثرت سے روئے زمین کو ڈھانپ لے گا۔اور لغت میں یہ معنے بھی لکھے ہیں کہ ایسا گروہ جو تجارتی سامان اٹھائے پھرے گویا کہ زمین کو اپنے سامان تجارت سے ڈھانپ دے۔عربی لغت کی کتاب تاج العروس میں دجال کے معنے دنیا میں سیر و سیاحت کرنے والے کے بھی ہیں یعنی تمام روئے زمین پر پھرنے والے۔لہٰذا دجال کے معنوں کا ماحصل یہ ہے کہ ایسی مالدار،تجارت پیشہ اور کثیر التعداد عیسائی اقوام جو

روئے زمین میں پھیل کر اپنا تجارتی اور سیاسی اقتدار قائم کریں۔اور اپنے جھوٹے دینی عقیدہ کی اشاعت کریں۔

رسول اکرم ﷺ نے فتنہ دجال سے بچنے کیلئے سورۃ الکھف کی پہلی دس اور آخری دس آیتیں تلاوت کرنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الفتن باب ذکر الدجال، حدیث 5228 نیز مسند احمد حدیث 26244) -ان آیات میں عیسائیت کے فتنہ کا ذکر ہے اور مسیحی قوموں کی مادہ پرستی اور مادی ترقیات کا ذکر ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یورپی عیسائی اقوام کے غلبہ کو فتنہ دجال قرار دیا گیا ہے۔اس کی تصدیق ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں دجال کے مسیحی گرجا سے نکلنے کا ذکر ہے۔(صحیح مسلم کتاب الفتن حدیث نمبر 5233) یوں بھی دجال کی سب کیفیات عملاً عیسائی اقوام میں پائی جاتی ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ دجال دین کے ضعف اور علم کی کمی اور اعراض کے زمانہ میں ظاہر ہوگا۔(مسند احمد حدیث 14426)

حدیث کی کتاب مشکوٰۃ کی مختلف روایات میں دجال کی جو کیفیت آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائی ہے وہ یوں ہے: ''کوئی نبی نہیں گزرا جس نے اپنی امت کے لوگوں کو کانے کذاب سے نہ ڈرایا ہو۔(صحیح بخاری حدیث 6591) -اس کی آنکھوں کے درمیان ک ف ر لکھا ہوگا جسے پڑھا ہوا اور ان پڑھ دونوں پڑھ سکیں گے۔(مسند احمد حدیث 12674)

ایک روایت میں ہے کہ وہ اپنے ساتھ جنت اور آگ جیسی مثال لائے گا۔اور جسے وہ جنت کا نام دے گا در حقیقت وہ آگ ہوگی۔ایک روایت میں ہے کہ دجال اپنے ساتھ آگ اور پانی لے کر نکلے گا اور جس چیز کو لوگ پانی سمجھیں گے دراصل وہ جلانے والی آگ ہوگی اور جس کو لوگ آگ خیال کریں گے وہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی ہوگا۔(بخاری حدیث نمبر 3194)

دجال کی ایک آنکھ بیٹھی ہوگی جس پر ایک بڑا ناخن سا ہوگا۔اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوگا جسے ہر مومن خواہ پڑھا لکھا ہو یا نہ ہو پڑھے گا۔ایک روایت میں ہے کہ وہ دائیں آنکھ سے کانا ہوگا اور دوسری آنکھ روشن ستارہ کی طرح چمکتی ہوگی۔پس جو کوئی اسے پائے تو وہ اس پر سورہ کہف کی ابتدائی دس آیات پڑھے کیونکہ یہ آیات تمہیں اس کے فتنہ سے بچانے والی ہوں گی۔ایک روایت میں ہے کہ وہ بادلوں کو حکم کرے گا تو وہ بارش برسائیں گے اور زمین کو حکم کرے گا تو وہ اگائے گی اور ویران علاقوں سے گزرے گا تو حکم دے گا کہ اپنے خزانے اُگل تو اس کے خزانے باہر نکل کر اس کے پیچھے ہولیں گے۔ (مسلم حدیث 5228) ایک روایت میں ہے کہ اس کے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کی ایک نہر ہوں گے۔(ایضاً)

ایک روایت میں ہے کہ دجال اپنے ایک چمکدار گدھے پر آئے گا۔اس گدھے کے دونوں کانوں کے درمیان ستر گز کا فاصلہ ہوگا۔اور ایک روایت میں ہے کہ دجال کہے گا کہ دیکھو اگر اس شخص کو میں قتل کردوں پھر اسے زندہ کروں تو کیا تم اس امر میں شک کرو گے؟ لوگ کہیں گے کہ نہیں۔تو وہ اسے قتل کردے گا اور پھر زندہ کردے گا۔(مسلم۔حدیث 5228، مشکوٰۃ کتاب الفتن، صحیح مسلم۔کتاب الفتن واشراط الساعۃ باب ذکر الدجال جلد 4 حدیث 2248 تا 2258، مطبع احیاء الکتب العربیہ، قاہرہ، مصر 1918ء، 1226ھ)

یہ بھی لکھا ہے کہ یاجوج، ماجوج ''فَيَرْمُوْنَ بِنَشَا بِهِمْ اِلَى السَّمَاءِ'' کہ امام مہدی کے ظہور کے زمانہ میں یہ قومیں آسمان کی طرف تیر (خلائی گاڑیاں اور میزائل) پھینکیں گی۔(ترمذی، ابواب الفتن، باب ذکر الدجال، مطبوعہ دہلی)

حدیث صحیح بخاری میں دجال کا حلیہ یوں بیان ہوا ہے: جسم کے لحاظ سے قوی الجثہ، رنگت کے لحاظ سے سفید اور روشن

اوراس کے سر کے بال چھوٹے ہوں گے۔ چنانچہ یہ سب خواص یورپی باشندوں کے ظاہری خدوخال پر نہایت صفائی سے صادق آتے ہیں۔

روحانی حلیہ کے متعلق مشکوٰۃ اور صحیح مسلم کی حدیث میں یہ جو بیان ہے کہ دجال کی دائیں آنکھ کانی ہوگی (صحیح بخاری، کتاب الفتن، ذکرالدجال، حدیث نمبر 6589)، اور دوسری آنکھ روشن ستارہ کی طرح چمک رہی ہوگی۔ (کنزالعمال، جلد 14 صفحہ 137 خروج الدجال حدیث نمبر 38784) نیز اس کی پیشانی پر ک۔ ف۔ ر۔ لکھا ہوگا۔ (مسند احمد، حدیث نمبر 12674)، تو قران مجید نے روحانی بصیرت سے محروم لوگوں کا نام اندھا رکھا ہے۔ اسی طرح تعبیر الرءیا کی مشہور کتاب ''**تعطیر الانام فی تعبیر المنام**'' میں آنکھ کی خرابی کے معنی دین کی خرابی لکھے ہیں۔ پس یورپین عیسائی پادریوں کا اس سے بڑھ کر اندھا پن اور کیا ہوگا کہ وہ ایک عاجز بشر کو خدا قرار دیتے ہیں۔

دائیں آنکھ کے کانی ہونے سے یہ مراد ہے کہ دجال کی توجہ دینی اور روحانی امور کی طرف سے ہٹی ہوئی ہوگی اور بائیں آنکھ کے روشن ستارہ کی مانند تیز ہونے سے یہ مطلب ہے کہ اس کی ساری توجہ دنیوی اور مادی اور جسمانی امور کی طرف ہوگی اور وہ ان امور میں ایسی ایسی باتیں معلوم کر کے دیکھ لیں گے جن کو دوسری اقوام نہ دیکھ سکیں گی جبکہ ان کی روحانی بصیرت بالکل مرچکی ہوگی۔

اُن کے ماتھے پر ک ف ر لکھا ہونے سے یہ مراد ہے کہ ان کا کفر بالکل عیاں اور ظاہر ہوگا۔ مسلم اور مشکوٰۃ کی حدیث میں مذکور ہے کہ اس لکھے ہوئے کو صرف مومن خواہ پڑھے لکھے ہوں یا ان پڑھ ہوں پڑھ سکیں گے۔ یعنی ایسی تحریر ہوگی جو اس کے حال سے نظر آئے گی اور دجال کا کفر ہر مومن پر عیاں ہوگا۔

دجال کے پاس جنت اور دوزخ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جو انسان ان کے دین کو قبول کر کے ان میں شامل ہو جاتا ہے اسے دنیوی نعمتوں سے مالا مال کیا جاتا ہے اور جو ان کے مذہب کو رد کرتا ہے وہ بظاہر دوزخ کی سختی برداشت کرتا ہے۔

دجال کی سواری کے متعلق اس حدیث میں جو آیا ہے کہ اس کا گدھا ہوگا جس کی نسل نہیں ہوگی (نزھۃ المجالس جلد 1 ص 109 عبدالرحمٰن المصفوری مطبع میمنیہ۔ مصر) ستر گز لمبا ہوگا۔ آگ اور پانی کھائے گا اور اس کی دہاڑ دور دور تک سنی جائے گی۔ اس میں جماعتیں بیٹھ کر سواری کریں گی اور وہ دن رات سواری کا کام دے گا - پس اس سے مراد دجال کی ریل گاڑی ہے جو اس نے تیار کی ہے۔ انجن کی سیٹی گدھے کی آواز سے مشابہ ہے۔ گدھے کے دونوں کانوں کے درمیان ستر گز کا فاصلہ (تذکرۃ الحفاظ جلد 3 ص 960 محمد بن طاہر دارالسمیعی ریاض۔ 1415ھ طبع اول) ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ انجن کے ڈرائیور اور اس کے گارڈ کے درمیان ٹیلیفون کا رابطہ ہوگا۔ ٹیلیفون دو کان ہیں جن کے درمیان ٹرین کی لمبائی ستر گز بنتی ہے۔ پھر اس کی رفتار کے متعلق حدیث کی کتاب کنزالعمال میں یہ بھی آتا ہے کہ زمین اس کے لیے لپیٹ دی جائے گی۔ وہ ایسا تیز چلے گا جیسے بادل کو ہوا اڑائے لئے جا رہی ہو۔ چھ چھ کوس پر اس کا قدم پڑے گا یعنی اس کا سٹیشن ہوگا۔ اس کے آگے دھوئیں کا پہاڑ ہوگا۔ آگ اور پانی کھائے گا۔ اس کے چلنے میں بادل گرجنے جیسی گڑگڑاہٹ ہوگی۔ نیز بحارالانوار میں لکھا ہے کہ اس گدھے میں چراغ اور کھڑکیاں لگی ہوں گی اور دروازے اور نشستیں بھی ہونگی (بحارالانوار جلد 52 ص 192 محمد باقر مجلسی داراحیاء التراث

العربی لبنان)

یہ سب ریل کا نقشہ ہے۔ پھر اس سواری کے ساتھ ساتھ پانی کی نہر اور روٹیوں کا چلنا ٹرین کے ساتھ ریسٹورانٹ کا ہونا مراد ہے۔ اس کا دن رات چلنا اور لوگوں کو سواری کے لیے بلانا بتاتا ہے کہ یہ کرایہ کی سواری ہوگی۔ یہ تمام امور ریل گاڑی سے متعلقہ سب پر عیاں اور بیاں ہیں۔ اس سواری کو گدھے کا نام سواری اور بار برداری کرنے کی وجہ سے دیا گیا ہے۔

پھر سمندر میں اس سواری کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ اس کی سواری سمندروں میں چلے گی اور سمندر کا پانی اس کے ٹخنوں تک ہوگا۔ اور دھوئیں کا پہاڑ اس کے سامنے ہوگا اور پیچھے سبز رنگ کا۔ جب وہ سفر کرے گا تو بلند آواز سے یہ اعلان کرے گا اے میرے دوستو میری طرف آ جاؤ (کنز العمال جلد 14 ص 259 باب دجال حدیث 39702)۔ یہ سب دخانی جہازوں کی کیفیت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ریل گاڑی اور دخانی جہاز کا نقشہ آج سے چودہ سو سال پہلے کھینچا تھا وہ عالم کل میں پھیل چکا ہے۔ اور اس سے آنحضور ﷺ کی مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹوں کے بیکار کئے جانے کی پیشگوئی بھی کس شان اور صفائی سے پوری ہوگئی ہے کہ اہل علم مسلمان دل سے اس حقیقت کے معترف ہو چکے ہیں۔

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اس گدھے کے پیٹ میں جماعتیں آ کر بیٹھیں گی۔ یہ گدھا زمین پر، پانی میں اور ہوا میں بھی چلے گا۔ اُس کا اگر ایک قدم مشرق سے اٹھے گا تو دوسرا مغرب میں آ کر ٹھہرے گا۔ آنحضرت ﷺ نے کس عمدگی سے ریل گاڑی بحری جہاز اور ہوائی جہاز کی ایجادوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے جو سب دجال قوم کی ایجادات ہیں۔

حدیث میں یہ بھی آیا ہے ''لَيُتْرَكُنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا'' یعنی اونٹوں کو ترک کر دیا جائے گا اور ان پر سواری نہ ہوگی۔ (صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب نزول عیسیٰ بن مریم)۔ اس حدیث کی تشریح میں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے **والمعنی انه یترک العمل علیها استغناء عنها لکثرة غیرها** (مرقاۃ المفاتیح جزء 5 ص 221 مکتبہ میمنیہ۔ مصر) یعنی بہت سی نئی سواریاں پیدا ہو جائیں گی جو ان سے مستغنی کر دیں گی۔

دجال کا زمین و آسمان میں تصرف کرنا۔ اس کے خزانے نکالنا، مارنا اور پھر زندہ کرنا وغیرہ ان سب امور سے مراد ان کی سائنسی ترقی، معدنیات کا حصول طبی اور جراحی مہارت اور فضائی ترقیات ہیں۔

اگر دجال کے گدھے کی اصلیت عیاں ہوگئی ہے تو یہ امر سمجھنا کچھ دشوار نہیں کہ دجال سے مراد کون ہے۔ ہاں! وہی جس نے ایسے گدھے کی ایجاد کی یعنی مغربی عیسائی قومیں۔

یاجوج اور ماجوج کی حقیقت

یاجوج و ماجوج کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ لغت میں اَجِیْج آگ کے شعلہ کو اور اَجَّ تیز چلنے کو کہتے ہیں۔ یاجوج اور ماجوج وہ قومیں ہیں جو آگ سے کام لے کر تیز رفتاری سے سفر کرتی ہیں۔ پس یاجوج اور ماجوج دو قوموں کا نام ہے جو اس زمانہ میں اپنی طاقت و قوت کے بل بوتے پر کرہ ارض پر محیط ہو جائیں گی۔ ان قوموں سے مراد روسی اور مغربی (یورپ و امریکہ) اقوام مراد ہیں جو سپر پاورز Super Powers یعنی انتہائی طاقتور قومیں مانی جاتی ہیں اور مادی لحاظ سے ان کی گرفت دوسری

تمام اقوام عالم پر ہے۔ ہر دن ان کی ترقی بڑھتی ہی جاتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے ''وَ هُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُوْنَ'' کہ وہ ہر بلندی کو سر کرتے چلے جائیں گے۔ ان اقوام کا تمام دنیا پر تسلط نہ صرف جسموں اور مالوں پر بلکہ لوگوں کے خیالات اور علوم پر بھی ہوگا اور وہ سب پر چھا جائیں گی۔

بائبل میں بھی یاجوج اور ماجوج کا ذکر کتاب حزقیل باب 38 آیت 1 تا 3 میں آتا ہے:

1- ''خداوند کا کلام مجھ کو پہنچا اور اُس نے کہا کہ اے آدم زاد تو جوج کے مقابل جو یاجوج کی سرزمین کا ہے اور رُوش اور مسک اور ٹوبال کا سردار ہے اپنا منہ کر اور اس کے برخلاف نبوت کر اور کہہ کہ خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے کہ دیکھ اے جوج! روش اور مسک اور ٹوبال کے سردار میں تیرا مخالف ہوں۔'' یہ بھی بائبل میں لکھا ہے کہ ''اے جوج! روس اور ٹوبالسک کے بادشاہ اور ماجوج جو جزیروں میں امن سے حکومت کرتے ہو۔'' (حزقیل 39/1) - پس جوج سے مراد روسی اور ماجوج سے مراد انگریز اور ان کے مغربی اتحادی ہیں۔ اور جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے یہ قومیں مسیح موعود کے زمانہ میں دنیا بھر میں اپنے عروج پر پہنچ چکی ہیں-لہٰذا یہ اس امر کی دلیل ہے کہ مسیح موعود کا ظہور بھی ہو چکا ہے۔

2- ''یافث کے بیٹے یہ ہیں: جمر اور ماجوج اور مادائی اور یاوان اور ٹوبال اور مسک اور تیراس'' (پیدائش 10/2)

اس جگہ جوج کا جو ذکر ہے قران مجید میں اسے یاجوج کہا ہے۔ یہ روس اور مسک اور ٹوبال کا سردار ہے۔ روس ملک کا نام ہے اور مسک اور ٹوبال دریا ہیں۔ مسک پر ماسکو اور ٹوبال پر ٹوبالسک روس کے مشہور شہر آباد ہیں۔

3- ماسکو یورپی روس کا دارالحکومت ہے اور ٹوبالسک ایشیائی روس کا دارالحکومت ہے۔ پس یاجوج یورپ کی مشرقی اور جنوبی اقوام کا نام ہے اور ماجوج یورپ کی وسطی اور مغربی اقوام کا نام ہے۔ ظاہراً ان قوموں کا آبائی مسکن ابتداءً ایک ہی تھا اور یہ دو نام یا خطاب ان کے مورث اعلیٰ کے ہیں۔ اس کی شہادت یہ ہے کہ یاجوج اور ماجوج کے مجسمے پرانے زمانہ سے لنڈن میں گلڈ ہال کے سامنے نصب ہوئے چلے آتے ہیں جن کا ''لارڈ میئرز ڈے'' کی تقریب پر پرانے زمانہ میں جلوس بھی نکالا جاتا رہا ہے۔ (ماخوذ)

علامہ اقبال نے بھی یاجوج اور ماجوج کی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کیا خوب فرمایا ہے:

کھل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشم مسلم دیکھ لے تفسیر حرف ینسلون

(بانگ درا ص 334)

دجال اور یاجوج و ماجوج دونوں نام ایک ہی مذہب رکھنے والی قوموں کے ہیں۔ یاجوج و ماجوج کا لفظ ان کے سیاسی فتنہ پر دلالت کرتا ہے جبکہ لفظ دجال ان کے مذہبی فتنہ پر۔

حدیث میں یاجوج و ماجوج کا ذکر

''حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ آنحضرت ؐ نے فرمایا کہ یاجوج و ماجوج آدم کی اولاد سے ہیں (کوئی عجیب الخلقت مخلوق نہیں ہیں) اگر وہ کھول دیئے جائیں تو لوگوں کی معیشت کو تباہ کر دیں۔ اگر ان میں سے ایک مرے گا تو اپنے پیچھے ہزار

چیلے چھوڑ جائے گا۔اُن کے پیچھے تین قومیں ہیں یعنی تاول۔تاریس اور مسک‘‘(رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالہ ثقات)

اس حدیث میں یاجوج وماجوج کا اصل وطن روس بتایا گیا ہے۔ پھر کچھ زمانہ گزرنے کے بعد ماجوج اقوام مغرب کی طرف گئیں اور بعض جزائر میں بس گئیں اور عیسائیت کو اختیار کرلیا۔ بائبل میں اس کے متعلق لکھا ہے’’اور میں ماجوج پر اوران پر جو جزیروں میں بے پرواہی سے رہتے ہیں ایک آگ بھیجوں گا اور وہ جانیں گے کہ میں خداوند ہوں۔‘‘(حزقیل 39/6)

آنحضرت ؐ نے یاجوج وماجوج کے متعلق خطبہ ارشاد کرتے ہوئے فرمایا: ’’کیا تم سمجھتے ہو کہ تمہارا اب کوئی دشمن نہیں رہا۔تم لڑتے رہو گے یہاں تک کہ یاجوج وماجوج اقوام ظاہر ہو جائیں۔ یہ لوگ چوڑے چہروں والے چھوٹی آنکھوں والے اور ان کی داڑھیوں کے بال بھورے رنگ کے ہیں اور وہ ہر بلندی کو پھاندلیں گے اوران کے چہرے الٹی ڈھال جیسے ہیں۔‘‘

اس حدیث سے بھی ظاہر ہے کہ یاجوج وماجوج روسی نژاد اقوام ہیں۔

یاجوج ماجوج کا وطن

امام ابن خلدون اپنی تاریخ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: (ترجمہ): منطقہ شمال کے رہنے والے لوگوں کے نام ان کی رنگت کے اعتبار سے نہیں رکھے گئے بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ اس علاقہ کے باشندوں میں مختلف ناموں کی مختلف اقوام آباد ہیں یعنی ترک،صقالیہ،طغرغرا،خزر،لان، یورپین قومیں اور یاجوج وماجوج ہیں۔‘‘(مقدمہ ابن خلدون ص72)۔

امام رازی نے اس کے متعلق لکھا ہے: (ترجمہ)’’یاجوج وماجوج ترکوں کی قوم ہیں جو شمالی منطقہ کے آخری کنارے پر آباد ہیں۔‘‘(الکبیر للرازی جلد6 ص750)

کتاب’’مشاہیر الاسلام‘‘ شائع کردہ ادارہ ثقافتِ اسلامیہ لاہور کے مصنف خواجہ عباداللہ صاحب اختر لکھتے ہیں:
’’یافث کی اولاد موجودہ اقوام یورپ اور چین،تاتار و ترک وغیرہ ہیں اور انہی پر یاجوج وماجوج کا اطلاق ہوتا ہے۔‘‘

مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی لکھتے ہیں: ’’خلق خدا کی ہوتو ہو لیکن سمندر،سمندروں کی بندرگاہ، جہاز اوران کے پھریرے۔محکمہ بحری اور خداوندان بحر، کروزر اور ڈریڈ نائٹ،تارپیڈو اور ڈسٹرائر آج بانگی پکار سے کہہ رہے ہیں کہ یہ امر اور حکم یاجوج کا ہے۔‘‘(بحوالہ بدر 2 مئی 1957ء)

مولانا ابوالجمال عباسی اپنی کتاب حکمت بالغہ میں فرماتے ہیں:

’’کتب قدیمہ اور صحف انبیاء میں روس والوں کو یاجوج کہا گیا ہے۔‘‘

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں: ’’یاجوج وماجوج کی نسبت تو فیصلہ ہو چکا ہے جو یہ دنیا کی دو بلند اقبال قومیں ہیں جن میں ایک انگریز اور دوسرے روس ہیں۔ یہ دونوں قومیں بلندی سے نیچے کی طرف حملہ کر رہی ہیں۔یعنی اپنی خداداد طاقتوں کے ساتھ فتح یاب ہوتی جاتی ہیں۔‘‘(ازالہ اوہام ص209)

’’اور دجال سے مراد پادریوں کا گروہ ہے۔‘‘(ایضاً ص206)

دجال اور یاجوج ماجوج کا سد باب

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ترجمہ: اس دوران اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ یعنی مسیح موعودؑ پر وحی نازل فرمائے گا کہ میں نے ایسے بندے نکالے ہیں کہ جن سے لڑنے کی اس وقت کسی میں طاقت نہیں ہے اس لیے میرے بندوں کو طور کی طرف بطور حفاظت لے جا۔ اس وقت خدا تعالیٰ یاجوج وماجوج کو مبعوث کرے گا اور وہ ہر بلندی کو پھاندتے ہوئے پھیل جائیں گے۔'' (صحیح مسلم۔ بحوالہ مشکوٰۃ ص473)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ یاجوج وماجوج کا خروج مسیح موعود کے زمانہ میں ہوگا اور مسیح موعود مومنین کو طور یعنی روحانی ہتھیاروں سے لیس کرے گا۔ نیز مسیح موعود اس فتنہ عظیمہ کا مقابلہ آسمانی حربہ سے کرے گا نہ کہ مادی ہتھیاروں سے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے قرآن مجید کی تیس آیات اور خود عیسائیوں کی انجیل سے حضرت عیسیٰ بن مریم جنہیں وہ خدائی کا درجہ دیتے ہیں کا وفات یافتہ ہونا ثابت کر دیا ہے۔ جس سے ان کے دجالی عقیدہ تثلیث اور کفارہ وغیرہ کی دھجیاں اڑ گئی ہیں۔ اسی طرح ان کی دنیوی شان وشوکت کا انحطاط بھی شروع ہو چکا ہے۔ لکھا ہے کہ دجال مسیح کو دیکھ کر نمک کی طرح گھلتا جائے گا۔ (مسلم حدیث نمبر 5157)

جب احادیث نبویہ سے یہ ثابت ہے کہ مسیح موعود کے ظہور سے پہلے دجال کا خروج ہوگا جو اپنی کثرت سے کرۂ ارض کو ڈھانپ لے گا اور یہ بھی کہ اُس وقت مسیحیت کا دنیا بھر میں اقتدار اور غلبہ ہوگا تو کیا اس سے صاف طور پر عیاں نہیں ہو جاتا کہ دجال اور مسیحیت درحقیقت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں ورنہ ایک ہی وقت میں دجال اور مسیحیت دنیا میں کیسے غالب ہو سکتے ہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ قیامت اس وقت آئے گی جب (دنیا میں) اکثریت اہل ارض روم (عیسائیوں) کی ہوگی۔ (مسلم جلد 2 کتاب الفتن)۔ سو مسیح موعود کے زمانہ میں کل روئے زمین پر عیسائی طاقتیں غالب آ گئیں۔ اس امر کی تصدیق نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ صفحہ 334 میں بحوالہ رسالہ ''حشر'' یوں کی ہے: ''چوں جملہ علامات حاصل شود وقوم نصاریٰ غلبہ کنندہ بر ملک ہائے بسیار متصرف شوند''

امام مہدی کی شناخت

امام مہدی کے ظہور کے بارے میں آنحضرت ﷺ اور دوسرے بزرگانِ اسلام نے اور بھی کئی ایک علامات بطور پیشگوئی بتائی ہیں جن کا ذکر احادیث اور دوسری مسلمہ کتب میں صدیوں سے درج شدہ ہے۔ ان کے پڑھنے سے امام مہدی کی شناخت، اس کی جائے پیدائش، زمانہ بعثت اور اس کی تیار کردہ جماعت کے نام اور کام سے متعلقہ کافی وشافی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ یہاں ذیل میں اُن کا کچھ ذکر کیا جاتا ہے:

زمانہ بعثت

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ سب سے بہتر مسلمان میری صدی کے ہیں۔ پھر اُن سے کم تر دوسری صدی کے اور اُن سے کم تر تیسری صدی کے ہوں گے۔ اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا (ترمذی ابواب الشہادات، باب ماجاء فی شہادۃ

الزور،مسلم کتاب الفضائل بخاری کتاب المناقب)

گویا تین صدیوں تک قیام شریعت رہے گا۔اس کے بعد لوگ صحیح راستہ سے ہٹنا شروع ہو جائیں گے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (السجدہ5)یعنی اللہ تعالیٰ شریعت قرآن کوآسمان سے زمین پر قائم کرے گا۔پھرایک زمانہ کے بعد یہ کلام آسمان پر چڑھنا شروع ہوگا اورایک ہزار سال میں یہ دنیا سے اٹھ جائے گا۔جیسا کہ حدیث لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ وَلَا مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ میں آیا ہے(مشکوٰۃ)

ترجمہ:اسلام کامحض نام اورقران کاصرف نقش(یعنی الفاظ)باقی رہ جائے گا۔

اس لحاظ سے حدیث میں بیان کردہ 300 سال اور ہزار سال جس میں قرآن دنیا سے اٹھ جائے گا ملالیں تو گویا دنیا سے اسلامی روح کے غائب ہوجانے کا زمانہ 1300 سال بنتا ہے۔

حضرت ملاعلی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے بھی مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد5 ص185 میں قریباً یہی زمانہ بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ ظہورمہدی۔خروج دجال،نزول عیسیٰ علیہ السلام،مغرب سے طلوع شمس،دابتہ الارض (زمینی کیڑا) کے نکلنے اور یاجوج ماجوج کےخروج کا یہی وقت ہوگا۔

چنانچہ اس زمانہ میں حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام نے 1290ھ یعنی تیرہویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی کے آغاز کےقریب دعویٰ مہدویت کے ساتھ ظہور کیا۔

زمانہ

عَنْ حُذَیْفَۃَ ابْنِ یَمَانٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَامَضَتْ اَلْفٌ وَمِائَتَانِ وَ اَرْبَعُوْنَ سَنَۃً یبعث اللہُ المُھْدِیَ (النجم الثاقب جلد2 ص209،مطبع احمدی، پٹنہ)

یعنی 1240ھ سال گزرجانے کے بعداللہ تعالیٰ امام مہدی کومبعوث فرمائے گا۔

ملک کا نام

حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کا مقام ہندوستان ہوگا۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَصَابَۃٌ تَغْزُ الْھِنْدَ وَ ھِیَ مَعَ الْمَھْدِیِّ اِسْمُہٗ اَحْمَدُ.

(رواہ البخاری فی تاریخہٖ)

احمد نام کے امام مہدی کے ساتھ ہندوستان میں ایک ایسی جماعت ہوگی جو جہاد کرے گی۔(یعنی تبلیغ اسلام کے فرائض سرانجام دے گی۔ناقل)(النجم الثاقب جلد2 ص41,42)

علاقہ کا نام

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَخْرُجُ رَجُلٌ مِنْ وَّرَآءِ النَّھْرِ یُقَالُ لَہُ الْحَارِثُ حَرَّا ثٌ (مشکوٰۃ باب اشراط الساعۃ ص 271)

یعنی ایک شخص دعویٰ امامت فرمائے گا جو ایک نہر کے پرے سے خروج کرے گا اور وہ زمیندار کہلائے گا اسی طرح اس شخص کے خروج کی بستی کا نام بھی واضح طور پر بتایا گیا ہے۔

گاؤں کا نام

قَالَ النَّبِیُّ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمُ یَخْرُجُ الْمَھْدِیُّ مِنْ قَرْیَۃٍ یُقَالُ لَھَا کَدْعَۃٌ وَ یُصَدِّقُہُ اللّٰہُ (جواہر الاسرار ص 56، بحارالانوار جلد 1 ص 19، جلد 13 صفحہ 23)

یعنی نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مہدی ایک ایسی بستی سے نکلے گا جس کا نام کدعہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی ان واضح پیشگوئیوں میں حضرت امام مہدی کا مقام ہندوستان میں ایک نہر کے ماورا بمقام کدعہ بتایا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہندوستان میں دریائے راوی اور بیاس کے درمیان قادیان (کدعہ کی بگڑی ہوئی صورت) میں مبعوث ہوئے۔

اسلامی نوشتوں میں امام مہدی کی ولادت کے متعلق پیشگوئی ملتی ہے کہ وہ توام پیدا ہوگا (فصوص الحکم مصنفہ حضرت محی الدین ابن عربی ص 32 ترجمہ از مولانا الفاضل مبارک علی، مطبوعہ 1308ھ): چنانچہ حضرت اقدس مرزا صاحب کی پیدائش توام ہوئی تھی۔ یعنی آپ کی پیدائش سے پہلے ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی تھی۔ اس کے بعد آپ پیدا ہوئے۔ اس لڑکی کا نام جنت بی بی رکھا گیا تھا جو چند روز بعد فوت ہوگئی تھی۔

حجج الکرامہ مطبوعہ 1291 ہجری صفحہ 139 میں نواب صدیق حسن خان صاحب نے لکھا ہے کہ ''چودھویں صدی ہجری کے شروع ہونے میں ابھی دس سال باقی ہیں۔ اگر چودھویں صدی کے سر پر مہدی علیہ السلام یا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگیا تو پھر وہی چودہویں صدی کے مجدد و مجتہد ہوں گے۔'' (ترجمہ از فارسی)

نواب صاحب نے بہت سی روایات نقل کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ''اس حساب سے ظہور مہدی علیہ السلام کا تیرہویں صدی پر ہونا چاہیے تھا۔ مگر یہ صدی پوری گزر گئی تو مہدی نہ آئے اب چودھویں صدی ہمارے سر پر آتی ہے۔ اس صدی سے اس کتاب کے لکھنے تک چھ ماہ گزر چکے ہیں۔ شاید اللہ تعالیٰ اپنا فضل و عدل و رحم و کرم فرمائے چار چھ سال کے اندر مہدی ظاہر ہو جائیں۔'' (اقتراب الساعۃ صفحہ 221)

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ محدث دہلوی مجدد بارہویں صدی ہجری نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر اعلان فرمایا ''عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ جَلَّ جَلَالُہُ اَنَّ الْقِیَامَۃَ قَدِاقْتَرَبَتْ وَالْمَھْدِیُّ تَھَیَّأَ لِلْخُرُوْجِ'' (تفہیمات الٰہیہ ص 133، مطبوعہ 1936ء مدینہ برقی پریس، بجنور) یعنی میرے رب نے مجھے بتایا ہے کہ قیامت قریب ہے اور مہدی نکلنے کیلئے تیار ہے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی 628ھ) نے لکھا ہے:

"وَ یَکُوْنُ ظُھُوْرُہٗ بَعْدَ مَضِیِّ خ ف ج بَعْدَ الْھِجْرَۃِ" (مقدمہ ابن خلدون صفحہ 354، ترجمہ از مولانا سعد حسن خان صاحب یوسفی فاضل الٰہیات، اصح المطابع، کراچی)

یعنی امام مہدی کا ظہور ہجرت نبوی کے بعد حروف ابجد خ ف ج کے گزرنے پر ہوگا۔

معلوم ہو کہ ہجرت کے حروف ابجد کے حساب سے ھ ج ر ت 5+3+200+400=608 اور خ ف ج: 600+80+3=683 بنتے ہیں۔ ان دونوں مجموعوں کا کل میزان 1291 ہوتا ہے۔ گویا امام مہدی کا ظہور 608+683=1291ھ میں مقدر تھا۔

نواب صدیق حسن خان صاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ میں حضرت شاہ ولی اللہؒ محدث دہلوی کا کشف تحریر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس (امام مہدی) کا ظہور "چراغ دین" کے لفظ پر ہے جس کے اعداد 1268 بنتے ہیں۔ (ترجمہ از فارسی)

امت محمدیہ کے 73 فرقوں میں تقسیم ہو جانے اور اُن میں سے صرف ایک فرقہ کے جنتی (ناجی) ہونے کی حدیث کی ایک اور روایت میں آنحضرت ﷺ نے اس نجات یافتہ فرقہ کے متعلق فرمایا ہے کہ وَ ھِیَ الْجَمَاعَۃُ کہ وہ فرقہ ایک جماعت کی شکل میں ہوگا یعنی اس کا ایک امام ہوگا۔

چنانچہ مشکوٰۃ شریف کی شرح "مرقاۃ" میں مذکورہ حدیث کی تشریح یوں لکھی ہوئی ہے:

(اِس میں اُس جماعت کا نام بھی بتا دیا گیا ہے)

"تلک اثنتان و سبعون فرقۃ کلھم فی النار والفرقۃ الناجیۃ ھم اھل السنۃ البیضاء المحمدیۃ والطریقۃ النقیۃ الاحمدیۃ"

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد 1 ص 202، مرقاۃ المفاتیح، شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد 1 ص 248 مطبوعہ مکتبہ میمنیہ۔ مصر)

یعنی بہتر فرقے ناری ہوں گے اور ناجی فرقہ محمدی سنت پر عمل پیرا ہوگا اور وہ **الطریقۃ النقیۃ الاحمدیۃ** مقدس سلسلہ احمدیہ ہوگا۔

اسی طرح حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

"ایں زمان حقیقت محمدی حقیقت احمدی نام باید و مظہر ذات احد جل سبحانہ گردد"

ترجمہ: "اس زمانہ میں حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی ہوگا اور وہ خدا تعالیٰ کی احدیت کا مظہر ہوگا"

یعنی شرک کے خلاف سرگرم عمل ہوگا۔ اور اَدْعُوْا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ کا مستحق ہوگا۔

امام مہدی کی صداقت میں ایک عظیم الشان آسمانی علامت کا ظہور

حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کی ایک عظیم الشان آسمانی علامت کے طور پر آنحضرت ﷺ کی ایک حدیث

حضرت امام باقر محمد بن علی (جو حضرت امام زین العابدین کے فرزند تھے) سے مروی ہے اور حدیث کی کتاب دار قطنی میں مرقوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ لِـمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَنْكَسِفُ الْقَمَرُ فِيْ اَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ رَمَضَانَ وَ تَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ وَ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ.

(دار قطنی جلد 2 ص 65، باب صلوٰۃ الخسوف، صفحہ 65، حدیث نمبر 10 مطبع دار المحاسن للطباعۃ القاہرہ)

ترجمہ: یقیناً ہمارے مہدی کے ظہور کی صداقت کے دو نشان ہیں۔ اور یہ صداقت کے نشان جب سے زمین و آسمان بنے ہیں کبھی کسی کیلئے ظاہر نہیں ہوئے۔ یعنی ماہ رمضان میں چاند کو (چاند گرہن لگنے کی تین مقررہ راتوں میں سے) پہلی رات کو اور (سورج گرہن لگنے کے تین مقررہ دنوں میں سے) سورج کو درمیانے دن گرہن لگے گا۔ اور جب سے اللہ نے زمین و آسمان بنائے ہیں (کسی مدعی مامور من اللہ کے وقت) ایسے نشان واقع نہیں ہوئے۔"

اس حدیث کے عین مطابق یہ دونوں گرہن اپنی اپنی مقررہ تاریخوں میں ماہ رمضان 1311 ہجری (یعنی 1894ء) میں لگے۔

معلوم ہونا چاہئیے کہ قانونِ قدرت کے مطابق چاند گرہن جب بھی لگے گا وہ قمری مہینہ کی تیرہویں یا چودھویں یا پندرہویں رات ہی میں لگے گا۔ اسی طرح سورج کو جب بھی گرہن لگے گا وہ قمری مہینہ کے ستائیسویں یا اٹھائیسویں یا انتیسویں دن میں ہی لگے گا۔

بمطابق حدیث شریف یہ چاند اور سورج گرہن ذیل کی تفصیل سے ماہ رمضان 1311 ہجری میں وقوع میں آئے:-

چاند گرہن اپنی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات 13 رمضان بروز بدھ 7 بجے شام سے 9 بجے رات (21 مارچ 1894ء) تک لگا اور

سورج گرہن اپنے مقررہ دنوں میں سے درمیانے دن 28 رمضان بروز جمعہ 9 بجے دن تا 11 بجے دن (6 اپریل 1894ء) کو لگا۔

دیکھو اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ 7 اپریل 1894 و 6 دسمبر 1896ء۔

اخبار "سراج الاخبار" 11 جون 1894ء اور اخبار پائنیر Pioneer (الہ آباد/کلکتہ) اخبار آزاد 4 دسمبر 1896ء۔

اور اگلے سال دوبارہ 1895ء بمطابق 1312ھ کے رمضان میں انہی تاریخوں میں یہ نشان امریکہ اور مقام ظہور امام مہدی قادیان میں ظاہر ہوئے۔ تواتر کے ساتھ دو دفعہ مقررہ تاریخوں میں گرہن لگنا انتہائی نادر اور حیرت انگیز ہے۔ اور آنحضرت ؐ کے قول کی صداقت کے ناقابل رد ثبوت کے طور پر ظاہر ہوئے۔

نوٹ: حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ قمر کو پہلی رات میں گرہن لگے گا تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ پہلی رات کے چاند کو۔ کیونکہ عربی زبان میں پہلی رات کے چاند کو قمر نہیں بلکہ ہلال کہتے ہیں۔ اور ہلال تو اس قدر باریک ہوتا ہے کہ مشکل ہی

سے نظر پڑتا ہے اسے گرہن لگنے کا تو کوئی مطلب ہی نہ ہوا۔ بحساب طبیعات چاند گرہن صرف اور صرف 13-14 یا 15 کی رات کو ہی لگنا ممکن ہوتا ہے جبکہ زمین کی پوزیشن چاند اور سورج کے درمیان ہوتی ہے اور زمین کا سایہ چاند کو ڈھانپ لیتا ہے۔ یہ عمل پہلی رات میں غیر ممکن ہے جبکہ زمین اور چاند دونوں سورج کے سامنے ہوتے ہیں۔

مشہور محقق اور ممتاز عالم دین جناب نواب صدیق حسن خان صاحب اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''حجج الکرامہ فی آثار القیامہ'' میں گرہن کی تاریخوں پر اپنی تحقیق پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ چاند گرہن اور سورج گرہن کا تعلق چاند کی تاریخوں سے ہے: اہل نجوم کے نزدیک چاند گرہن سورج کے مقابل آنے سے ایک خاص حالت میں سوائے 13-14-15 اور اسی طرح سورج گرہن بھی خاص شکل میں سوائے 27-28-29 تاریخوں کے کبھی نہیں لگتا۔ (ترجمہ از صفحہ 344)

اسی طرح مقبول یزدان مجدد دوراں ماہر ہیئت وتقویم وحدیث حضرت مولانا سید ابو احمد رحمانی اپنی تالیف ''دوسری شہادت آسمانی'' کے صفحہ 13 پر لکھتے ہیں: ''چاند گرہن کیلئے عادۃ اللہ یہ ہے کہ تاریخ 13-14-15 کو ہو اور سورج گرہن 27-28-29 کو ہو''۔ لغت عربی کی کتاب اقرب الموارد اور المنجد میں لکھا ہے ''وَهُوَ قَمَرٌ بَعْدَ ثَلَاثَةِ لِيَالٍ اِلٰى اٰخِرِ الشَّهْرِ وَ اَمَّا قَبْلَ ذَالِکَ فَهُوَ هَلَالٌ'' یعنی تین راتوں کے بعد چاند قمر کہلاتا ہے۔ اور اس سے پہلے جو چاند ہوتا ہے اسے ہلال کہتے ہیں۔ اور حدیث شریف میں قمر کا لفظ آیا ہے نہ کہ ہلال کا۔ پس اس کا مطلب یہ ہے کہ چاند گرہن لگنے کی مقررہ راتوں میں سے اس کی پہلی رات کو یعنی تیرھویں رات کو۔ یہ حدیث دار قطنی کی ہے اور دار قطنی اس پایہ کا محدث ہے کہ شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب نخبة الفكر میں لکھتے ہیں: ''دار قطنی نے کہا ہے کہ اے اہل بغداد یہ خیال مت کرو کہ کوئی شخص آنحضرت ﷺ کی طرف کوئی جھوٹی حدیث منسوب کرسکتا ہے جبکہ میں زندہ ہوں۔'' (نخبۃ الفکر صفحہ 56 حاشیہ)

پس یہ کسی انسان کے بس میں نہیں ہے کہ ایک آسمانی نشان جو خاص مہدی کی صداقت کیلئے مقرر تھا اپنی طرف سے بنالیتا۔ یہ قادر مطلق خدا کی طرف سے ایک گواہی ہے جو حیرت انگیز طور پر ایک مدعی مہدویت کے وقت میں پوری ہوئی اور اس مدعی نے اسے اپنی صداقت کی نشانی کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا۔

ملتان کے ایک مشہور ولیؒ کامل، حضرت شیخ محمد عبدالعزیز پرہاروی رحمتہ اللہ علیہ (وفات 1825ء) نے از روئے الہام یہ خبر دی تھی کہ یہ نشان 1311ھ میں ظاہر ہوگا۔ (بحوالہ اخبار بدر 14 مارچ 1907ء و الفضل 23 مارچ 1979ء)۔ اس سلسلہ میں ان کا شعر یہ ہے:

در سنِ غاشی ہجری دو قران خواہد بود
از پئے مہدی و دجال نشان خواہد بود

غاشی = غ + ا + ش + ی = 1311ھ یعنی 1311 ہجری میں مہدی کے ظہور کے یہ دو نشان ظاہر ہوں گے۔

اس کے علاوہ تفسیر حقانی میں اس خسوف وکسوف کے نشان کے بارے میں لکھا ہے ''دوبار چاند اور سورج گرہن ہوگا۔''

چنانچہ اس سے اگلے سال یعنی 1895ء میں نئی دنیا یعنی امریکہ کے براعظم میں ماہ رمضان 1312 ہجری میں انہی مقررہ تاریخوں میں چاند اور سورج گرہن لگے۔ چاند گرہن 13 رمضان مطابق 11 مارچ 1895ء کو اور سورج گرہن 28

رمضان مطابق 26 مارچ 1895ء کو لگے۔

قادیان میں ان دونوں گرہنوں کی رمضان کی تاریخیں بھی 13 اور 28 رمضان ہی تھیں۔

اس زمانہ کے مہدی اور مسیح موعود نے اپنے رسالہ نورالحق حصہ دوم میں ان دونوں نشانوں کو پورا ہوتے ہوئے دیکھ کر اپنی صداقت کے بارے میں یہ تحدی فرمائی کہ خداتعالیٰ نے یہ نشان تنہا میری صداقت کیلئے ظاہر کیا ہے ورنہ تاریخ عالم سے کوئی ایک ہی ایسی مثال پیش کرو کہ آنحضرت ﷺ کے متبع کسی شخص نے خدا کی طرف سے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور پھر اس کے زمانہ میں رمضان کی ان معینہ تاریخوں میں خسوف وکسوف کا نشان ظاہر ہوا ہو۔ اور اس مدعی نے اس نشان کو اپنی تائید میں پیش کیا ہو۔ اگر ایسی مثال پیش کر سکو تو میں ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔

مگر آج تک کوئی ایک شخص بھی ایسی نظیر پیش نہیں کر سکا۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں:

''درحقیقت آدم سے لے کر اس وقت تک کبھی اس قسم کی پیشگوئی کسی نے نہیں کی۔ اور یہ پیشگوئی چار پہلو رکھتی ہے:

1- یعنی چاند کا گرہن اس کی مقررہ تاریخوں میں سے پہلی رات میں ہونا۔

2- سورج کا گرہن اس کے مقرر کردہ دنوں میں سے بیچ کے دن میں ہونا۔

3- تیسرے یہ کہ رمضان کا مہینہ ہونا۔

4- چوتھے مدعی کا موجود ہونا جس کی تکذیب کی گئی ہو۔

پس اگر اس پیشگوئی کی عظمت کا انکار ہے تو دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر پیش کرو اور جب تک نظیر نہ مل سکے تب تک یہ پیشگوئی ان تمام پیشگوئیوں سے اول درجہ پر ہے جن کی نسبت آیت فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ کا مضمون صادق آتا ہے۔''

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح
نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار

آسماں بارد نشاں الوقت مے گوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار

(مسیح موعودؑ)

حضرت اقدس بانی جماعت احمدیہ فرماتے ہیں:

''ہمیں اس بات سے بحث نہیں کہ ان تاریخوں میں کسوف وخسوف رمضان کے مہینہ میں ابتداء دنیا سے آج تک کتنی مرتبہ واقع ہوا ہے۔ ہمارا مدعا صرف اس قدر ہے کہ جب سے نسل انسان دنیا میں آئی ہے نشان کے طور پر کسوف وخسوف صرف میرے زمانہ میں میرے لئے واقع ہوا ہے۔ مجھ سے پہلے کسی کو یہ اتفاق نصیب نہیں ہوا کہ ایک طرف تو اُس نے مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہو اور دوسری طرف اس کے دعویٰ کے بعد رمضان کے مہینہ میں مقرر کردہ تاریخوں میں خسوف کسوف بھی واقع

ہو گیا ہو۔ اور اس نے اس کسوف و خسوف کو اپنے لیے ایک نشان ٹھہرایا ہو۔ غرض صرف کسوف خسوف ......خواہ ہزاروں مرتبہ ہوا اس سے بحث نہیں۔ نشان کے طور پر ایک مدعی کے وقت صرف ایک دفعہ ہوا ہے اور حدیث نے ایک مدعی مہدویت کے وقت میں اپنے مضمون کا وقوع ظاہر کر کے اپنی صحت اور سچائی کو ثابت کر دیا۔''

(چشمہ معرفت ص315، روحانی خزائن جلد23 ص230-229)

آسماں میرے لیے تو نے بنایا اک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لئے تاریک و تار

(مسیح موعودؑ)

ایک اہل حدیث عالم حافظ محمد صاحب ابن مولانا بارک اللہ صاحب لکھوکے والے اپنے پنجابی منظوم کلام ''احوال الآخرۃ'' میں اس آخری زمانہ میں امام مہدی کی آمد کے بارے میں چاند اور سورج گرہن کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

تیرھویں چن ستیہویں سورج گرہن ہو سی اُس سالے
وِچ ماہ رمضانے لکھیا اک روایت والے

یعنی حدیث کی ایک روایت میں یہ لکھا ہے کہ اُس سال ماہ رمضان میں چاند کی تیرہویں اور سورج کی ستائیسویں (اصل اٹھائیسویں۔ ناقل) کو گرہن لگے گا۔

اسی طرح حضرت نعمت اللہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ المتوفی 560ھ نے اپنے مشہور قصیدہ میں آخری زمانہ کے حالات اور امام مہدی کے ظہور کے واقعات لکھے ہیں۔ وہ اپنے بیان میں لکھتے ہیں:

غ ر سال چوں گزشت از سال — بوالعجائب کاروبار مے بینم
ا ح م د مے خوانم — نام آں نامدار مے بینم
مہدی وقت و عیسیٰ دوراں — ہر دو را شہسوار مے بینم
ماہ را رو سیاہ مے نگرم — مہر را دلفگار مے بینم
دور اُو چوں شود تمام بکام — پسرش یادگار مے بینم

اس قصیدہ کو حضرت سید احمد صاحب بریلویؒ مجدد تیرہویں صدی کے خلیفہ حضرت شاہ اسماعیلؒ نے اپنی کتاب اربعین فی احوال المہدیین (سنہ اشاعت 1268ھ) میں درج کیا ہے اور اس قصیدہ کی تاریخ 560ھ مرقوم ہے۔

ترجمہ: آج کے سال سے جب ایک ہزار سال گزریں گے تو عجیب عجیب کام دنیا میں ہوتے ہوئے میں دیکھتا ہوں۔ میں اح م د (یعنی احمد) نام کی ایک بزرگ ہستی کو دیکھتا ہوں جو اس وقت کا مہدی اور عیسیٰ ہوگا۔ یعنی دونوں ناموں کا متحمل ہوگا۔

میں چاند کو سیاہ دیکھتا ہوں اور سورج کو مغموم دیکھتا ہوں (یعنی چاند اور سورج گرہن کا لگنا مجھے نظر آتا ہے۔) اس کا زمانہ جب کامیابی سے پورا ہو جائے گا تو اس کے بعد میں اس کے بیٹے کو اس کے مقام کی یادگار کے طور پر دیکھتا ہوں (یعنی اس کا

بیٹا اس کا خلیفہ بنے گا)

پھر حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب ''اربعین فی احوال لمہدیین'' میں چاند اور سورج گرہن لگنے کی پیشگوئی لکھ کر اس نشان کا اعادہ کیا ہے۔

حضرت نعمت اللہ شاہ ولی نے یہ بھی لکھا:

یک ہزار و دو صد ہشتاد ہشت آں شاہ دیں
مہدی آخر زماں اندر جہاں پیدا شود

کہ شاہِ دین مہدی آخر الزماں 1288ھ میں ظاہر ہوں گے۔ (تاریخ بلوچستان مطبوعہ 1907ء مصنفہ رائے بہادر ھتو رام صاحب)

ایسے ہی شجرۃ الاولیاء صفحہ 165 پر مولوی محمد نور الحق صاحب نے بھی امام مہدی کے زمانہ میں دیگر نشانیاں بیان کرتے ہوئے چاند اور سورج کے مقررہ دنوں میں گرہن لگنے کا ذکر کیا ہے۔

انجیل میں بھی جہاں مسیح کی آمد ثانی کے متعلق دیگر زمینی نشانیاں مذکور ہیں وہاں کتاب متی باب 24 آیت 29 میں مسیح کی آمد ثانی کے وقت آسمانی نشان کے طور پر چاند اور سورج کے تاریک (گرہن) ہو جانے کی پیشگوئی درج ہے۔

امام مہدی کے وقت میں ستارہ ذو السِّنِّین یعنی دم دار ستارہ کے نکلنے کی پیشگوئیاں

''اقتراب الساعۃ'' میں نعیم بن حماد سے مروی ہے کہ مہدی معہود کے زمانہ میں ستارہ ذو السنین طلوع ہوگا۔ کتاب آثار محشر میں بھی دو دندانہ والی شاخ کے ستارہ کے طلوع کو علامات مہدی میں سے قرار دیا ہے۔ حجج الکرامہ میں نعیم بن کعب سے روایت ہے کہ مہدی کے خروج سے قبل ستارہ ذو السنین طلوع ہوگا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مکتوب شصت و ہفتم میں لکھا ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ مہدی کے زمانہ میں مشرق میں ستارہ ذو السنین نکلے گا۔

چنانچہ یہ ستارہ ستمبر 1882ء میں طلوع ہوا۔ دیکھو اخبار ''روزگار'' مدراس مورخہ 30 دسمبر 1882ء

یہ وہی ستارہ ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت طلوع ہوا تھا۔

مزید برآں 28 نومبر 1885ء کی رات بکثرت ستاروں کے ٹوٹنے کا نظارہ جیسا کہ انجیل مرقس باب 13 آیت 25,24 میں مرقوم ہے ظہور میں آیا۔ کنزالعمال جلد 6 صفحہ 13 پر مرقوم ہے کہ مہدی معہود کے زمانہ میں لوگوں کو حج سے روکا جائے گا۔ چنانچہ پنجاب کے مسلمانوں کو طاعون کی وباء کے زمانہ میں حج پر جانے سے روک دیا گیا تھا۔

قارئین کرام! کسی نبی نے اپنے بعد میں آنے والے مامور من اللہ کی شناخت کے بارے میں اتنی وضاحت سے علامات بیان نہیں کی تھیں جتنی کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے مسیح موعود اور امام مہدی کی صداقت ثابت کرنے کیلئے بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ ان تمام علامات کو پورا کرتے ہوئے اس زمانہ کے امام حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ان الفاظ میں

اپنے دعوائے ماموریت کا اعلان فرمایا:

اِنِّیْ اَنَا الْمَھْدِیُّ الَّذِیْ ھُوَ الْمَسِیْحُ الْمُنْتَظَرُ الْمَوْعُوْدُ.

(خطبہ الہامیہ ص 241 حاشیہ)

میں وہ مہدی موعود ہوں کہ جس مسیح موعود کی انتظار کی جا رہی تھی۔

پس کس قدر وضاحت سے آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیاں سچی ہو کر پوری ہوئیں! خداوند تعالیٰ مسلمانوں کو ان علامات کی سچائی سے امام مہدی کو پہچاننے اور اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مسیح موعود اور مہدی آنحضرتؐ کے بروز ہوں گے

دراصل چودھویں صدی ہجری کے آغاز سے علماء اسلام شدت سے مہدی اور مسیح موعودؑ کے ظہور کے منتظر تھے۔ اور وہ یہ مانتے تھے کہ وہ آنحضرت محمد ﷺ کے عین بروز ہوں گے بلکہ شان خاتمیت رکھتے ہوں گے۔ جس طرح گزشتہ انبیاء اور امت محمدیہ کے اولیاء واقطاب بروز ہوئے یعنی ”روح محمدی نے ان کے اندر بروز فرمایا۔ پس یہاں دو روح ہوئے ہیں ایک حضرت محمد ﷺ کی روح جو بارز ہے دوسری اس نبی یا ولی کی روح جو مبروز فیہ اور مظہر ہے۔“

(مقابیس المجالس المعروف بہ اشارات فریدی حصہ دوم ص 112-111 مؤلفہ رکن الدین صاحب مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ 1321ھ زیر انتظام صوفی قادر علی خان)

جناب قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند جو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند کے نواسے ہیں امت محمدیہ میں آنے والے مسیح کی شان اور مرتبہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”لیکن پھر سوال یہ ہے کہ جب خاتم الدجالین کا اصلی مقابلہ تو خاتم النبیین سے ہے مگر اس مقابلہ کے لیے نہ حضور کا دنیا میں تشریف لانا مناسب، نہ صدیوں باقی رکھا جانا شایان شان، نہ زمانہ نبوی میں مقابلہ ختم قرار دیا جانا مصلحت اور ادھر ختم دجالیت کے استیصال کے لیے چھوٹی موٹی روحانیت تو کیا بڑی سے بڑی ولایت بھی کافی نہ تھی عام مجددین اور ارباب ولایت اپنی پوری روحانی طاقتوں سے بھی اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکتے تھے جب تک کہ نبوت کی روحانیت مقابل نہ آئے۔ بلکہ محض نبوت کی قوت بھی اس وقت تک مؤثر نہ تھی جب تک کہ اس کے ساتھ ختم نبوت کا پاور شامل نہ ہو تو پھر شکست دجالیت کی صورت بجز اس کے اور کیا ہو سکتی تھی کہ اس دجالِ اعظم کو نیست و نابود کرنے کے لیے امت میں ایک ایسا خاتم المجددین آئے جو خاتم النبیین کی غیر معمولی قوت کو اپنے اندر جذب کئے ہوئے ہو اور ساتھ ہی خاتم النبیین سے ایسی مناسبت تامہ رکھتا ہو کہ اس کا مقابلہ بعینہ خاتم النبیین کا مقابلہ ہو۔ مگر یہ بھی ظاہر ہے کہ ختم نبوت کی روحانیت کا انجذاب اسی مجدد کا قلب کر سکتا تھا جو خود بھی نبوت آشنا ہو محض مرتبہ ولایت میں یہ تحمل کہاں کہ وہ درجہ نبوت بھی برداشت کر سکے۔ چہ جائیکہ ختم نبوت کا کوئی انعکاس اپنے اندر اتار سکے۔ نہیں بلکہ اس انعکاس کے لیے ایک ایسے نبوت آشنا قلب کی ضرورت تھی جو فی الجملہ خاتمیت کی شان بھی اپنے اندر رکھتا ہو۔ تا کہ خاتم مطلق کے کمالات کا عکس اس میں اتر سکے۔ اور ساتھ ہی اس خاتم مطلق کی ختم نبوت میں فرق بھی نہ آئے۔ اس کی صورت بجز اس کے اور کیا ہو سکتی تھی کہ انبیائے سابقین میں سے کسی نبی کو جو

ایک حد تک خاتمیت کی شان رکھتا ہو اس امت میں مجدد کی حیثیت سے لایا جائے جو طاقت تو نبوت کی لئے ہوئے ہو مگر اپنی نبوت کا منصب تبلیغ اور مرتبہ تشریح لئے ہوئے نہ ہو بلکہ ایک امتی کی حیثیت سے اس امت میں کام کرے اور خاتم النبیین کے کمالات کو اپنے واسطے سے استعمال میں لائے۔“

(تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام صفحہ 229,228 قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند پاکستانی ایڈیشن اول مطبوعہ مئی 1986ء نفیس اکیڈمی کراچی)

باب6

امام مہدی کے ظہور کے بارے میں
بعض اولیاء اللہ کے شواہد

حضرت نعمت اللہ ولی رحمتہ اللہ علیہ کے قصیدہ کے چند اشعار پہلے لکھے جا چکے ہیں۔آنے والے امام مہدی کے بارے میں آپ اللہ تعالیٰ سے علم پا کر کہ وہ کس مرتبہ کا انسان ہے اسی قصیدہ میں یوں پیشگوئی فرماتے ہیں:

قدرتِ کردگار مے بینم حالتِ روزگار مے بینم
از نجوم ایں سخن نمے گویم بلکہ از کردگار مے بینم
ا ح م د مے خوانم نامِ آں نامدار مے بینم
صورت و سیرتش چو پیغمبر علم و حلمش شعار مے بینم

یعنی اُس زمانہ میں خدا کی قدرت اوراس کے حالاتِ حاضرہ مَیں دیکھ رہا ہوں اور یہ باتیں میں نجوم کے اٹکل سے نہیں کہتا بلکہ خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر دیکھتا ہوں۔اح م د یعنی احمد نامی شخصیت کے بارے میں دیکھ کر کہہ رہا ہوں کہ وہ صورت و سیرت میں پیغمبر کی مانند ہوگا اور علم اور حلم اس کا شعار ہوگا۔

پس آنے والا امام مہدی اور مسیح موعود ایک غیر تشریعی اور اُمتی نبی ظلی اور بروزی طور پر نبی کا لقب لیکر آنے والا تھا۔

حضرت سائیں گلاب شاہ صاحب کی پیشگوئی

حضرت میاں کریم بخش صاحب لدھیانوی بہت متقی اور پکے مؤحد اہل حدیث تھے۔انہوں نے حضرت اقدس مرزا صاحب کی بیعت ایک پاکباز ولی اللہ حضرت سائیں گلاب شاہ رحمتہ اللہ علیہ کی شہادت کی بنا پر کی تھی۔مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ حضرت اقدس مرزا صاحب کے مخالفین میں سے تھے۔انہوں نے حضرت میاں کریم بخش صاحب کو بہت زور دیا کہ وہ سائیں گلاب شاہ صاحب کی کشفی شہادت بیان نہ کریں مگر وہ متقی اور حق شناس مرد سچی گواہی دینے سے نہ رہ سکا۔حضرت اقدس مرزا صاحب نے اس شہادت کا تفصیلی ذکر اپنی کتاب ازالہ اوہام حصہ دوم میں کیا ہے۔اس کا کچھ حصہ یہاں اقتباساً پیش ہے:

''میرا نام کریم بخش والد کا نام غلام رسول قوم اعوان ساکن جمالپور اعوانہ تحصیل لدھیانہ پیشہ زمینداری عمر تخمیناً چونسٹھ (64) سال مذہب موحد اہل حدیث حلفاً بیان کرتا ہوں کہ عرصہ تخمیناً تیس یا اکتیس سال کا گزرا ہوگا یعنی 1917 سمت میں جبکہ سن سترہ کا ایک مشہور قحط پڑا تھا ایک بزرگ گلاب شاہ نام جس نے مجھے توحید کا رستہ سکھلایا اور جو باعث اپنے کمالاتِ فقر کے بہت

مشہور ہوگیا تھا۔اوراصل باشندہ ضلع لاہور کا تھا۔ ہمارے گاؤں جماپور میں آ رہا تھا۔اورابتداء میں ایک فقیر سالک اورزاہداور عابدتھااوراسرارتوحیداس کے منہ سے نکلتے تھے آخراُس پرایک ربودگی اور بیہوشی طاری ہوکرمجذوب ہوگیا۔اوربعض اوقات قبل از ظہوربعض غیب کی باتیں اس کی زبان پرجاری ہوتیں اورجس طرح وہ بیان کرتا اسی طرح پوری ہوجاتیں......(یہاں اُن کی بعض پیشگوئیوں کا ذکر ہے جوحرف بحرف پوری ہوئیں۔ناقل)......اس بزرگ نے ایک دفعہ جس بات کوتیس سال کا عرصہ گزرا ہوگا مجھ کوکہا کہ عیسیٰ اب جوان ہوگیا ہےاورلدھیانہ میں آکرقرآن کی غلطیاں نکالے گا۔اورقرآن کی رو سے فیصلہ کرے گا۔اور پھرکہا کہ مولوی اس سے انکارکریں گے۔پھرکہا کہ مولوی انکارکرجائیں گے۔تب میں نے تعجب کی راہ سے پوچھا کہ کیاقرآن میں بھی غلطیاں ہیں۔قرآن تو اللہ کا کلام ہے۔توانہوں نے جواب دیا کہ تفسیروں پرتفسیریں ہوگئیں اورشاعری زبان پھیل گئی (یعنی مبالغہ پرمبالغہ کرکے حقیقتوں کو چھپادیا گیا جیسے شاعر مبالغات پرزوردیکراصل حقیقت کو چھپادیتا ہے)پھرکہا کہ جب وہ عیسیٰ آئے گا توفیصلہ قرآن سے کرے گا۔پھراُس مجذوب نے بات کودہراکریہ بھی کہا تھا کہ فیصلہ قرآن پرکرے گااورمولوی انکارکرجائیں گے۔پھر یہ کہا کہ انکارکریں گے۔اور جب وہ عیسیٰ لدھیانہ میں آئے گا تو قحط بہت پڑے گا۔''پھر میں نے پوچھا کہ عیسیٰ اب کہاں ہیں تواُس نے جواب دیا کہ ''بیچ قادیان کے''یعنی قادیان میں۔تب میں نے کہا کہ قادیان تولدھیانہ سے تین کوس ہے۔ وہاں عیسیٰ کہاں ہیں (لدھیانہ کےقریب بھی ایک گاؤں ہےجس کا نام قادیان ہے)اس کاانہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔اور مجھے کچھ معلوم نہیں تھا کہ ضلع گورداسپور میں بھی کوئی گاؤں ہےجس کا نام قادیان ہے۔پھرمیں نے اُن سے پوچھا کہ عیسیٰ علیہ السلام نبی اللہ آسمان پراٹھائے گئے اورکعبہ پراتریں گے۔تب انہوں نے جواب دیا کہ عیسیٰ بن مریم نبی اللہ تو مرگیا ہےاب وہ نہیں آئے گا ہم نے اچھی طرح تحقیق کیا ہے کہ مرگیا ہےہم بادشاہ ہیں جھوٹ نہیں بولیں گےاورکہا کہ جوآسمانوں والے صاحب ہیں وہ کسی کے پاس چل کرنہیں آیا کرتے۔''

(المظہر۔میاں کریم بخش بمقام لدھیانہ محلّہ اقبال گنج 14 جون 1891ء روزشنبہ)

(منقول ازازالہ اوہام طبع اول ص706 تا709)

حضرت سیداشہدالدین پیرصاحب العَلَم کی تصدیق

حضرت اقدس مرزا صاحب کے وقت میں صوبہ سندھ میں ایک ظاہری اور باطنی علوم سے سرفراز صاحب الحال بزرگ ہستی سیداشہدالدین صاحب عرف پیر''صاحب العَلَم'' کے نام سے مشہورتھی۔انہوں نے ایک صاحب مولوی عبداللہ عرب کی درخواست پرحضرت اقدس مرزاصاحب کے دعویٰ کی صداقت معلوم کرنے کیلئے جناب الٰہی میں استخارہ کیا تھا۔اس کےنتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب اُن پرحق کا انکشاف ہواتو وہ حضرت مرزاصاحب کی ملاقات کیلئے قادیان جانے کو تیارہوگئے۔مگرپھربعض وجوہ کی بناپروہ خودتو نہ جاسکےمگراپنا تصدیقی مکتوب اپنے صاحبزادہ اورخلیفہ عبداللطیف صاحب اور شیخ عبداللہ عرب صاحب کے ہاتھ قادیان حضرت اقدس کی خدمت میں ارسال کیا۔اُن کا یہ خط عربی زبان میں تھا۔حضرت اقدس مرزاصاحب نے اسے اپنی کتاب ضمیمہ انجام آتھم کےصفحہ 60 پرنقل کیا ہے۔ذیل میں اس کا اردوترجمہ دیا جاتا ہے:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کوعالم کشف میں دیکھا۔پس میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ شخص جومسیح موعود

ہونے کا دعویٰ کرتا ہے کیا یہ جھوٹا اور مفتری ہے یا صادق ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ صادق ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس میں نے سمجھ لیا کہ آپ حق پر ہیں۔ بعد اس کے ہم آپ کے امور میں شک نہ کریں گے اور آپ کی شان میں ہمیں کچھ شبہ نہیں ہوگا اور جو کچھ آپ فرمائیں گے ہم وہی کریں گے۔ پس اگر آپ یہ کہیں کہ ہم امریکہ چلے جائیں تو ہم وہیں جائیں گے اور ہم نے اپنے تئیں آپ کے حوالہ کر دیا ہے اور انشاء اللہ ہمیں فرمانبردار پائیں گے۔''

خط نقل کرنے کے بعد حضرت مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''یہ وہ باتیں ہیں جو ان کے خلیفہ عبداللطیف مرحوم اور شیخ عبداللہ عرب نے زبانی بھی مجھے سنائیں اور اب بھی میرے دلی دوست سیٹھ صالح محمد حاجی اللہ رکھا صاحب جب مدراس سے اُن کے پاس گئے تو انہیں بدستور مصدق پایا۔ بلکہ انہوں نے عام مجلس میں کھڑے ہو کر اور ہاتھ میں عصا لیکر تمام حاضرین کو بلند آواز سے سنا دیا کہ میں ان کو اپنے دعویٰ میں حق پر جانتا ہوں اور ایسا ہی مجھے کشف کی رو سے معلوم ہوا ہے۔ اور ان کے صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ جب میرے والد صاحب تصدیق کرتے ہیں تو مجھے بھی انکار نہیں۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص60)

حضرت پیر کوٹھ والے کی شہادت

''ایک بزرگ کامل اہل اللہ صوبہ سرحد کے علاقہ یوسف زئی میں موضع کوٹھ میں رہا کرتے تھے۔ اور کوٹھ والے پیر کہلاتے تھے۔ ان کی وفات 1294 ہجری میں ہوئی تھی۔ حضرت مولوی عبداللہ غزنوی جیسے بزرگ عالم اور ولی کامل بھی ان کی کفش برداری پر فخر کیا کرتے تھے۔ اور مولوی غلام رسول صاحب قلعہ میاں سنگھ والے بھی انہی سے نسبت ارادی رکھتے تھے۔ مولوی حکیم محمد یحییٰ صاحب ساکن دیبگراں نے سنا تھا کہ کوٹھ والے پیر صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مہدی آخرالزمان پیدا ہو گیا ہے مگر ظہور ابھی نہیں ہوا۔ اس امر کی تحقیقات کیلئے حکیم صاحب موصوف کوٹھ تشریف لے گئے وہاں پیر صاحب کے ایک مخلص مرید حافظ نور محمد صاحب سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے بیان کیا کہ ایک دن حضرت کوٹھ والے صاحب وضو کر رہے تھے اور میں روبرو بیٹھا تھا۔ فرمانے لگے کہ ''ہم اب کسی اور کے زمانہ میں ہیں۔'' میں اس بات کو نہ سمجھا اور عرض کیا کہ کیوں۔ کیا حضرت اس قدر معمر ہو گئے ہیں کہ اب آپ کا زمانہ چلا گیا۔ ابھی آپ کے ہم عمر لوگ بہت تندرست ہیں۔ فرمانے لگے کہ ''تو میری بات کو نہیں سمجھا۔ میرا مطلب تو کچھ اور ہے'' پھر فرمانے لگے کہ ''جو خدا کی طرف سے ایک بندہ تجدید دین کیلئے مبعوث ہوا کرتا ہے وہ پیدا ہو گیا ہے ہماری باری چلی گئی۔ میں اس لیے کہتا ہوں کہ ہم کسی غیر کے زمانہ میں ہیں۔'' پھر فرمانے لگے کہ ''وہ ایسا ہوگا کہ مجھ کو تو کچھ تعلق مخلوق سے بھی ہے اس کو کسی کے ساتھ تعلق نہ ہوگا۔ اور اس پر اس قدر شدائد و مصائب آئیں گے جن کی نظیر زمانہ گذشتہ میں نہ ہوگی مگر اس کو کچھ پروا نہ ہوگی اور سب طرح کے تکالیف اور فساد اس وقت ہوں گے اس کو پروانہ ہوگی۔ زمین آسمان مل جائیں گے اور اُلٹ پلٹ ہو جائیں گے اس کو پروانہ ہوگی۔'' ایک اور صاحب گلزار خاں نے جو موضع ٹوپی میں متصل کوٹھ شریف رہتے تھے قسم کھا کر کہا کہ ایک دن حضرت کوٹھ والے بزرگ عام مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور طبیعت اُس وقت بہت خوش و خرم تھی۔ فرمانے لگے کہ ''میرے بعض آشنا مہدی آخرالزمان کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں گے اور اُس کی باتیں اپنے کانوں سے سنیں گے۔'' جب گلزار خاں صاحب نے حکیم محمد یحییٰ صاحب کی زبانی سنا کہ آپ کے مرشد کی پیشگوئی پوری ہوگئی اور مہدی موعود نے

پنجاب میں ظہور فرمایا ہے تو وہ بہت روئے اور کہنے لگے کہ میں بہ وجہ ضعف بصارت کے وہاں تک پہنچ نہیں سکتا۔ میرا اسلام ان تک پہنچانا اور دعا کرانا۔

ایسا ہی ایک خط مولوی حمید اللہ صاحب مُلّا سوات کی طرف سے حضرت اقدس مرزا صاحب کی خدمت میں پہنچا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ ایک روز ہمارے مرشد حضرت صاحب کوٹھ والے فرماتے تھے کہ ''مہدی موعود پیدا ہو گیا ہے لیکن ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ وہ پنجابی بولتا ہے۔'' (از مجدد اعظم صفحہ 768 مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب)

حضرت فقیر صاحب میاں محمود کی کشفی شہادت

صوبہ بلوچستان کے علاقہ بھاگ میں ایک بزرگ ولی اللہ صاحب کشف و کرامت ''فقیر صاحب میاں محمود'' کے نام سے بہت مشہور تھے۔ بلوچستان اور سندھ کے مختلف مقامات کے لوگ ان کے پاس بغرض روحانی فیض یابی زیارت کیلئے حاضر ہوا کرتے تھے ان کے زمانہ میں وہاں کے تحصیلدار جناب قاضی نظیر حسین صاحب بھی ان کی ملاقات کے شوق میں اُن کے ہاں پہنچ گئے تھے۔ بعد میں انہوں نے بذریعہ خط اپنی اس ملاقات کا حال 10 اگست 1903ء کے اخبار الحکم میں شائع کرایا تھا جس میں وہ لکھتے ہیں:

''حال میں بتقریب دورہ 15 جولائی 1903ء کو جب میں شہر فقیر صاحب سے چند میل کے فاصلہ پر ایک مقام میں پہنچا تو مجھے بتلایا گیا کہ جو ارادہ کیا جائے فقیر صاحب بروئے کشف اس سے اطلاع پا کر خود بخود اُسے بتلا دیتے ہیں۔ فقیر صاحب کی ملاقات کا پیشتر سے اشتیاق تھا۔ مگر میں یہ سوچتا تھا کہ کس مدعا پر آپ کی ملاقات کی جائے۔ حضور پاک مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر تو میں پیشتر سے ہی علی وجہ البصیرت ایمان لا چکا ہوں اور اب اس میں کسی قسم کی کوئی گنجائش باقی نہ تھی اور نہ ہے۔ اور اس خیال سے کہ اگر ایسے بزرگ اور صاحب کشف کی شہادت کشفی حضور ممدوح عم کی صداقت دعویٰ پر مل جائے تو منکرین پر حجت ہونے کے علاوہ کیا تعجب کہ بہتوں کے راہ راست پر آنے کا باعث ہو۔ میں نے دل میں ٹھانا کہ فقیر صاحب حضور مسیح موعود عم کے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کی نسبت کشفی شہادت سے کیا بتلا سکتے ہیں اور اس پر اپنا کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس ارادہ کو بطور سوال دل میں ٹھانے ہوئے جب میں فقیر صاحب کے مہمان خانہ میں پہنچا تو میری آمد کی اطلاع پا کر بروئے دستور ملکی مزاج پرسی کے لیے فقیر صاحب نے اپنے بیٹے صاحبزادہ عبدالغفور کو جو قریباً تیس (30) سال کے ہوں گے بھیج دیا۔ بعد احوال مزاج پرسی میں نے خواہش کی کہ میں خود مکان کے اندر جا کر جہاں کہ فقیر صاحب تشریف رکھتے تھے فقیر صاحب سے شرف ملاقات حاصل کروں۔ لاکن فقیر صاحب نے کہلا بھیجا کہ آپ خود باہر آتے ہیں۔ چنانچہ ایک ساعت بعد آپ چار پائی پر لیٹے ہوئے جس کو چھ آدمیوں نے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا تشریف لائے۔ آپ کی عمر قریباً ایک سو برس کے ہے۔ بباعث ضعف پیری و تقاضائے عمر آپ کے ہاتھ پاؤں رعشہ سے کانپتے تھے۔ ریش بالکل سفید اور چہرہ نورانی تھا۔ حواس خمسہ بالکل درست اور بجا تھے۔ اور گفتگو معقولیت سے فرماتے تھے۔ مذہب میں اہل سنت والجماعت اور فرقہ قادریہ کے پابند ہیں۔ اثنائے گفتگو میں جو بہت سے ملکی آدمیوں کے سامنے ہوئی آپ نے مجھ سے استفسار کیا کہ کیا آپ حضرت عیسیٰ (مرزا غلام احمد) کے مرید ہیں۔ جس

کا جواب اثبات میں ملنے پر آپ نے اپنا وہ قصہ اور حالت برملا بیان فرمائی جس کو آپ کے صاحبزادہ عبدالغفور نے قلمبند کیا جو بہ لف اس کے خدمت میں بھیجتا ہوں۔ میاں نور احمد سلطان جن کا ذکر اس شہادت قلمبند شدہ میں ہے نہایت مشہور صاحب کشف ولی اللہ ہو گزرے ہیں اور چند سال سے وفات پا چکے ہیں۔ فقیر صاحب حضور مرزا صاحب کے حلیہ اور دیگر حالات متعلقہ کی نسبت ایک گھنٹہ تک جب تک کہ آپ تشریف فرما رہے ذکر اور استفسار فرماتے رہے۔ جوں جوں میں حضرت ممدوح کی زندگی کے پاک حالات بیان کرتا تھا آپ نہایت ہی مسرت سے سنتے اور خوش ہوتے تھے۔ حتیٰ کہ روانہ ہونے کے وقت آپ نے اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر فرمایا کہ الحمدللہ کہ میں نے اس دارفانی کے چھوڑنے سے پہلے حضور مسیح موعود کا زمانہ پایا۔ خدا کرے کہ آپ کی زیارت بھی مجھے نصیب ہو۔ یہ کہہ کر اندر تشریف لے گئے۔ آپ نے گفتگو میں مجھے کچھ دریافت کرنے کا بہت کم موقع دیا۔ اور خود ہی حالات حضور مسیح موعود کی نسبت دریافت فرماتے رہے جب تک بیٹھے رہے مطلق کوئی اور ذکر نہ ہوا۔ پاس ادب سے میں نے زیادہ جرأت نہ کی اور مشکل سے موقعہ پا کر عرض کیا کہ کیا یہ وہی مسیح ہے جس کے آنے کا وعدہ دیا گیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ''ہاں وہی ہے اور حضرت عیسیٰ سے مشترک بالصفات ہے۔''

اب میں فقیر صاحب کی شہادت جو اُن کے صاحبزادہ عبدالغفور صاحب نے قلمبند کی یہاں درج کرتا ہوں۔ صاحبزادہ عبدالغفور صاحب لکھتے ہیں:

''خدا عزوجل را حاضر و ناظر دانستہ بغرض اظہار صداقت و بطور ادائے شہادت تحریری نمایم کہ بموجودگی، من امروز بالمشافہ قاضی نظیر حسین تحصیلدار صاحب فقیر صاحب میاں محمود احوال بیان نمودہ کہ چہارم سال مے شود کہ ایں جا در لسانِ عوام الناس قصہ مشہور شدہ کہ در پنجاب مرزا غلام احمد حضرت عیسیٰ پیدا شدہ۔ در ضمیر فقیر خیال افتادہ کہ الحمدللہ کہ خداوند تعالیٰ عجب انسان ظاہر کردہ۔ اما طاقتے نہ بود کہ از بارگاہ رسول کریم ﷺ در باب صحت ایں عرض شود۔ شبے بہ ایں خیال در خواب رفتہ کہ ناگاہ مرشدی میاں نور احمد سلطان در خواب آمدہ فرمود کہ ہمیں مرد تحقیق بسیار بابرکت است۔ حالا بہ تمام سندھ ثانی نہ دارد۔ واز وے دین زیادتی بپزیرد۔ اقرار کنی نہ کہ انکار۔ بعدہ حضرت عیسیٰ مرزا غلام احمد را دیدم کہ دندانش متصل نہ بودند بلکہ اندک مفصل بودند۔ در ریش او نورانی و دراز بود و کفش او پاشنہ نہ داشت۔ بعدہ از خواب بیدار شدم'' (تحریر تاریخ 19 ماہ ربیع الآخر 1321 ہجری۔ الراقم عبدالغفور ابن فقیر محمود (عفا عنہما)''

اس تحریر پر قاضی نظیر حسین صاحب اپنی حلفیہ شہادت بھی تحریر فرماتے ہیں وھو ہذا:

''میں خدائے بزرگ کی قسم کھا کر اظہار حق کی غرض سے تصدیق کرتا ہوں کہ فقیر صاحب میاں محمود نے یہ حالات مندرجہ بالا میرے روبرو بیان کئے اور ان کے صاحبزادہ فقیر عبدالغفور صاحب نے اپنی قلم سے قلمبند کئے کیونکہ فقیر صاحب لکھنے سے معذور ہیں۔ (15 جولائی 1903ء، بحوالہ مجدد اعظم صفحہ 936 تا 938)

باب 7

مشرقی ممالک پر عیسائیت کی یلغار اور اہل اسلام کی کسمپرسی کی حالت

برصغیر پاک و ہند قریباً تمام بڑے بڑے عالمی مذاہب کی آماجگاہ ہے۔ اٹھارہویں صدی عیسوی کے آخر اور انیسویں صدی کے شروع میں ان میں اپنے اپنے مذہب کی حمایت میں اور دوسروں پر برتری حاصل کرنے کی غرض سے منظّم جدوجہد کے سلسلہ کا آغاز ہوا۔ اس کے ساتھ ہی ایک تکلیف دہ امر یہ تھا کہ ہندو اور عیسائی دونوں اسلام اور بانی اسلام ﷺ کی ذات بابرکات پر دروغ گوئی سے سخت گند اچھال کر انتہائی دل آزاری کرنے میں فخر محسوس کرنے لگ گئے تھے۔

دیانند سرسوتی کی کتاب ستیارتھ پرکاش اور پادری عماد الدین کی کتاب ہدایت المسلمین میں سخت بدزبانی اور بہتان طرازیوں سے کام لیا گیا تھا۔ پادری عماد الدین کی بدزبانیوں کے خلاف تو خود عیسائیوں نے بھی اُسے ملامت کی تھی۔ چنانچہ پادری کریون کے اخبار ''شمس الاخبار'' لکھنؤ نے اپنی 15 اکتوبر 1875ء کی اشاعت میں لکھا:

''پادری عماد الدین کی تصنیفات کی مانند نفرتی نہیں کہ جس میں گالیاں لکھی ہوئی ہیں۔ اور اگر 1857ء کی مانند پھر غدر ہوا تو اس شخص کی بدزبانیوں اور بے ہودگیوں سے ہوگا۔''

اس کے علاوہ کتاب دافع البہتان مصنفہ پادری رانکلین۔ رسالہ مسیح الدجال مصنفہ ماسٹر رام چندر عیسائی۔ سیرت المسیح والمحمد مصنفہ پادری ٹھاکر داس۔ اندرونہ بائبل مصنفہ ڈپٹی عبداللہ آتھم۔

کتاب محمد کی تواریخ کا اجمال۔ مصنفہ پادری ولیم۔ ریویو براہین احمدیہ مصنفہ پادری ٹھاکر داس۔ سوانح عمری محمد صاحب مصنفہ اورنگ واشنگٹن۔ اخبار نور افشاں، امریکن مشن پریس لدھیانہ، تفتیش الاسلام مصنفہ پادری راجرس، نبی معصوم مطبوعہ امریکن پریس لدھیانہ وغیرہ پادریوں کی گندہ ذہنی کا کھلا ثبوت ہیں۔

اکثر دیارِ اسلامیہ اور ہندوستان میں اس وقت کی غیر ملکی قابض عیسائی حکومتوں نے پادریوں کو اپنی مکمل حمایت اور ہر طرح کی اعانت کے ساتھ کھلی آزادی دے رکھی تھی کہ وہ عیسائیت کے فروغ کیلئے بے خوف وخطر ہو کر اپنے پورے دجل سے کام لیں۔

بدقسمتی سے مسلمان بھی عیسائیوں کی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر ہونا مانتے تھے۔ اور امت محمدیہ کے بگڑ جانے پر اس کے آسمان سے اترنے کے منتظر تھے۔ عیسائی مسلمانوں کو کہتے کہ جس کا رسول زندہ ہے اس کا مذہب بھی زندہ ہے اور جس کا رسول فوت شدہ ہے اس کا مذہب بھی مردہ ہے۔ پس تم لوگ کیوں زندہ رسول (یعنی مسیح) پر ایمان لا کر نہ صرف

روحانی بلکہ ہرطرح کے مادی فوائد سے مالا مال نہیں ہوجاتے۔

یہ پادری قرآن سے دلیل پیش کرتے کہ جب محمد صاحب (ﷺ) سے اُن کے مخالفین نے معجزہ طلب کیا کہ آسمان پر اپنے جسم سمیت جا کر وہاں سے واپس اتر کر دکھا دو تو ہم ایمان لے آئیں گے تو خدا نے اس کے جواب میں کہا کہ ان لوگوں سے کہہ دو ''ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا'' یعنی تمہارا مطالبہ غیر معقول ہے کیونکہ میں ایک بشر رسول ہونے کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکتا۔ اور بشر رسول کا آسمان پر جانا اور اترنا قانونِ قدرت کے خلاف ہے۔ مگر دیکھو کہ یسوع مسیح زندہ آسمان پر چلا گیا اور زندہ ہی پھر دنیا میں جیسا کہ تم مانتے ہو واپس آئے گا۔ اس سے ثابت ہوا کہ یسوع مسیح نہ بشر تھا نہ رسول بلکہ اس سے بڑھ کر وہ خدا کا بیٹا اور خدا کا مظہر ہے۔ اگر وہ محض انسان ہوتا تو کیوں باقی انسانوں کی طرح نہ مرجاتا؟

مسلمانوں کے پاس اس اعتقادی مجبوری اور معاشی بے بسی کے ہوتے ہوئے کوئی جواب نہ بن پڑتا تھا۔ مسلمانوں کا عیسائیوں کی طرح مسیح علیہ السلام کو آسمان پر زندہ تابندہ ماننا دراصل عیسائیوں کے عقیدہ کی عملی تائید کے مترادف تھا اور پادریوں کا مسلمانوں کو الوہیت مسیح کا قائل کرنا بہت آسان ہو گیا تھا۔ مسلمانوں کا تعلیم یافتہ طبقہ پادریوں کے طرح طرح کے وساوس اور اعتراضات کا جواب نہ پا کر جادہ مستقیم سے متزلزل ہو چکا تھا۔ ہزارہا مسلمان کہلانے والے عیسائیت کی آغوش میں چلے گئے بلکہ ان میں سے کئی ایک اسلام کے خلاف مسیحی مناد بن گئے۔ جامع مسجد دہلی کا امام عمادالدین پادری عمادالدین بن کر اسلام کے خلاف یاوا گوئی کرنے لگ گیا۔ اور مولوی عبدالحق لدھیانوی نے مشہور پادری عبدالحق بن کر بقیہ عمر اسلام کی مخالفت میں اور عیسائیت کے حق میں تبلیغ میں گزاری۔

1800ء میں ایک عیسائی پادری ولیم کیری انگلستان سے وارد بنگال ہوا تا کہ ہندوستان میں ''خدا کی بادشاہت'' قائم کرے۔ انگلستان کی پارلیمنٹ میں تمام ہندوستانیوں کو عیسائیت کی آغوش میں لانے کے منصوبے بننے لگے جس کے بعد نصف صدی تک متواتر عیسائی منادوں کی آمد کا تانتا بندھا رہا۔ اس کے نتیجہ میں اس ملک میں عیسائیت نے قدم جما لئے۔

اس کامیابی کو دیکھ کر پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر چارلس ایچی سن نے 1888ء میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

''جس رفتار سے ہندوستان کی معمولی آبادی میں اضافہ ہو رہا ہے اس سے چار پانچ گنا زیادہ تیز رفتاری سے عیسائیت اس ملک میں پھیل رہی ہے اور اس وقت ہندوستانی عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔'' (دی مشنز، مصنفہ آر کلارک، مطبوعہ لنڈن ص234)

1897ء میں ایک مشہور امریکی پادری جان ہنری بیروز کو امریکہ سے ہندوستان لایا گیا اس نے ہندوستان بھر کا ولولہ انگیز دورہ کر کے جگہ جگہ عیسائیت کے فروغ کیلئے تقریریں کیں جن میں عیسائی حکومتوں کے دبدبہ، رعب اور غلبہ کو عیسائیت کے حق پر ہونے کی دلیل کہا نیز اسلامی ملکوں میں مسیحی مذہب کی قبولیت اور ترقی کو سراہتے ہوئے آئندہ کے متعلق وہاں عیسائیت کی مکمل فتح کا یوں ذکر کیا:

''اب میں اسلامی ملکوں میں عیسائیت کی روزافزوں ترقی کا ذکر کرتا ہوں اس ترقی کے نتیجہ میں صلیب کی چمکار اگر ایک طرف لبنان پر جلوہ فگن ہے تو دوسری طرف فارس کے پہاڑوں کی چوٹیاں اور باسفورس کا پانی اس کے نور سے جگمگ جگمگ کر رہا

ہے۔ یہ صورتحال اس آنے والے انقلاب کا پیش خیمہ ہے جب قاہرہ، دمشق اور تہران خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے، حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی خداوند یسوع مسیح کے شاگردوں کے ذریعہ مکہ اور خاص کعبہ کے حرم میں داخل ہوگی اور بالآخر وہاں صداقت کی منادی کی جائے گی کہ ابدی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ حقیقی اور واحد خدا کو اور یسوع مسیح کو جانیں جس کو تو نے بھیجا ہے۔" (بیروز لیکچرز ص42)

اس انتہائی سیاسی اور دینی تنزل کے عالم میں مسلمانوں پر یاس و ناامیدی کی رات طاری تھی۔ وہ دین اسلام کے احیاء کیلئے مادی طاقت سے لیس ایک خونی مہدی کی آمد کے انتظار میں لگے ہوئے تھے جو بزور شمشیر تمام کفار کو موت کے گھاٹ اتارنے والا تھا۔ اس زمانہ کے مسلمان علماء، لیڈروں، شعراء اور حکماء کے خطابات، کتابوں اور نظم و نثر میں بے بسی ناامیدی اور جمود کے سوا کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اس وجہ سے مسلمانوں میں نہ صرف بے رغبتی بلکہ دین سے بدظنی پیدا ہوگئی تھی۔ اس کے مقابلہ میں مسیحیت کا سیاسی غلبہ دنیا بھر میں بڑھتا اور مستحکم ہوتا چلا گیا۔ عیسائی حکومتوں نے اپنے پادری ایجنٹوں کی مدد سے اپنے سیاسی اقتدار کو عروج تک پہنچانے اور مسیحی مذہب کی وسیع اشاعت کرنے کی غرض سے دیگر قوموں کے پیشوایانِ مذاہب پر بہتان تراشیوں اور ناجائز اعتراضات کی مہم کو تیز تر کر دیا اور یوں ان کے پیروؤں کو اُن کے دین سے بدظن کرنے کے منصوبے تیار کئے۔ دنیوی طمع اور لالچ دلا کر بھی اُن کو عیسائی بنایا جانے لگا۔ اسلام کے خلاف ان کے منصوبوں کی شدت زیادہ سخت تھی کیونکہ اُنہیں خطرہ تھا کہ اسلام کے معقول اور عالمگیر اصول دنیا میں پھیل کر کہیں ان کی مسیحی سلطنتوں کو نقصان نہ پہنچائیں۔

کفر و ضلالت اور یاس و ناامیدی کے اس تاریک دور میں بہت سی نیک روحیں امام مہدی اور مسیح موعود کے ظہور کی بے تابی سے منتظر تھیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کی رو سے تمام نشانات اور واقعات ظہور اور وقوع میں آ چکے تھے۔ یاجوج اور ماجوج پوری قوت کے ساتھ دنیا بھر میں مسلط ہو چکے تھے اور دجال خدا کی مخلوق کو گمراہی اور ضلالت کی طرف لئے جا رہا تھا۔ مسلمانوں سے قرآن کا علم اٹھ کر ثریا پر جا پہنچا تھا اور وہ اندرونی جھگڑوں میں پڑ کر ایک دوسرے کی تکفیر کرنے میں مشغول تھے۔ دیگر زمینی اور آسمانی نشانیاں بھی پوری ہو چکی تھیں۔ اسلام پر مصائب کے پہاڑ گر چکے تھے۔ ضرورت تھی تو صرف اس معالج کی جو اپنے مسیحی نفس سے ان کی بیماریوں کو دور کرے اور اُن میں زندگی کی روح پھونکے۔

مشہور عالم مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں:

"مسلمانوں پر عام طور پر یاس و نومیدی اور حالات و ماحول سے شکست خوردگی کا غلبہ تھا۔ 1857ء کی جدوجہد کے انجام اور مختلف دینی و عسکری تحریکوں کو دیکھ کر معتدل اور معمولی ذرائع اور طریقہ کار سے انقلاب حال اور اصلاح سے لوگ مایوس ہو چلے تھے اور عوام کی تعداد کسی مردِ غیب کے ظہور اور ملہم اور موید من اللہ کی آمد کی منتظر تھی۔ کہیں کہیں یہ خیال بھی ظاہر کیا جاتا تھا کہ تیرھویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود کا ظہور ضروری ہے۔" ("قادیانیت" از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ص17)

اس انتظار سے بے خود ہو کر مشہور بزرگ اور صوفی شاعر حضرت سلطان باہو فرماتے ہیں:

چڑھ چناں تے کر روشنائی
تیرا ذکر کریندے تارے ہو

یعنی اے چاند جلد آ کر اپنی روشنی سے اسلام کی ظلمت کدہ رات کو منور کر۔ اور ستارے یعنی علماء ربانی، صلحاء اور اولیاء سب تیرے انتظار میں تیراذکر کر رہے ہیں۔

یورپ کا ایک مفکر سیاح مارس انڈس لکھتا ہے:

''......ضرورت اس بات کی ہوگی کہ عرب دنیا عہدِ نبوی ؐ کی طرح ایک بار پھر حرکت میں آ جائے اور اسی طرح مستحکم بھی ہو جائے۔ عرب قوم نے جن اعلیٰ ذہنی صلاحیتوں اور قوتوں کا ثبوت اُس زمانہ میں دیا وہ صلاحیتیں اور قوتیں عرب دماغ میں آج بھی ہونی چاہئیں۔ آج عرب دنیا سوئی ہوئی ہے اسے کسی محمد کی ضرورت ہے جو اسے نیا الہام دے کر حرکت میں لے آئے۔'' (رسالہ ''نگار'' (بھارت) فروری 1951ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول ص 6)

یورپ کے ایک مشہور پروفیسر میکنزی اپنی کتاب ''انٹروڈکشن ٹو سوشیالوجی'' میں لکھتے ہیں:

''کامل انسانوں کے بغیر سوسائٹی معراج کے کمال کو نہیں پہنچ سکتی اور اس غرض کے لیے محض عرفان اور حقیقت آگاہی کافی نہیں بلکہ ہیجان اور تحریک کی قوت بھی ضروری ہے جسے یوں کہنا چاہیئے کہ یہ معمہ حل کرنے کے لیے ہم نور و حرارت دونوں کے محتاج ہیں......ہمیں معلم بھی چاہیئے اور پیغمبر بھی......غالباً ہمیں ایک مسیح کی ضرورت ہے......''

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول ص 7 ۃ اخبار کوہستان لاہور 2 مارچ 1958ء ص 1)

اس امر کی ترجمانی کرتے ہوئے ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا:

؎ یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں لا الہ الا اللہ

اس شعر میں ڈاکٹر اقبال نے بتایا ہے کہ موجودہ زمانہ کفر و الحاد کا شکار ہو کر اور توحید کا دامن ترک کر کے کس طرح ایک صنم کدہ کی شکل اختیار کر چکا ہے اور اس کی اصلاح کیلئے پھر کسی ابراہیمی صفت مجدد دین کی ضرورت پر زور دیا ہے جو دینِ حق کو شرک اور بدرسومات کے بتوں سے پاک کر دے۔

پس اسی دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق مسیح موعود کو صلیبی عقیدہ کے توڑنے اور مسلمانوں میں نئے سرے سے زندگی کی روح پھونکنے کیلئے مبعوث فرمایا۔

مسیح موعودؑ اور کسرِ صلیب

حدیثوں میں جو مسیح موعود کا ایک کارنامہ کسرِ صلیب بیان ہوا ہے علماء امت نے اس سے یہ مراد لی ہے کہ مسیح موعود نصاریٰ کے عقائد کا قلع قمع کر دے گا۔ یعنی وہ دلائل اور شواہد سے ثابت کر دے گا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر جان نہیں دی تھی بلکہ وہ حسب آیت وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ مقتول اور مصلوب ہونے سے بچائے گئے تھے اور یہودی ان کو قتل

کرنے اور صلیب پر مار کر ان کو لعنتی قرار دینے میں ناکام رہے تھے۔

عیسائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح نے انسانوں کے گناہوں کے بدلہ میں فدیہ کے طور پر صلیب پر جان دی تھی اور اس طرح وہ لوگوں کے گناہوں کا کفارہ ہوگئے اب صرف وہی لوگ اخروی نجات پائیں گے جو ان کی صلیبی موت یعنی کفارہ کے عقیدہ پر ایمان لائیں گے۔

عیسائیوں کے اس خلافِ عقل، خلافِ انصاف اور غلط عقیدہ کی بیخ کنی کیلئے مسیح موعود کی بعثت جناب الٰہی سے مقدر ہو چکی تھی اور اُنہی کے ہاتھوں یہ عظیم کارنامہ سرانجام پایا۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے انجیلی دلائل، تاریخی شواہد اور عقلی دلائل سے یہ ثابت کر دکھایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر جان نہیں دی تھی بلکہ وہ صلیب پر سے زندہ اور غشی کی حالت میں اتار لئے گئے تھے۔ آپ نے انکشاف کیا کہ غشی سے ہوش میں آجانے کے بعد وہ مخفی طور پر اپنے شاگردوں سے ملتے رہے اور پھر تاریخی شواہد پیش کر کے یہ ثابت کیا کہ آپ آسمان پر نہیں گئے بلکہ نصیبین کے راستہ ایران اور افغانستان سے گزر کر کشمیر میں پناہ گزیں ہوئے اور بقیہ عمر وہاں عزت اور وقار سے بسر کی پھر طبعی عمر گزار کر 120 سال کی عمر میں وہیں وفات پائی۔ ان کی قبر سرینگر کے محلّہ خان یار میں واقع ہے۔ یوں مسیح موعود نے عیسائیوں کے صلیبی عقیدہ کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ اور یہ معرکہ عین اس زمانہ میں وقوع میں آیا جب عیسائیت دنیا بھر میں اپنے عروج پر تھی اور یہی مسیح موعود کے ظہور کا بھی وقت تھا۔

اس تعلق میں یہاں جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں ان کے ایک مخلص مرید مولوی نور محمد صاحب نقشبندی کا اعترافِ حقیقت پیش کیا جاتا ہے کہ کس طرح حضرت اقدس مرزا صاحب نے مسیح ناصری کی وفات ثابت کر کے مسلمانوں پر احسان عظیم کیا ہے کہ اُنہیں مسیحیت کے چنگل میں چلے جانے سے بچالیا ہے۔ وہ تحریر کرتے ہیں:

''اسی زمانہ میں پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کر تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنالوں گا...... اسلام کی سیرت واحکام پر جو اس کا حملہ ہوا وہ تو ناکام ثابت ہوا...... مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کیلئے اس کے خیال میں کارگر ثابت ہوا۔ تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہوئے اور لیفرائے اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں اور جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں...... اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی۔''

(دیباچہ ترجمہ قرآن مولوی اشرف علی تھانوی ص 30، 1934ء نور محمد مالک کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی)

حضرت اقدس مرزا صاحب کے اس کارنامہ کے ذکر میں:

جناب مولانا ابوالکلام صاحب آزاد اپنے اخبار وکیل امرتسر کی 30 مئی 1908ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں: ''وہ شخص جو مذہبی دنیا کیلئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کر خفتگانِ خوابِ ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اُٹھ گیا اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی، خاتمہ ہو گیا۔ ان کی

یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے کہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست و پائمال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔''

دہلی کے اخبار ''کرزن گزٹ'' کے ایڈیٹر میرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:

''مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں......ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کی یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا......اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ بلندی ہندوستان میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں......اس کا پرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے اور واقعی اس کی بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ (کرزن گزٹ دہلی یکم جون 1908ء)

مولانا عبدالماجد صاحب دریا آبادی نے لکھا: ''مرزا صاحب تو بہر حال اپنے تئیں خادم اسلام کہتے تھے اور مسیحیوں، آریوں اور ملحدوں کے جواب میں اور تائید اسلام میں سینکڑوں ہزاروں صفحے لکھ گئے ہیں۔''

مولوی ظفر علی خان صاحب آف زمیندار اخبار نے لکھا ''ہندو اور عیسائی مذہبوں کا مقابلہ مرزا صاحب نے نہایت قابلیت کے ساتھ کیا ہے۔'' (زمیندار 12 ستمبر 1923ء)

شمالی ہند کے مشہور مسلم صحافی مولانا سید حبیب مدیر ''ریاست'' اپنی کتاب ''تحریک قادیان'' میں تسلیم کرتے ہیں کہ ''اس وقت کے آریہ اور مسیحی مبلغ اسلام پر بے پناہ حملے کر رہے تھے......مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اترے اور انہوں نے مسیحی پادریوں کا اور آریہ اپدیشکوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہونے کا تہیہ کر لیا۔ مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے۔'' (تحریک قادیان صفحہ 207 تا 210)

''صادق الاخبار'' (ریواڑی) کے ایڈیٹر نے حضور کی وفات پر لکھا ''واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کا کما حقہ ادا کر کے خدمت دین میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامیٔ اسلام اور معین المسلمین فاضل اجل عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔''

حضرت اقدس مرزا صاحب نے خوب سچ فرمایا۔

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحجت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

حضرت اقدس مسیح موعود زمانہ کی ضرورت کو پیش کر کے فرماتے ہیں:

''اے بندگانِ خدا آپ لوگ جانتے ہیں کہ جب امساک باراں ہوتا ہے اور ایک مدت تک مینہ نہیں برستا تو اس کا

آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کوئیں بھی خشک ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ پس جس طرح جسمانی طور پر آسمانی پانی بھی زمین کے پانیوں میں جوش پیدا کرتا ہے اسی طرح روحانی طور پر جو آسمانی پانی ہے (یعنی خدا کی وحی) وہ سفلی عقلوں کو تازگی بخشتا ہے۔ سو یہ زمانہ بھی اس روحانی پانی کا محتاج تھا۔ میں اپنے دعویٰ کی نسبت اس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں عین ضرورت کے وقت خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا گیا ہوں جبکہ اس زمانہ میں بہتوں نے یہود کا رنگ پکڑا اور نہ صرف تقویٰ اور طہارت کو چھوڑا بلکہ اُن یہود کی طرح جو حضرت عیسیٰؑ کے وقت تھے سچائی کے دشمن ہو گئے۔ تب بالمقابل خدا نے میرا نام مسیح رکھ دیا۔ نہ صرف یہ کہ میں اس زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں بلکہ خود زمانے نے مجھے بلایا ہے۔''

(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 ص 428)

پھر اپنی قوم سے مخاطب ہو کر لکھتے ہیں:

''افسوس ہے کہ آسمان گواہی دے رہا ہے اور تم نہیں سنتے۔ اور زمین ضرورت ضرورت بیان کر رہی ہے اور تم نہیں دیکھتے۔ اے بدبخت قوم اٹھ اور دیکھ کہ اس مصیبت کے وقت جو اسلام پیروں کے نیچے کچلا گیا اور مجرموں کی طرح بے عزت کیا گیا۔ وہ جھوٹوں میں شمار کیا گیا۔ وہ ناپاکوں میں لکھا گیا۔ تو کیا خدا کی غیرت ایسے وقت میں جوش نہ مارتی؟ اب سمجھ کہ آسمان جھکتا چلا آتا ہے۔ اور وہ دن نزدیک ہیں کہ ہر ایک کان کو انا الموجود کی آواز آئے۔''

(الحکم 24 جنوری 1904ء)

آپ نے حق کے طالبوں کو اسلام کی سچائی کے نشان دکھلانے کی دعوت دیتے ہوئے فرمایا:

''بالآخر میں پھر ایک طالب حق کو یاد دلاتا ہوں کہ وہ دین حق کے نشان اور اسلام کی سچائی کے آسمانی گواہ جن سے ہمارے نابینا علماء بے خبر ہیں وہ مجھ کو عطا کئے گئے ہیں۔ مجھے بھیجا گیا ہے تا میں ثابت کروں کہ ایک اسلام ہی ہے جو زندہ مذہب ہے۔ اور وہ کرامات مجھے عطا کئے گئے ہیں جن کے مقابلہ سے تمام غیر مذاہب اور ہمارے اندرونی اندھے مخالف بھی عاجز ہیں۔ میں ہر ایک مخالف کو دکھلا سکتا ہوں کہ قرآن شریف اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رو سے معجزہ ہے۔ موسیٰ کے معجزہ سے بڑھ کر اور عیسیٰ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ۔

میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم ﷺ سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے اور اسی کامل انسان پر علوم غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ اور دنیا میں کسی مذہب والا روحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ میں اس میں صاحب تجربہ ہوں...... خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں...... آؤ میں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے اور کس قوم کے ساتھ ہے۔ اسلام اس وقت موسیٰ کا طور ہے جہاں خدا بول رہا ہے۔ وہ خدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چپ ہو گیا۔ آج وہ ایک مسلمان کے دل میں کلام کر رہا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کو شوق نہیں کہ اس بات کو پرکھے؟ پھر اگر حق کو پاوے تو قبول کر لیوے......

او میرے مخالف مولویو! اگر تم کو شک ہو تو چند روز میری صحبت میں رہو اگر خدا کے نشان نہ دیکھو تو مجھے پکڑو اور جس

طرح چاہو تکذیب سے پیش آ ؤ۔ میں اتمام حجت کر چکا۔'' (ضمیمہ رسالہ انجام آتھم ص 61)

جن خوش قسمت لوگوں نے آپ کی آواز پر کان دھرے اور آپ کی صحبت میں آ کر رہے انہوں نے استجابت دعا، مکالمہ الٰہیہ اور الٰہی نشانات کے نمونے بذات خود مشاہدہ کئے اور ان کی زندگی کی کایا پلٹ گئی۔ ان کو بھی یہ روحانی نعمتیں عطا ہونے لگیں جس سے ان کے ایمان کی تکمیل ہوگئی۔ انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد کر کے خدمت اسلام میں خوشی سے ہر طرح کے دکھ اور تکالیف برداشت کرنا گوارا کیا اور اس کی خاطر اپنی جان، مال اور عزت تک کو قربان کرنے میں راحت محسوس کی۔ یہی وہ زندہ ایمان ہے جس کی بدولت ان کی خدمت اسلام میں قربانیوں کی مثال فی زمانہ عالم اسلام میں نہ ملے گی۔ تبلیغ و اشاعت اسلام کی خاطر وہ اکنافِ عالم میں پھیل گئے ہیں اس ایمان اور یقین سے پر ہو کر جو انہیں مامور زمانہ کے ذریعہ سے حاصل ہوا۔ اس کے صلہ میں خارق عادت طور پر خدائی نصرتوں کا ظہور ان پر ہوتا ہے جو ان کے لیے ازدیادِ ایمان کا موجب بنتا ہے۔

تبلیغ اسلام کے جہاد میں اسلام کی فتح کی پیشگوئی کرتے ہوئے حضرت اقدس مرزا صاحب فرماتے ہیں:

''یقیناً سمجھو کہ اس لڑائی میں اسلام کو مغلوب اور عاجز دشمن کی طرح صلح جوئی کی حاجت نہیں۔ بلکہ اب زمانہ اسلام کی روحانی تلوار کا ہے جیسا کہ کسی وقت وہ اپنی طاقت دکھلا چکا ہے۔ یہ پیشگوئی یاد رکھو کہ عنقریب اس لڑائی میں دشمن ذلت کے ساتھ پسپا ہوگا اور اسلام فتح پائے گا۔ حال کے علوم جدیدہ کیسے ہی زور آور حملہ کریں۔ کیسے ہی نئے ہتھیاروں کے ساتھ چڑھ چڑھ کر آئیں مگر انجام کار ان کے لیے ہزیمت ہے میں شکر نعمت کے طور پر کہتا ہوں کہ اسلام کی اعلیٰ طاقتوں کا مجھ کو علم دیا گیا ہے۔ جس علم کی رو سے میں کہتا ہوں کہ اسلام نہ صرف فلسفہ جدیدہ کے حملے سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علوم مخالفہ کی جہالتیں ثابت کرے گا۔ اس کشتی کا ناخدا خداوند تعالیٰ ہے...... وہ ہمیشہ اس کو طوفان اور بادِ مخالف سے بچاتا رہے گا جیسا کہ فرمایا **اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ** '' (آئینہ کمالاتِ اسلام)

حضرت اقدس مرزا صاحب نے اپنی تحریروں، تقریروں اور معجزانہ دعاؤں سے اسلام کی صداقت کو دوسرے مذاہب پر محکم تر دلائل سے ثابت کر دکھایا۔ اسلام کی روحانی تلوار سے اس قدر زور آور اور کارگر حملے کئے کہ مسلمانوں کے اکھڑے ہوئے قدم نہ صرف جم گئے بلکہ ان میں ایمانی جرأت وحمیت پیدا ہوگئی اور وہ اسلام کو دیگر اقوام کے سامنے پیش کر کے ان سے اس کی صداقت کو منوانے لگ گئے آج ہمیں تمام مذاہب کے مقابلہ میں اسلام کی صداقت اور غلبہ کے نمایاں آثار سامنے نظر آنا شروع ہو گئے ہیں۔ آج عیسائی منادآپ کے پیش کردہ براہین قاطعہ کے سامنے آنے کی جرأت نہیں رکھتے۔

نیز آپ نے اسلام کے مختلف فرقوں کے اندرونی اختلافات اور دوسرے مشکل مسائل کا حل ایسے پر حکمت طریقہ سے پیش کیا کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہ تھا۔ آپ کے ہاتھوں اصلاح وتجدید کے کارناموں کی نظیر ماضی میں کہیں نہ ملے گی۔

آپ کا ایک الہامی شعر اس ضمن میں نہایت صفائی سے پورا ہوا ؎

چوں دورِ خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

حضرت اقدس نے یہ امر نہایت واضح کیا کہ غلبہ اسلام کسی مادی تلوار سے حاصل نہیں ہوگا بلکہ جس طرح دشمن قلم اور صحافت کے زور سے اسلام پر حملہ آور ہوا ہے ایسے ہی اس زمانہ میں اسلام کا جہاد سیف کی بجائے قرآن مجید سے کیا جائے گا چنانچہ آپ نے خدائی ارشاد و **جاھدھم به جھادا کبیرا** کے تحت قرآن مجید کے ہتھیار سے قلمی جہاد شروع کیا۔ آپ نے اپنی تحریروں، تقریروں اور معرکتہ الآراء تصانیف کے ذریعہ سے نہ صرف عیسائیوں، ہندوؤں، سکھوں اور دیگر اسلام دشمن طاقتوں کے اعتراضات کو کالعدم کیا بلکہ دنیا کو اسلام کا اصلی اور خوبصورت ترین چہرہ دکھایا۔ اس چہرہ کو دیکھ کر احرار یورپ کی بھی بہت سی نیک روحیں رواں دواں کلمہ شہادت پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوگئیں اور ہو رہی ہیں۔

باب 8

تعارف حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود کے مورثِ اعلیٰ مرزا ہادی بیگ صاحب 1530ء میں اپنے خاندان سمیت سمرقند سے ہجرت کر کے پنجاب میں وارد ہوئے اور قادیان کی ریاست کی بنیاد رکھی۔ آپ ایرانی قبیلہ برلاس سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب کے والد کا نام حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب تھا اور والدہ کا حضرت چراغ بی بی صاحبہ۔ آپ 14 شوال 1250ھ بمطابق 13 فروری 1835ء بروز جمعتہ المبارک طلوع فجر کے بعد قادیان میں تولد ہوئے۔ امام مہدی سے متعلق حضرت محی الدین ابن عربی کی پیشگوئی مندرجہ فصوص الحکم کے مطابق آپ توام پیدا ہوئے یعنی آپ کے ساتھ ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی تھی۔ جو بچپن ہی میں فوت ہوگئی۔

بچپن ہی سے آپ کو نیکی اور دینی کاموں سے قدرتی طور پر محبت تھی اور عام بچوں کی طرح کھیل کود میں کم ہی دلچسپی لیتے تھے۔ کسی حد تک تیراکی اور گھوڑ سواری میں رغبت تھی۔ بطور ورزش کئی کئی میل تک پیدل سیر کرنا آپ کا معمول تھا جو آخر عمر تک جاری رہا۔

اس زمانہ کے ملکی دستور کے مطابق آپ کی مروجہ تعلیم گھر پر ہوئی۔ آپ کو تنہائی میں خداتعالیٰ کی عبادت اور ریاضت دینی سے خاص اُنس تھا۔ آپ کا اکثر وقت مسجد میں نمازوں کی ادائیگی اور دینی کتب کے مطالعہ میں صرف ہوتا تھا اس وجہ سے اکثر لوگ آپ کو "مسیتڑ" (یعنی مسجد میں رہنے والا) کے نام سے پکارتے تھے۔ آپ کے دینی انہماک کی وجہ سے آپ کو اوائل جوانی سے ہی کشوف اور رء یا صالحہ ہونے لگ گئے تھے۔ ایک دفعہ ایک بزرگِ دین حضرت مولوی غلام رسول صاحب ساکن قلعہ میہاں سنگھ نے جب آپ کو بچپن میں دیکھا تو فرمایا کہ "اگر اس زمانہ میں کوئی نبی ہوتا تو یہ لڑکا نبوت کے قابل ہے۔" (سیرت المہدی، رجسٹر روایات صحابہ نمبر 12 ص 104) آپ کو قرآن مجید سے بے حد عشق تھا اور نہایت فکر و تدبر سے اس کی تلاوت میں مشغول رہتے۔ آپ اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں:

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں۔ قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے۔

آپ کے والد صاحب آپ کو مطالعہ کم کرنے اور کسی دنیوی کاروبار یا ملازمت اختیار کرنے کی نصیحت و تحریک کرتے تو اس کے جواب میں آپ جواب دیتے کہ "میں تو خدا کا نوکر ہوگیا ہوں" اس زمانہ میں آپ کو پہلی دفعہ آنحضرت ﷺ کی رء یا میں زیارت ہوئی۔ اوائل عمر ہی سے آپ کے دل میں خدا کے رسول اور اس کے دین کیلئے بے پناہ غیرت و حمیت کا جذبہ موجزن تھا۔ چنانچہ آپ نے سولہ سترہ سال کی عمر ہی سے مسیحیوں کے اسلام پر اعتراضات کو جمع کرنے کا کام شروع کر دیا تھا۔

اپنے والد بزرگوار کے بارہا اصرار پر اور قرآن مجید کے ارشاد کی روشنی میں اُن کی اطاعت کرتے ہوئے آپ 1864ء سے 1868ء تک سرکاری ملازمت کے سلسلہ میں سیالکوٹ میں مقیم رہے۔ دفتری اوقات کے علاوہ باقی کا سارا وقت

آپ تلاوت قرآن، عبادت الٰہی، مطالعہ کتب دینی، خدمتِ خلق اور تبلیغ اسلام میں صرف کرتے۔

جناب مولوی سراج دین صاحب بانی اخبار زمیندار آپ کی اس زمانہ کی زندگی کے متعلق اپنی چشم دید شہادت میں تحریر فرماتے ہیں:۔''مرزا غلام احمد صاحب 1860ء ۔ 1861ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے۔ اس وقت آپ کی عمر 22-23 سال کی ہوگی۔ اور ہم چشم دید شہادت سے کہتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔'' (زمیندار 8 جون 1908ء)

آپ کے والد محترم آپ کے تقویٰ اور تعلق باللہ کو دیکھ کر فرمایا کرتے تھے کہ:

''جو حال پاکیزہ غلام احمد کا ہے وہ ہمارا کہاں ۔ یہ شخص زمینی نہیں آسمانی ہے۔ یہ آدمی نہیں فرشتہ ہے۔'' (تذکرۃ المہدی جلد 2 صفحہ 33)

آپ کی پہلی شادی پندرہ سال کی عمر میں اور دوسری شادی تقریباً پچاس سال کی عمر میں ہوئی۔

زمانہ قیام سیالکوٹ میں آپ نے تبلیغ اسلام اور ردمسیحیت کا پُرجوش محاذ کھول دیا۔ خصوصاً سکاچ مشن کے نامور پادری سے آپ کے کئی ایک بڑے مباحثے ہوئے جن کا ذکر علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کے استاد جناب شمس العلماء مولوی سید میر حسن صاحب سیالکوٹی کے بیانات میں ملتا ہے۔ نیز مولوی صاحب موصوف نے اپنے ایک بیان میں ذکر فرمایا ہے کہ ''حضرت مرزا صاحب پہلے محلّہ کشمیریاں جو اس عاصی پر معاصی کے غریب خانہ کے بہت قریب ہے عمرا نامی کشمیری کے مکان پر کرایہ پر رہا کرتے تھے۔ کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قران شریف کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر، کھڑے ہوکر، ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے۔ زارزار رویا کرتے تھے۔ ایسی خشوع وخضوع سے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ افسوس ہم نے ان کی قدر نہ کی۔ ان کے کمالات روحانی کو بیان نہیں کرسکتا۔ اُن کی زندگی معمولی انسان کی زندگی نہ تھی بلکہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو خدا تعالیٰ کے خاص بندے ہوتے ہیں اور دنیا میں کبھی کبھی آتے ہیں۔'' (الحکم 17 اپریل 1934ء)

اُس زمانہ میں اسلام مسیحیوں، ہندوؤں اور دیگر مذاہب کے اعتراضات کا نشانہ بنا ہوا تھا۔ مسلمانوں کی دینی، اخلاقی اور مالی حالت زوال پذیر تھی۔ 1872ء میں آپ نے اسلام کی تائید میں قلمی جہاد کا آغاز فرمایا اور اخبار منشور محمدی (بنگلور) اور دوسرے اسلامی اخبارات میں آپ کے مضامین کی اشاعت ہونے لگی۔ آپ نے شعر وسخن کے ذریعہ بھی تبلیغ اسلام کا حق ادا کیا۔

1875ء میں آپ نے 9 ماہ تک متواتر روزوں کا ایک بڑا مجاہدہ انجام دیا۔ اس دوران آپ کو عالم روحانی میں انبیاء، صلحاء، اہل بیت نبوی اور آنحضرت ﷺ کی عین بیداری کی حالت میں زیارت نصیب ہوئی۔

1880ء سے 1884ء تک آپ کے قلم سے ایک معرکۃ الآراء کتاب براہین احمدیہ منصۂ شہود پر آئی۔ اس کتاب کا پورا نام، براہین احمدیہ علیٰ حقیقۃ القرآن والنبوۃ المحمدیہ'' ہے۔ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے یہ کتاب آپ نے قرآن مجید اور رسول کریم ﷺ کی صداقت اور حقانیت کے ثبوت میں تحریر فرمائی۔

اس کتاب کی اشاعت پر ہندوستان بھر میں ایک تہلکہ مچ گیا۔ مسلمانانِ ہند جو مسیحیت، آریہ سماج اور مغربی فلسفہ والحاد

کے خلاف کوئی جواب نہ پاتے تھے اس نوعیت کے بے مثال دفاع سے اپنے اندر نئی روحانی طاقت پانے لگ گئے جبکہ دشمنانِ اسلام کے ہاں مایوسیوں کا عالم چھا گیا۔مسلمان علماء اور اکابر نے اس کتاب کو اسلامی حمایت کا عظیم کارنامہ قرار دیا۔

آپ نے اس کتاب میں اسلام کی صداقت میں تین سو براہین قاطعہ وساطعہ بیان فرمائے اور دنیا بھر کے مذاہب کے عمائدین اور مخالفین اسلام کو چیلنج کیا کہا گر وہ ان تین سو دلائل میں سے ایک دلیل کو بھی توڑ کر دکھا سکیں تو ان کو دس ہزار روپیہ نقد انعام دیا جائے گا۔اگر یہ نہ ہو سکے تو اپنی مذہبی الہامی کتب سے اتنے ہی دلائل یا اس سے نصف یا تیسرا حصہ یا چوتھا حصہ یا پانچواں حصہ ہی اپنے مذہب کی تائید اور اسلام کی تردید میں پیش کر سکیں تو اسی قدر انعام کے مستحق قرار پائیں۔مگر آج تک کسی کو ایسی ہمت نہ ہو سکی

آزمائش کیلئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

(مسیح موعود)

کتاب براہین احمدیہ اور اس کے مقدس مصنف کے متعلق اس زمانہ کے لوگوں کی جو آراء تھیں ان میں سے نمونہ کے طور پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو نامور عالم دین اور فرقہ اہل حدیث کے سردار مانے جاتے تھے کی رائے درج ذیل کی جاتی ہے جسے انہوں نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں شائع کیا تھا۔وہ لکھتے ہیں:

”مولف براہین احمدیہ کے حالات وخیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین میں سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔مولف صاحب ہمارے ہم وطن ہیں بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی وشرح مُلّا پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب ہیں اس زمانہ سے آج تک ہم میں ان میں خط وکتابت وملاقات ومراسلت برابر جاری ہے۔اس لئے ہمارا یہ کہنا کہ ہم ان کے حالات سے بہت واقف ہیں مبالغہ قرار نہ دیئے جانے کے لائق ہے۔...... ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی اور آئندہ کی خبر نہیں **لَعَلَّ اللّٰهُ يُحْدِثُ بَعْدَ ذَالِكَ اَمْــرًا**۔اور اس کا مولف اسلام کی مالی وجانی وقلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک ایسی کتاب بتادے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ وبرہموسماج سے اس زور وشور سے مقابلہ کیا گیا ہو۔اور دو چار ایسے اشخاص انصارِ اسلام کی نشان دہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی وجانی وقلمی ولسانی کے علاوہ مالی نصرت کا بھی بیڑہ اٹھالیا ہو۔اور مخالفین اسلام اور منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدّی کے ساتھ یہ دعویٰ کیا ہو کہ جسکو وجودِ الہام کا شک ہو وہ ہمارے پاس آکر اسکا تجربہ ومشاہدہ کرے۔اور اس تجربہ اور مشاہدہ کا غیر اقوام کو مزہ بھی چکھا دیا ہو۔“(اشاعت السُنّہ جلد 7 نمبر 6۔صفحہ 170-169: ریاض ہند پریس۔امرتسر۔1884ء)

مولف براہین احمدیہ مخالف وموافق کے تجربہ اور مشاہدہ کی رو سے واللہ حسیبہ شریعت محمدیہ پر قائم اور پرہیزگار وصداقت شعار ہیں۔(ایضاً جلد 7 نمبر 9)

افسوس کہ یہ صاحب آپ کے دعویٰ مسیحیت پر آپ کے سخت مخالف ہو گئے اور اپنی بقیہ عمر بھی آپ کی تکفیر، تکذیب اور مخالفت میں بسر کر دی۔

اسلام کی صداقت پر آپ نے عربی، فارسی اور اردو میں قریباً اسی کتابیں لکھی ہیں اور ہزارہا اشتہارات شائع کئے۔ آپ کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے دینِ اسلام کو دیگر تمام مذاہب پر غالب کیا اور اسلام کے خوبصورت چہرہ پر جو غبار آ گیا تھا اسے دور کیا۔ ان کتب میں سے کئی ایک ایسی ہیں جن پر آپ نے انعام مقرر فرمائے کہ اگر کوئی ان جیسی کتاب لکھ لائے تو اس کو اس قدر نقد انعام دیا جائے گا۔ لیکن جیسا کہ احادیث میں لکھا ہے کہ امام مہدی مال کو تقسیم کرے گا لیکن اس کو کوئی لے گا نہیں۔ کسی کو اس مال کے لینے کی ہمت و جرات نہ ہوئی اور نہ ہی ہو سکتی ہے۔

آپ کا ذوقِ تبلیغ اور جذبۂ عبادت بحرِ متموج کی صورت اختیار کر گیا۔ آپ دنیوی دھندوں سے بے نیاز ہو کر ہمہ تن خدمتِ دین میں سرگرم عمل ہو گئے اور ہر جانب سے اسلام کا دفاع کیا۔ برہمو سماج، آریہ سماج اور عیسائیت پر خصوصی قوت سے حملہ آور ہوئے اور اسلام کی فتح نمایاں کا موجب بنے۔ عقلمند اور ضرورت شناس لوگ آپ کے معتقد ہو گئے اور خدا کا شکر ادا کرنے لگ گئے کہ اس نے ایک ایسا خادم اسلام پیدا کر دیا ہے جس نے اس کی خدمت کا بیڑا اٹھا لیا ہے۔

اس دور میں ہندوستان پر انگریزوں کی حکومت مستحکم ہو چکی تھی اور ان کی مدد سے مسیحی مناد پوری شد و مد سے عیسائیت کی تبلیغ اور فروغ میں محو تھے۔ خصوصاً اسلام کے خلاف سینکڑوں دل آزار کتابیں اور لکھوکھا اشتہارات شائع کر کے باقاعدگی سے تقسیم کئے جانے لگے۔ ان کے اثر سے ہندوستان میں مسیحیوں کی تعداد 1851ء میں اکانوے ہزار سے بڑھ کر 1881ء میں پونے پانچ لاکھ تک پہنچ گئی تھی۔ اس رفتار سے وہ اسلام کو جلد تر مٹا ڈالنے پر تلے بیٹھے تھے۔ عیسائیت کے علاوہ ہندوؤں میں سے آریہ سماج اور برہمو سماج بھی اسلام کے خلاف زہر آلود پراپیگنڈا کرنے اور قرآن مجید اور رسول کریم کی صداقت کو مشتبہ کرنے کی غرض سے میدان میں نکل آئے تھے۔ لکھے پڑھے مسلمان یورپ کے فلسفہ کے زیر اثر اور عیسائی ممالک کی مادی ترقیات سے مرعوب ہو کر اسلام اور الہام الٰہی سے منہ موڑتے جا رہے تھے۔ ادھر علماءِ دین فرقہ وارانہ تکفیر بازی کے مشغلہ سے فرصت نہ پاتے تھے۔

مسلمانوں کی حالت زار دیکھ کر حضرت اقدس مرزا صاحب انتہائی بے چین ہو گئے تھے چنانچہ آپ کے ایک صحابی جناب مولوی فتح دین صاحب دھرمکوٹی روایت کرتے ہیں: کہ

''ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آدھی رات کے قریب حضرت صاحب بہت بے قراری سے...... ایک کونہ سے دوسرے کونہ کی طرف...... چلے جاتے ہیں...... حضور ؑ نے ان کے استفسار پر اس حالت واردہ کی یہ وجہ بیان فرمائی کہ جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے اور جو جو مصیبتیں اس وقت اسلام پر آ رہی ہیں۔ ان کا خیال آتا ہے۔ تو ہماری طبیعت سخت بے چین ہو جاتی ہے۔ اور یہ اسلام ہی کا درد ہے جو ہمیں اس طرح بے قرار کر دیتا ہے۔'' (سیرۃ المہدی جلد 3 صفحہ 29)

پھر اسلام اور اہل اسلام کی بے بسی کی حالت کے پیش نظر حضرت اقدس اپنے دلی دکھ درد کا اظہار اپنے ان اشعار میں فرماتے ہیں:

دن چڑھا ہے دشمنانِ دیں کا ہم پر رات ہے
اے مرے سورج نکل باہر کہ میں ہوں بیقرار
فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتیِ اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار
کھا رہا ہے دیں طمانچے ہاتھ سے قوموں کے آج
اک تزلزل میں پڑا اسلام کا عالی منار
دل نکل جاتا ہے قابو سے یہ مشکل سوچ کر
اے مری جاں کی پناہ فوج ملائک کو اتار
میرے زخموں پر لگا مرہم کہ میں رنجور ہوں
میری فریادوں کو سن میں ہوگیا زار و نزار
دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعفِ دینِ مصطفیٰ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
یا الٰہی فضل کر اسلام پر اور خود بچا
اس شکستہ ناؤ کے بندوں کی اب سن لے پکار
ایک عالم مرگیا ہے تیرے پانی کے بغیر
پھیر دے اے میرے مولیٰ اس طرف دریا کی دھار
کشتیِ اسلام بے لطفِ خدا اب غرق ہے
اے جنوں کچھ کام کر بیکار ہیں عقلوں کے وار
وہ لگا دے آگ میرے دل میں ملت کے لیے
شعلے پہنچیں جس کے ہر دم آسماں تک بیشمار
پیشہ ہے رونا ہمارا پیشِ ربِّ ذوالمنن
یہ شجر آخر کبھی اس نہر سے لائیں گے بار
نسلِ انساں سے مدد اب مانگنا بے کار ہے
اب ہماری ہے تری درگاہ میں یا رب پکار

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

آپ کے دل میں غیرت دینی نے جوش مارا اور حمیت اسلام کے بھرپور جذبے سے آپ نے قرآن مجید کے اور رسول خدا ﷺ کی صداقت کے براہین ساطعہ اور دلائل قاطعہ سے اسلام کا زبردست دفاع اختیار کیا۔ ''براہین احمدیہ'' اس دفاع کیلئے ہراول دستہ تھا۔ نیز آپ نے مغربی سائنس اور فلسفہ کی آڑ میں اسلام پر کیئے گئے اعتراضات کے مسکت جواب دیکر دنیا کو اسلام کا چمکتا ہوا روشن چہرہ دکھایا۔ دراصل اللہ تعالیٰ اب آپ کو دنیا کی ہدایت و راہنمائی کیلئے مامور کرنے والا تھا۔ چنانچہ آپ

تحریر فرماتے ہیں:

’’ایک مرتبہ الہام ہوا جس کے معنے یہ تھے کہ ملاء اعلیٰ کے لوگ خصومت میں ہیں۔یعنی ارادہ الٰہی احیاءِ دین کے لیے جوش میں ہے۔لیکن ہنوز ملاء اعلیٰ پر شخص محیی کی تعیین ظاہر نہیں ہوئی۔‘‘(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 502وتذکرہ صفحہ 42)

فرمایا:

’’اسی اثناء میں خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محیی کی تلاش کرتے پھرتے ہیں اور ایک شخص اس عاجز کے سامنے آیا اور اشارہ سے اس نے کہا۔

هٰذَا رَجُلٌ يُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

یعنی وہ آدمی ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے اور اس قول کا مطلب تھا کہ شرطِ اعظم اس عہدہ کی محبت رسول ہے۔سو وہ اس شخص میں متحقق ہے۔‘‘(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 503وتذکرہ صفحہ 42)

نیز تحریر فرمایا:

’’ابھی تھوڑے سے دن گزرے ہیں کہ ایک مدقوق اور قریب الموت انسان مجھے دکھائی دیا اور اس نے ظاہر کیا کہ میرا نام دین محمد ہے اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ دین محمدی ہے جو مجسم ہو کر نظر آیا۔اور میں نے اس کو تسلی دی کہ تو میرے ہاتھ سے شفا پائے گا۔‘‘(تذکرہ صفحہ 186)

اسی طرح آپ کو الہام ہوا:

”يحيى الدين و يقيم الشريعة“ وہ دین کو قائم کرے گا۔اور شریعت کو زندہ کرے گا۔‘‘

پھر آپ نے ایک رءیا دیکھا جس کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’ایک رات میں لکھ رہا تھا کہ اسی اثناء میں مجھے نیند آ گئی اور میں سو گیا۔اس وقت میں نے آنحضرت ﷺ کو دیکھا۔آپ کا چہرہ بدر تام کی طرح درخشاں تھا۔آپ میرے قریب ہوئے اور میں نے ایسا محسوس کیا کہ آپ مجھ سے معانقہ کرنا چاہتے ہیں۔چنانچہ آپ نے مجھ سے معانقہ کیا۔اور میں نے دیکھا کہ آپ کے چہرہ سے نور کی کرنیں نمودار ہوئیں۔اور میرے اندر داخل ہو گئیں۔میں ان انوار کو ظاہری روشنی کی طرح پاتا تھا۔اور یقینی طور پر سمجھتا تھا کہ میں انہیں محض روحانی آنکھوں سے ہی نہیں بلکہ ظاہری آنکھوں سے بھی دیکھ رہا ہوں۔اور اس معانقہ کے بعد نہ ہی میں نے محسوس کیا کہ آپ مجھ سے الگ ہوئے ہیں۔اور نہ ہی یہ سمجھا کہ آپ تشریف لے گئے ہیں۔اس کے بعد مجھ پر الہام الٰہی کے دروازے کھول دیئے گئے۔اور میرے رب نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔

یا احمد بارک الله فیک . ما رمیت اذ رمیت ولکن الله رمی. الرحمن علم القران. لتنذر قوما ما انذر اباء هم . ولتستبین سبیل المجرمین. قل انی امرت و انا اول المومنین.

یعنی اے احمد خدا نے تجھ میں برکت رکھ دی ہے۔جو کچھ تو نے چلایا وہ تو نے نہیں چلایا۔بلکہ خدا نے چلایا۔خدا نے تجھے

قرآن سکھلایا تا کہ تو ان لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے ڈرائے نہیں گئے۔ اور تا کہ مجرموں کی راہ کھل جائے۔ کہہ میں خدا کی طرف سے مامور ہوں اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔ (تذکرہ صفحہ 43-44)

26 مارچ 1882ء میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہاماً آپ کو ماموریت کے مقام پر فائز کیا گیا۔ اس امر کا اظہار آپ نے براہینِ احمدیہ کی تالیف واشاعت کیلئے جو اعلان کیا تھا اس میں ان الفاظ میں فرمایا:

''خدا تعالیٰ کی طرف سے مولف نے ملہم و مامور ہوکر بغرض اصلاح وتجدید دین تالیف کیا ہے۔'' اس کے نتیجہ میں 1884ء اور 1885ء میں آپ نے دنیا بھر کے غیر مسلم مذہبی لیڈروں کو اسلام کی صداقت میں نشان نمائی کی دعوت دی۔ انہیں اس کے متعلق بیس ہزار کی تعداد میں اردو اور انگریزی زبان میں اشتہارات بذریعہ ڈاک بھجوائے (بعض کو بذریعہ رجسٹری ڈاک) مگر کوئی مخالف اسلام مذہبی راہنما اس کے لیے تیار نہ ہوا۔

اس اشتہار میں آپ نے لکھا: ''اور مصنف کو اس بات کا بھی علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور ایک دوسرے سے بشدت مناسبت ومشابہت ہے اور اس کو خواص انبیاء و رسل کے نمونہ پر محض ببرکت متابعت حضرت خیرالبشر وافضل الرسل ﷺ ان بہتوں پر اکابر اولیاء سے فضیلت دی گئی ہے کہ جو اس سے پہلے گزر چکے ہیں اور اس کے قدم پر چلنا موجب نجات وسعادت وبرکت اور اس کے برخلاف چلنا موجب بعد وحرمان ہے......''

آپ نے یکم دسمبر 1888ء کو ایک اشتہارِ عام میں زیرِ عنوان ''تبلیغ'' لوگوں کو مطلع فرماتے ہوئے لکھا: ''میں اس جگہ ایک اور پیغام بھی خلق اللہ کو عموماً اور اپنے بھائی مسلمانوں کو خصوصاً پہنچاتا ہوں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ حق کے طالب ہیں وہ سچا ایمان اور سچی ایمانی پاکیزگی اور محبت مولیٰ کا راہ دیکھنے کیلئے اور گندی زیست اور کاہلانہ اور غدارانہ زندگی کے چھوڑنے کیلئے مجھ سے بیعت کریں...... یہ ربانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے۔ اس بارہ میں عربی الہام یہ ہے:

اِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ .وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَ وَحْيِنَا. اَلَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ. يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ''

ترجمہ: ''جب تو ارادہ کرے تو اللہ پر توکل رکھ۔ تو میری اجازت سے اور میری آنکھوں کے روبرو یہ کشتی تیار کر۔ جو لوگ تجھ سے بیعت کریں گے وہ خدا سے بیعت کریں گے۔ خدا کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی اصلاح کے کام پر مامور کئے جانے پر آپ نے 23 مارچ 1889ء کو شہر لدھیانہ میں لوگوں سے پہلی دفعہ بیعت لی جس کا مقصد آپ نے توبہ اور حصول تقویٰ بتایا۔ نیز مبایعین سے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد لیا۔

اغراض ومقاصدِ بیعت

بیعت کرنے کی غرض کے متعلق آپ فرماتے ہیں ''سو بیعت سے یہ غرض ہے کہ بیعت کرنے والا اپنے نفس کو مع اس

کے تمام لوازم کے ایک راہبر کے ہاتھ میں اس غرض سے بیچے کہ تا اس کے عوض میں وہ معارفِ حقہ اور برکات کاملہ حاصل کرے جو موجب معرفت اور نجات اور رضامندی باری تعالیٰ ہوں۔اس سے ظاہر ہے کہ بیعت کرنے سے صرف توبہ منظور نہیں کیونکہ ایسی توبہ تو انسان بطور خود بھی کرسکتا ہے بلکہ وہ معارف اور برکات اور نشان مقصود ہیں جو حقیقی توبہ کی طرف کھینچتے ہیں......''

حضرت اقدس نے 4 مارچ 1889ء کو ایک اشتہار میں بیعت کی اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا: ''یہ سلسلہ بیعت محض بمراد فراہمی طائفہ متقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کیلئے ہے تا ایسا متقیوں کا ایک بھاری گروہ دنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اوران کا اتفاق اسلام کیلئے برکت وعظمت ونتائج خیر کا موجب ہو اور وہ ببرکت کلمہ واحدہ پر متفق ہونے کے اسلام کے پاک ومقدس خدمات میں جلد کام آسکیں۔اور ایک کاہل اور بخیل و بے مصرف مسلمان نہ ہوں اور نہ ان نالائق لوگوں کی طرح جنہوں نے اپنے تفرقہ ونااتفاقی کی وجہ سے اسلام کو سخت نقصان پہنچایا ہے اوراس کے خوبصورت چہرہ کو اپنی فاسقانہ حالتوں سے داغ لگا دیا ہے اور نہ ایسے غافل درویشوں اور گوشہ نشینوں کی طرح جن کو اسلامی ضرورتوں کی کچھ بھی خبر نہیں اور اپنے بھائیوں کی ہمدردی سے کچھ بھی غرض نہیں اور بنی نوع انسان کی بھلائی کیلئے کچھ جوش نہیں بلکہ وہ ایسے قوم کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہو جائیں یتیموں کیلئے بطور باپوں کے بن جائیں اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کیلئے عاشق زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں اور تمام تر کوشش اس بات کیلئے کریں کہ ان کی عام برکات دنیا میں پھیلیں اور محبت الٰہی اور ہمدردی بندگان خدا کا پاک چشمہ ہر یک دل سے نکل کر اور ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت میں بہتا ہوا نظر آئے......خدا تعالیٰ نے اس گروہ کو اپنا جلال ظاہر کرنے کیلئے اور اپنی قدرت دکھانے کیلئے پیدا کرنا اور پھر ترقی دینا چاہا ہے تا دنیا میں محبت الٰہی اور توبہ نصوح اور پاکیزگی اور حقیقی نیکی اور امن اور صلاحیت اور بنی نوع کی ہمدردی کو پھیلا دے۔سو یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اوران کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا اور وہ جیسا کہ اُس نے اپنی پاک پیشگوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے اس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزار ہا صادقین کو اس میں داخل کرے گا وہ خود اس کی آب پاشی کرے گا اور اس کو نشو ونما دے گا یہاں تک کہ ان کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی۔اور وہ اس چراغ کی طرح جو اونچی جگہ رکھا جاتا ہے دنیا کے چاروں طرف اپنی روشنی کو پھیلائیں گے اور اسلامی برکات کیلئے بطور نمونہ ٹھہریں گے۔وہ اس سلسلہ کے کامل متبعین کو ہر ایک قسم کی برکت میں دوسرے سلسلہ والوں پر غلبہ دے گا اور ہمیشہ قیامت تک ان میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو قبولیت اور نصرت دی جائے گی۔اس رب جلیل نے یہی چاہا ہے وہ قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے ہر ایک طاقت اور قدرت اسی کو ہے۔'' (تبلیغ رسالت جلد 1 ص 155-150)

آپ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی غرض اس جماعت سے یہ ہے کہ گم شدہ معرفت کو دوبارہ دنیا میں اس جماعت کے ذریعہ قائم کردے۔'' (تقریریں)

اس بیعتِ اولیٰ کے الفاظ جو حضرت مسیح موعودؑ نے خود اپنے قلم سے لکھے یہ تھے:

آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں مبتلا تھا۔اور اپنے سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا

اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کی لذات پر مقدم رکھوں گا اور اشتہار کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا۔ اور میں اپنے گزشتہ گناہوں کی خداتعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ. اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ. اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ وَ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ، رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ وَ اعْتَرَفْتُ بِذَنْبِیْ. فَاغْفِرْلِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ.

شرائط بیعت سلسلہ عالیہ احمدیہ

اول: بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اس وقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہے گا۔

دوم: یہ کہ جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور ہر ایک فسق و فجور اور ظلم اور خیانت سے اور فساد اور بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہے گا اور نفسانی جوشوں کے وقت ان کا مغلوب نہیں ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آئے۔

سوم: یہ کہ بلاناغہ پنج وقت نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہے گا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے میں مداومت اختیار کرے گا۔ اور دلی محبت سے خداتعالیٰ کے احسانوں کو یاد کر کے اس کی حمد اور تعریف کو ہر روز اپنا ورد بنائے گا۔

چہارم: یہ کہ عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہ دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

پنجم: یہ کہ ہر حال رنج و راحت عسر اور یسر اور نعمت اور بلا میں خدائے تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرے گا۔ بہر حال راضی بقضاء ہوگا۔ اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لیے اس کی راہ میں تیار رہے گا۔ اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیرے گا بلکہ قدم آگے بڑھائے گا۔

ششم: یہ کہ اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آئے گا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر قبول کرلے گا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنی ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دے گا۔

ہفتم: یہ کہ تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دے گا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کرے گا۔

ہشتم: یہ کہ دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

نہم: یہ کہ عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائے گا۔

دہم: یہ کہ اس عاجز سے عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہے گا اور اس عقد اخوت میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا کہ اس کی نظیر دنیوی رشتوں اور تعلقوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں پائی نہ جاتی ہو۔ (اشتہار تکمیل تبلیغ 12 جنوری 1889ء)

دعویٰ مسیحیت

1890ء کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر الہاماً انکشاف کیا گیا کہ: ''مسیح ابن مریم فوت ہو گیا۔ وَجَعَلْنَاکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ '' یہ بھی الہام ہوا کہ ''مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اس کے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔'' (ازالہ اوہام طبع پنجم صفحہ 232، طبع اول صفحہ 562 مطبع ریاض ہند 1308ھ)

نیز لکھا کہ: ''مجھے خدا تعالیٰ کی پاک اور مطہر وحی سے اطلاع دی گئی ہے کہ میں اس کی طرف سے مسیح موعود اور مہدی معہود اور اندرونی و بیرونی اختلافات کا حکم ہوں۔'' (اربعین نمبر 1 صفحہ 4)

مولانا ابوالکلام صاحب آزاد اپنی کتاب تذکرہ میں فرماتے ہیں: ''یہی حقیقت شیخ اکبر کی اصطلاح میں ''فصوص'' اور بعض اصحاب اشارات کی اصطلاح میں ''نسبت'' کے لقب سے ظاہر کی گئی ہے کہ کسی واصل باللہ کا قدم تأسی و اتباع حسب استعداد و داعیاتِ وقت کسی ایک نبی کی منہاج پر واقع ہوتا ہے اور کسی کا کسی دوسرے نبی کی منہاج پر۔ اور اس کو بوجہ غلبہ ما بہ الاختصاص اس نبی سے ایک خاص طرح کی نسبت حاصل ہو جاتی ہے۔''

حضرت اقدس مرزا صاحب نے اپنے اس دعویٰ کے متعلق 1891ء میں ''فتح اسلام''، ''توضیح مرام'' اور ''ازالہ اوہام'' کتب شائع کر کے علماء وقت پر اتمامِ حجت کی۔ علاوہ ازیں لدھیانہ میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے اور دہلی میں مولوی بشیر احمد صاحب بھوپالی سے آپ کے لاجواب مباحثات ہوئے۔ مگر علماء ظواہر نے قدیم روایات کے مطابق آپ کے خلاف کفر کا فتویٰ لگا دیا۔

آپ کو اور آپ کی جماعت کو واجب القتل قرار دیا گیا اور ہر طرح کی تکالیف کا نشانہ بنایا گیا۔

حضرت محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے فتوحات مکیہ جلد 3 صفحہ 336 میں تحریر فرمایا ہے ''جب امام مہدی آئے گا تو علماء زمانہ سے بڑھ کر اُن کا کوئی شدید دشمن نہ ہوگا۔'' (ترجمہ از عربی) ناشر دار صادر۔ بیروت)

اسی طرح حضرت مجدد الفِ ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ ''علماء ظواہر مسیح موعود کے اجتہادات کا انکار کرتے ہوئے اُن کو قرآن و سنت کے خلاف قرار دیں گے کیونکہ وہ اپنے ماخذ کے لطیف و دقیق ہونے کے باعث ان کے عقل و فہم سے بالا ہوں گے۔'' (ترجمہ از فارسی)

البتہ روشن خیال، انصاف پسند اور نیک دل علماء کرام مثلاً مولانا حالی مرحوم، ریاض خیر آبادی، سر سید احمد خان، مولوی سراج الدین مدیر اخبار زمیندار، مولانا شبلی، عبدالحلیم شرر، نواب محسن الملک مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی وغیرھم نے آپ کی مخالفت میں حصہ نہ لیا۔

مگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے ہندوستان بھر کے علماء سے آپ کے خلاف فتویٰ کفر جمع کر کے ایک کفر نامہ شائع کیا تھا۔ وہ انگریزی حکام کے آخر عمر تک کان بھرتے رہے کہ مرزا صاحب انگریزی حکومت کے باغی اور سوڈانی مہدی سے زیادہ خطرناک ہیں۔ برطانوی افسروں کی اُن پر کڑی نگرانی رہنی چاہیئے۔ انگریزی حکومت نے ان کو چار مربعہ زمین سے نوازا۔ حکومت کی سرپرستی کے نشہ میں انہوں نے اپنے رسالہ ''اشاعتہ السنہ'' میں یہ دعویٰ کیا کہ میں نے مرزا صاحب کو آسمان پر چڑھایا ہے اور میں ہی زمین پر گراؤں گا۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

اے پئے تکفیر ما بستہ کمر
خانہ اُت ویران تو فکرِ دِگر

خدا تعالیٰ کے برگزیدہ کے یہ الفاظ اپنی قہری شکل میں اس کی ذات میں پورا ہو کر دائمی عبرت کا نشان بنے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ کے متعلق لوگوں کو آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

''تم اس سے تعجب مت کرو کہ خدا تعالیٰ نے اس ضرورت کے وقت میں اور اس گہری تاریکی کے دنوں میں ایک آسمانی روشنی نازل کی اور ایک بندہ کو مصلحتِ عام کے لیے خاص کر کے بغرض اعلائے کلمہ اسلام واشاعتِ نور حضرت خیر الانام اور تائید مسلمانوں کیلئے اور نیز ان کی روحانی حالت کے صاف کرنے کے ارادہ سے دنیا میں بھیجا۔'' (فتح اسلام صفحہ 5)۔

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار

(مسیح موعود)

آپ نے اپنے ایک عربی ''خطبہ الہامیہ'' میں بھی یہ دعویٰ فرمایا: ''**یٰـاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ اَنَا الْمَسِیْحُ الْمُحَمَّدِیُ وَ اَحْمَدُ الْمَھْدِیُ**'' یعنی اے لوگو! میں ہی مسیح محمدی ہوں اور میں ہی احمد مہدی ہوں۔

حضرت اقدس مرزا صاحب ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعوے سے کچھ بڑا نہیں ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جس کو یہ رتبہ حاصل ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کا ہم کلام ہو اس کا نام منجانب اللہ خواہ مثیل مسیح اور خواہ مثیل موسیٰ ہو یہ تمام نام اُس کے حق میں جائز ہیں...... جس شخص کو مکالمہ الٰہیہ کی فضیلت حاصل ہوگئی اور کسی خدمتِ دین کے لیے مامور من اللہ ہو گیا تو اللہ جل شانہ وقت کے مناسب حال کوئی نام اس کا رکھ سکتا ہے...... اس زمانہ کے مجدد کا نام مسیح موعود رکھنا اس مصلحت پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ اس مجدد کا عظیم الشان کام عیسائیت کا غلبہ توڑنا اور ان کے حملوں کا دفع کرنا اور اُن کے فلسفہ کو جو مخالف قرآن ہے دلائل قویہ کے ساتھ توڑنا اور ان پر اسلام کی حجت پوری کرنا ہے۔ کیونکہ سب سے بڑی آفت اس زمانہ میں اسلام کے لیے جو بغیر تائید الٰہی دور نہیں ہو سکتی عیسائیوں کے فلسفیانہ حملے اور مذہبی نکتہ چینیاں ہیں جن کے دور کرنے کیلئے ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی آوے۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص 340)

آپ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو آنحضرت ﷺ کی کامل اتباع کے طفیل قرآن کریم کا فہم عطا فرمایا ہے یعنی اس کے حقائق و معارف آپ پر کھولے ہیں۔ اور حقیقی تقویٰ کی راہیں آپ پر عیاں کی ہیں۔ نیز یہ کہ آپ کو آنحضرت ﷺ کی بلند شان اور عظیم مرتبہ کے اظہار کا کام سپرد کیا گیا ہے تا اسلام کو دیگر ادیان پر غلبہ حاصل ہو جائے۔

قرآنی شریعت کے تحت اورآنخضرت صلعم کی غلامی میں غیرتشریعی نبوت

خداتعالیٰ کے الہامات میں حضرت مرزاصاحب کو نبی کے لفظ سے بھی پکارا گیا ہے۔اس کی تشریح میں آپ رقمطراز ہیں: ''یہ کہنا کہ نبوت کا دعویٰ کیا ہے کس قدر جہالت، کس قدر حماقت اور کس قدر حق سے خروج ہے۔اے نادانو! میری مراد نبوت سے یہ نہیں ہے کہ میں نعوذ باللہ آنخضرت ﷺ کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں۔ یا کوئی شریعت لایا ہوں۔ صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ ہے جو آنخضرت ﷺ کی اتباع سے حاصل ہے۔سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔پس یہ صرف لفظی نزاع ہوئی۔یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں''وَلِکُلٍّ اَنْ یَّصْطَلِحَ'' (تتمہ حقیقۃ الوحی ص 60)

اس قسم کی نبوت کو غیرتشریعی ،ظلی یا بروزی بھی کہتے ہیں جو آنخضرت ﷺ کی غلامی میں امتی ہوتے ہوئے ملے۔ اس قسم کی نبوت کو علماء سلف نے امت محمدیہ میں جاری سمجھا ہے۔اوراس کی تصدیق قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

آپ ایک جگہ لکھتے ہیں:

''اب بجز محمدی نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔'' (تجلیات الٰہیہ صفحہ 26 مطبوعہ 1906ء) نیز لکھتے ہیں: ''اور یقیناً ہمارے نبی خاتم الانبیاء ہیں۔اُن کے بعد کوئی نبی نہیں۔سوائے اس کے جو اُن کے نور سے منور ہو اور اُن کے ظہور کا ظل ہو۔'' (الاستفتاء صفحہ 33) یعنی آنخضرت کی شریعت کے تحت ظلی نبی ہو۔

فرقہ احمدیہ کا نام

1901ء میں سرکاری طور پر ملک میں مردم شماری ہونے والی تھی اس لیے آپ نے 4 نومبر 1900ء کو اشتہار دیا کہ آنخضرت ﷺ کا جمالی اسم مبارک احمد تھا۔اس مناسبت سے جماعت کا نام ''مسلمان فرقہ احمدیہ'' رکھا جاتا ہے'' تا اس نام کو سنتے ہی ہر شخص سمجھ لے کہ یہ فرقہ دنیا میں آشتی وصلح پھیلانے آیا ہے۔''

آپ فرماتے ہیں'' وہ نام جو اس سلسلہ کیلئے موزوں ہے جس کو ہم اپنے لیے اور اپنی جماعت کیلئے پسند کرتے ہیں۔وہ نام مسلمان فرقہ احمدیہ ہے۔اور جائز ہے کہ اس کو احمدی مذہب کے مسلمان کے نام سے بھی پکاریں۔یہی نام ہے جس کے لئے ہم ادب سے اپنی معزز گورنمنٹ میں درخواست کرتے ہیں کہ اس نام سے اپنے کاغذات اور مخاطبات میں اس فرقہ کو موسوم کرے یعنی مسلمان فرقہ احمدیہ'' (مجموعہ اشتہارات جلد 3 ص 365-364، اشتہار 4 نومبر 1900ء)

وصال مبارک

آپ کا وصال 26 مئی 1908ء بروز منگل صبح 9 بجے سوا تہتر سال کی عمر میں لاہور میں ہوا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔اگلے دن قادیان میں آپ کی نماز جنازہ اور تدفین عمل میں لائی گئی۔

خدانما اخلاق وشمائل

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب ؓ فرماتے ہیں ''میں نے آپ کو اس وقت دیکھا جب میں دو برس کا بچہ تھا۔ پھر آپ میری آنکھوں سے اس وقت غائب ہوئے جب میں 27 سال کا جوان تھا مگر میں خدا کی قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ میں نے آپ سے زیادہ خلیق۔ آپ سے زیادہ نیک، آپ سے زیادہ بزرگ آپ سے زیادہ اللہ اور رسول کی محبت میں غرق کوئی شخص نہیں دیکھا۔ آپ ایک نور تھے جو انسانوں کیلئے دنیا پر ظاہر ہوا اور ایک رحمت کی بارش تھے جو ایمان کی لمبی خشک سالی کے بعد اس زمین پر برسی اور اُسے شاداب کر گئی...... كَانَ خُلُقُهُ حُبَّ مُحَمَّدٍ وَ اَتبَاعِهٖ.

''آپ کے اخلاق ہر رنگ میں اسلامی سیرت کے اعلیٰ درجہ کا نمونہ تھے طبیعت میں سکینت۔ توکل علی اللہ، اطمینان، فروتنی، عاجزی، انکسار اور وقار بہت تھا۔ ہر ایک سے حسن سلوک سے پیش آتے لوگوں کے قصور معاف فرماتے اور اُن کی پردہ پوشی کرتے۔''

باب9

مسیح موعود کا مقام علماء سلف کی نظر میں

امام مہدی آنحضرت صلعم کے بروز اور عکس کامل ہوں گے۔

امام مہدی کے بارے میں حضرت شاہ ولی اللہؒ اپنی کتاب الخیر الکثیر میں فرماتے ہیں:

حَقٌّ لَہٗ أن یَّنعَکِسَ فِیْہِ أَنْوَارُ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَ یَزْعَمُ الْعَامَّۃُ اَنَّہٗ اِذَا نَزَلَ فِیْ الْاَرْضِ کَانَ وَاحِدًا مِنَ الْاُمَّۃِ. کَلَّا بَلْ ھُوَ شَرْحٌ لِلْاِسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِیّ وَ نُسْخَۃٌ مُنْتَسَخَۃٌ مِنْہُ فَشَتَّانَ بَیْنَہٗ وَ بَیْنَ أحَدٍ مِّنَ الْاُمَّۃِ. (الخیر الکثیر ص 73، مدینہ پریس بجنور مصنف حضرت شاہ ولی اللہؒ)

یعنی آنے والے موعود کا یہ حق ہے کہ اس میں سید المرسلین ﷺ کے انوار کا انعکاس ہو۔ عامتہ الناس یہ گمان کرتے ہیں کہ جب وہ موعود دنیا میں تشریف لائے گا تو اس کی حیثیت محض ایک امتی کی ہوگی۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تو اسم جامع محمدی ہی کی پوری تشریح ہوگا اور اسی کا دوسرا نسخہ ہوگا۔ پس اس کے اور ایک عام امتی کے درمیان بہت بڑا فرق ہوگا۔

پھر حضرت سید عبد القادر جیلانی رحمتہ اللہ کے قول کے حوالہ سے حضرت امام عبد الرزاق کاشانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح فصوص الحکم میں امام مہدی علیہ السلام کے بارہ میں لکھا ہے:

"اَلْمَھْدِیُّ الَّذِیْ یَجِیْءُ فِی آخِرِ الزَّمَانِ فَاِنَّہٗ یَکُوْنُ فِیْ اَحْکَامِ الشَّرِیْعَۃِ تَابِعًا لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَ فِیْ الْمَعَارِفِ وَ الْعُلُوْمِ وَالْحَقِیْقَۃِ تَکُوْنُ جَمِیْعُ الْاَنْبِیَآءِ وَالْاَوْلِیَاءِ تَابِعِیْنَ لَہٗ کُلُّھُمْ وَلَا یُنَاقِضُ مَا ذَکَرْنَاہُ لِأَنَّ بَاطِنَہٗ بَاطِنُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ."

(شرح فصوص الحکم مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی ص42-43 از امام عبد الرزاق کاشانیؒ مطبع مصطفیٰ البابی، الحلبی، قاہرہ، مصر)

یعنی آخری زمانہ میں جو امام مہدی آئیں گے وہ احکامِ شریعت میں آنحضرت ﷺ کے تابع ہوں گے اور معارف و علوم اور حقیقت میں تمام انبیاء اور اولیاء ان کے تابع ہوں گے۔ اور یہ بات ہمارے مذکورہ بیان کے خلاف نہیں ہے کیونکہ امام مہدی کا باطن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کا باطن ہوگا۔

نیز گیارہویں صدی کے مشہور شیعہ مجتہد علامہ باقر مجلسی اپنی کتاب "بحار الانوار" میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"یَقُوْلُ (المھدی) یا مَعْشَرَ الْخَلَائِقِ أَلَا وَ مَنْ أرَادَ اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ اِسْمَاعِیْلَ. فَھَا أَنَا ذَا اِبْرَاھِیْمُ وَ اِسْمٰعِیْلُ أَلَا وَمَنْ أرادَ اَنْ یَنْظُرَ اِلٰی مُوْسٰی وَ یُوْشَعَ فَھَا أَنَا ذَا مُوْسٰی وَ یُوْشَع. أَلا وَ مَنْ أَرَادَ أَنْ یَنْظُرَ اِلٰی

مُحَمَّدٍ وَ اَمِیرِ الْمُؤْمِنِیْنَ (صَلوٰت اللّٰہ علیہ) فَھَا اَنَا ذَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم وَ اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ.

(بحارالانوار جلد 13 ص 202، از علامہ محمد باقر مجلسی، مطبوعہ داراحیاء التراث العربی۔ بیروت)

حضرت اقدس مرزا صاحب اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

ع میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں ۔ نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

منم مسیح زماں منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد

یعنی جب امام مہدی آئے گا تو اعلان کرے گا کہ اے لوگو! اگر تم میں سے کوئی ابراہیمؑ واسماعیلؑ کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ میں ہی ابراہیمؑ واسماعیل ہوں۔ اور اگر تم میں سے کوئی موسیٰ اور یوشع کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ میں ہی موسیٰ اور یوشع ہوں۔ اور اگر تم میں سے کوئی محمد ﷺ اور امیر المومنین (علیؓ) کو دیکھنا چاہتا ہے تو سن لے کہ محمد ﷺ اور امیر المومنین میں ہی ہوں۔

پھر عارف ربانی محبوب سبحانی سید عبدالکریم جیلانیؒ فرماتے ہیں:

''اس (امام مہدی......ناقل) سے مراد وہ شخص ہے جو صاحب مقامِ محمدیؐ ہے اور ہر کمال کی بلندی میں کامل اعتدال رکھتا ہے۔''

(انسانِ کامل (اردو) باب 61 مہدی علیہ السلام کا ذکر ص 375 نفیس اکیڈمی کراچی)

پھر حضرت خواجہ غلام فرید صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''حضرت آدم سے لیکر خاتم الولایت امام مہدی تک حضور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بارز ہیں۔ پہلی بار آپ نے حضرت آدم علیہ السلام میں بروز کیا......اس کے بعد دوسرے مشائخ عظام میں نوبت بنوبت بروز کیا اور کرتے رہیں گے حتی کہ امام مہدی میں بروز فرمائیں گے۔ پس حضرت آدم سے امام مہدی تک جتنے انبیاء اور اولیاء قطب مدار ہوئے تمام روحِ محمدی ﷺ کے مظاہر ہیں۔''

(مقابیس المجالس ص 419 (ارشادات خواجہ غلام فریدؒ، مرتبہ: محمد رکن الدین، ناشرین اسلامک بک فاؤنڈیشن 1979ء، ماخوذ از ''کیا احمدی سچے مسلمان نہیں'' مصنفہ اے ایس موسیٰ صاحب)

شیخ محمد اکرام صابری لکھتے ہیں:

''محمد بود کہ بصورت آدم در مبداء ظہور نمود یعنی بطور بروز در ابتداء عالم، روحانیت محمد مصطفیٰ ﷺ در آدم متجلی شد۔ و ہم او باشد کہ در آخر بصورت خاتم ظاہر گردد یعنی در خاتم الولایت کہ مہدی است نیز روحانیت محمد مصطفیٰ ﷺ بروز ظہور خواہد کرد د تصرفہا خواہد نمود۔''

(اقتباس الانوار صفحہ 52 بحوالہ بیان المجاہد صفحہ 150)

یعنی وہ محمد ﷺ ہی تھے جنہوں نے آدمؑ کی صورت میں دنیا کی ابتدا میں ظہور فرمایا یعنی ابتدائے عالم میں محمد مصطفیٰ ﷺ کی روحانیت بروز کے طور پر حضرت آدم میں ظاہر ہوئی۔ اور محمد مصطفیٰ ﷺ ہی ہوں گے جو آخری زمانہ میں خاتم الولایت امام مہدیؑ کی شکل میں ظاہر ہوں گے یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ کی روحانیت مہدی میں بروز اور ظہور کرے گی۔ (ماخوذ)

حضرت مسیح علیہ السلام کے مقام کے متعلق قاری محمد طیب صاحب دیوبندی لکھتے ہیں: ''بہرحال اگر خاتمیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو حضورؐ سے کامل مناسبت دی گئی تھی تو اخلاق خاتمیت اور مقام خاتمیت میں بھی مخصوص مشابہت و مناسبت دی گئی جس سے صاف واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت عیسوی کو بارگاہ محمدی سے خَلقًا وَ خُلقاً رُتباً و مقاماً ایسی ہی مناسبت ہے جیسی کہ ایک چیز کے دو شریکوں میں یا باپ بیٹوں میں ہونی چاہیئے۔''

(تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام صفحہ 129 از قاری محمد طیب مہتم دارالعلوم دیوبند پاکستان ایڈیشن اول مطبوعہ مئی 1986ء، نفیس اکیڈمی، کراچی)

مسیح موعود کے بارہ میں حضرت امام عبدالوہاب شعرانیؒ حضرت محی الدین ابن عربی کا مذہب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں فَیُرسَلُ وَلِیّاً ذَا نُبُوَّۃٍ مُطلِقَۃٍ وَیُلْهَمُ بِشَرْعِ مُحَمَّدٍ (الیواقیت والجواہر۔ جلد2۔ ص89۔ بحث 47۔ الطبعہ الثانیہ المطبعہ الازہریہ۔ 1321ھ)

کہ مسیح موعود ایسے ولی کی صورت میں بھیجا جائے گا جو نبوّت مطلقہ کا حامل ہوگا اور اس پر شریعت محمدیہ الہاماً نازل ہوگی۔ حضرت مولانا محمد اسماعیلؒ شہید بالاکوٹ آیت لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ کے متعلق فرماتے ہیں: ''وظاہر است کہ ابتدائے ظہورِ دین در زمان پیغمبرؐ بوقوع آمدہ و اتمام آں از دست حضرت مہدی واقع خواہد گردید (منصب امامت از مولٰینا محمد اسماعیلؒ شہید۔ ص70۔ آئینہ ادب۔ چوک مینار۔ انارکلی لاہور 1967) یعنی ظاہر ہے کہ دین کی ابتداء حضرت رسول مقبول سے ہوئی لیکن اس کا اتمام مہدی کے ہاتھ پر ہوگا۔

حضرت اقدس مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''سو میں نے خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی۔ اور میرے لیے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی ﷺ خدا تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ معرفت کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔'' (حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد نمبر 22 صفحہ 64-65)

پھر لکھتے ہیں: ''......وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں بلکہ ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اس نبی کے ذریعہ سے پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ سے اور

اس کے نور سے ملی ہے اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی ؐ کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔''(حقیقۃ الوحی صفحہ نمبر 115-116 روحانی خزائن جلد نمبر 22 صفحہ 119)

نیز فرمایا ؎

انظر الی برحمتہ و تحنن

یا سیدی انا احقر الغلمان

ترجمہ: اے میرے آقا میں آپ کا ادنیٰ غلام ہوں مجھ پر محبت وشفقت کی نظر ڈالیں۔

پھر فرمایا: ''ہم پر جو اللہ تعالیٰ کے فضل ہیں۔ یہ سب رسول اکرم ؐ کے فیض سے ہی ہیں۔ آنحضرت ؐ سے الگ ہو کر ہم سچ کہتے ہیں کہ کچھ بھی نہیں اور خاک بھی نہیں۔ آنحضرت ؐ کی عزت اور مرتبہ دل میں اور ہر رگ وریشہ میں ایسا سمایا ہے کہ ان کو اس درجہ سے خبر تک بھی نہیں۔ کوئی ہزار تپسیا کرے، جپ کرے، ریاضت شاقہ، اور مشقتوں سے مشت استخوان ہی کیوں نہ رہ جائے مگر ہرگز کوئی سچا روحانی فیض بجز آنحضرت کی پیروی اور اتباع کے کبھی میسر آ سکتا ہی نہیں اور ممکن ہی نہیں۔''(الحکم 18 مئی 1908ء صفحہ 4)

آپ اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''آخری وصیت یہی ہے کہ ہر ایک روشنی ہم نے رسول نبی امی کی پیروی سے پائی ہے اور جو شخص پیروی کرے گا وہ بھی پائے گا۔''(سراج منیر صفحہ 80 روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 82)

اپنے دعویٰ مسیح موعود اور بعثت کے مقصد کو بیان کرتے ہوئے حضرت اقدس مرزا صاحب فرماتے ہیں:

مسلمانو! یاد رکھو! اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ تمہیں یہ خبر دیدی ہے اور میں نے اپنا پیام پہنچا دیا ہے۔ اب اس کو سننا نہ سننا تمہارے اختیار میں ہے۔ یہ سچی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو موعود آنے والا تھا وہ میں ہی ہوں۔ اور یہ بھی پکی بات ہے کہ اسلام کی زندگی عیسیٰ کے مرنے میں ہے۔''

مزید فرماتے ہیں:

''یاد رکھو کہ میرے آنے کی دو غرضیں ہیں:

1- ایک یہ کہ جو غلبہ اس وقت اسلام پر دوسرے مذاہب کا ہوا ہے گویا وہ اسلام کو کھاتے جاتے ہیں اور اسلام نہایت کمزور اور یتیم بچہ کی طرح ہو گیا ہے۔ اس لیے اس وقت خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے تا میں ادیان باطلہ کے حملوں سے اسلام کو بچاؤں اور اسلام کے پرزور دلائل اور صداقتوں کے ثبوت پیش کروں۔ اور وہ ثبوت علمی دلائل کے انوار اور برکات سماوی ہیں جو ہمیشہ سے اسلام کی تائید میں ظاہر ہوتے رہے ہیں۔ اس وقت اگر تم پادریوں کی رپورٹیں پڑھو تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ اسلام کی مخالفت کے لیے کیا کیا سامان شائع کر رہے ہیں اور اُن کا ایک ایک پرچہ کتنی تعداد میں شائع ہوتا ہے۔ ایسی حالت میں ضروری تھا کہ اسلام کا بول بالا کیا جاتا۔ پس اس غرض کے لیے خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے اور میں یقیناً

کہتا ہوں کہ اسلام کا غلبہ ہوکر رہے گا اور اس کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔ ہاں یہ سچی بات ہے کہ اس غلبہ کے لیے کسی تلوار اور بندوق کی حاجت نہیں اور نہ خدا نے مجھے ہتھیاروں کے ساتھ بھیجا ہے۔ جو شخص اس وقت یہ خیال کرے وہ اسلام کا نادان دوست ہوگا۔ مذہب کی غرض دلوں کو فتح کرنا ہوتی ہے اور یہ غرض تلوار سے حاصل نہیں ہوتی۔ آنحضرت ﷺ نے جو تلوار اٹھائی میں بہت مرتبہ ظاہر کر چکا ہوں کہ وہ تلوار محض حفاظت خود اختیاری اور دفاع کے طور پر تھی۔ اور وہ بھی اس وقت جبکہ مخالفین اور منکرین کے مظالم حد سے گزر گئے اور بیکس مسلمانوں کے خون سے زمین سرخ ہو چکی۔ غرض میرے آنے کی غرض تو یہ ہے کہ اسلام کا غلبہ دوسرے ادیان پر ہو۔

2- دوسرا کام یہ ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے ہیں اور یہ کرتے ہیں اور وہ کرتے ہیں یہ صرف زبانوں پر حساب ہے۔ اس کیلئے ضرورت ہے کہ وہ کیفیت انسان کے اندر پیدا ہو جائے جو اسلام کا مغز اور اصل ہے۔''

اپنے دعویٰ پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اور (خدا) قیامت تک ہادی بھیجتا رہے گا۔ قرآن شریف میں اسی لیے **لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ** آیا ہے جس سے قیامت تک آنحضرت صلعم کے خلفاء کی بعثت ثابت ہے۔ میں بھی اسی آیت کے وعدہ کے مطابق آیا۔ اس لیے موعود کہلایا۔ میں مسیح بھی ہوں۔ مگر نہ بطور تناسخ۔ بلکہ بات یہ ہے کہ اخیر زمانہ میں اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ یہ امت عیسائیوں اور یہودیوں کی طرح ہو جائے گی اور ان کا ایمان حلق تک رہ جائے گا۔ اسی لیے **غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ** دعا سکھلائی۔ پس مصلح کا نام بھی مسیح ہونا چاہیئے تھا۔'' ...... یہ الزام کہ میں نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں اور مجھے فکر پڑی ہوئی ہے کہ میں الگ قبلہ بنالوں اور نئی شریعت ایجاد کروں۔ ان تہمتوں کا جواب بجز لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور کیا دوں۔'' ...... جب خدا کسی سے بکثرت ہمکلام ہو اور اپنی غائب کی باتیں کثرت سے اس پر ظاہر کرے تو یہ نبوت ہے۔ مگر یہ حقیقی نبوت نہیں'' ......اب میں تقریر کو ختم کرتا ہوں اور صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ خدا نے ہمیں تجدید دین کیلئے بھیجا ہے تا ہم تازہ نشانوں کے ساتھ دین کو تازہ کریں...... یہ یقیناً سمجھو کہ جو خدا کی طرف سے آتا ہے وہ کبھی نابود نہیں ہوسکتا۔'' فرمایا:

''خدا نے مجھے بھیجا ہے تا میں اس بات کا ثبوت دوں کہ زندہ کتاب قرآن ہے اور زندہ دین اسلام ہے اور زندہ رسول محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔ دیکھو میں زمین اور آسمان کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ یہ باتیں سچ ہیں اور خدا وہی ایک خدا ہے جو کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں پیش کیا گیا ہے اور زندہ رسول وہی ایک رسول ہے جس کے قدم پر نئے سرے سے مردے زندہ ہو رہے ہیں۔ نشان ظاہر ہو رہے ہیں۔ برکات ظہور میں آرہے ہیں، غیب کے چشمے کھل رہے ہیں۔ (الحکم 31 مئی 1900ء)

نیز فرمایا:

''میں کوئی جدید شریعت لے کر نہیں آیا اور میرا دل ہرگز نہیں مان سکتا کہ قرآن شریف کے بعد اب کوئی اور شریعت آسکتی ہے کیونکہ وہ کامل شریعت اور خاتم الکتب ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ مجھے شریعت محمدؐ کے احیاء کے لیے اس صدی میں مبعوث فرماتا ہے۔'' (الحکم 10 مئی 1901ء)

باب10

حضرت مرزا صاحب کے عقائدِ اسلامی

حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں
دل سے ہیں خدامِ ختم المرسلین
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں خاکِ راہ احمدؐ مختار ہیں

حضرت اقدس مرزا صاحب کے دل میں اللہ تعالیٰ، قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ سے اس قدر محبت اور عشق تھا کہ جس کی نظیر ملنی مشکل ہے۔ آپ کی ہر تقریر اور تحریر میں یہ بات نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ ہر مقام سے یہی نظر آتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی محبت میں غرق حضور ﷺ کے دیوانے اور قرآن مجید کے عاشقِ صادق ہیں۔

آپ کو ہر دم یہ فکر دامن گیر رہتا تھا کہ دنیا حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کو پہچان لے اور سب لوگ آنحضرت ﷺ کی رسالت پر ایمان لا کر خدمت اسلام میں کمربستہ ہو جائیں۔

حضرت مرزا صاحب کے مخالفین نے آپ کے دلائل سے عاجز آ کر عوام کو مشتعل اور آپ سے متنفر کرنے کیلئے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ آپ کے عقائد سراسر اسلام کے خلاف ہیں۔ نہ کوئی اُن کی کتابیں پڑھے نہ بات سنے۔ پھر خود ہی بہتان تراشی کرتے ہوئے آپ کی طرف جھوٹے عقائد منسوب کرنا شروع کر دیئے۔

لہٰذا اس جگہ مختصراً حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی خودنوشت تحریرات سے جماعت احمدیہ کے عقائد پیش کئے جاتے ہیں۔ اور جو شخص ان کے برخلاف کوئی اعتقاد جماعت احمدیہ کی طرف منسوب کرے وہ مفتری اور جھوٹا ہے اور خدا کے حضور جواب دہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اسکے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں

ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے

''بالآخر یاد رہے کہ جس قدر ہمارے مخالف علماء لوگوں کو ہم سے نفرت دلا کر ہمیں کافر اور بے ایمان ٹھہراتے اور عام مسلمانوں کو یہ یقین دلانا چاہتے ہیں کہ یہ شخص مع اس کی تمام جماعت کے عقائد اسلام اور اصول دین سے برگشتہ ہے۔ یہ ان حاسد مولویوں کے وہ افتراء ہیں کہ جب تک کسی دل میں ایک ذرہ بھی تقویٰ ہو ایسے افترا نہیں کر سکتا۔ جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنا رکھی گئی ہے وہ ہمارا عقیدہ ہے۔ اور جس خدا کے کلام یعنی قرآن کو پنجہ مارنا حکم ہے ہم اس کو پنجہ مار رہے ہیں اور فاروق رضی

اللہ عنہ کی طرح ہماری زبان پر حسبنا کتاب اللہ ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرح اختلاف اور تناقض کے وقت جب حدیث اور قرآن میں پیدا ہو قرآن کو ہم ترجیح دیتے ہیں۔ بالخصوص قصوں میں جو بالاتفاق نسخ کے لائق بھی نہیں ہیں۔ اور ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ ملائک حق اور حشر اجساد حق اور جنت حق اور جہنم حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو کچھ اللہ جل شانہ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے اور جو کچھ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا ہے وہ سب بلحاظ بیان مذکورہ بالا حق ہے۔ اور ہم ایمان لاتے ہیں کہ جو شخص اس شریعت اسلام میں سے ایک ذرہ کم کرے یا ایک ذرہ زیادہ کرے یا ترک فرائض اور اباحت کی بنیاد ڈالے وہ بے ایمان اور اسلام سے برگشتہ ہے۔ اور ہم اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہیں کہ وہ سچے دل سے اس کلمہ طیبہ پر ایمان رکھیں کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور اسی پر مریں اور تمام انبیاء اور تمام کتابیں جن کی سچائی قرآن شریف سے ثابت ہے ان سب پر ایمان لاویں اور صوم وصلوٰۃ اور زکوٰۃ اور حج اور خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ؐ کے مقرر کردہ تمام فرائض کو فرائض سمجھ کر اور تمام منہیات کو منہیات سمجھ کر ٹھیک ٹھیک اسلام پر کاربند ہوں۔ غرض وہ تمام امور جن پر سلف صالح کو اعتقادی اور عملی طور پر اجماع تھا اور وہ امور جو اہل سنت کی اجماعی رائے سے اسلام کہلاتے ہیں ان سب کا ماننا فرض ہے۔ اور ہم آسمان اور زمین کو اس بات پر گواہ کرتے ہیں کہ یہی ہمارا مذہب ہے۔ اور جو شخص مخالف اس مذہب کے کوئی اور الزام ہم پر لگاتا ہے وہ تقویٰ اور دیانت کو چھوڑ کر ہم پر افترا کرتا ہے۔ اور قیامت میں ہمارا اس پر یہ دعویٰ ہے کہ کب اس نے ہمارا سینہ چاک کر کے دیکھا کہ ہم باوجود ہمارے اس قول کے دل سے ان اقوال کے مخالف ہیں الا ان **لعنته الله علی الکاذبین والمفترین**۔ یاد رہے کہ ہم میں اور ان لوگوں میں بجز اس ایک مسئلہ کے اور کوئی مخالفت نہیں۔ یعنی یہ کہ یہ لوگ نصوص صریحہ قرآن اور حدیث کو چھوڑ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات کے قائل ہیں۔ اور ہم بموجب نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ متذکرہ بالا اور اجماع ائمہ اہل بصارت کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل ہیں۔ اور نزول سے مراد وہی معنے لیتے ہیں جو اس سے پہلے حضرت ایلیا نبی کے دوبارہ آنے اور نازل ہونے کے بارے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے معنے کئے تھے۔ **فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون**۔
اور ہم بموجب نص صریح قرآن شریف کے جو آیت **و یمسک التی قضٰی علیه الموت** سے ظاہر ہوتی ہے اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ جو لوگ اس دنیا سے گزر جاتے ہیں وہ دنیا میں دوبارہ آباد ہونے کے لیے نہیں بھیجے جاتے۔'' (ایام الصلح صفحہ 87-86)

حدیث

''احادیث کا قدر کرو اور اُن سے فائدہ اٹھاؤ کہ وہ آنحضرت ﷺ کی طرف منسوب ہیں اور جب تک قرآن اور سنت اُن کی تکذیب نہ کریں تم بھی ان کی تکذیب نہ کرو بلکہ چاہیئے کہ احادیث نبویہ پر ایسے کاربند ہو کہ کوئی حرکت نہ کرو اور نہ کوئی سکون اور نہ کوئی فعل کرو اور نہ ترک فعل مگر اس کی تائید میں تمہارے پاس کوئی حدیث ہو۔'' (کشتی نوح ص 58) نیز فرمایا

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

(تحفہ گولڑویہ ص26)

ملائکہ

''میں ملائکہ کا منکر بھی نہیں۔ بخدا میں اسی طرح ملائک کو مانتا ہوں جیسا کہ شرع میں مانا گیا۔'' (آسمانی فیصلہ ص3)

یوم آخرت

''بغیر اس کے کہ خدائے واحد لاشریک اور یوم آخرت پر ایمان لایا جائے نجات نہیں ہو سکتی۔ (حقیقۃ الوحی ص 169)

قضاوقدر

''قضاء وقدر حق ہے۔(آثار مبارکہ ص4)

''ہم اللہ کے فضل سے مومن موحد مسلم ہیں''

''ہم مسلمان ہیں۔ خدائے واحد لاشریک پر ایمان لاتے ہیں اور کلمہ لا الہ الا اللہ کے قائل ہیں۔ اور خدا کی کتاب قرآن اور اس کے رسول محمد ﷺ کو جو خاتم الانبیاء ہے مانتے ہیں۔ اور فرشتوں اور یوم البعث اور دوزخ اور بہشت پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور نماز پڑھتے اور روزہ رکھتے ہیں اور اہل قبلہ ہیں اور جو کچھ خدا اور رسولؐ نے حرام کیا، اُس کو حرام سمجھتے ہیں اور جو کچھ حلال کیا اُس کو حلال قرار دیتے ہیں۔ اور نہ ہم شریعت میں کچھ بڑھاتے اور نہ کم کرتے ہیں اور ایک ذرہ کی کمی بیشی نہیں کرتے اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ سے ہمیں پہنچا اس کو قبول کرتے ہیں چاہے ہم اس کو سمجھیں یا اس کے بھید کو سمجھ نہ سکیں اور اس کی حقیقت تک پہنچ نہ سکیں اور ہم اللہ کے فضل سے مومن موحد مسلم ہیں۔ (نور الحق جزء اول صفحہ 5)

''میں سچ کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں اور میری جماعت مسلمان ہے اور وہ آنحضرت ﷺ اور قرآن کریم پر اسی طرح ایمان لاتی ہے جس طرح پر ایک سچے مسلمان کو لانا چاہئیے۔ میں ایک ذرہ بھی اسلام سے باہر قدم رکھنا ہلاکت کا موجب یقین کرتا ہوں اور میرا یہی مذہب ہے کہ جس قدر فیوض اور برکات کوئی شخص حاصل کر سکتا ہے اور جس قدر تقرب الی اللہ پا سکتا ہے وہ صرف اور صرف آنحضرت ﷺ کی سچی اطاعت اور کامل محبت سے پا سکتا ہے، ورنہ نہیں۔ آپ کے سوا اب کوئی راہ نیکی کی نہیں۔'' (لیکچر لدھیانہ صفحہ 12۔ ملفوظات جلد 8 صفحہ 224-225)

''اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو! اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔'' (تریاق القلوب ص7)

''ہمارا ایمان ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور ہم فرشتوں اور معجزات اور تمام عقائد اہلسنت کے قائل ہیں۔'' (کتاب البریہ حاشیہ ص82)

''ہماری کتاب بجز قرآن کریم کے نہیں ہے اور ہمارا کوئی رسول بجز محمد رسول اللہ ﷺ کے نہیں ہے اور ہمارا کوئی دین بجز اسلام کے نہیں ہے اور ہم اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء اور قرآن شریف خاتم الکتب ہے۔'' (الحکم اگست 1899 ص6)

سچا مذہب صرف اسلام ہے

''اے دوستو! یقیناً یاد رکھو کہ دنیا میں سچا مذہب جو ہر ایک غلطی سے پاک اور ہر ایک عیب سے منزہ ہے، صرف اسلام ہے یہی مذہب ہے جو انسان کو خدا تک پہنچاتا اور خدا کی عظمت دلوں میں بٹھاتا ہے۔'' (تبلیغ رسالت جلد 6 صفحہ 154)

''ہمیں بڑا فخر ہے کہ جس نبی علیہ السلام کا ہم نے دامن پکڑا ہے، خدا کا اس پر بڑا ہی فضل ہے۔ وہ خدا تو نہیں مگر اس کے ذریعہ سے ہم نے خدا کو دیکھ لیا ہے۔ اُس کا مذہب جو ہمیں ملا ہے، خدا کی طاقتوں کا آئینہ ہے۔

......ہم کیا چیز ہیں جو اس شکر کو ادا کر سکیں کہ وہ خدا جو دوسروں پر مخفی ہے اور وہ پوشیدہ طاقت جو دوسروں سے نہاں در نہاں ہے، وہ ذوالجلال خدا محض اس نبی کریم کے ذریعہ سے ہم پر ظاہر ہو گیا۔'' (تتمہ چشمہ معرفت صفحہ 9-10)

''میرا مذہب ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ذرا ادھر ادھر جانا بے ایمانی میں پڑنا ہے۔'' (ملفوظات جلد 8 صفحہ 203)

''میں کھول کر کہتا ہوں اور یہی میرا عقیدہ اور مذہب ہے کہ آنحضرت ﷺ کے اتباع اور نقش قدم پر چلنے کے بغیر کوئی انسان کوئی روحانی فیض اور فضل حاصل نہیں کر سکتا۔'' (ملفوظات جلد 8 ص 232-233)

''آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب۔ اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہو سکتی جو کچھ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے، اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی۔ جو اس کو چھوڑے گا وہ جہنم میں جاوے گا۔ یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے۔'' (ملفوظات جلد 8 ص252)

''اس نے محض خدا کے فضل سے نہ اپنے کسی ہنر سے اس نعمت سے کامل حصہ پایا ہے جو مجھ سے پہلے نبیوں اور رسولوں اور خدا کے برگزیدوں کو دی گئی تھی اور میرے لیے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء ؐ اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے راہوں کی پیروی نہ کرتا۔ سو میں نے جو کچھ پایا۔ اس پیروی سے پایا اور میں اپنے سچے اور کامل علم سے جانتا ہوں کہ کوئی انسان بجز پیروی اس نبی ﷺ کے خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور نہ معرفتِ کاملہ کا حصہ پا سکتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص63)

خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق بجز اسلام کے ہرگز ممکن نہیں

''میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم ﷺ سے سچی محبت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے...... چنانچہ میں اس میں صاحبِ تجربہ ہوں میں دیکھ رہا ہوں کہ بجز اسلام تمام مذہب مردے، اُن کے خدا مردے اور خود وہ تمام پَیرو مردے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں، ہرگز ممکن نہیں۔'' (تبلیغ رسالت جلد 6 ص 18)

''میں مسلمان ہوں۔قرآن کریم کو خاتم الکتب اور رسول اللہ ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتا ہوں اور اسلام کو ایک زندہ مذہب اور حقیقی نجات کا ذریعہ قرار دیتا ہوں۔خدا تعالیٰ کی مقادیر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہوں۔اسی قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہوں۔اتنی ہی نمازیں پڑھتا ہوں۔رمضان کے پورے روزے رکھتا ہوں۔'' (ملفوظات جلد 2 ص 107-108)

ہم تو رکھتے ہیں مسلمانوں کا دیں!
دل سے ہیں خدام ختم المرسلیں
شرک اور بدعت سے ہم بیزار ہیں
خاک راہِ احمد مختار ہیں!
سارے حکموں پر ہمیں ایمان ہے
جان و دل اس راہ پر قربان ہے

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص 766)

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے
کوئی دیں، دینِ محمد سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشان دکھلاوے
یہ ثمر باغ محمد سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا
نور ہے نور! اُٹھو! دیکھو سنایا ہم نے
اور دینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے

(آئینہ کمالات اسلام ص 224)

تھک گئے ہم تو انہی باتوں کو کہتے کہتے
ہر طرف دعوتوں کا تیر چلایا ہم نے
آزمائش کیلئے کوئی نہ آیا ہر چند

ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے
لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے
آج اُن نوروں کا اِک زور ہے اس عاجز میں
دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے
مصطفیٰ پر تیرا بیحد ہو سلام اور رحمت
اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے

(ایضاً)

خدا تعالیٰ۔آسمان وزمین کا نور

''ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگر چہ جان دینے سے ملے اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگر چہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھادوں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تالوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لیے لوگوں کے کان کھلیں۔

اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔''

(کشتی نوح ص19-20)

خدا آسمان وزمین کا نور ہے...... وہی تمام فیوض کا مبداء ہے اور تمام انوار کا علت العلل اور تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے، اُسی کی ہستی حقیقی، تمام عالم کی قیوم اور تمام زیروزبر کی پناہ ہے وہی ہے جس نے ہر یک چیز کو ظلمت خانہ عدم سے باہر نکالا اور خلعت وجود بخشا۔ بجز اس کے کوئی ایسا وجود نہیں ہے کہ جو فی حد ذاتہ واجب اور قدیم ہو، یا اس سے مستفیض نہ ہو بلکہ خاک اور افلاک اور انسان اور حیوان اور حجر اور شجر اور روح اور جسم سب اسی کے فیضان سے وجود پذیر ہیں۔'' (براہین احمدیہ حصہ سوم حاشیہ نمبر 11 ص 157)

''خدا اپنی تمام خوبیوں کے لحاظ سے واحد لاشریک ہے۔ کوئی بھی اُس میں نقص نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام پاک قدرتوں کا اور مبداء ہے تمام مخلوق کا اور سرچشمہ ہے تمام فیضوں کا اور مالک ہے تمام جزا سزا کا اور مرجع ہے تمام امور کا اور نزدیک ہے باوجود دوری کے اور دور ہے باوجود نزدیکی کے۔ وہ سب سے اوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اُس کے نیچے کوئی اور بھی ہے اور وہ سب چیزوں سے زیادہ پوشیدہ ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس سے کوئی زیادہ ظاہر ہے۔ وہ زندہ ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اس کے ساتھ زندہ ہے۔ وہ قائم ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اس کے ساتھ قائم ہے۔ اس نے ہر ایک چیز

کو اٹھا رکھا ہے اور کوئی چیز نہیں جس نے اس کو اٹھا رکھا ہو۔ کوئی چیز نہیں جو اس کے بغیر خود بخود پیدا ہوئی ہے یا اس کے بغیر خود بخود جی سکتی ہے۔ وہ ہر ایک چیز پر محیط ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ کیسا احاطہ ہے۔ وہ آسمان اور زمین کی ہر ایک چیز کا نور ہے اور ہر ایک نورانی کے ہاتھ سے چمکا اور اسی کی ذات کا پرتو ہے۔ وہ تمام عالموں کا پروردگار ہے۔'' (لیکچر لاہور ص 5)

''تمہارا خدا وہ خدا ہے جو اپنی ذات اور صفات میں واحد ہے۔ نہ کوئی ذات اس کی ذات جیسی ازلی اور ابدی یعنی انادی اور اکال ہے۔ نہ کسی چیز کی صفات اس کی صفات کے مانند ہیں...... خدا نہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ کوئی اس کا بیٹا ہے کیونکہ وہ غنی بالذات ہے۔ اس کو نہ باپ کی حاجت ہے اور نہ بیٹے کی۔'' (لیکچر لاہور ص 7)

''خدا کبھی معطل نہیں ہوگا۔ ہمیشہ خالق، ہمیشہ رازق، ہمیشہ رب، ہمیشہ رحمان، ہمیشہ رحیم ہے اور رہے گا۔ میرے نزدیک ایسے عظیم الشان جبروت والے کی نسبت بحث کرنا گناہ میں داخل ہے۔ خدا نے کوئی چیز منوانی نہیں چاہی جس کا نمونہ یہاں نہیں دیا۔'' (ملفوظات جلد چہارم ص 347)

''اسلام کا خدا وہی سچا خدا ہے جو آئینہ قانونِ قدرت اور صحیفۂ فطرت سے نظر آ رہا ہے۔'' (تبلیغ رسالت جلد 6 ص 14)

ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں

''ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالمِ گزران سے کوچ کریں گے یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ، خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمالِ دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبۂ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہِ راست کو اختیار کر کے خدائے تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے، اور ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہوسکتا اور نہ کم ہوسکتا ہے اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہوسکتا جو احکامِ فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کی تبدیل یا تغیر کرسکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو وہ ہمارے نزدیک جماعتِ مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے اور ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراطِ مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی ﷺ کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ راہِ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتداء اس امام الرسل کے حاصل ہوسکیں۔ کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی ﷺ کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔'' (ازالہ اوہام حصہ اول ص 138-137)

جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو وہ بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج ہے

''یہ ہم پر افتراء عظیم ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے''۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہم ارشادات:

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ:

''میں جناب خاتم الانبیاء کی نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو وہ بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔'' (تقریر واجب الاعلان ص5)

جماعت احمدیہ کے متعلق کسی کا یہ کہنا کہ وہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتی یا ختم نبوت کی منکر ہے افتراءِ عظیم سے کم نہیں ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افتراء عظیم ہے۔'' (الحکم 17 مارچ 1905ء، نیز ملفوظات جلد 1 ص 342)

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میرا عقیدہ ہے اور لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ پر آنحضرتؐ کی نسبت میرا ایمان ہے

1- ''صراط مستقیم فقط دینِ اسلام ہے اور اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں۔''

(براہینِ احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ در حاشیہ ص468)

2- ''بجز جناب ختم المرسلین احمد عربی ﷺ کے اور کوئی ہمارے لیے ہادی اور مقتدیٰ نہیں جس کی پیروی ہم کریں یا دوسروں سے کرانا چاہیں۔'' (ازالۂ اوہام حصہ اول ص182)

3- ''وہ انسانِ کامل جو آفتاب روحانی ہے جس سے نقطہ ارتفاع کا پورا ہوا ہے اور جو دیوارِ نبوت کی آخری اینٹ ہے وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔'' (سرمہ چشم آریہ حاشیہ ص190)

4- ''مجھے اللہ جلشانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ میرا عقیدہ ہے اور لٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیِّیْنَ پر آنحضرت کی نسبت میرا ایمان ہے۔'' (کرامات الصادقین ص25، مطبوعہ 1894ء)

5- ''یقیناً یاد رکھو کہ کوئی شخص سچا مسلمان نہیں ہو سکتا اور آنحضرت ﷺ کا متبع نہیں بن سکتا جب تک آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین یقین نہ کرے۔'' (الحکم 10 اگست 1902ء)

6- ''عقیدہ کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک اور محمد ﷺ اس کا نبی ہے اور خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے۔'' (کشتی نوح ص15، مطبوعہ 1902ء)

''مجھ کو خدا کی عزت و جلال کی قسم ہے کہ میں مومن مسلمان ہوں''

''میں ایمان رکھتا ہوں اس پر کہ ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمام رسولوں سے افضل اور خاتم

الانبیاء ہیں۔

1- ”وَ نَعۡتَقِدُ اَنَّ رَسُوۡلَنَا خَیۡرُ الرُّسَلِ وَ اَفۡضَلُ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَ اَفۡضَلُ مِنۡ کُلِّ یَاۡتِیۡ وَ خَلا۔“ (آئینہ کمالات اسلام ص ۳۸۷)

اور ہمارا اعتقاد ہے کہ ہمارے رسول (سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ) تمام رسولوں سے بہتر اور سب رسولوں سے افضل اور خاتم النبیین ہیں اور افضل ہیں ہر ایسے انسان سے جو آئندہ آئے اور جو گزر چکا۔

2- ”وَ بِعِزَّۃِ اللّٰہِ وَ جَلَالِہٖ اِنِّیۡ مُؤۡمِنٌ مُسۡلِمٌ وَ اُوۡمِنُ بِاللّٰہِ وَ کُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَ مَلَائِکَتِہٖ وَالۡبَعۡثُ بَعۡدَ الۡمَوۡتِ وَ بِاَنَّ رَسُوۡلَنَا مُحَمَّدَ نِ الۡمُصۡطَفٰی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ اَفۡضَلُ الرُّسُلِ وَ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ۔“(حمامۃ البشریٰ ص ۱۸)

مجھ کو خدا کی عزت وجلال کی قسم ہے کہ میں مومن مسلمان ہوں اور ایمان رکھتا ہوں اللہ تعالیٰ پر اور اس کی کتابوں پر اور تمام رسولوں اور تمام فرشتوں پر اور مرنے کے بعد زندہ کئے جانے پر اور میں ایمان رکھتا ہوں اس پر کہ ہمارے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تمام رسولوں سے افضل اور خاتم الانبیاء ہیں۔

3- ”لا دین لنا الا دین الاسلام. ولا کتاب لنا الا الفرقان کتاب اللہ العلام ولا نبی لنا الا محمد خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم و بارک وجعل اعدآء ہ من الملعونین اشھد و اِنَّا نتمسک بکتاب اللہ القران و نتبع اقوال رسول اللہ منبع الحق والعرفان.“ (انجام آتھم ص144,143)

سوائے دینِ اسلام کے ہمارا کوئی دین نہیں اور سوائے قرآن کریم کے ہماری کوئی کتاب نہیں جو علّام خدا کی کتاب ہے۔ اور خاتم النبیین محمد ﷺ کے سوا ہمارا کوئی رسول نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ؐ پر اپنی برکات اور رحمتیں نازل فرمائی ہیں اور آپ ؐ کے دشمنوں پر لعنت بھیجی ہے۔ گواہ رہو کہ ہمارا تمسک قرآن شریف کے ساتھ ہے اور رسول اللہ ؐ کی احادیث کی جو چشمہ حق ومعرفت ہیں ہم پیروی کرتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ خاتم النّبیّن ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب

اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہوسکتی...... یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے

1- ”آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں اور قرآن شریف خاتم الکتب۔ اب کوئی اور کلمہ یا کوئی اور نماز نہیں ہوسکتی۔ جو کچھ آنحضرت ﷺ نے فرمایا یا کر کے دکھایا اور جو کچھ قرآن شریف میں ہے اس کو چھوڑ کر نجات نہیں مل سکتی جو اس کو چھوڑے گا جہنم میں جائے گا۔ یہ ہمارا مذہب اور عقیدہ ہے۔“ (الحکم 24 اکتوبر 1906ء)

2- میں مسلمان ہوں، قرآن کریم کو خاتم الکتب اور رسول اللہ ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتا ہوں اور اسلام کو ایک زندہ مذہب اور حقیقی نجات کا ذریعہ قرار دیتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کی تقادیر اور قیامت کے دن پر ایمان لاتا ہوں۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہوں۔ رمضان کے پورے روزے رکھتا ہوں۔“ (الحکم یکم اکتوبر 1900ء ص2)

3- ''مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔ ہم جس قوت، یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ نہیں مانتے...... ہم بصیرت تام سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختم نبوت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہم کو پلایا گیا ہے ایک خاص لذت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کرسکتا بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔'' (الحکم 17 مارچ 1905ء)

4- ''خواہ نخواہ ایسے شخص کو کافر بنایا جاتا ہے جو آنحضرت ﷺ کو حقیقی معنی کی رو سے خاتم الانبیاء سمجھتا ہے اور قرآن کو خاتم الکتب تسلیم کرتا ہے۔ تمام نبیوں پر ایمان لاتا ہے اور اہل قبلہ ہے اور شریعت کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتا ہے۔'' (سراج منیر ص 4)

ہم مسلمان ہیں اور خدا تعالیٰ کی کتاب فرقانِ حمید پر ایمان رکھتے ہیں

ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ؐ خاتم الانبیاء ہیں۔

1- ''اِنَّا مُسْلِمُوْنَ نُؤْمِنُ بِكِتَابِ اللّٰهِ الْفُرْقَانِ وَ نُؤْمِنُ بِاَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا نَبِيُّهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَ اَنَّهٗ جَآءَ بِخَيْرِ الْاَدْيَانِ وَ نُؤْمِنُ بِاَنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَآءِ.''

(مواہب الرحمٰن ص 66)

ہم مسلمان ہیں اور خدا تعالیٰ کی کتاب فرقانِ حمید پر ایمان رکھتے ہیں اور اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ ہمارے آقا محمد مصطفیٰ ﷺ خدا تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں اور یہ کہ آپؐ بہترین دین لے کر آئے ہیں۔ ہم اس بات پر بھی ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضرت خاتم الانبیاء ہیں۔

2- ''اِنَّا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ رَبًّا وَ بِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيًّا وَ اٰمَنَّا بِاَنَّهٗ خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ.'' (تحفہ بغداد ص 25)

ہم اللہ تعالیٰ کے رب ہونے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے نبی ہونے پر ایمان لاتے ہیں نیز اس بات پر بھی ایمان لاتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں۔

3- ''وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى خَيْرِ الرُّسُلِ وَ نُخْبَةِ النُّخَبِ مُحَمَّدٍ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَ شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ وَ اَفْضَلِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخَرِيْنَ وَ اٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ الْمُطَهَّرِيْنَ وَ اَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ هُمْ اٰيَاتُ الْحَقِّ وَ حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ .''

(انجامِ آتھم ص 73)

درود و سلام تمام رسولوں سے بہتر اور تمام برگزیدوں سے افضل محمد ﷺ پر کہ آپؐ خاتم الانبیاء اور شفیع المذنبین اور تمام اولین و آخرین کے سردار ہیں اور آپؐ کی آل پر کہ وہ طاہر و مطہر ہیں اور آپؐ کے اصحابؓ پر کہ اہل جہان کے لیے حق کا نشان اور

اللہ کی حجت ہیں۔

’’ہمیں بجز خادم اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ بالمقابل نہیں‘‘

’’جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افتراء کرتا ہے۔‘‘

1- ’’یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں بجز خادمِ اسلام ہونے کے اور کوئی دعویٰ بالمقابل نہیں ہے اور جو شخص ہماری طرف اس کے خلاف منسوب کرے وہ ہم پر افتراء کرتا ہے۔ہم اپنے نبی کریم ؐ کے ذریعہ سے فیض و برکات پاتے ہیں اور قرآن کے ذریعہ سے ہمیں فیضِ معارف ملتا ہے سو مناسب ہے کہ کوئی شخص اس ہدایت کے برخلاف کچھ بھی دل میں نہ رکھے ورنہ وہی خدا تعالیٰ کے نزدیک اس کا جوابدہ ہوگا۔اگر ہم اسلام کے خادم نہیں ہیں تو ہمارا سب کاروبار عبث اور مردود اور قابل مواخذہ ہے۔‘‘ (الحکم 17 اگست 1899ء ص6)

2- ہم مسلمان ہیں اور امت محمدی ؐ ہیں اور ہمارے نزدیک نئی نماز بنانی یا قبلہ سے روگردانی کفر ہے۔کل احکام پیغمبری کو ہم مانتے ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے حکم کو ٹالنا بھی بد ذاتی ہے اور ہمارا دعویٰ قال اللہ اور قال الرسول کے ماتحت ہے۔اتباعِ نبوی ؐ سے الگ ہوکر ہم نے کوئی کلمہ یا نماز یا حج یا ڈیڑھ اینٹ کی الگ مسجد نہیں بنائی۔ ہمارا کام یہ ہے کہ اس دین کی خدمت کریں اور اس کو کل مذاہب پر غالب کر کے دکھلاویں۔قرآن شریف کی اور احادیث کی جو پیغمبر خدا سے ثابت ہیں اتباع کریں۔ضعیف سے ضعیف حدیث بھی بشرطیکہ وہ قرآن شریف کے مخالف نہ ہو ہم واجب العمل سمجھتے ہیں اور بخاری اور مسلم کو بعد کتاب اللہ اصح الکتب مانتے ہیں۔‘‘ (الحکم 30 ستمبر 1904ء ص6)

ہم شہادت دیتے ہیں کہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین خیر المرسلین اور شفیع المذنبین ہیں

ہم مسلمان ہیں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہمارے دلوں میں کیا ہے ہم اس پر توکل کرتے اور اسی کی طرف جھکتے ہیں۔

’’لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَمَلَائِکَتِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ وَاٰثَرْنَا الْقُرْاٰنَ کِتَابًا وَ مُحَمَّدً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا وَلَا نَدَّعِی النُّبُوَّۃَ وَلَا نَدَّعِی نَسْخَ الْقُرْاٰنِ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ نَشْھَدُ اَنَّہٗ خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَ خَیْرُ الْمُرْسَلِیْنَ وَ شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ وَ نَشْھَدُ اَنَّ الْحَقَّ کُلُّہٗ فِیْ الْقُرْاٰنِ وَ حَدِیْثِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ کُلُّ بِدْعَۃٍ فِیْ النَّارِ وَ اِنَّا مُسْلِمُوْنَ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا فِیْ قُلُوْبِنَا عَلَیْہِ تَوَکَّلْنَا وَ اِلَیْہِ اُنِیْبُ وَالْحَمْدُلِلّٰہِ اَوَّلًا وَ اٰخِرًا وَ ظَاھِرًا وَ بَاطِنًا رَبَّنَا وَ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ.‘‘ (نور

الاسلام ص34)

خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معبودِ حقیقی نہیں اور محمد رسول اللہ ﷺ اس کے رسول ہیں ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔اسی طرح اُس کے فرشتوں، رسولوں، کتابوں، جنت و دوزخ اور بعث بعد الموت پر بھی ایمان لاتے ہیں۔ہم نے قرآن کریم کو اپنی کتاب کے طور پر اور محمد رسول اللہ ﷺ کو نبی کے طور پر اختیار کر لیا ہے۔ہم آپ ؐ کے بعد نہ تو مستقل نبوت کا دعویٰ کرتے ہیں اور نہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نسخ القرآن کے مدعی ہیں۔اور ہم اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین، خیر المرسلین اور شفیع المذنبین ہیں اور ہم اس بات کی بھی شہادت دیتے ہیں کہ تمام سچائیاں قرآن کریم اور احادیثِ نبوی ؐ میں موجود ہیں اور ہر بدعت آگ میں پڑنے کا موجب ہے اور ہم مسلمان ہیں۔اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہمارے دلوں میں کیا ہے ہم اس پر توکل کرتے ہیں اور اسی کی طرف جھکتے ہیں اور تمام تعریفیں اول و آخر اور ظاہر و باطن کے لحاظ سے خدا تعالیٰ کے لیے ہی ہیں جو ہمارا اور تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی ﷺ نے دکھایا

حضرت اقدس مرزا صاحب لکھتے ہیں:

’’پس اس میں شک نہیں کہ توحید اور خدا دانی کی متاع رسول کے دامن سے ہی دنیا کو ملتی ہے بغیر اس کے ہرگز نہیں مل سکتی۔اور اس امر میں سب سے اعلیٰ نمونہ ہمارے نبی ﷺ نے دکھایا کہ ایک قوم کو جو نجاست پر بیٹھی ہوئی تھی۔ان کو نجاست سے اٹھا کر گلزار میں پہنچا دیا۔اور وہ جو روحانی بھوک اور پیاس سے مرنے لگے تھے ان کے آگے روحانی اعلیٰ درجہ کی غذائیں اور شیریں شربت رکھ دیئے۔ان کو وحشیانہ حالت سے انسان بنایا۔پھر معمولی انسان سے مہذب انسان بنایا۔پھر مہذب انسان سے کامل انسان بنایا۔اور اس قدر ان کے لیے نشان ظاہر کئے کہ ان کو خدا دکھلا دیا اور اُن میں ایسی تبدیلی پیدا کر دی کہ انہوں نے فرشتوں سے ہاتھ جا ملائے۔یہ تاثیر کسی اور نبی سے اپنی امت کی نسبت ظہور میں نہ آئی کیونکہ ان کے صحت یاب ناقص رہے۔پس میں ہمیشہ تعجب کی نگاہ سے دیکھتا ہوں کہ یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔اس کے عالی مقام کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔افسوس کہ جیسا حق شناخت کا ہے، اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی وہی ایک پہلوان ہے جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔اس لیے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی۔اور اس کی مرادیں اس کی زندگی میں اس کو دیں۔وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے جو اس کے ذریعہ سے نہیں پاتا وہ محروم ازلی ہے۔ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ہم کافر نعمت ہوں گے اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اسی نبی کے ذریعہ پائی اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اسی کامل نبی کے ذریعہ اور

اس کے نور سے ملی ہے۔ اور خدا کے مکالمات اور مخاطبات کا شرف بھی جس سے ہم اس کا چہرہ دیکھتے ہیں اسی بزرگ نبی کے ذریعہ سے ہمیں میسر آیا ہے۔ اس آفتاب ہدایت کی شعاع دھوپ کی طرح ہم پر پڑتی ہے اور اُسی وقت تک ہم منور رہ سکتے ہیں جب تک ہم اس کے مقابل پر کھڑے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص116-115)

محمد ؐ ایک کامل انسان اور سیّدالرُّسُل

''درحقیقت ایک ہی کامل انسان دنیا میں آیا جس نے ایسے اتم اور اکمل طور پر یہ روحانی قیامت دکھلائی اور ایک زمانہ دراز کے مُردوں اور ہزاروں برسوں کے عظم رمیم کو زندہ کر دکھلایا۔ اس کے آنے سے قبریں کھل گئیں اور بوسیدہ ہڈیوں میں جان پڑ گئی اور اس نے ثابت کر دکھلایا کہ وہی حاشر اور وہی روحانی قیامت ہے جس کے قدموں پر ایک عالم قبروں میں سے نکل آیا۔'' (آئینہ کمالاتِ اسلام ص207)

''ایک کامل انسان اور سید الرسل کہ جس سا کوئی پیدا نہ ہوا اور نہ ہوگا دنیا کی ہدایت کے لیے آیا اور دنیا کے لیے اس روشن کتاب کو لایا جس کی نظیر کسی آنکھ نے نہیں دیکھی۔''

(براہین احمدیہ جلد چہارم ص351 حاشیہ نمبر 11)

''ہمارے سیدومولیٰ ﷺ سب سے اعلیٰ مرتبہ آسمان میں جس سے بڑھ کر اور کوئی مرتبہ نہیں، تشریف فرما ہیں۔ عِنْدَ سِدْرَۃِ الْمُنْتَھٰی بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی اور امت کے سلام وصلوٰت برابر آنحضرت ؐ کے حضور پہنچائے جاتے ہیں۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ اَکْثَرَ مِمَّا صَلَّیْتَ عَلٰی اَحَدٍ مِّنْ اَنْبِیَآئِکَ وَبَارِکْ وَسَلِّمْ۔''
(ازالہ اوہام حصہ اول ص250 حاشیہ)

''آنحضرت ﷺ جمیع اخلاق کے متمم ہیں اور اس وقت خدا تعالیٰ نے آخری نمونہ آپ کے اخلاق کا قائم کیا ہے۔''
(الحکم 10 مارچ 1904ء ص8)

''اس کے رسول امی پر درود اور سلام ہو جس کا نام محمد اور احمد ہے۔ یہ دونوں نام اس کے وہ ہیں کہ جب حضرت آدم کے سامنے تمام چیزوں کے نام پیش کئے گئے تھے تو سب سے اول یہی دو نام پیش ہوئے تھے کیونکہ اس دنیا کی پیدائش میں وہی دو نام علت غائی ہیں اور خدا تعالیٰ کے علم میں وہی اشرف اور اقدم ہیں۔ پس آنحضرت ﷺ بوجہ ان دونوں ناموں کے تمام انبیاء علیہم السلام سے اول درجہ پر ہیں اور بباعث اس کے جو آنحضرت ﷺ پر تمام نبوت کے علم ختم ہو گئے اور آپ پر کامل اور جامع طور پر وحی نازل کی گئی اور آخری معارف اور وہ سب کچھ جو پہلوں اور پچھلوں کو دیا گیا تھا، آپ کو عطا ہوا۔ ان تمام وجوہ سے آپ خاتم الانبیاء ٹھہرے اور ہر ایک سفید اور سیاہ کی طرف آپ کو بھیجا اور ہر ایک اندھے اور بہرے اور گونگے کی اصلاح کے لیے آپ کو پسند فرمایا۔ اور خدا تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کے عطر سے اس قدر آنجناب کو معطر کیا کہ اس سے پہلے کوئی نبی ؑ اور رسول نہیں کیا گیا۔'' (نجم الہدیٰ ص2)

بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ حقیقی طور پر کوئی نبی بھی آنحضرتؐ کے کمالاتِ قدسیہ سے شریک مساوی نہیں ہوسکتا بلکہ تمام ملائکہ کو بھی اس جگہ برابری کا دم مارنے کی جگہ نہیں چہ جائیکہ کسی اور کو آنحضرت کے کمالات سے کچھ نسبت ہو۔
(براہین احمدیہ جلد سوم ص 242-243 حاشیہ در حاشیہ نمبر 1)

محمد مصطفیٰ......نبیوں کا سردار، رسولوں کا فخر، مرسلوں کا سرتاج

''ہم جب انصاف کی نظر سے دیکھتے ہیں تو تمام سلسلہ نبوت میں سے اعلیٰ درجہ کا جوانمرد نبیؐ اور زندہ نبیؐ اور خدا کا اعلیٰ درجہ کا پیارا نبیؐ صرف ایک مرد کو جانتے ہیں یعنی وہی نبیوں کا سردار رسولوں کا فخر، تمام مرسلوں کا سرتاج جس کا نام محمد مصطفیٰ واحمد مجتبیٰ ﷺ ہے جس کے زیر سایہ دس دن چلنے سے وہ روشنی ملتی ہے جو پہلے اس سے ہزار برس تک نہیں مل سکتی تھی۔''

(سراج منیر ص 72)

''تمام آدم زادوں کے لیے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ ﷺ۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔ نجات یافتہ کون ہے؟ وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد ﷺ اس میں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہے اور آسمان کے نیچے نہ اس کے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم رتبہ کوئی اور کتاب ہے۔ اور کسی کے لیے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیے زندہ ہے۔''

(کشتی نوح ص 13)

''قرآنِ شریف سے ثابت ہے کہ ہر ایک نبی آنحضرت ﷺ کی امت میں داخل ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ۔ پس اس طرح تمام انبیاء علیہم السلام آنحضرت ﷺ کی امت ہوئے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص 133)

''وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسانِ کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا۔ جس سے روحانی بعث وحشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہوگیا۔ وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء، امام الاصفیاء، ختم المرسلین، فخر النبیین جناب محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اے پیارے خدا! اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتداء دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو۔ اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دنیا میں آئے جیسا کہ یونس اور ایوب اور مسیح ابن مریم اور ملاکی اور یحییٰ اور زکریا وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرب اور وجیہہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے۔ یہ اُسی نبی کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دنیا میں سچے سمجھے گئے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلَیْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ.'' (اتمام الحجہ ص 28)

''ہم اپنی پوری تحقیق کی رو سے آنحضرتؐ کو سید المعصومین اور اُن پاکوں کا سردار سمجھتے ہیں جو عورت کے پیٹ سے

نکلے۔اوراُس کوخاتم الانبیاء جانتے ہیں کیونکہ اس پرتمام نبوتیں اورتمام پاکیزگیاں اورتمام کمالات ختم ہوگئے۔‘‘(آریہ دھرم ص 81-82)

’’آنحضرت ﷺ سب انبیاءعلیہم السلام سے افضل اور بہتر تھے یہاں تک کہ آپ پر سلسلہ نبوت اللہ تعالیٰ نے ختم کردیایعنی کمالاتِ نبوت آپ پرطبعی طور پر ختم ہوگئے۔(الحکم 24 ستمبر 1904ءص 4)

’’آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک مُمتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔‘‘(چشمۂ معرفت ص 82)

افضل الرسل،خیرالرسل،فخرالرسل،محمدمصطفیٰ ﷺ

☆ ’’حضرت افضل الرسل خیرالرسل فخرالرسل محمدمصطفیٰ ﷺ کوچھوڑکراوراس کی پاک اورکامل حدیث اورخدا کاسچا نور اور بلاریب کلام ترک کرکے پھراورکونسی پناہ ہے جس طرف رخ کریں اوراس سے زیادہ کونسا چہرہ پیارا ہے جو ہماری دلبری کرے۔‘‘

(الحکم 8 نومبر 1898ء صفحہ 6)

☆ ’’بلاشبہ کلامِ الٰہی سے محبت رکھنا اور رسول اللہ ﷺ کے کلماتِ طیبہ سے عشق پیدا ہونا اوراہل اللہ کے ساتھ حب صافی کاتعلق حاصل ہونا یہ ایک ایسی بزرگ نعمت ہے جوخدا تعالیٰ کے خاص اورمخلص بندوں کوملتی ہے اور دراصل بڑی بڑی ترقیات کی یہی بنیاد ہے اوریہی ایک تخم ہے جس سے ایک بڑادرخت یقین اورمعرفت اورقوت ایمانی کا پیدا ہوتا ہے اور محبت ذاتیہ جل شانہ کا پھل اس کولگتا ہے۔(الحکم 3 مارچ 1899ء صفحہ 3)

☆ ’’میں خوب جانتا ہوں کہ ہماری جماعت اور ہم جو کچھ ہیں اس حال میں اللہ تعالیٰ کی تائیداورنصرت ہمارے شامل حال ہوگی کہ ہم صراط مستقیم پرچلیں اورآنحضرت ﷺ کی کامل سچی اتباع کریں،قرآن شریف کی پاک تعلیم کواپنا دستور العمل بناویں اوران باتوں کوہم اپنے عمل اورحال سے ثابت کریں،نہ صرف قال سے۔اگرہم اس طریق کواختیارکریں گے تو یقیناً یادرکھو کہ ساری دنیا بھی مل کرہم کو ہلاک کرنا چاہے تو ہلاک نہیں ہوسکتے۔اس لیے کہ خدا ہمارے ساتھ ہوگا۔‘‘
(الحکم 24 ستمبر 1904ء صفحہ 4)

☆ ’’یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبیؐ کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جوسیدالرسلؐ اورسب رسولوں کاسرتاجؐ ہے۔اگر وہ حامد ہیں تو وہ احمدؐ ہے۔اوراگروہ محمود ہیں تو وہ محمدؐ ہے ﷺ۔‘‘(براہینِ احمدیہ حصّہ چہارم حاشیہ درحاشیہ 3 ص 499)

☆ **وَاللّٰہُ یَعْلَمُ اِنِّیْ عَاشِقُ الْاِسْلَامِ وَ فِدَاء حضرت خیر الانام و غلام احمد المصطفی**

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 388)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں اسلام کا حقیقی عاشق اور حضرت خیرالانام ؐ پر دل وجان سے فدا اوران کا غلام ہوں۔

☆ ''آخری وصیت یہی ہے کہ ہرایک روشنی ہم نے رسول نبی امی کی پیروی سے پائی ہے اور جو شخص پیروی کرے گا۔وہ بھی پائے گا۔اورایسی قبولیت اس کو ملے گی کہ کوئی بات اس کے آگے انہونی نہیں رہے گی زندہ خدا جولوگوں سے پوشیدہ ہے اس کا خدا ہوگا۔اور جھوٹے خدا سب اس کی پیروی کے نیچے کچلے اور روندے جائیں گے۔وہ ہرایک جگہ مبارک ہوگا اور الٰہی قوتیں اس کے ساتھ ہوں گی۔''(سراج منیر صفحہ 73)

☆ ''یہ تمام شرف مجھے صرف ایک نبی کی پیروی سے ملا ہے جس کے مدارج اور مراتب سے دنیا بے خبر ہے یعنی سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ۔''(چشمہ مسیحی صفحہ 23)

آنحضرت ؐ سے عشق اور فدائیت کے اظہار میں

حضرت مرزا صاحب فرماتے ہیں۔

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است — خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است

دیدم بعینِ قلب وشنیدم بگوشِ ہوش — در ہر مکاں ندائے جمالِ محمدؐ است

ایں چشمہ رواں کہ بخلقِ خدا دہم — یک قطرۂ ز بحر کمالِ محمدؐ است

ترجمہ: میرے دل وجان محمد ﷺ کے جمال پر فدا ہیں۔میری خاک آل محمد ﷺ کے کوچہ پر قربان ہے۔
میں نے اپنے دل کی آنکھ سے دیکھا اور ہوش کے کان سے سنا کہ ہر جگہ محمد ﷺ کے جمال کی گونج پائی جاتی ہے۔
معارف کا یہ جاری چشمہ جو میں مخلوق خدا کو دے رہا ہوں۔یہ محمد ﷺ کے کمال کے سمندر کا ایک قطرہ ہے۔

''افاضۂ انوار الٰہی میں محبتِ اہلِ بیت کو بھی نہایت عظیم دخل ہے اور جو شخص حضرت احدیت کے مقربین میں داخل ہوتا ہے۔وہ انہیں طیبین طاہرین کی وراثت میں پاتا ہے اور تمام علوم ومعارف میں ان کا وارث ٹھہرتا ہے۔''

(براہین احمدیہ حصہ چہارم حاشیہ درحاشیہ نمبر 3 صفحہ 503)

بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم
ہرتار و پودِ من بسر آید بعشقِ اُو
از خد تہی واز غم آں دلستاں پرم

ترجمہ: میں خدا تعالیٰ کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ کے عشق میں سرشار ہوں۔اگر اسی بات کا نام کفر ہے تو بخدا میں سخت کافر ہوں۔آپ کا عشق میرے وجود کے ہر رگ وریشہ میں سرایت کر چکا ہے میں اپنے آپ سے خالی اوراس کے محبوب کے غم سے پر ہوں۔

حضور اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’خدا کے محبوب بننے کے واسطے صرف رسول اللہ ﷺ کی پیروی ہی ایک راہ ہے اور کوئی دوسری راہ نہیں کہ تم کو خدا سے ملا دے...... دیکھو میں پھر کہتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی سچی راہ کے سوا اور کسی طرح انسان کامیاب نہیں ہوسکتا۔ ہمارا صرف ایک ہی رسول ہے اور صرف ایک ہی قرآن شریف اس رسول پر نازل ہوا جس کی تابعداری سے ہم خدا کو پا سکتے ہیں۔‘‘

(الحکم 10 مارچ 1903ء)

’’خداوند کریم نے اس رسول مقبول ؐ کی متابعت اور محبت کی برکت سے اور اپنے پاک کلام کی پیروی کی تاثیر سے اس خاکسار کو اپنے مخاطبات سے خاص کیا ہے اور علوم لدنیہ سے سرفراز فرمایا ہے اور بہت سے اسرار مخفیہ سے اطلاع بخشی ہے اور بہت سے حقائق اور معارف سے اس ناچیز کے سینہ کو پُر کر دیا ہے اور بارہا بتلا رہا ہے کہ یہ سب عطیات اور عنایات اور یہ سب تفضّلات اور احسانات اور یہ سب تلطفات اور توجہات اور یہ سب انعامات اور تائیدات اور یہ سب مکالمات اور مخاطبات بیُمنِ متابعت و محبت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ ہیں۔ جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد۔ وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم۔(براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 623 حاشیہ 11)

خیر الوراء بدر الدجیٰ۔ محمد مصطفیٰ ﷺ

محمدؐ عربی بادشاہِ ہر دو سرا
کرے ہے روحِ قدس جس کے در کی بانی
اُسے خدا تو نہیں کہہ سکوں، پہ کہتا ہوں
کہ اُس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

کیا ہی خوش نصیب وہ آدمی ہے جس نے محمد مصطفیٰ ﷺ کو پیشوائی کے لیے قبول کیا۔ اور قرآن شریف کو رہنمائی کے لیے اختیار کرلیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ. اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰی قَلْبَنَا لِحُبِّہٖ وَ لِحُبِّ رَسُوْلِہٖ وَ جَمِیْعِ عِبَادِہِ الْمُقَرَّبِیْنَ.‘‘ (سرمہ چشم آریہ حاشیہ ص 249-250)

’’اگر کسی نبی کی فضیلت اُس کے اُن کاموں سے ثابت ہوسکتی ہے۔ جن سے بنی نوع کی سچی ہمدردی سب نبیوں سے بڑھ کر ظاہر ہو تو اے سب لوگو! اٹھو اور گواہی دو کہ اس صفت میں محمد ﷺ کی دنیا میں کوئی نظیر نہیں۔‘‘ (تبلیغ رسالت جلد 6 صفحہ 10)

’’وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا — نام اس کا ہے محمدؐ، دلبر مرا یہی ہے
سب پاک ہیں پیمبر، اک دوسرے سے بہتر — لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے
پہلوں سے خوبتر ہے، خوبی میں اِک قمر ہے — اُس پر ہر اک نظر ہے، بدرالدجیٰ یہی ہے
پہلے تو رہ میں ہارے، پار اُس نے ہیں اتارے — میں جاؤں اُس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

وہ یارِ لامکانی، وہ دلبرِ نہانی دیکھا ہے ہم نے اُس سے بس رہنما یہی ہے
وہ آج شاہِ دیں ہے، وہ تاجِ مرسلیں ہے وہ طیب و امیں ہے، اُس کی ثنا یہی ہے
آنکھ اس کی دوربیں ہے، دل یار سے قریں ہے ہاتھوں میں شمع دیں ہے، عین الضیاء یہی ہے
جو رازِ دیں تھے بھارے، اس نے بتائے سارے دولت کا دینے والا فرماں روا یہی ہے!
اُس نور پر فدا ہوں، اس کا ہی میں ہوا ہوں وہ ہے میں چیز کیا ہوں، بس فیصلہ یہی ہے!
وہ دلبرِ یگانہ، علموں کا ہے خزانہ باقی ہے سب فسانہ، سچ بے خطا یہی ہے
سب ہم نے اُس سے پایا، شاہد ہے تو خدایا وہ جس نے حق دکھایا، وہ مہ لقا یہی ہے''

(قادیان کے آریہ اور ہم صفحہ 48)

''پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار''

(حقیقۃ الوحی ص 83)

''برتر گمان و وہم سے احمدؐ کی شان ہے
جس کا غلام دیکھو مسیحؑ الزمان ہے''

(حقیقۃ الوحی صفحہ 274، حاشیہ)

سب سے بڑھ کر مقامِ احمد ہے

''زندگی بخش جامِ احمدؐ ہے کیا ہی پیارا یہ نامِ احمدؐ ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا سب سے بڑھ کر مقامِ احمدؐ ہے
باغِ احمدؐ سے ہم نے پھل کھایا میرا بستاں کلامِ احمدؐ ہے''

(دافع البلاء صفحہ 20)

''کہتے ہیں یورپ کے ناداں یہ نبی کامل نہیں وحشیوں میں دیں کو پھیلانا یہ کیا مشکل تھا کار
پر بنانا آدمی وحشی کو ہے اک معجزہ معنیٔ رازِ نبوت ہے اسی سے آشکار
نور لائے آسماں سے خود بھی وہ اک نور تھے قومِ وحشی میں اگر پیدا ہوئے کیا جائے عار
روشنی میں مہرِ تاباں کی بھلا کیا فرق ہو! گرچہ نکلے روم کی سرحد سے یا از زنگبار''

(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 114)

''مصطفیٰ پر ترا بے حد ہو سلام اور رحمت اس سے یہ نور لیا بارِ خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے
اُس سے بہتر نظر آیا نہ کوئی عالم میں لا جرم غیروں سے دل اپنا چھڑایا ہم نے
شانِ حق تیرے شمائل میں نظر آتی ہے تیرے پانے سے ہی اُس ذات کو پایا ہم نے
چھو کے دامن ترا ہر دام سے ملتی ہے نجات! لاجرم در پہ ترے سر کو جھکایا ہم نے!

دلبرا! مجھ کو قسم ہے تری یکتائی کی! آپ کو تیری محبت میں بھلایا ہم نے
بخدا دل سے مرے مٹ گئے سب غیروں کے نقش جب سے دل میں یہ ترا نقش جمایا ہم نے!
ہم ہوئے خیر امم تجھ سے ہی اے خیر رسل تیرے بڑھنے سے قدم آگے بڑھایا ہم نے
آدمی زاد تو کیا چیز، فرشتے بھی تمام
مدح میں تیری وہ گاتے ہیں جو گایا ہم نے''

(آئینہ کمالاتِ اسلام ص225 تا226)

خاتم الکتب صرف قرآن کریم ہی ہے

''تمام خیر اور بھلائی قرآن میں ہے۔ بجز اس کے اور کسی جگہ سے بھلائی نہیں مل سکتی۔''

(تذکرہ ایڈیشن1969ء صفحہ 90)

''اس کی پیروی پرہیزگاری کا طریق ہے۔'' (خطبہ الہامیہ صفحہ 55)

''الٰہی کتابوں میں سے اعلیٰ اور ارفع اور اتم اور اکمل اور خاتم الکتب صرف قرآن کریم ہی ہے۔ اور وہی ام الکتب ہے......وہ کتاب جو اصل اور کامل اور الہامی زبان میں نازل ہوئی ہے وہ صرف قرآن ہی ہے۔''(منن الرحمٰن صفحہ 3)

''یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم بذاتِ خود معجزہ ہے اور بڑی بھاری وجہ اعجاز کی اس میں یہ ہے کہ وہ جامع حقائق غیر متناہیہ ہے مگر بغیر وقت کے وہ ظاہر نہیں ہوتے جیسے جیسے وقت کے مشکلات تقاضا کرتے ہیں وہ معارف خفیہ ظاہر ہوتے جاتے ہیں۔'' (ازالہ اوہام حصہ دوم ص679)

اے بندگانِ خدا! یقیناً یادرکھو کہ قرآن شریف میں غیرمحدود معارف وحقائق کا اعجاز ایسا کامل اعجاز ہے جس نے ہر ایک زمانہ میں تلوار سے زیادہ کام کیا ہے اور ہر ایک زمانہ اپنی نئی حالت کے ساتھ جو کچھ شبہات پیش کرتا ہے یا جس قسم کے اعلیٰ معارف کا دعویٰ کرتا ہے اس کی پوری مدافعت اور پورا الزام اور پورا پورا مقابلہ قرآن شریف میں موجود ہے۔''

(ازالہ اوہام حصہ اول ص305)

قرآن شریف اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رو سے معجزہ ہے۔ موسیٰ کے معجزہ سے بڑھ کر اور عیسیٰ کے معجزات سے صدہا درجہ زیادہ۔''

(تبلیغ رسالت جلد6 ص18)

''وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے۔ وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔ کاش جو میں نے دیکھا ہے لوگ دیکھیں اور جو میں نے سنا ہے وہ سنیں اور قصوں کو چھوڑ دیں اور حقیقت کی طرف دوڑیں۔''
(اسلامی اصول کی فلاسفی ص131)

سب سے سیدھی راہ اور بڑا ذریعہ جو انوارِ یقین اور تواتر سے بھرا ہوا اور ہماری روحانی بھلائی اور ترقی علمی کے لیے کامل رہنما ہے۔ قرآن کریم ہے جو تمام دنیا کے دینی نزاعوں کے فیصل کرنے کے متکفل ہوکر آیا ہے۔'' (ازالہ اوہام حصہ دوم ص 524-523)

''خاتم النبیین'' کا لفظ جو آنحضرت ﷺ پر بولا گیا ہے بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اسی لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے کمالات اس میں موجود ہوں اور حقیقت میں وہ کمالات اس میں موجود ہیں۔'' (ملفوظات جلد سوم صفحہ 36)

''میں جوان تھا اور اب بوڑھا ہو گیا اور اگر لوگ چاہیں تو گواہی دے سکتے ہیں کہ میں دنیاداری کے کاموں میں نہیں پڑا اور دینی شغل میں ہمیشہ میری دلچسپی رہی۔ میں نے اس کلام کو جس کا نام قرآن ہے نہایت درجہ تک پاک اور روحانی حکمت سے بھرا ہوا پایا......اور وہ برکت جس کے لیے مذہب قبول کیا جاتا ہے، اُس کو یہ کلام آخر انسان کے دل پروارد کر دیتا ہے اور خدا کے فضل کا اس کو مالک بنا دیتا ہے۔ پس کیونکر ہم روشنی پا کر پھر تاریکی میں آویں اور آنکھیں پا کر پھر اندھے بن جاویں۔'' (سناتن دھرم ص 6-7)

قرآن کا عمل قیامت تک ہے

''یہ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت ﷺ کے بالکل مسدود ہے اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہیں جو نئے احکام سکھائے یا قرآن شریف کا حکم منسوخ کرے یا اس کی پیروی معطل کرے بلکہ اس کا عمل قیامت تک ہے۔''

(الوصیت صفحہ 12 حاشیہ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 311 حاشیہ)

''خدا اس شخص کا دشمن ہے جو قرآن شریف کو منسوخ کی طرح قرار دیتا ہے اور محمدی شریعت کے برخلاف چلتا ہے اور اپنی شریعت چلانا چاہتا ہے۔''

(چشمۂ معرفت صفحہ 324-325، روحانی خزائن جلد نمبر 23 صفحہ 340)

اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قران کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قران نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے سو تم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ **الخیر کله فی القران** کہ تمام قسم کی بھلائیاں قران میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سر

چشمہ قرآن میں ہے۔کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی۔تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے۔'' (کشتی نوح روحانی خزائن جلد نمبر 19 صفحہ 27)

''قرآنِ شریف اپنی تعلیموں اور اپنے علوم حِکمیہ اور اپنے معارف دقیقہ اور بلاغت کاملہ کی رو سے معجزہ ہے۔'' (ضمیمہ رسالہ انجام آتھم ص 61)

''خدا اُس شخص سے پیار کرتا ہے، جو اس کی کتاب قرآن شریف کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے۔اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو درحقیقت خاتم الانبیاء سمجھتا ہے۔''

(چشمہ معرفت ص325، مطبوعہ 1908ء)

''آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں۔'' (چشمہ معرفت صفحہ 82 طبع اول روحانی خزائن جلد نمبر 23 صفحہ 90)

''قرآن مجید خاتم الکتب ہے۔اس میں اب ایک شعشہ یا نقطہ کی کمی بیشی کی گنجائش نہیں ہے۔'' (ملفوظات جلد 8 صفحہ 245)

''اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ......اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے۔جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں۔اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پاکر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔''
(براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 467 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

نئی شریعت بنانے کے جھوٹے الزام کے جواب میں حضرت اقدس مرزا صاحب فرماتے ہیں:

☆ ''ہم تو کہتے ہیں کہ کافر ہے وہ شخص جو آنحضرت ﷺ کی شریعت سے ذرہ بھر ادھر ادھر ہوتا ہے۔آنحضرت ﷺ کی اتباع سے روگردانی کرنے والا ہی ہمارے نزدیک جب کافر ہے تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے جو نئی شریعت لانے کا دعویٰ کرے یا قران اور سنت رسول ﷺ میں تغیر و تبدل کرے یا کسی حکم کو منسوخ جانے، ہمارے نزدیک تو مومن وہی ہے جو قران کریم کی سچی پیروی کرے اور قرآن شریف ہی کو خاتم الکتب یقین کرے۔اس شریعت کو جو آنحضرت ﷺ دنیا میں لائے تھے اس کو ہمیشہ تک رہنے والا مانے اور اس میں ایک ذرہ بھر اور ایک شعشہ بھی نہ بدلے اور اس کی اتباع میں فنا ہو کر اپنا آپ کھودے اور اپنے وجود کا ہر ذرہ اسی راہ میں لگائے۔عملاً اور علماً اس شریعت کی مخالفت نہ کرے تب پکا مسلمان ہوتا ہے۔'' (الحکم 6 مئی 1901ء ص 5)

☆ ''میں تمام مسلمانوں کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے کسی ایک حکم میں بھی دوسرے مسلمانوں سے علیحدگی نہیں۔جس طرح سارے اہل اسلام احکام بیّنہ قرآن کریم و احادیث صحیحہ و قیاسات مسلمہ مجتہدین کو واجب العمل جانتے ہیں۔اسی طرح میں بھی جانتا ہوں۔''

(الحق لدھیانہ ص80،روحانی خزائن جلد 4،ص80)

☆ ''مجھے اللہ جل شانہ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں۔ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** میرا عقیدہ ہے۔اور **لکن رسول اللہ و خاتم النبیین** پر آنحضرت ﷺ کی نسبت میرا ایمان ہے۔میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں۔اور جس قدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جس قدر آنحضرت ﷺ کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں۔کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے برخلاف نہیں۔اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے خود اس کی غلط فہمی ہے اور جو شخص مجھے اب بھی کافر سمجھتا ہے اور تکفیر سے باز نہیں آتا وہ یقیناً یاد رکھے کہ مرنے کے بعد اس کو پوچھا جائے گا۔میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا خدا اور رسول پر وہ یقین ہے کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جائے اور میرا ایمان دوسرے پلہ میں تو بفضلہٖ تعالیٰ یہی پلہ بھاری ہوگا۔''

(کرامات الصادقین ص25،روحانی خزائن جلد 7 ص67)

حضرت اقدس مرزا صاحب کی اپنی جماعت کو اعلیٰ اسلامی تعلیم کا کچھ حصہ درج ذیل کیا جاتا ہے:

آپ فرماتے ہیں:

''یہ مت خیال کرو کہ ہم نے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے۔ظاہر کچھ چیز نہیں۔خدا تعالیٰ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کرے گا۔دیکھو! میں یہ کہہ کر فرضِ تبلیغ سے سبکدوش ہوتا ہوں کہ گناہ ایک زہر ہے اس کو مت کھاؤ۔خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے اس سے بچو۔دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا۔بجز وعدہ کی مستثنیات کے۔وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص جھوٹ اور فریب کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص دنیا کی لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنی شراب سے۔قمار بازی سے۔بدنظری سے خیانت سے اور رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص بدرفیق کو نہیں چھوڑتا جو اس پر بد اثر ڈالتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلافِ قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت سے نہیں ہے۔جو شخص اپنی اہلیہ اور اس کے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص اپنے ہمسایہ کو ادنیٰ ادنیٰ خیر سے بھی محروم رکھتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ہر ایک مرد جو بیوی سے یا بیوی خاوند سے خیانت سے پیش آتی ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔جو شخص اس عہد کو جو بیعت کے وقت اس نے کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔اور جو شخص امور معروفہ میں میری اطاعت کرنے کیلئے تیار نہیں ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے اور جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا ہے اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں

ہے۔ ہر ایک زانی، فاسق، شرابی، خونی، چور، قمار باز، خائن، مرتشی، غاصب، ظالم، دروغ گو، جعلساز اوران کا ہم نشین اوراپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعالِ شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں۔تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے۔'' (کشتی نوح صفحہ 18-17)......سواَے وَے تمام لوگو! جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو۔اور اپنے روزوں کو خدا کیلئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔اور ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقویٰ سے خالی ہے۔ ہر ایک نیکی کی جڑ تقویٰ ہے جس عمل میں یہ جڑ ضائع نہیں ہوگی وہ عمل بھی ضائع نہیں ہوگا۔ (ایضاً 15)

باب 11

حضرت اقدس مرزا صاحب کی شدید مخالفت اور کفر کے فتوے

چودھویں صدی ہجری کے شروع ہونے تک دنیا میں بے دینی، کفر، شرک اور بدعت پھیل چکے تھے۔ اکثر مسلمان کہلانے والے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی تعلیمات کو عملاً بھلا بیٹھے تھے۔ قرآن مجید کو طاقِ نسیان میں بند کر رکھا تھا اور اس کی بجائے پیر پرستی، قبر پرستی اور تعویذ گنڈے پر ایمان ہو گیا تھا۔ اسلامی عبادات محض رسماً ادا کی جاتی تھیں۔ اکثریت بے نمازیوں اور بے روزہ لوگوں کی تھی۔

خدا تعالیٰ نے اپنے خاص فضل و رحم سے اس قوم کیلئے جو اندھیروں میں سرگرداں تھی ایک رہبر بھیجا۔ ان کی روحانی پیاس بجھانے کیلئے آسمان سے پانی نازل فرمایا اور اُن کی بیماری کا تریاق مہیا کیا۔ یعنی اُس نے اپنے ایک برگزیدہ انسان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو دنیا کی اصلاح کیلئے مسیح موعود اور امام مہدی بنا کر بھیجا۔ خدا تعالیٰ کے اس فرستادہ نے ظلمت کے ماروں کو آسمانی صدا سے یوں پکارا ؎

اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح — نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار
قوم کے لوگو ادھر آؤ کہ نکلا آفتاب — وادیٔ ظلمت میں کیا بیٹھے ہو تم لیل و نہار
میں وہ پانی ہوں کہ آیا، آسماں سے وقت پر — میں ہوں وہ نورِ خدا، جس سے ہوا دن آشکار
صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے — ہیں درندے ہر طرف میں عافیت کا ہوں حصار
اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے — وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار
اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا — پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار

(درثمین)

آپ فرماتے ہیں:

''افسوس ہے کہ آسمان گواہی دے رہا ہے اور تم نہیں سنتے اور زمین ضرورت ضرورت بیان کر رہی ہے اور تم نہیں دیکھتے۔ اے بد بخت قوم اُٹھ اور دیکھ کہ اس مصیبت کے وقت جو اسلام پیروں کے نیچے کچلا گیا اور مجرموں کی طرح بے عزت کیا گیا۔ وہ جھوٹوں میں شمار کیا گیا۔ وہ ناپاکوں میں لکھا گیا۔ تو کیا خدا کی غیرت ایسے وقت میں جوش نہ مارتی۔ اب سمجھ کہ آسمان جھکتا چلا آتا ہے اور وہ دن نزدیک ہیں کہ ہر ایک کان کو انا الموجود کی آواز آئے گی۔''

(الحکم 24 جنوری 1904ء)

پھر آپ فرماتے ہیں: ''خدا تعالیٰ نے اس زمانہ کو تاریک پا کر اور دنیا کو غفلت اور کفر اور شرک میں غرق دیکھ کر اور

ایمان اور صدق اور تقویٰ اور راستبازی کو زائل ہوتے ہوئے مشاہدہ کر کے مجھے بھیجا ہے تا کہ وہ دوبارہ دنیا میں علمی اور عملی اور اخلاقی اور ایمانی سچائی کو قائم کرے، تا اسلام کو اُن لوگوں کے حملوں سے بچائے جو فلسفیت اور نیچریت اور اباحت اور شرک اور دہریت کے لباس میں اس الٰہی باغ کو کچھ نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔'' (آئینہ کمالات اسلام ص 251)

خدا تعالیٰ کے اس مامور نے اُن سب لوگوں کو جو کسی ہادیٔ مرسل کے آنے سے تو انکاری ہو چکے تھے ہاں البتہ اپنے درمیان تیس دجالوں کے آنے کا اقرار کرتے تھے مخاطب کر کے فرمایا:

''اے بدقسمت قوم کیا تمہارے حصہ میں دجال ہی رہ گئے تھے؟ تم ہر ایک طرف سے تباہ کئے گئے جس طرح ایک کھیتی کو رات کے وقت کسی اجنبی کے مویشی تباہ کر دیتے ہیں۔ تمہاری اندرونی حالتیں بھی بہت خراب ہوگئیں اور بیرونی حملے بھی انتہا کو پہنچ گئے۔ صدی کے سر پر جو مجدد آیا کرتے تھے وہ بات شاید نعوذ باللہ خدا کو بھول گئی کہ اب کی دفعہ اگر صدی کے سر پر بھی آیا تو بقول تمہارے ایک دجال آیا۔ تم خاک میں مل گئے مگر خدا نے تمہاری خبر نہ لی۔ تم بدعات میں ڈوب گئے مگر خدا نے تمہاری دستگیری نہ کی۔ تم میں سے روحانیت جاتی رہی۔ صدق وصفا کی بو نہ رہی۔ سچ کہو۔ اب تم میں روحانیت کہاں؟ خدا سے تعلق کے نشان کہاں۔ دین تمہارے نزدیک کیا ہے۔ صرف زبان کی چالاکی اور شرارت آمیز جھگڑے اور تعصب کے جوش اور اندھوں کی طرح حملے۔

خدا کی طرف سے ایک ستارہ نکلا مگر تم نے اس کو شناخت نہ کیا اور تم نے تاریکی کو اختیار کیا اس لیے خدا نے تمہیں تاریکی ہی میں چھوڑ دیا۔ اس صورت میں تم میں اور غیر قوموں میں کیا فرق ہے۔ کیا ایک اندھا اندھوں میں بیٹھ کر کہہ سکتا ہے کہ تمہاری حالت سے میری حالت بہتر ہے؟

اے نادان قوم! میں تمہیں کس سے مشابہت دوں۔ تم اُن بدقسمتوں سے مشابہ ہو جن کے گھر کے قریب ایک فیاض نے ایک باغ لگایا اور اس میں ہر قسم کا پھلدار درخت نصب کیا اور اس کے اندر ایک شیریں نہر چھوڑ دی جس کا پانی نہایت میٹھا تھا اور اس باغ میں بڑے بڑے سایہ دار درخت لگائے جو ہزاروں انسانوں کو دھوپ سے بچا سکتے تھے۔ تب اس قوم کی اس فیاض نے دعوت کی جو دھوپ میں جل رہی تھی اور کوئی سایہ نہ تھا اور نہ کوئی پھل تھا اور نہ پانی تھا۔ تا وہ سایہ میں بیٹھیں اور پھل کھائیں اور پانی پئیں۔ لیکن اس بدبخت قوم نے اس دعوت کو رد کیا اور اس دھوپ میں شدتِ گرمی اور پیاس اور بھوک سے مر گئے۔ اس لیے خدا فرماتا ہے کہ ان کی جگہ میں دوسری قوم کو لاؤں گا جو ان درختوں کے ٹھنڈے سایہ میں بیٹھے گی اور ان پھلوں کو کھائے گی اور اس خوشگوار پانی کو پیئے گی۔ خدا نے مثال کے طور پر قرآن شریف میں خوب فرمایا ہے کہ ذوالقرنین نے ایک قوم کو دھوپ میں جلتے ہوئے پایا۔ اُن میں اور آفتاب میں کوئی اوٹ نہ تھی اور اس قوم نے ذوالقرنین سے کوئی مدد نہ چاہی اس لیے وہ اس بلا میں مبتلا رہی۔ لیکن ذولقرنین کو ایک دوسری قوم ملی جنہوں نے ذوالقرنین سے دشمن سے بچنے کیلئے مدد چاہی۔ سو ایک دیوار اُن کے لیے بنائی گئی۔ اس لیے وہ دشمنی کی دست برد سے بچ گئی۔

سو میں سچ کہتا ہوں کہ قران شریف کی آئندہ پیشگوئی کے مطابق ذوالقرنین میں ہوں جس نے ہر ایک قوم کی صدی کو پایا اور دھوپ میں جلنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے مسلمانوں میں سے مجھے قبول نہ کیا۔ اور کیچڑ کے چشمہ اور تاریکی میں بیٹھنے والے عیسائی ہیں جنہوں نے آفتاب کو نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ اور وہ قوم جن کیلئے دیوار بنائی گئی وہ میری جماعت ہے میں سچ کہتا

ہوں کہ یہ وہی ہیں جن کا دین دشمن کی دست برد سے بچے گا۔ ہر ایک بنیاد جو سست ہے اس کو شرک اور دہریت کھاتی جائے گی۔ مگر اس جماعت کی بڑی عمر ہوگی اور شیطان اُن پر غالب نہیں آئے گا۔ اور شیطانی گروہ ان پر غلبہ نہیں کرے گا۔ ان کی حجت تلوار سے زیادہ تیز اور نیزے سے زیادہ گھسنے والی ہوگی اور وہ قیامت تک ہر ایک مذہب پر غالب آتے رہیں گے۔

ہائے افسوس ان نادانوں پر جنہوں نے مجھے شناخت نہ کیا۔ وہ کیسی تیرہ و تاریک آنکھیں تھیں جو سچائی کے نور کو دیکھ نہ سکیں۔ میں ان کو نظر نہیں آ سکتا کیونکہ تعصب نے ان کی آنکھوں کو تاریک کر دیا۔ دلوں پر زنگ ہیں اور آنکھوں پر پردے۔ اگر وہ سچی تلاش میں لگ جائیں اور اپنے دلوں کو کینہ سے پاک کر دیں۔ دن کو روزے رکھیں اور رات کو اٹھ کر دعائیں کریں اور روئیں اور نعرے ماریں تو امید ہے کہ خدائے کریم ان پر ظاہر کر دے کہ میں کون ہوں۔ چاہیئے کہ خدا کے استغناء ذاتی سے ڈریں۔''
(براہینِ احمدیہ حصہ پنجم ص146)

جیسا کہ حضرت محی الدین ابن عربیؒ نے اپنی تصنیف فتوحات مکیہ جلد 3 ص 336 میں رقم فرمایا ہے۔ ''وَ اِذَا خَرَجَ ھٰذَا الْاِمَامُ الْمَھْدِیُ فَلَیْسَ لَہٗ عَدُوٌّ مُبِیْنٌ اِلَّا الْفُقَھَاءُ خَاصَّۃً''

ترجمہ: ''جب امام مہدی آئے گا تو علماء زمانہ سے بڑھ کر اُن کا کوئی شدید دشمن نہیں ہوگا'' حضرت اقدس مرزا صاحب کا دعویٰ مسیح موعود اور مہدی سن کر حق کے مخالفین کیا اپنے اور کیا بیگانے، سب آپ کے شدید دشمن بن گئے اور آپ کو اور آپ کی جماعت کو جائز و ناجائز طریقوں سے مٹا دینے پر تل گئے۔ آپ سے مباحثات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔

حضرت سید احمد مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ''مکتوبات'' میں (مکتوب نمبر 54 جلد 2 ص 107) لکھا ہے ''علماء ظواہر مسیح موعود کے اجتہادات کا انکار کرتے ہوئے ان کو قرآن وسنت کے خلاف قرار دیں گے کیونکہ وہ اپنے مآخذ کے لطیف و دقیق ہونے کے باعث ان کی عقل وفہم سے بالا ہوں گے۔'' (ترجمہ از فارسی) علماء نے آپ کے دلائل اور براہین سے عاجز آ کر آپ پر کافر، کذاب اور دجال ہونے کے فتوے لگائے۔ آپ کو واجب القتل قرار دیا گیا۔ آپ کا اور آپ کے متبعین کا مال لوٹ لینا جائز اور حلال جانا گیا۔ لوگوں کو آپ اور آپ کی جماعت سے قطع کلامی اور معاشی مقاطعہ پر اکسایا گیا۔ انگریزی عدالتوں میں آپ پر اقدام قتل کے جھوٹے مقدمے دائر کئے گئے جس میں مولویوں، پادریوں اور پنڈتوں نے مل کر جھوٹی گواہیاں لکھوائیں تا کسی طور سے آپ کو پھانسی پر کھینچا جا سکے۔ اکثر دفعہ مکر وفریب کر کے حکام کو آپ کے خلاف اکسایا جاتا کہ یہ شخص حکومت کا باغی ہے اس کو نیست و نابود کیا جائے۔ معاندین کے ایک سرغنہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے تعلّی سے یہ دعویٰ کیا کہ ''میں نے ہی اسے آسمان پر اٹھایا تھا اور میں ہی اسے گراؤں گا۔''

ادھر خدا تعالیٰ نے اپنے الہام سے آپ سے وعدہ فرما رکھا تھا کہ ''یَعْصِمُکَ اللّٰہُ مِنَ الْعِدَا (الوصیت) یعنی خدا آپ کو دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ نیز ایک اور الہام میں فرمایا ''اِنِّیْ مُعِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِعَانَتَکَ وَ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ''، یعنی میں اس کی مدد کروں گا جو تیری مدد کرے گا اور اس کی ذلت کروں گا جو تیری ذلت کا ارادہ کرے۔

بالآخر آپ کے دشمنوں کو ذلت پر ذلت نصیب ہوئی اور وہ اپنے ارادوں میں ناکام و نامراد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ماننے والوں کو ہر مقام پر عزت اور نصرت سے نوازا اور اُنہیں ہر میدان میں فتح اور کامرانی ملی۔ پھر الٰہی بشارت ''میں تیری

تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا'' کے مطابق آپ کا پیغام چاردانگ عالم میں پہنچا۔ ہر ملک و دیار کے خوش نصیب آپ کی جماعت میں داخل ہوئے۔ خدائی تقدیر کے دوش پر امام مہدی کی یہ جماعت دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے اور ہر سال لکھوکھا انسان آ کر اس میں شامل ہو جاتے ہیں۔

سلسلہ احمدیہ کے روشن مستقبل کے متعلق آپ نے پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا:

''اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔'' (تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 66)

جماعت احمدیہ کے مبلغین، معلمین اور مربیان اپنے مرکزی نظام کے تحت اس وقت دنیا کے تقریباً تمام ممالک میں تبلیغ اسلام و اشاعت اسلام کے مقدس فریضہ کی ادائیگی میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ دنیا کی 53 مختلف زبانوں میں قرآن مجید کے عربی متن کے ساتھ تراجم شائع کرنے کی توفیق ملی ہے اور مزید 50 زبانوں میں تراجم کرنے کا کام شروع ہو چکا ہے۔ پاکستان کے علاوہ اس وقت دنیا کے مختلف ممالک میں جماعت احمدیہ کی قریباً 3500 منظّم جماعتی تنظیمیں قائم ہیں۔ ہزاروں مساجد اور قریباً 400 مسلم مشن تعمیر ہوئے ہیں۔ 30 سے زائد ہسپتال، سینکڑوں پرائمری اور درجنوں ہائی اور جونیئر سیکنڈری سکول کھولے جا چکے ہیں۔ ایک سو کے قریب اخبارات و رسائل مختلف ممالک میں مختلف زبانوں میں شائع ہوتے ہیں۔ اسی طرح 118 زبانوں میں قرآن کریم کی منتخب آیات منتخبہ احادیث نبوی ؐ اور حضرت مسیح موعود ؑ کی تحریرات سے منتخبہ اقتباسات جن سے اللہ تعالیٰ کی کبریائی۔ حضرت محمد ﷺ کی ارفع و اعلیٰ شان اور قرآنِ پاک کی عظمت و سچائی ظاہر ہوتی ہے، شائع کرنے کی توفیق ملی۔

خدا کے پاک بندے دوسروں پر ہوتے ہیں غالب
میری خاطر خدا سے یہ علامت آنے والی ہے

(مسیح موعود ؑ)

قرآن مجید میں **انا لننصر رسلنا والذین امنوا فی الحیوۃ الدنیا و فی الاخرۃ** کے خدائی وعدہ کے مطابق آپ کا سلسلہ روز افزوں ترقی پر ترقی کر رہا ہے اور یہ سچائی کی زبردست دلیل ہے۔ جہاں علماء ظواہر نے حق کے انکار پر کمر کس لی۔ وہاں علماء ربانی نے کھل کر حق کی حمایت میں گواہیاں بھی دیں۔

حضرت خواجہ غلام فرید صاحب ؒ (ولادت 1835ء) پیر چاچڑاں شریف نے کھل کر حضرت مرزا صاحب کے دعویٰ کی حقانیت پر گواہی دی۔ آپ فرماتے ہیں: (ترجمہ از فارسی)

''حضرت مرزا صاحب اپنے تمام اوقات عبادت الٰہی، دعا، نماز، تلاوتِ قرآن اور اسی نوع کے دوسرے مشاغل میں گزارتے ہیں۔ دین اسلام کی حمایت کیلئے آپ نے ایسی کمر باندھی ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کو لنڈن میں دعوت اسلام بھیجی ہے۔ اسی

طرح روس،فرانس اور دوسرے ممالک کے بادشاہوں کو اسلام کا پیغام دیا ہے۔آپ کی تمام تر سعی وجدوجہد یہ ہے کہ تثلیث و صلیب کا عقیدہ جو سراسر کفر والحاد ہے صفحۂ ہستی سے مٹ جائے اور اس کی بجائے اسلامی توحید قائم ہو جائے۔مگر علماء وقت کو دیکھو کہ باقی تمام باطل مذاہب کو چھوڑ کر اس نیک مرد پر کفر کے فتوؤں سے ٹوٹ پڑے ہیں۔جو اہل سنت والجماعت میں سے ہے۔ خود بھی صراطِ مستقیم پر گامزن ہے اور دوسروں کو بھی اسی کی راہ نمائی کر رہا ہے۔آپ کا کلام دیکھا جائے تو انسانی قدرت سے بالا معارف وحقائق سے لبریز اور سرتاپا ہدایت ہے۔'' (ارشادات فریدی حصہ سوئم صفحہ 70-69 مطبوعہ مفید عام پریس آگرہ 1320ھ)

باب 12

حضرت اقدس مرزا صاحب کا اپنے مخالفین سے نصیحت آموز خطاب

اپنے دعویٰ پر استقامت اور اپنی کامیابی کی تحدّی

حضرت اقدس مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کی صداقت میں قوم کے سامنے ہر وہ معیار رکھا جس سے کسی مامور من اللہ کی سچائی پرکھی جا سکتی ہے۔ آپ نے اپنے دعویٰ سے قبل کی پاکیزہ زندگی کے متعلق اغیار کی شہادتیں پیش کیں۔ اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور نصرتوں کے نمونے اُن کے سامنے رکھے۔ کہتے ہیں درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ آپ نے اپنی اور اپنے سلسلہ کی روز افزوں ترقی اور آپ کے فدائیوں کا اعلیٰ اسلامی کردار لوگوں کے سامنے رکھا۔ آپ کا مخالف علماء کو قرآنی علم میں تفسیر نویسی کا چیلنج دینا دعا اور مباہلہ کے ذریعہ حق و باطل میں تمیز کرنے کی دعوت دینا اور مستقبل کے متعلق اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر پیشگوئیاں کرنا ان کے علاوہ ہے۔ غرضیکہ لوگوں پر اتمام حجت کا ہر طریقہ آپ نے اختیار فرمایا مگر ؎

آزمائش کیلئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

(مسیح موعودؑ)

جہاں بہت سی سعید روحیں آپ کی سچائی کو معلوم کر کے آپ کی جماعت میں داخل ہوئیں وہاں علماء ظواہر نے شدید تعصب اور حسد کی راہ سے سخت مخالفت کرنی شروع کر دی۔ انہوں نے اپنی تقریروں اور تحریروں میں خلافِ تہذیب اور معاندانہ رویہ اختیار کر لیا۔ یعنی آپ کے خلاف شدید بدزبانی کرنا اور غلیظ گالیاں دینا ان کا شیوہ بن گیا۔ ایسے لوگوں سے مخاطب ہو کر آپ فرماتے ہیں:

''میں محض نصیحۃً مخالف علماء اور ان کے ہم خیالوں کو کہتا ہوں کہ گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریقِ شرافت نہیں ہے۔ اگر آپ لوگوں کی یہی طینت ہے تو خیر آپ کی مرضی۔ لیکن اگر مجھے آپ لوگ کاذب سمجھتے ہیں تو آپ کو یہ بھی تو اختیار ہے کہ مساجد میں اکٹھے ہو کر یا الگ الگ میرے پر بددعائیں کریں اور رو رو کر میرا استیصال چاہیں۔ پھر اگر میں کاذب ہوں گا تو ضرور وہ دعائیں قبول ہو جائیں گی اور آپ لوگ ہمیشہ دعائیں کرتے بھی ہیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ اگر آپ اس قدر دعائیں کریں کہ زبانوں میں زخم پڑ جائیں اور اس قدر رو رو کر سجدوں میں گریں کہ ناک گھس جائیں اور آنسوؤں سے آنکھوں کے حلقے گل جائیں اور پلکیں جھڑ جائیں اور کثرتِ گریہ وزاری سے بینائی کم ہو جائے اور آخر دماغ خالی ہو کر مرگی پڑنے لگے یا مالیخولیا ہو جائے تب بھی وہ دعائیں سنی نہیں جائیں گی کیونکہ میں خدا سے آیا ہوں .... مخالف لوگ عبث اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودا نہیں ہوں جو ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں اے خدا تو اس امت پر رحم کر۔ آمین
(روحانی خزائن جلد 17 ص 473-472 + (ضمیمہ اربعین نمبر 4 صفحہ 6-5 طبع اول)

پھر آپ فرماتے ہیں:

''میں امید رکھتا ہوں کہ قبل اس کے جو میں اس دنیا سے گزر جاؤں میں اپنے اس حقیقی آقا کے سوا دوسرے کا محتاج نہیں ہوں گا۔اور وہ ہر ایک دشمن سے مجھے اپنی پناہ میں رکھے گا۔ **فَالْحَمْدُلِلّٰہِ اَوَّلًا وَ اٰخِرًا وَ ظَاھِرًا وَبَاطِنًا. ھُوَ وَلِیّ فِیُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ. وَ ھُوَ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْرُ.** اور میں یقین رکھتا ہوں وہ میری مدد کرے گا اور وہ مجھے ہرگز ہرگز ضائع نہیں کرے گا۔اگر تمام دنیا میری مخالفت میں درندوں سے بدتر ہو جائے تب بھی وہ میری حمایت کرے گا۔میں نامرادی کے ساتھ ہرگز قبر میں نہیں اتروں گا کیونکہ میرا خدا میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے اور میں اس کے ساتھ ہوں۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص128 طبع اول)

آپ لکھتے ہیں:

''میرے اندرون کا جو اس کو علم ہے کسی کو بھی نہیں۔اگر سب لوگ مجھے چھوڑ دیں تو خدا ایک اور قوم پیدا کرے گا جو میرے رفیق ہوں گے۔نادان مخالف خیال کرتا ہے کہ میرے مکروں اور منصوبوں سے یہ بات بگڑ جائے گی اور سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا۔مگر یہ نادان نہیں جانتا کہ جو آسمان پر قرار پا چکا ہے زمین کی طاقت میں نہیں کہ اس کو محو کر سکے۔

میرے خدا کے آگے زمین و آسمان کانپتے ہیں۔خدا وہی ہے جو میرے پر اپنی پاک وحی نازل کرتا ہے اور غیب کے اسرار سے مجھے اطلاع دیتا ہے۔اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔اور ضروری ہے کہ وہ اس سلسلہ کو چلاوے اور بڑھاوے اور ترقی دے جب تک وہ پاک اور پلید میں فرق کر کے نہ دکھلا دے۔'' (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص128 طبع اول)

آپ مزید فرماتے ہیں:

''اے تمام لوگو! سن رکھو یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا اور حجت اور برہان کی رو سے سب پر اُن کو غلبہ بخشے گا۔وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ فوق العادت برکت ڈالے گا۔اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا۔اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی اور اگر مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔**یا حسرۃ علی العباد ما یاتھیم من رسول الا کانوا بہ یستھزء ون.** پس خدا کی طرف سے یہ نشانی ہے کہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے......

یاد رکھو! کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ہمارے سب مخالف جو اب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی اُن میں سے عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان سے بھی کوئی آدمی عیسیٰ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر چکا اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰ آج تک آسمان سے نہیں اترا۔تب دانشمند یک دفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کا انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت ناامید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو

چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔'' (تذکرۃ الشہادتین مطبوعہ 1903ء صفحہ 65-64، روحانی خزائن جلد 20 ص 67)

یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا

یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلا دے گا کہ اس کا ہاتھ غالب ہے

میرے پر ایسی رات کوئی کم گزرتی ہے جس میں مجھے یہ تسلی نہیں دی جاتی کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں......

دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔ میں ہر روز اس بات کے لیے چشم پُر آب ہوں کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے، پھر دیکھے کہ خدا کس کے ساتھ ہے......اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو آخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لیے دعائیں کریں۔ یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سنے گا، اور نہیں رکے گا جب تک وہ اپنے کام کو پورا نہ کر لے اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے اور منہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا میں اس زندگی پر لعنت بھیجتا ہوں جو جھوٹ اور افترا کے ساتھ ہو اور نیز اس حالت پر بھی کہ مخلوق سے ڈر کر خالق کے امر سے کنارہ کشی کی جائے۔ وہ خدمت جو عین وقت پر خداوند قدیر نے میرے سپرد کی ہے اور اسی کے لیے مجھے پیدا کیا ہے ہرگز ممکن نہیں کہ میں اس میں سستی کروں اگرچہ آفتاب ایک طرف سے اور زمین ایک طرف سے باہم مل کر مجھے کچلنا چاہیں۔ انسان کیا ہے محض ایک کیڑا، اور بشر کیا ہے محض ایک مضغہ۔ پس کیونکر میں حي و قیوم کے حکم کو ایک کیڑے یا ایک مضغہ کے لیے ٹال دوں۔ جس طرح خدا نے پہلے ماموریں اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ کرے گا۔ خدا کے ماموریں کے آنے کے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا۔ خدا سے مت لڑو۔ یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ 8-9، روحانی خزائن جلد 17 ص 50)

......دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ وہ خدا جس کا قوی ہاتھ زمینوں اور آسمانوں اور ان سب چیزوں کو جو ان میں ہیں تھامے ہوئے ہے وہ کب

انسان کے ارادوں سے مغلوب ہوسکتا ہے اور آخر ایک دن آتا ہے جو وہ فیصلہ کرتا ہے۔ پس صادقوں کی یہی نشانی ہے کہ انجام انہیں کا ہوتا ہے۔ خدا اپنی تجلیات کے ساتھ ان کے دل پر نزول کرتا ہے۔ پس کیونکر وہ عمارت منہدم ہو سکے جس میں وہ حقیقی بادشاہ فروکش ہے۔ ٹھٹھا کرو جس قدر چاہو۔ گالیاں دو جس قدر چاہو اور ایذاء اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جس قدر چاہو اور میرے استیصال کے لیے ہر ایک قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو جس قدر چاہو۔ پھر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلا دے گا کہ اُس کا ہاتھ غالب ہے۔ نادان کہتا ہے کہ میں اپنے منصوبوں سے غالب ہو جاؤں گا مگر خدا کہتا ہے کہ اے لعنتی دیکھ میں تیرے سارے منصوبے خاک میں ملا دوں گا۔ اگر خدا چاہتا تو ان مخالف مولویوں اور ان کے پیروؤں کو آنکھیں بخشتا اور وہ ان وقتوں اور موسموں کو پہچان لیتے جن میں خدا کے مسیح کا آنا ضروری تھا لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا۔ وہ اس کو کافر قرار دیں گے اور اس کے قتل کے لیے فتوے دیئے جائیں گے، اور اُس کی سخت توہین کی جائے گی اور اس کو دائرۂ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔ سو ان دنوں میں وہ پیشگوئی انہی مولویوں نے اپنے ہاتھوں سے پوری کی۔'' (اربعین نمبر 3 ص 399 تا 404)

''مخالف لوگ عبث میں اپنے تئیں تباہ کر رہے ہیں۔ میں وہ پودا نہیں ہوں کہ ان کے ہاتھ سے اکھڑ سکوں اگر ان کے پہلے اور ان کے پچھلے اور ان کے زندے اور ان کے مردے تمام جمع ہو جائیں اور میرے مارنے کیلئے دعائیں کریں تو میرا خدا ان تمام دعاؤں کو لعنت کی شکل میں بنا کر ان کے منہ پر مارے گا۔ دیکھو صدہا دانشمند آدمی آپ لوگوں کی جماعت میں سے نکل کر ہماری جماعت سے ملتے جاتے ہیں آسمان پر ایک شور برپا ہے اور فرشتے پاک دلوں کو کھینچ کر اس طرف لا رہے ہیں۔ اب اس آسمانی کاروائی کو کیا انسان روک سکتا ہے۔ بھلا اگر کچھ طاقت ہے تو روکو وہ تمام مکر وفریب جو نبیوں کے مخالف کرتے رہے ہیں وہ سب کرو۔ اور کوئی تدبیر اٹھا نہ رکھو ناخنوں تک زور لگاؤ۔ اتنی بددعائیں کرو کہ موت تک پہنچ جاؤ۔ پھر دیکھو کہ کیا بگاڑ سکتے ہو۔ خدا کے آسمانی نشان بارش کی طرح برس رہے ہیں۔ مگر بدقسمت انسان دور سے اعتراض کرتے ہیں۔ جن دلوں پر مہریں ہیں اُن کا ہم کیا علاج کریں۔ اے خدا تو اس امت پر رحم کر۔'' (ضمیمہ اربعین نمبر 4 ص 7)

''اگرچہ ایک فرد بھی ساتھ نہ رہے اور سب چھوڑ چھاڑ کر اپنا اپنا راہ لیں۔ تب بھی مجھے کچھ خوف نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ خدا میرے ساتھ ہے۔ اگر میں پیسا جاؤں اور کچلا جاؤں اور ایک ذرے سے بھی حقیر تر ہو جاؤں اور ہر ایک طرف سے ایذا اور گالی اور لعنت دیکھوں تب بھی میں آخر فتح یاب ہوں گا۔ مجھ کو کوئی نہیں جانتا مگر وہ جو میرے ساتھ ہے میں ہرگز ضائع نہیں ہو سکتا۔ دشمنوں کی کوششیں عبث ہیں اور حاسدوں کے منصوبے لاحاصل اے نادانو اور اندھو! مجھ سے پہلے کون صادق ضائع ہوا جو میں ضائع ہو جاؤں گا۔ کس سچے وفادار کو خدا نے ذلت کے ساتھ ہلاک کر دیا جو مجھے ہلاک کر دے گا۔ یقیناً یاد رکھو اور کان کھول کر سنو کہ میری روح ہلاک ہونے والی روح نہیں اور میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ مجھے وہ ہمت اور صدق بخشا گیا ہے جس کے آگے پہاڑ ہیچ ہیں۔ میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا۔ میں اکیلا تھا اور اکیلا رہنے پر ناراض نہیں۔ کیا خدا مجھے چھوڑ دے گا کبھی نہیں چھوڑے گا کیا وہ مجھے ضائع کر دے گا؟ کبھی نہیں ضائع کرے گا۔ دشمن ذلیل ہوں گے اور حاسد شرمندہ اور خدا اپنے بندہ کو ہر میدان میں فتح دے گا۔ میں اس کے ساتھ، وہ میرے ساتھ ہے۔ کوئی چیز ہمارا پیوند توڑ نہیں سکتی اور مجھے اس کی عزت اور جلال کی

قسم ہے کہ مجھے دنیا اور آخرت میں اس سے زیادہ کوئی چیز بھی پیاری نہیں کہ اس کے دین کی عظمت ظاہر ہو۔ اس کا جلال چمکے اور اس کا بول بالا ہو کسی ابتلاء سے اس کے فضل کے ساتھ مجھے خوف نہیں اگر چہ ایک ابتلا نہیں کروڑ ہا ابتلا ہوں۔ ابتلاؤں کے میدان میں اور دکھوں کے جنگل میں مجھے طاقت دی گئی ہے۔

من نہ آنستم کہ روزِ جنگ بینی پشتِ من
آں منم کا ندر میاں خاک و خوں بینی مرے

پس اگر کوئی میرے قدم پر چلنا نہیں چاہتا تو مجھ سے الگ ہو جائے مجھے کیا معلوم ہے کہ ابھی کون کون سے ہولناک جنگل اور پُر خار بادیہ درپیش ہیں۔ جن کو میں نے طے کرنا ہے۔ پس جن لوگوں کے نازک پیر ہیں وہ کیوں میرے ساتھ مصیبت اٹھاتے ہیں۔ جو میرے ہیں وہ مجھ سے جدا نہیں ہو سکتے۔ نہ مصیبت سے نہ لوگوں کے شب وستم سے نہ آسمانی ابتلاؤں اور آزمائشوں سے۔ اور جو میرے نہیں وہ عبث دوستی کا دم مارتے ہیں۔ کیونکہ وہ عنقریب الگ کئے جائیں گے اور اُن کا پچھلا حال ان کے پہلے سے بدتر ہوگا۔ کیا ہم زلزلوں سے ڈر سکتے ہیں؟ کیا ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں ابتلاؤں سے خوفناک ہو جائیں گے؟ کیا ہم اپنے پیارے خدا کی کسی آزمائش سے جدا ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں ہو سکتے۔ مگر محض اس کے فضل اور رحمت سے۔ پس جو جدا ہونے والے ہیں۔ جدا ہو جائیں۔ ان کو وداع کا سلام (انوار الاسلام ص 21-22)

''ہائے یہ قوم نہیں سوچتی کہ اگر یہ کاروبار خدا کی طرف سے نہیں تھا تو کیوں عین صدی کے سر پر اس کی بنیاد ڈالی گئی؟ اور پھر کوئی بتلا نہ سکا کہ تم جھوٹے ہو۔ اور سچا فلاں آدمی ہے۔'' (اربعین نمبر 4 صفحہ 2)

''مجھے اس خدائے کریم کی قسم ہے جو جھوٹ کا دشمن اور مفتری کا نیست و نابود کرنے والا ہے کہ میں اُسی کی طرف سے ہوں اور اس کے بھیجنے سے عین وقت پر آیا ہوں اور اس کے حکم سے کھڑا ہوا ہوں اور وہ میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے اور وہ مجھے ضائع نہیں کرے گا اور نہ میری جماعت کو تباہی میں ڈالے گا جب تک وہ اپنے تمام کام کو پورا نہ کرلے جس کا اس نے ارادہ کیا ہے۔'' (اربعین نمبر 3 صفحہ 2)

''یہ سلسلہ آسمان سے قائم ہوا ہے۔ تم خدا سے مت لڑو۔ تم اس کو نابود نہیں کر سکتے۔ اس کا ہمیشہ بول بالا ہے...... اپنے نفسوں پر ظلم مت کرو اور اس سلسلہ کو بے قدری سے نہ دیکھو جو خدا کی طرف سے تمہاری اصلاح کیلئے پیدا ہوا۔ اور یقیناً سمجھو کہ اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا اور کوئی پوشیدہ ہاتھ اس کے ساتھ نہ ہوتا تو یہ سلسلہ کب کا تباہ ہو جاتا اور ایسا مفتری ایسی جلدی ہلاک ہو جاتا ہے کہ اب اس کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہ ملتا۔ اپنی مخالفت کے کاروبار میں نظر ثانی کرو۔ کم سے کم یہ تو سوچو کہ شاید غلطی ہوگئی ہو اور شاید یہ لڑائی تمہاری خدا سے ہو۔'' (اربعین نمبر 4 صفحہ 27)

''مجھے ڈراتے ہیں اور دھمکیاں دیتے ہیں لیکن مجھے اس عزیز کی قسم ہے جس کو میں نے شناخت کرلیا ہے کہ میں ان لوگوں کی دھمکیوں کو کچھ بھی چیز نہیں سمجھتا۔ مجھے اُس کے ساتھ غم بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ دوسرے کے ساتھ خوشی۔ مجھے اس کے ساتھ موت بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ اس کو چھوڑ کر لمبی عمر ہو۔ جس طرح آپ لوگ دن کو دیکھ کر رات نہیں کہہ سکتے۔ اسی طرح وہ نور جو مجھے دکھایا گیا میں اس کو تاریکی نہیں خیال کر سکتا۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ 131)

’’میں بڑے دعویٰ اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے۔ اور جہاں تک میں دور بین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کی تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے اور میرے ہاتھ کی تقویت کیلئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور ابال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پتلی کی طرح اس مشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر ایک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ میں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔ کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کرسکتیں؟ کیا وہ بھی زندہ ہے جس کو آسمانی صدا کا احساس نہیں؟‘‘ (ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 ص 403)

’’مخالف یہ چاہتے ہیں کہ میں نابود ہو جاؤں اور ان کا کوئی ایسا داؤ چل جائے کہ میرا نام ونشان نہ رہے مگر وہ ان خواہشوں میں نامراد رہیں گے۔ اور نامرادی سے مریں گے اور بہتیرے ان میں سے ہمارے دیکھتے دیکھتے مر گئے اور قبروں میں حسرتیں لے گئے مگر خدا میری تمام مرادیں پوری کرے گا۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ جب میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے اس جنگ میں مشغول ہوں تو میں کیوں ضائع ہونے لگا اور کون ہے جو مجھے نقصان پہنچا سکے۔‘‘ (براہین احمدیہ حصہ پنجم 139)

’’خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا۔ اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کی رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا۔ اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جائے گا۔ بہت سی روکیں پیدا ہوں گی اور ابتلاء آئیں گے مگر خدا سب کو درمیان سے اٹھا دے گا اور اپنے وعدہ کو پورا کرے گا اور خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ سوائے سننے والو! ان باتوں کو یاد رکھو اور ان پیش خبریوں کو اپنے صندوقوں میں محفوظ رکھو کہ یہ خدا کا کلام ہے جو ایک دن پورا ہوگا۔‘‘ (تجلیاتِ الٰہیہ ص 409-410 روحانی خزائن جلد 20)

مندرجہ بالا اقتباسات میں اپنے دعویٰ پر استقامت کے متعلق جو کچھ حضرت اقدس مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر فرمایا ہے پچاس سال بعد اس کے سچا ہونے کا کھلا اعتراف جماعت احمدیہ کے دو شدید مخالف اخباروں کے ایڈیٹروں کی تحریری گواہی سے ملتا ہے جو پڑھنے کے لائق ہے:

مخالفت احمدیت کا ہمہ گیر طوفان اور جماعت کی ترقی واستحکام

”عظیم شخصیات“ اور بے شمار مذہبی تنظیموں کا شدید ردّعمل!

ہفت روزہ خدام الدین لاہور کے مدیر اپنے اخبار میں لکھتے ہیں:

”فتاویٰ کا میدان ہو یا علمی وتحقیقی مناظرے و مذاکرے کا پہلو، ادب وصحافت کا زاویۂ فکر ہو یا سیاسی محاذ آرائی، عدالتوں کے فیصلے ہوں یا قانون ساز اسمبلیوں کی کارروائیاں، ہر میدان میں اور ہر معرکے میں ملت اسلامیہ نے فتنۂ قادیانیت کی سرکوبی کی ہے اور اس کے خلاف شدید ردّعمل کا اظہار کیا گیا ہے……اس سلسلہ میں جن عظیم شخصیات نے معرکہ آراء خدمات انجام دی ہیں، ان کی فہرست اگر چہ بہت طویل ہے مگر ان میں سے حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن، مولانا سید انور شاہ کاشمیری، سید عطاء اللہ شاہ بخاری، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑہ شریف، علامہ محمد اقبال، مولانا ظفر علی خاں، مولانا محمد الیاس برنی، شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوری، مولانا مرتضٰی احمد خاں میکش، مولانا سید داؤد غزنوی، مولانا ابوالحسنات سید محمد احمد قادری، مولانا محمد علی جالندھری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، علامہ طالوت، علماء لدھیانہ، علماء امرتسر اور عصر حاضر میں مولانا محمد حیات، مولانا لال حسین اختر، مولانا عتیق الرحمٰن تائب کے اسماء گرامی سر فہرست ہیں۔

دینی جماعتوں میں سے مجلس احرار اسلام، مجلس تحفظ ختم نبوت، جمعیت اہلحدیث، جمعیۃ علماء اسلام، جمعیۃ علماء پاکستان، تنظیم اہل سنت، مجلس اشاعت توحید وسنت کے دوش بدوش دیگر بے شمار مذہبی تنظیموں نے۔ اور اخبارات ورسائل میں سے روزنامہ زمیندار، روزنامہ آزاد، روزنامہ نوائے پاکستان لاہور ہفت روزہ خدام الدین، چٹان، دعوت، ترجمان اسلام لاہور، المنبر، لولاک لائلپور اور دیگر دینی، ادبی اور سیاسی جرائد نے جو عظیم خدمات انجام دی ہیں تاریخ ملت کے صفحات ان زریں کارناموں سے جگمگا رہے ہیں۔“ (ہفت روزہ خدام الدین لاہور 11 مئی 1973ء ص3)

”پہاڑوں جیسی شخصیتیں“ احمدیت کے مقابلہ میں سراسر ناکام ہوگئیں

احمدی جماعت ”مستحکم“ اور ”وسیع“ ہوتی گئی

مولوی عبدالرحیم اشرف مدیر المنبر لائل پور نے لکھا:

”ہمارے بعض واجب الاحترام بزرگوں نے اپنی تمام تر صلاحیتوں سے قادیانیت کا مقابلہ کیا لیکن حقیقت سب کے سامنے ہے کہ قادیانی جماعت پہلے سے زیادہ مستحکم اور وسیع ہوتی گئی۔ مرزا صاحب کے بالمقابل جن لوگوں نے کام کیا ان میں سے اکثر تقویٰ، تعلق باللہ، دیانت، خلوص، علم اور اثر کے اعتبار سے پہاڑوں جیسی شخصیتیں رکھتے تھے۔ سید نذیر حسین صاحب دہلوی، مولانا انور شاہ صاحب دیوبندی، مولانا قاضی سید سلیمان منصور پوری، مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور دوسرے اکابر رحمہم اللہ وغفرلہم کے بارے میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ یہ بزرگ قادیانیت کی

مخالفت میں مخلص تھے اور ان کا اثر ورسوخ بھی اتنا زیادہ تھا کہ مسلمانوں میں بہت کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جو ان کے ہم پایہ ہوں۔ اگرچہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں کے لیے تکلیف دہ ہوں گے اور قادیانی اخبار اور رسائل چند دن اپنی تائید میں پیش کر کے خوش ہوتے رہیں گے لیکن ہم اس کے باوجود اس تلخ نوائی پر مجبور ہیں کہ ان اکابر کی تمام کوششوں کے باوجود قادیانی جماعت میں اضافہ ہوا ہے۔ متحدہ ہندوستان میں قادیانی بڑھتے رہے۔ تقسیم کے بعد اس گروہ نے پاکستان میں نہ صرف پاؤں جمائے بلکہ جہاں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا وہاں ان کا یہ حال ہے کہ ایک طرف تو روس اور امریکہ کے سرکاری سطح پر آنے والے سائنسدان ربوہ آتے ہیں اور دوسری جانب 53ء کے عظیم تر ہنگامہ کے باوجود قادیانی جماعت اس کوشش میں ہے کہ اس کا 57-1956ء کا بجٹ پچیس لاکھ روپیہ کا ہو۔'' (المنیر لائلپور 23 فروری 1956ء)

الفرقان۔ یہ اعتراف اٹھارہ برس قبل کا ہے اس کے بعد بھی جماعت احمدیہ کا قدم روز بروز آگے کی طرف ہی بڑھ رہا ہے۔ آج پچیس لاکھ کی بجائے جماعت کا بجٹ کروڑہا روپے سے بھی زائد ہے اور تعداد میں بھی خاصہ اضافہ ہو چکا ہے۔ ہمارے معاندین آیت کریمہ اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِیْ الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا اَفَهُمُ الْغَالِبُوْنَ (الانبیاء ع 1) پر کیوں غور نہیں کرتے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خوب فرمایا ہے ؎

یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں
ایسے کاذب کیلئے کافی تھا وہ پروردگار

(بحوالہ الفرقان ربوہ مئی 1973ء)

ہے کوئی کاذب جہاں میں لاؤ لوگو کچھ نظیر
میرے جیسی جسکی تائیدیں ہوئی ہوں بار بار

(مسیح موعودؑ)

مولوی ظفر علی خان صاحب مالک اخبار زمیندار لکھتے ہیں: ''آج میری حیرت زدہ نگاہیں دیکھ رہی ہیں کہ بڑے بڑے گریجوایٹ اور وکیل اور پروفیسر اور ڈاکٹر جو کوئنٹ۔ ویکاٹ اور ہیگل کے فلسفہ تک کو خاطر میں نہ لاتے تھے مرزا غلام احمد قادیانی کی خرافات واہیہ پر اندھادھند آنکھیں بند کر کے ایمان لے آئے ہیں۔''

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

کاش مولوی ظفر علی صاحب اس آیت پر غور فرماتے:

وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (قرآن مجید) تم ہی غالب رہو گے اگر تم حقیقی مومن ہو۔

باب13

حضرت اقدس مرزا صاحب کی ذات اور آپ کی دینی خدمات کے بارے میں غیراز جماعت انصاف پسند اہل علم اصحاب کی آراء

حضرت اقدس مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت سے اختلاف رکھنے کے باوجود کئی ایک شریف النفس اصحاب ایسے بھی تھے جنہوں نے باوجود اختلاف عقیدہ کے آپ کی اور آپ کی جماعت کی عظیم دینی خدمات اور خوبیوں کا کھلے بندوں اعتراف کیا ہے۔ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے حضرت مرزا صاحب کی زندگی گزری اور انہوں نے انصاف کی راہ سے اپنے مشاہدات پر مبنی تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ایسی چند آراء درج ذیل کی جاتی ہیں:

شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال کا اعتراف حقیقت

''پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا ہے جسے فرقۂ قادیانی کہتے ہیں۔'' (ملت بیضا پر ایک عمرانی نظر'' ترجمہ مولانا ظفر علی خان صفحہ 18-17)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

''موجودہ زمانہ میں اس نظریہ کی مرزا غلام احمد قادیانی نے جو غالباً عصرِ جدید کے ہندوستانی مسلمانوں میں سب سے بڑے عمیق اور دقیق نظر دینی مفکر ہیں از سرنو نمائندگی کی ہے۔'' (رسالہ انڈین اینٹی کویری جلد29 ستمبر 1900 ص (237-247

منشی سراج الدین صاحب (والد ماجد مولوی ظفر علی خان صاحب) مالک وایڈیٹر اخبار زمیندار لاہور نے اپنے اخبار میں ایک مقالہ شائع کیا۔اس میں حضرت اقدس مرزا صاحب کے مختصر حالات تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''مرزا غلام احمد صاحب 1860ء یا 1861ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے۔اُس وقت آپ کی عمر 22-23 سال کی ہوں گی۔اور ہم چشم دید شہادت سے کہہ سکتے ہیں کہ جوانی میں بھی نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔کاروبار ملازمت کے بعد ان کا تمام وقت مطالعہ دینیات میں صرف ہوتا تھا۔عوام سے کم ملتے تھے۔1877ء میں ہمیں ایک شب قادیان میں آپ کے یہاں مہمانی کی عزت حاصل ہوئی۔ان دنوں میں بھی آپ عبادت اور وظائف میں اس قدر محو و مستغرق تھے کہ مہمانوں سے بھی بہت کم گفتگو کرتے تھے۔

...... 1881ء یا 1882ء میں آپ نے براہین احمدیہ کی تصنیف کا اعلان دیا اور ہم ان کے خریداروں میں سے تھے۔گو ہمیں ذاتی طور پر مرزا صاحب کی دعاوی یا الہامات کے قائل اور معتقد ہونے کی عزت حاصل نہ ہوئی مگر ہم ان کو ایک پکا مسمان سمجھتے تھے۔'' (اخبار زمیندار لاہور مئی 1908ء)

ہندستان کی مشہور ومعروف شخصیت مولانا ابوالکلام صاحب آزاد ایڈیٹر اخبار ’’وکیل‘‘ امرتسر نے اپنے اخبار میں حضرت مرزا صاحب کی وفات پر ’’موت عالم‘‘ کے موضوع سے اپنے مقالہ میں لکھا:

’’وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا۔ اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے۔ اور جس کی دومٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لیے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کر خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔ یہ تلخ موت، یہ زہر کا پیالہ موت جس نے مرنے والے کی ہستی تہ خاک پنہاں کردی۔ ہزاروں لاکھوں زبانوں پر تلخ کامیاں بن کے رہے گی۔ اور قضا کے حملہ نے ایک جیتی جان کے ساتھ جن آرزوؤں اور تمناؤں کا قتل عام کیا ہے۔ صدائے ماتم مدتوں اس کی یادگار تازہ رکھے گی۔

میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رحلت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے اور مٹانے کے لیے اسے امتداد زمانہ کے حوالہ کر کے صبر کرلیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے یہ نازش فرزندانِ تاریخ بہت کم منظر عالم پر آتے ہیں اور جب آتے ہیں تو دنیا میں انقلاب پیدا کر کے دکھا جاتے ہیں۔

مرزا صاحب کی رحلت نے ان کے بعض دعاوی اور بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ان تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرادیا کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہوگیا۔ اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات سے وابستہ تھی خاتمہ ہوگیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جنرل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پائمال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے۔ اور اگر شور بختی مزاحم صلح واحسان نہ ہو تو یک جہتی کے ساتھ مشترکہ فرض کی واجبی شرکت کے ساتھ اور جامعہ اسلامیہ کے مبارک اصولوں کے ساتھ۔

مرزا صاحب اس پہلی صف عشاق میں نمودار ہوئے تھے جس نے اسلام کے لیے یہ ایثار گوارا کیا کہ ساعت مہد سے لیکر بہاروخزاں کے سارے نظارے ایک مقصد پر ہاں ایک شاہد رعنا کے پیمانِ وفا پر قربان کر دیئے۔

میرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر اُن سے ظہور میں آیا۔ قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اور اس خصوصیت میں وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ اس لٹریچر کی قدر وعظمت آج جبکہ وہ اپنا کام پورا کر چکا ہے ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے۔ اس لیے کہ وہ وقت ہرگز لوح قلب سے نسیاً منسیاً نہیں ہوسکتا جبکہ اسلام مخالفین کی یورشوں میں گھر چکا تھا۔ اور مسلمان جو حافظ حقیقی کی طرف سے عالم اسباب و وسائط میں حفاظت کا واسطہ ہو کر اس کی حفاظت پر مامور تھے۔ اپنے قصوروں کی پاداش میں پڑے سسک رہے تھے اور اسلام کے لیے کچھ نہ کرتے تھے یا نہ کر سکتے تھے۔ ایک طرف حملوں کے امتداد کی یہ حالت تھی کہ ساری مسیحی دنیا اسلام کی شمع عرفانِ حقیقی کو سرراہِ منزل مزاحمت سمجھ کر مٹا دینا چاہتی تھی۔ اور عقل و دولت کی زبردست طاقتیں اس حملہ آور کی پشت گری کے لیے ٹوٹی پڑتی تھیں۔ اور دوسری طرف ضعفِ مدافعت کا یہ عالم تھا کہ توپوں

کے مقابلہ پر تیز بھی نہ تھے۔اور حملہ اور مدافعت دونوں کا قطعی وجود ہی نہ تھا۔ چونکہ خلاف اصلیت محض شامت اعمال سے مفسدہ 1857ء کا نفس ناطقہ مسلمان ہی قرار دیئے گئے تھے۔اس لئے مسیحی آبادیوں اور خاص کر انگلستان میں مسلمانوں کے خلاف پولیٹیکل جوش کا ایک طوفان برپا تھا۔اوراس سے پادریوں نے صلیبی لڑائیوں کے داعیانِ راہ سے کم فائدہ نہ اٹھایا۔قریب تھا کہ خوفناک مذہبی جذبےان حضرات کے میراثی عارضہ قلب کا جو اسلام کی خود روسرسبزی کے سبب بارہ تیرہ صدیوں سے ان میں نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا چلا آتا تھا درمان ہوجائے کہ مسلمانوں کی طرف سے وہ مدافعت شروع ہوئی جس کا ایک حصہ مرزا صاحب کوحاصل ہوا۔اس مدافعت نے نہ صرف عیسائیت کے اس ابتدائی اثر کے پرخچے اڑائے جو سلطنت کے سایہ میں ہونے کی وجہ سے حقیقت میں اس کی جان تھا۔اور ہزاروں لاکھوں مسلمان اس کے اس زیادہ خطرناک اور مستحق کامیابی حملہ کی زد سے بچ گئے بلکہ خود عیسائیت کا طلسم دھواں ہوکر اڑنے لگا۔

غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبارِ احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہوکر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے قائم رہے گا۔

اس کے علاوہ آریہ سماج کی زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت انجام دی ہے۔ مرزا صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب اُس وقت سے کہ سوامی دیانند نے اسلام کے متعلق اپنی دماغی فلسفی کی نوحہ خوانی جابجا آغاز کی تھی ان کا تعاقب شروع کر دیا تھا۔ان حضرات نے عمر بھر سوامی جی کا قافیہ تنگ کر رکھا۔ جب وہ اجمیر میں آگ کے حوالے کر دیئے گئے اس وقت سے اخیر عمر تک برابر مرزا صاحب آریہ سماج کے چہرہ سے انیسویں صدی کے ہندو ریفارمر کا چڑھایا ہوا ملمع اتارنے میں مصروف رہے۔اُن کی آریہ سماج کے مقابلہ کی تحریروں سے اس دعوے پر نہایت صاف روشنی پڑتی ہے کہ آئندہ ہماری مدافعت کا سلسلہ خواہ کسی درجہ تک وسیع ہوجائے ناممکن ہے کہ یہ تحریریں نظرانداز کی جاسکیں۔

فطرتی ذہانت، مشق ومہارت اور مسلسل بحث ومباحثہ کی عادت نے مرزا صاحب میں ایک شان خاص پیدا کر دی تھی۔ اپنے مذہب کے علاوہ مذاہب غیر پر ان کی نظر نہایت وسیع تھی اور وہ اپنی ان معلومات کا نہایت سلیقہ سے استعمال کر سکتے تھے۔ تبلیغ وتلقین کا یہ ملکہ ان میں پیدا ہوگیا تھا کہ مخاطب کسی قابلیت یا کسی مشرب وملت کا ہو ان کے برجستہ جواب سے ایک دفعہ ضرور گہرے فکر میں پڑجاتا تھا۔ ہندوستان آج مذاہب کا عجائبات خانہ ہے اور جس کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی کا اعلان کرتے رہتے ہیں اس کی نظیر غالباً دنیا میں کسی جگہ سے نہیں مل سکتی۔مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں ان سب کے لیے حکم وعدل ہوں لیکن اس میں کلام نہیں کہ ان مختلف مذاہب کے مقابل پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں مخصوص قابلیت تھی۔اور یہ نتیجہ تھی ان کی فطری استعداد کا۔ذوق مطالعہ اور کثرت مشق کا (لیکن درحقیقت منجانب اللہ علم لدنی۔ناقل) آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی دنیا میں اس شان کا شخص پیدا ہو جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذاہب کے مطالعہ میں صرف کر دے۔فقط۔'' (اخبار وکیل امرتسر 28 مئی 1908ء)

برصغیر پاک وہند کے ایک نامور عالم جناب مولانا نور محمد صاحب نقشبندی چشتی مالک اصح المطابع دہلی کی ایک تحریر جس

میں انہوں نے حضرت مرزا صاحب کی کامیاب تبلیغ اسلام اور اسلامی فتوحات سے پر جہاد کا ذکر کیا ہے۔ پیش خدمت ہے:

''اسی زمانہ میں پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنالوں گا۔ ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا قرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا اسلام کی سیرت واحکام پر جو اس کا حملہ ہوا تو وہ ناکام ثابت ہوا کیونکہ احکامِ اسلام وسیرت رسول اور احکام انبیاء بنی اسرائیل اور ان کی سیرت جن پر اس کا ایمان تھا یکساں تھے۔ پس الزامی ونقلی وعقلی جوابوں سے ہار گیا مگر حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر بجسم خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کے لیے اس کے خیال میں کارگر ہوا۔ تب مولوی غلام احمد قادیانی کھڑے ہو گئے اور لیفرائے اور اس کی جماعت سے کہا کہ عیسیٰؑ جس کا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح سے فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں اور جس عیسیٰؑ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں پس اگر تم سعادت مند ہو تو مجھ کو قبول کر لو اس ترکیب سے اس نے لیفرائے کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کو اپنا پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا اور اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک کے پادریوں کو شکست دے دی۔'' (دیباچہ معجز نما کلاں قرآن شریف مترجم صفحہ 30 مطبوعہ 1934ء)

30 مئی 1908ء کے اخبار وکیل میں ایک اور مقالہ ایڈیٹر صاحب کی طرف سے شائع ہوا جس میں وہ رقمطراز ہیں:

''اگرچہ مرزا صاحب نے علوم مروجہ اور دینیات کی باقاعدہ تعلیم نہیں پائی مگر ان کی زندگی اور زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک خاص فطرت لیکر پیدا ہوئے تھے جو ہر کس وناکس کو نصیب نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے اپنے مطالعہ اور فطرت سلیمہ کی مدد سے مذہبی لٹریچر پر کافی عبور حاصل کیا اور 1877ء کے قریب جبکہ اُن کی 35-36 سال کی عمر تھی ہم ان کو غیر معمولی مذہبی جوش میں سرشار پاتے ہیں۔ وہ ایک سچے اور پاکباز مسلمان کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ اس کا دل دنیوی کششوں سے غیر متاثر ہے۔ وہ خلوت میں انجمن اور انجمن میں خلوت کا لطف اٹھانے کی کوشش میں مصروف ہے۔ ہم اسے بے چین پاتے ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی کھوئی ہوئی چیز کی تلاش میں ہے جس کا پتہ فانی دنیا میں نہیں ملتا۔ اسلام اپنے گہرے رنگ کے ساتھ اس پر چھایا ہوا ہے کبھی وہ آریوں سے مباحثے کرتا ہے۔ کبھی حمایت اور حقیقت اسلام میں وہ بسیط کتابیں لکھتا ہے۔ 1886ء میں بمقام ہوشیار پور جو مباحثات انہوں نے کئے ان کا لطف اب تک دلوں سے محو نہیں ہوا...... غیر مذاہب کی تردید میں اور اسلام کی حمایت میں جو نادر کتابیں انہوں نے تصنیف کی تھیں ان کے مطالعہ سے جو وجد پیدا ہوا وہ اب تک نہیں اترا ہے۔ ان کی کتاب براہین احمدیہ نے غیر مسلمانوں کو مرعوب کر دیا اور اسلامیوں کے دل بڑھا دیئے۔ اور مذہب کی پیاری تصویر کو، ان آلائشوں اور گرد وغبار سے صاف کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا جو مجاہیل کی توہم پرستیوں اور فطری کمزوریوں نے چڑھا دیئے تھے۔ غرضکہ اس تصنیف نے کم از کم ہندوستان کی حد میں دنیا میں ایک گونج پیدا کر دی جس کی صدائے بازگشت ہمارے کانوں میں اب تک آ رہی ہے گو بعض بزرگان اسلام اب براہین احمدیہ کے برا ہونے کا فیصلہ دے دیں۔ محض اس وجہ سے کہ اس میں مرزا صاحب نے اپنی نسبت بہت سی پیشگوئیاں کی تھیں۔ اور بطور حفظ ماتقدم اپنے دعاوی کے متعلق بہت کچھ مصالحہ فراہم کر لیا تھا لیکن اس کے بہتر فیصلہ کا وقت 1880ء تھا جبکہ وہ کتاب شائع ہوئی۔ مگر اس وقت مسلمان بالاتفاق مرزا صاحب کے حق میں

فیصلہ دے چکے تھے۔ کریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹا سا دھبہ بھی نظر نہیں آتا۔ وہ ایک پاکباز جینا جیا۔ اوراس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔ غرضیکہ مرزا صاحب کی ابتدائی زندگی کے پچاس سالوں نے بلحاظ اخلاق وعادات اور پسندیدہ اطوار اور کیا بلحاظ خدمات وحمایت دین مسلمانانِ ہند میں ان کو ممتاز برگزیدہ اور قابل رشک مرتبہ پر پہنچا دیا۔''

میرزا حیرت دہلوی اخبار ''کرزن گزٹ'' دہلی کے ایڈیٹر تھے۔ عالم فاضل ہونے کے ساتھ ادیب اور انشاء پرداز بھی تھے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب کی زندگی میں آپ کے سخت مخالف رہے۔ اور چند ایک بار آپ سے مناظرہ کرنے کی طرح بھی ڈالتے رہے۔ انہوں نے یکم جون 1908ء کے کرزن گزٹ میں حضرت اقدس کی وفات پر آپ کی عظیم خدمات کے بارے میں یوں ذکر کیا ہے:

''مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا۔ اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کردی۔ نہ بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے بلکہ ایک محقق ہونے کے ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی بڑے سے بڑے آریہ اور بڑے سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔ جو بینظیر کتابیں آریوں اور عیسائیوں کے مذاہب کے رد میں لکھی گئی ہیں اور جیسے دندان شکن جواب مخالفین اسلام کو دیئے گئے آج تک معقولیت سے ان کا جواب الجواب ہم نے تو نہیں دیکھا سوائے اس کے کہ آریہ نہایت بدتہذیبی سے اسے یا پیشوایان اسلام یا اصول اسلام کو گالیاں دیں کوئی معقول جواب نہ اب تک دیا نہ دے سکتے ہیں۔ اگرچہ مرحوم پنجابی تھا۔ مگر اس کے قلم میں اس قدر قوت تھی کہ آج سارے پنجاب بلکہ سارے ہند میں بھی اس قوت کا کوئی لکھنے والا نہیں۔ ایک پرجذبہ اور قوی الفاظ کا انبار اس کے دماغ میں بھرا رہتا تھا۔ اور جب وہ لکھنے بیٹھتا تو جچے تلے الفاظ کی ایسی آمد ہوتی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ مولوی نورالدین (مرحوم کے خلیفہ اول) سے جو لوگ ناواقف ہیں وہ تو اپنی غلطی سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان کتابوں میں مولوی نورالدین نے بہت مدد دی ہے مگر ہم اپنی ذاتی واقفیت سے کہتے ہیں کہ حکیم نورالدین۔ مرحوم مرزا کے مقابلہ میں چند سطریں بھی نہیں لکھ سکتا۔ اگرچہ مرحوم کے اردو علم ادب میں بعض بعض مقامات پر پنجابی رنگ اپنا جلوہ دکھا دیتا ہے تو بھی اس کا پرزور لٹریچر اپنی شان میں بالکل نرالا ہے۔ اور واقعی اس کی بعض بعض عبارتیں پڑھنے سے ایک وجد کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اگرچہ کوئی باقاعدہ تعلیم عربی علم ادب اور صرف نحو کی کہیں حاصل نہیں کی تو بھی اپنی خداداد ذہانت اور طبیعت کی جودت سے اتنی قابلیت عربی میں پیدا کرلی کہ بے تکلف عربی لکھتا تھا...... اس کے مریدوں میں عامی اور جاہل ہی لوگ نہیں ہیں۔ بلکہ قابل اور لائق گریجوایٹ یعنی بی اے ایم اے اور بڑے بڑے فاضل مولوی بھی ہیں۔ موجودہ زمانہ کے ایک مذہبی پیشوا کے لیے کچھ کم فخر کا باعث نہیں کہ قدیم وجدید (دونوں قسم کے) تعلیم یافتہ اس کے مرید بن جائیں۔ اس نے ہلاکت کی پیشگوئیوں مخالفتوں اور نکتہ چینیوں کی آگ میں سے ہو کر اپنا راستہ صاف کیا اور ترقی کے انتہائی عروج تک پہنچ گیا...... اس کے ہر دعوے پر اس کے مریدوں کی طرف سے آمنا وصدقنا کی صدائیں بلند ہوتی تھیں۔ اور ان آوازوں سے ہر شخص یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ مرحوم کو اس کی زندگی میں کتنی کامیابی نصیب ہوگئی تھی۔''

سید امتیاز علی صاحب مالک ومینجر رسالہ ''تہذیب النسواں'' لاہور ایک شریف النفس عالم وفاضل ہستی تھے۔ انہوں نے

حضرت اقدس کی وفات پر اپنے رسالہ میں حسب ذیل تحریر فرمایا:

''مرزا صاحب مرحوم نہایت مقدس اور برگزیدہ بزرگ تھے۔اور نیکی کی ایسی قوت رکھتے تھے جو سخت سے سخت دلوں کو تسخیر کر لیتی تھی۔ وہ نہایت باخبر عالم بلند ہمت مصلح اور پاک زندگی کا نمونہ تھے۔ہم انہیں منصباً مسیح موعود نہیں مانتے تھے۔لیکن ان کی ہدایت اور رہنمائی مردہ روحوں کے لیے واقعی مسیحائی تھی۔'' (بحوالہ تشحیذ الاذہان۔جلد 3 نمبر 10 صفحہ 383)

چوہدری افضل حق صاحب صدر جمعیت احرار اپنی کتاب ''فتنۂ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں'' کے صفحہ 46 پر (طبع دوم ص 24) ایک حقیقت افروز اعتراف حضرت اقدس کے حق میں لکھ گئے ہیں۔آپ فرماتے ہیں:

''آریہ سماج کے معرضِ وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسد بے جان تھا۔جس میں تبلیغی حس مفقود ہو چکی تھی۔سوامی دیانند کی مذہب اسلام کے متعلق بدظنی نے مسلمانوں کو تھوڑی دیر کے لیے چونکا کر دیا۔مگر حسب معمول جلدی خواب گراں طاری ہوگئی۔مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کیلئے پیدا نہ ہوسکی۔ ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اُٹھا۔ایک مختصر سی جماعت اپنے گرد جمع کر کے اسلام کی نشر و اشاعت کے لیے بڑھا۔اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب کا دامن فرقہ بندی سے پاک نہ ہوا۔تاہم اپنی جماعت میں وہ اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لیے قابل تقلید ہے بلکہ دنیا کی تمام جماعتوں کے لیے نمونہ ہے۔''

یاد رہے کہ چوہدری صاحب جماعت احمدیہ کے شدید مخالف تھے۔

اخبار ''البشیر'' اٹاوہ کے ایڈیٹر صاحب حضرت اقدس مرزا صاحب کے مخالفین میں سے تھے۔تاہم آپ کی وفات پر انہوں نے قابل قدر الفاظ میں آپ کا یوں ذکرِ خیر فرمایا ہے:

''تاہم اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ حضرت اقدس اس زمانہ کے نامور مشاہیر میں سے تھے۔اس ترقی علوم وفنون کے زمانہ میں درحقیقت یہ امر کچھ حیرت انگیز نہیں ہے کہ اُن کے کئی لاکھ راسخ الاعتقاد مرید ایسے تھے جو اُن کے ہر ایک حکم کو ہر ایک پیشگوئی کو وحی خیال کرتے اور بلاچون و چرا اُس کو تسلیم کرتے تھے۔ان مریدوں میں عوام الناس اور جہلا پڑھے لکھے۔غریب و امیر، عالم و فاضل اور نئے تعلیم یافتہ غرضکہ ہر درجہ اور ہر حیثیت کے مسلمان موجود ہیں۔جو درجہ کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کو اپنے مریدوں میں حاصل تھا اور جو اثر کہ حضرت اقدس کا اپنے مریدوں کی جماعت پر تھا اس میں کچھ کلام نہیں کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں نہ یہ اثر کسی مولوی اور نہ عالم و فاضل کو اپنے مریدوں معتقدوں پر تھا اور نہ کسی صوفی اور ولی اللہ کا اپنے مریدین پر تھا۔اور نہ کسی لیڈر اور نہ کسی ریفارمر کا اپنے مقلدین پر۔چونکہ وہ مسلمانوں کی ایک جماعت کثیر کے پیشوا اور امام برحق تھے۔لہٰذا تہذیب مجبور کرتی ہے کہ ہم ان کی عزت کریں اور ان کے انتقال پر افسوس ظاہر کریں۔''

اخبار میونسپل گزٹ لاہور نے آپ کی وفات پر حسبِ ذیل نوٹ شائع کیا:

''مرزا صاحب علم وفضل کے لحاظ سے خاص شہرت رکھتے تھے۔تحریر میں بھی روانی تھی۔ بہرحال ہمیں اُنکی موت سے بحیثیت اس بات کے کہ وہ ایک مسلمان عالم تھے نہایت رنج ہوا۔اور ہم سمجھتے ہیں کہ ایک عالم دنیا سے اٹھ گیا۔''

اسی طرح ''علی گڑھ انسٹیٹیوٹ گزٹ'' نے اپنے اخبار میں مختصر حالات زندگی لکھنے کے بعد آخر پر یہ جملہ زیب مقالہ

کیا ’’بے شک مرحوم اسلام کا ایک بہت بڑا پہلوان تھا‘‘ (بحوالہ اخبار بدر 20 اگست 1908ء)

اخبار ’’صادق الاخبار‘‘ ریواڑی کے ایڈیٹر صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی وفات پر مندرجہ ذیل الفاظ میں اظہارِ تعزیت کیا ہے۔

’’چونکہ مرزا صاحب نے اپنی پرزور تقریروں اور شاندار تصانیف سے مخالفین اسلام کے ان لچر اعتراضات کے دندان شکن جواب دیکر ہمیشہ کے لیے ساکت کر دیا ہے۔ اور ثابت کر دکھایا ہے کہ حق حق ہی ہے۔ اور واقعی مرزا صاحب نے حق حمایت اسلام کماحقہ ادا کر کے خدمت دین اسلام میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا۔ انصاف متقاضی ہے کہ ایسے اولوالعزم حامیٔ اسلام اور معین المسلمین۔ فاضل اجل۔ عالم بے بدل کی ناگہانی اور بے وقت موت پر افسوس کیا جائے۔‘‘

مولانا ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر اخبار زمیندار مورخہ 12 ستمبر 1923ء میں آپ کی نسبت لکھتے ہیں:

’’ہندو اور عیسائی مذہبوں کا مقابلہ مرزا صاحب نے نہایت قابلیت کے ساتھ کیا ہے۔‘‘

ہندوستان کے مشہور و معروف اخبار نویس مولانا سید حبیب مدیر ’’سیاست‘‘ اپنی تصنیف تحریکِ قادیان‘‘ میں حقیقت افزا اقرار کرتے ہیں کہ ’’اس وقت کہ آریہ اور مسیحی اسلام پر بے پناہ حملے کر رہے تھے...... مرزا غلام احمد صاحب میدان میں اترے اور انہوں نے مسیحی پادریوں اور آریہ اپدیشکوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر ہونے کا تہیہ کر لیا۔ مجھے یہ کہنے میں ذرا باک نہیں کہ مرزا صاحب نے اس فرض کو نہایت خوش اسلوبی سے ادا کیا اور مخالفین اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے۔ (تحریک قادیان ص 210-207)

اسی طرح مشہور ادیب مولانا نیاز احمد خان نیاز فتح پوری رسالہ ’’نگار‘‘ (ستمبر 1960ء) میں رقم فرماتے ہیں:
’’میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ مرزا صاحب جھوٹے انسان نہیں تھے‘‘ ...... ’’وہ صحیح معنی میں عاشق رسول ﷺ تھے اور اسلام کا بڑا مخلصانہ درد اپنے دل میں رکھتے تھے۔‘‘

نیاز فتح پوری صاحب نے ایک اور موقعہ پر رسالہ ’’نگار‘‘ میں تحریر فرمایا:

’’...... تاہم اگر اس وقت تک کے تمام تاثرات کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے پر مجبور کیا جائے تو میں بلا تکلف کہہ دوں گا کہ وہ بڑے غیر معمولی عزم و استقلال کا صاحبِ فراست و بصیرت انسان تھا۔ جو ایک خاص باطنی قوت اپنے ساتھ لایا تھا...... اس میں کلام نہیں کہ انہوں نے یقیناً اخلاقِ اسلامی کو دوبارہ زندہ کیا اور ایک ایسی جماعت پیدا کر کے دکھا دی جس کی زندگی کو ہم یقیناً اسوۂ نبوی ﷺ کا پرتو کہہ سکتے ہیں۔‘‘ (’’نگار‘‘ ماہ نومبر 1959ء صفحہ 35)

مولانا ابوالکلام صاحب آزاد کے بھائی مولانا ابوالنصر غلام یٰسین آہ حضرت اقدس مرزا صاحب سے ملاقات کے اشتیاق میں بٹالہ سے قادیان تک آٹھ میل کا پیدل سفر کر کے 1905ء میں آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ وہ اس سفر میں اپنے قیام کے تاثرات کے بارے میں لکھتے ہیں:

’’میں نے اور کیا دیکھا۔ میں نے قادیان دیکھا۔ مرزا صاحب سے ملاقات کی۔ مہمان رہا، مرزا صاحب کے اخلاق

اورتوجہ کا مجھے شکریہ ادا کرنا چاہئیے ......اگر مرزا صاحب کی ملاقات کا اشتیاق میرے دل میں موجزن نہ ہوتا تو شاید آٹھ میل تو کیا آٹھ قدم بھی میں آگے نہ بڑھ سکتا......مرزا صاحب کی صورت نہایت شاندار ہے جس کا اثر بہت قوی ہوتا ہے۔ آنکھوں میں ایک خاص طرح کی چمک اور کیفیت ہے اور باتوں میں ملائمت ہے۔ طبیعت منکسر مگر حکومت خیز، مزاج ٹھنڈا مگر دلوں کو گرما دینے والا۔ بردباری کی شان نے انکساری کی کیفیت میں اعتدال پیدا کر دیا ہے۔ گفتگو ہمیشہ اس نرمی سے کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ گویا متبسم ہیں......مرزا صاحب کی وسیع الاخلاقی کا یہ ایک ادنیٰ نمونہ ہے کہ اثنائے قیام کی متواتر نوازشوں کے خاتمہ پر بایں الفاظ مجھے مشکور ہونے کا موقعہ دیا۔''ہم آپ کو اس وعدہ پر اجازت دیتے ہیں کہ آپ پھر آئیں اور کم از کم دو ہفتہ قیام کریں۔'' (اس وقت کا تبسم ناک چہرہ اب تک میری آنکھوں میں ہے) میں جس شوق کو لے کر گیا تھا ساتھ لایا اور شاید وہی شوق مجھے دوبارہ لے جائے۔ واقعی قادیان نے اس جملہ کو اچھی طرح سمجھا ہے۔''وَحُسِنُ خُلُقِکَ وَلَوْ مَعَ الْکُفَّارِ' (اخبار وکیل، امرتسر)

حضرت اقدس مرزا صاحب نے صلیبی مذہب کے خلاف جس طرح قرآن مجید، تورات اور انجیل کی اندرونی شہادتوں کے علاوہ عقلی دلائل سے کامیاب جہاد کا فریضہ ادا کیا اور اہل تثلیث کے حملہ آوروں کو ان کے گھر تک پہنچایا اُسکے اپنے ہی نہیں غیر مذاہب والے بھی معترف ہیں۔ اس کے باوجود ہندوستان کے عیسائیوں کی ایک سرکردہ شخصیت مسٹر والٹر ایم اے سیکرٹری آل انڈیا کرسچن ایسوسی ایشن نے اپنی انگریزی تصنیف ''احمدیہ موومنٹ'' میں آپ کے حق میں اپنی موقر رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

ترجمہ: ''یہ بات ہر طرح سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب اپنی عادت میں سادہ اور فیاضانہ جذبات رکھنے والے تھے۔ ان کی اخلاقی جرأت جو انہوں نے اپنے مخالفین کی طرف سے شدید مخالفت اور ایذاء رسانی کے مقابلہ میں دکھائی، یقیناً قابل تحسین ہے۔ صرف ایک مقناطیسی جذب اور دلکش اخلاق رکھنے والا شخص ہی ایسے لوگوں کی دوستی اور وفاداری حاصل کرسکتا ہے۔ جن میں سے کم از کم دو نے افغانستان میں اپنے عقائد کے لیے جان دے دی مگر مرزا صاحب کا دامن نہ چھوڑا۔''

صفحاتِ مندرجہ بالا میں جس طرح حقیقت شناس اور انصاف پسند غیر از جماعت ممتاز شخصیتوں نے حضرت اقدس مرزا صاحب کی ذات اور صفات کے بارے میں اپنی آراء کا ذکر کیا ہے۔ ذیل کے صفحات میں حضورؑ کی قائم کردہ جماعت اور اسکے کردار کی توصیف کرتے ہوئے ایسے ہی افراد نے انہیں قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا اعلیٰ نمونہ بھی قرار دیا ہے۔ ہاں بالکل ویسے ہی جیسے آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ''ما انا علیہ واصحابی'' کہ وہ جماعت (73 واں فرقہ) میرے اور میرے صحابہ کے طریق پر گامزن ہوگی۔

اخبار ''مشرق'' گورکھپور اپنی اشاعت 13 ستمبر 1927ء میں رقمطراز ہے:

''اس وقت ہندوستان میں جتنے فرقے مسلمانوں میں ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں یا ہندوؤں یا دوسری

قوموں سے مرعوب ہورہے ہیں۔صرف ایک احمدی جماعت ہے جو قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کسی فرد یا جماعت سے مرعوب نہیں ہے اور خالص اسلامی خدمات سرانجام دے رہی ہے۔''

مولوی ظفر علی خان صاحب نے ان الفاظ میں اپنے اخبار میں جماعت احمدیہ کی مساعی جمیلہ کو سراہا ہے:

''احمدی بھائیوں نے جس خلوص،جس ایثار،جس خوشی اور جس ہمدردی سے اس کام (علاقہ ملکانہ میں آریوں کی شدھی کی تحریک پر مسلمانوں کو آریہ بنایا جارہا تھا تو اس وقت صرف احمدیہ جماعت کے افراد نے وہاں جاکر تبلیغ اسلام کرکے اس فتنہ کا سدباب کیا تھا۔ناقل) میں حصہ لیا ہے وہ اس قابل ہے کہ ہر مسلمان اس پر فخر کرے۔''(زمیندار 18اپریل 1923ء)

انہوں نے مزید لکھا:

''مسلمانانِ جماعت احمدیہ اسلام کی انمول خدمت کررہے ہیں۔جو ایثار،کمربستگی،نیک نیتی اور توکل علی اللہ ان کی جانب سے ظہور میں آیا ہے وہ اگر ہندوستان کے موجودہ زمانہ میں مثال نہیں تو بے اندازہ عزت اور قدردانی کے قابل ضرور ہے۔جہاں ہمارے مشہور پیر اور سجادہ نشین حضرات بے حس وحرکت پڑے ہیں اس اولوالعزم جماعت نے عظیم الشان خدمت اسلام کرکے دکھادی۔''(زمیندار 24جون 1923ء)

رئیس الاحرار جناب مولانا محمد علی خان (کامریڈ) کی حق سراہی:

''ناشکرگزاری ہوگی کہ جناب مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب اور ان کی اس منظّم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلاف عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کیلئے وقف کردی ہیں۔یہ حضرات اس وقت تک اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم وتجارت میں بھی انتہائی جدوجہد سے منہمک ہیں۔اور وہ وقت دور نہیں کہ جب اسلام کے اس منظّم فرقے کا طرزِعمل سوادِاعظم اسلام کیلئے بالعموم اور اُن اشخاص کیلئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمت اسلام کے بلند بانگ اور باطن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعل راہ ثابت ہوگا۔''(اخبار ہمدرد دہلی 26 ستمبر 1927ء)

''گھر میں بیٹھ کر احمدیوں کو برا بھلا کہہ لینا نہایت آسان ہے۔لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے مبلغین انگلستان اور دیگر یوروپین ممالک میں بھیج رکھے ہیں۔کیا ندوۃ العلماء دیوبند،فرنگی محل اور دوسرے علمی اور دینی مرکزوں سے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ بھی تبلیغ واشاعت حق کی سعادت میں حصہ لیں۔کیا ہندوستان میں ایسے متمول مسلمان نہیں ہیں جو چاہیں تو بلا دقت ایک ایک مشن کا خرچ اپنی گرہ سے دے سکتے ہیں۔یہ سب کچھ ہے۔لیکن افسوس کہ عصبیت کا فقدان ہے۔فضول جھگڑوں میں وقت ضائع کرنا اور ایک دوسرے کی پگڑی اچھالنا آج کے مسلمانوں کا شعار ہو چکا ہے۔''
(زمیندار 7 ستمبر 1926ء)

مولوی ظفر علی خان صاحب آف زمیندار اخبار کی ایک تقریر سے:

''مولوی صاحب (ظفر علی خان صاحب) نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ احمدیوں کی مخالفت کی آڑ میں احرار نے خوب ہاتھ رنگے اور احمدیوں کی مخالفت کا احرار نے محض جلب زر کیلئے ڈھونگ رچا رکھا ہے۔

قادیانیت کی آڑ میں غریب مسلمانوں کے گاڑھے خون پسینے کی کمائی ہڑپ کر رہے ہیں۔کوئی احرار سے پوچھے بھلے مانسو تم نے مسلمانوں کا کیا سنوارا ہے۔کونسی اسلامی خدمت تم نے سرانجام دی ہے۔کیا بھولے سے بھی تم نے خدمت اسلام کی؟ احراریو! کان کھول کر سن لوتم اورتمہارے لگے بندھے مرزامحمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔مرزامحمود کے پاس قرآن ہے۔ قرآن کا علم ہے۔تمہارے پاس کیا خاک دھرا ہے۔تم میں سے پہلے ہے کوئی جوقرآن کے سادہ حروف بھی پڑھ سکے۔تم نے کبھی خواب میں بھی قرآن نہیں پڑھا۔تم خود کچھ نہیں جانتے تو اوروں کو کیا بتاؤ گے۔مرزامحمود کی مخالفت تمہارے فرشتے بھی نہیں کر سکتے مرزامحمود کے ساتھ ایسی جماعت ہے جوتن من دھن اس کے اشارے پر اس کے پاؤں پر نچھاور کرنے کو تیار ہے۔تمہارے پاس کیا ہے؟ گالیاں اور بدزبانی۔تُف ہے تمہاری غداری پر۔مرزامحمود کے پاس مبلغ ہیں،مختلف علوم کے ماہر ہیں۔دنیا کے ہر ایک ملک میں اس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے۔''(تقریر جلسہ مسجد خیر دین،امرتسر منقول از ص196-195 ایک خوفناک سازش۔مصنفہ مولوی مظہر علی اظہر)

مصر سے شائع ہونے والا شدید معاند احمدیت اخبار رقمطراز ہے:

''میں نے بغور دیکھا تو قادیانیوں کی تحریک حیرت انگیز پائی۔انہوں نے بذریعہ تحریر وتقریر مختلف زبانوں میں اپنی آواز بلند کی ہے اور مشرق اور مغرب کے مختلف ممالک واقوام میں بصرف کثیر اپنے دعویٰ کو تقویت پہنچائی ہے۔ان لوگوں نے اپنی انجمن منظّم کر کے زبردست حملہ کیا ہے۔یہاں تک کہ ان کا معاملہ بہت بڑھ گیا ہے۔اور ایشیا،یورپ،امریکہ اور افریقہ میں ان کے ایسے تبلیغی مراکز قائم ہوگئے ہیں۔جو علم وعمل کے لحاظ سے تو عیسائیوں کی انجمنوں کے برابر ہیں لیکن تاثیرات اور کامیابی میں عیسائی پادریوں کو ان سے کوئی نسبت نہیں۔قادیانی لوگ بہت بڑھ چڑھ کر کامیاب ہیں کیونکہ ان کے پاس اسلام کی صداقتیں اور پرحکمت باتیں ہیں......جو شخص بھی ان لوگوں کے حیرت زا کارناموں کو دیکھے گا اور واقعات کا پورا اندازہ کرے گا۔وہ حیران و ششدر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔کہ کس طرح اس چھوٹی سی جماعت نے اتنا بڑا اجہاد کیا جسے کروڑوں مسلمان نہیں کر سکے۔

ان لوگوں نے اپنے اس تبلیغی جہاد اور اس میں کامیابی کو اپنے عقائد کی صداقت پر زبردست معجزہ قرار دیا ہے اور ایسا کہنے کا ان کو اس لیے موقع مل گیا کہ باقی نام کے مسلمانوں پر موت طاری ہو چکی ہے۔کیا اندریں حالات مسلمانوں پر واجب نہ تھا کہ اہل یورپ اور امریکہ کے دماغوں سے ان گندے عقائد کو زائل کریں۔جو وہ دین اسلام اور نبی اسلام کے متعلق رکھتے ہیں۔درحقیقت یہ مسلمانوں کے امراء،اغنیاء،عوام اور علماء پر فرض ہے۔لیکن آج ان اوہام کا ازالہ کون کر رہا ہے؟ یقیناً کوئی نہیں۔سوائے اکیلے قادیانیوں کے۔صرف وہی ہیں جو اس راہ میں اپنے اموال اور جانیں خرچ کر رہے ہیں اور اگر دوسرے مدعیان اصلاح اس جہاد کے لیے بلائیں۔یہاں تک کہ ان کی آوازیں بیٹھ جائیں اور لکھتے لکھتے ان کے قلم شکستہ ہو جائیں تب بھی تمام عالم اسلام میں سے اس کا دسواں حصہ بھی اکٹھا نہ کر سکیں گے جتنا یہ تھوڑی سی جماعت مال وافراد کے لحاظ سے خرچ کر رہی ہے۔''(عربی سے ترجمہ)(الفتح قاہرہ نمبر 315 مورخہ 20 جمادی الثانی 1351ھ)

جماعت احمدیہ قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کا نمونہ

حکیم برہمن صاحب ایڈیٹر ''مشرق'' گورکھپور 24 جنوری 1929ء صفحہ 4 کالم نمبر 1 میں لکھتے ہیں:

''ہندوستان میں صداقت اور اسلامی سپرٹ صرف اس لیے باقی ہے کہ یہاں روحانی پیشواؤں کے تصرفات باطنی اپنا کام برابر کر رہے ہیں۔اور کچھ عالم بھی اس شان کے ہیں جو عبدالدراہم نہیں ہیں۔اور سچ پوچھو تو اس وقت یہ کام جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم کے حلقہ بگوش اسی طرح انجام دے رہے ہیں جس طرح قرونِ اولیٰ کے مسلمان انجام دیا کرتے تھے۔''

''اسلام کی طرف منسوب ہونے والے تمام فرقوں میں سے صرف قادیانی فرقہ ہی زندہ اور بیدار فرقہ ہے......اس کے یورپ اور مشرق میں پھیلے ہوئے تبلیغی مشن، مساجد، مدارس دیکھنے سے آپ کو یقین ہو جائے گا کہ سچا اور مخلص مومن کون ہے۔''
(اخبار الفتح مصر 17 جمادی الآخرہ 1358، مطابق اگست 1939ء)

ملک غانا کے ڈپٹی سپیکر الحاج یعقوب طالع نے لکھا:

''یہ امر ہمارے مشاہدہ میں آیا ہے کہ اگر احمدیہ جماعت اسلام کے احیاء اور اس کی تعلیمات پر عمل کرنے کی جدوجہد نہ کرتی تو اسلام مادیات کے تھپیڑوں میں کبھی کا دب چکا ہوتا۔میں چشم دید گواہ ہوں کہ سلسلہ احمدیہ کی مساعی کے نتیجہ میں اسلام دنیا کے مختلف ممالک میں سربلندی حاصل کر رہا ہے۔اور یہ کہنے میں مبالغہ نہ ہوگا کہ اس دور کی انسانی تاریخ کا سب سے اہم واقعہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہے۔'' (ترجمہ از انگریزی احمدیہ مشن سالٹ پانڈ کی وزیٹر بک)

ہندوستان کی ایک نامور شخصیت مولانا عبدالحلیم شرر فرماتے ہیں:

''احمدی مسلک شریعت محمدیہ کو اسی قوت اور شان سے قائم رکھ کر اس کی مزید تبلیغ و اشاعت کرتا ہے خلاصہ یہ کہ بابیّت اسلام کے مٹانے کو آئی اور احمدیت اسلام کو قوت دینے کیلئے۔اور اِسی کی برکت ہے کہ باوجود چند اختلافات کے احمدی اسلام کی سچی اور پرجوش خدمت ادا کرتے ہیں جو دوسرے مسلمان نہیں کرتے۔(رسالہ دلگداز بابت ماہ جون 1906ء)

باب14

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے تجدید دین کے کارہائے نمایاں

اس کتاب کے شروع میں ذکر ہو چکا ہے کہ چودھویں صدی ہجری آنے تک ملت اسلامیہ کا شیرازہ 72 فرقوں میں بٹ کر بکھر چکا تھا۔ مسلمان قرآن وسنت کی ہدایات کو پس پشت ڈال کر کئی ایک غلط عقائد، جاہلانہ رسومات اور بدعات کو دین کا نام دے کر ان کی پیروی کرنے لگ گئے تھے۔ لوگوں میں نیکی اور تقویٰ کی روح مفقود ہوگئی تھی۔ مختلف فرقے ایک دوسرے پر کفر و الحاد کے فتوے لگائے بیٹھے تھے۔ ایسی فضا میں غیر مذاہب والوں نے بھی موقع تاک کر اسلام پر بھرپور حملہ بول دیا تھا۔ چونکہ مسلمانوں کا کوئی واجب الاطاعت امام رہا تھا نہ جماعت اور نہ مرکز اُن میں مدافعت دین کی سکت ہی نہ رہی تھی۔ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق مسلمان صرف نام کے رہ گئے تھے اور اعمال اُن کے یہود و نصاریٰ کے مشابہ بن گئے تھے۔ اہل اسلام کی اس زبوں حالی پر علماء ربانی اور شریف النفس لوگوں کا طبقہ خون کے آنسو بہا رہا تھا جبکہ ان کی آنکھیں صدی کے مجدد، امام مہدی اور مسیح موعود کی آمد کی متلاشی ہو رہی تھیں۔ تب الٰہی نوشتوں کے مطابق عین صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مامور فرمایا تا وہ پراگندہ و پژمردہ مسلمانوں میں روح القدس پھونک کر پھر سے ان کو ایمان کی زندگی بخشے۔ ایسا ایمان جس سے ان کا خدا تعالیٰ سے حقیقی تعلق قائم ہو جائے اور بحیثیت حکم و عدل ہونے کے ان کے باہمی نزاعی اختلافات کا تصفیہ کر کے ان کو ایک جماعت میں مربوط کر دے نیز تمام وہ غیر اسلامی عقائد جو جزو دین بنا لئے گئے تھے ان کا باطل ہونا ثابت کرے۔ اس کے ساتھ ہی وہ دوسرے مذاہب کے حملوں سے اسلام کا نہ صرف موثر دفاع کرے بلکہ اسلام کا غلبہ دیگر مذاہب پر ثابت کر دکھائے۔ یہی وہ کارنامے تجدید دین کے ہیں جن کے بارے میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ (امام مہدی اور) مسیح موعود دنیا میں آکر احیاء دین اور قیام شریعت کا فریضہ سرانجام دے گا۔

ایمان کی تین اقسام ہیں۔ ایک وہ ایمان جو عقلی اور نقلی دلائل کی بناء پر انسان میں پیدا ہوتا ہے۔ دوسری قسم کا ایمان تعلق باللہ (اللہ تعالیٰ کی تعلیمات پر اخلاص سے عمل پیرا ہونے) کے نتیجہ میں حاصل ہوتا ہے۔ جو پہلی قسم سے اعلیٰ ہے۔ تاہم ایمان کی اعلیٰ ترین قسم وہ ہے جو عقلی و نقلی دلائل رکھنے کے ساتھ ساتھ تعلق باللہ کے ذاتی روحانی تجربہ سے بھی سیراب ہوتا ہو۔ اور صحبت صالحین اس کے لیے شرط ہے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے ایسا ہی ایمان اپنی جماعت میں پیدا کیا۔

احیاء ایمان۔ اشاعت اسلام اور غلبۂ اسلام

1-احیاء ایمان

دینِ اسلام کا خاص مقصد بندہ کا اپنے خالق حقیقی سے تعلق قائم کرنا ہے جس کے بغیر روحانی لحاظ سے انسان اندھیرے میں رہتا ہے اوراخروی نجات سے محروم جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ''مَنْ کَانَ فِی هٰذِهٖ اَعمٰی فَهُوَ فِیْ الْاٰخِرَةِ اَعمٰی وَ اَضَلُّ سَبِیلًا'' یعنی جوشخص اس دنیا میں اندھارہا اور خدا کا دیدار اسے نصیب نہ ہوا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا اور راہ گم گشتہ۔ اس زمانہ میں مسلمانوں کی غالب اکثریت اسی آیت کی مصداق بن گئی تھی۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ مسلمان عوام اور ان کے علماء ظاہر کی اکثریت یہ عقیدہ بنائے بیٹھی تھی کہ خدا تعالیٰ سے ہمکلامی کا سلسلہ جو ازل سے چلا آتا تھا اب بند ہو چکا ہے۔ اب خدا تعالیٰ نہ وحی والہام بھیجتا ہے نہ ہمکلام ہوتا ہے۔ اس فاسد عقیدہ کے باعث لوگ خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنے سے مایوس ہو چکے تھے سرسید احمد جیسے عالم دین دعاؤں کی قبولیت سے صاف طور پر منکر ہو چکے تھے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: ''اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ'' ترجمہ: میں پکارنے والے کی پکار کا جواب دیتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے۔ (بقرہ آیت 186)

یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ'' (المومن 60) مجھے پکارو تو میں جواب دوں گا۔ اسی طرح فرمایا ''وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا'' (عنکبوت 69)

کہ جو لوگ ہماری جانب آنے کی جدوجہد کرتے ہیں تو ہم ضرور انہیں اپنے راستے دکھاتے ہیں۔

پھر حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر کوئی چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر اس کی طرف جاتا ہوں۔ ان واضح ارشادات کے باوجود لوگوں نے خدا سے منہ موڑ لیا تھا۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے لوگوں کو پکار پکار کر اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا اور خود اپنی مثال پیش کرتے ہوئے انہیں بتایا کہ آنحضرت ﷺ کی کامل اتباع سے اللہ تعالیٰ مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے اور میری دعائیں قبول کرتا ہے۔ اور جس طرح ہمیشہ سے وہ اپنے پیاروں سے ہمکلام ہوتا رہا ہے اب بھی جو شخص میری اتباع میں سچے دل سے اسلام کے اصولوں پر عمل پیرا ہوگا اس کا بھی خدا تعالیٰ سے تعلق قائم ہو جائے گا۔ اور خدا اس کی دعائیں بھی سنے گا۔ اور اس سے ہمکلامی کا شرف پائے گا۔ پس خدا تعالیٰ کی وحی اور الہام کا دروازہ ہمیشہ سے کھلا ہے اور کھلا رہے گا۔ صرف اس پر دلی یقین اور بصیرت کے ساتھ سچا ایمان لانے کی ضرورت ہے۔

درحقیقت یہی ایک امتیازی نشان ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ اسلام کی سچی پیروی سے اللہ تعالیٰ پر حقیقی ایمان حاصل ہوتا ہے۔ پھر اس کے نتیجہ میں انسان کو خدمت دین کی توفیق بھی ملتی ہے۔ اسی لیے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اس حالت میں مر گیا کہ اس کا امام وقت سے تعلق نہیں تھا وہ گویا جاہلیت کی موت مرا یعنی وہ اللہ تعالیٰ سے بھی حقیقی تعلق پیدا کرنے سے محروم رہا۔ یعنی اس کا اصل بھروسہ خدا پر ہونے کی بجائے دنیوی اسباب پر تھا۔ ایسے لوگ خدا کے بندے بننے کی بجائے اسباب کے بندے ہو جاتے ہیں۔

حضرت اقدس مرزا صاحب فرماتے ہیں: ''......وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خدا۔ اور اس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا اور سچا ایمان اُس پر لانا۔ اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا۔ اور سچی برکات اس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پا کر سخت

ظلم ہے کہ میں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں۔‘‘(اربعین نمبر 1)

پھر فرماتے ہیں:

’’کیا بد بخت وہ انسان ہے جس کو اب تک پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے......اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔

میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھاؤں۔ کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کیلئے لوگوں کے کان کھلیں۔ اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم ابھی نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کیلئے سخت غمگین ہو جاتے......خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔‘‘(کشتی نوح ص19-20)

آپ کے اس پیغام پر کان دھرتے ہوئے ہزار ہا خوش قسمت انسان آپ کی بیعت سے مشرف ہو کر دل سے اسلام پر عمل پیرا ہو گئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچان کر اس سے اپنا زندہ تعلق پیدا کر لیا اور پھر اس سے دین و دنیا کی حسنات و برکات سے مالا مال ہوئے۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی وہ حدیث سچی نکلی کہ جس زمانہ میں ایمان دنیا سے اُٹھ کر ثریا ستارہ تک چلا جائے گا تو ایک فارسی الاصل مرد اس کو دوبارہ زمین پر لے آئے گا یعنی وہ پراگندہ روحوں کو اکٹھا کر کے ان کے دلوں میں خدا تعالیٰ پر زندہ ایمان پیدا کر دے گا۔ اور **وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا** کے حکم خداوندی کے مطابق ان متقیوں کو ایک منظّم جماعت کی صورت میں پرو دے گا تا وہ دین اسلام کی تبلیغ کا جہاد جاری کریں۔

2-اشاعت اسلام

قرآنی آیت ’’**اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ**‘‘ (آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے) کے مطابق دین اسلام کی تکمیل تو آنحضرت ﷺ کے مبارک ہاتھوں ہو چکی مگر اشاعت دین کا کام جاری و ساری رہا۔ کیونکہ اس کے نتیجہ میں بالآخر دین اسلام کا باقی تمام ادیان پر غالب آنا مقدر ہو چکا تھا جیسا کہ قرآنی آیت ’’**هُوَ الَّذِىۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَ دِيۡنِ الۡحَـقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ**‘‘ میں مذکور ہے۔

ترجمہ: وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اُسے تمام ادیان پر غالب کر دکھائے۔ اس عالمگیر غلبہ اسلام کے بارے میں شیعہ اور سنی مفسرین قرآن اس بات پر متفق ہیں کہ یہ غلبہ امام مہدی اور مسیح موعود کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا جبکہ دنیا میں کثرت سے انواع و اقسام کے ذرائع ابلاغ دستیاب ہوں گے جن سے کام لے کر اشاعت دین کا عظیم الشان جہاد شروع ہو گا۔

چنانچہ غلبہ اسلام کی عظیم تر عمارت کی بنیاد حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے ہاتھوں رکھ دی گئی ہے اور اسے روز افزوں ترقی پر ترقی حاصل ہو رہی ہے۔

آج دنیا بھر میں تبلیغ اسلام کے کام میں احمدیہ جماعت کے سینکڑوں مبلغین، معلمین اور مربیان ہمہ وقت مصروف ہیں۔ دنیا کی پچاس سے زیادہ زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم شائع کئے جاچکے ہیں اور مزید زیرِ تکمیل ہیں۔ ساٹھ زبانوں میں منتخب آیات قرآنی اور احادیث کا ترجمہ کر کے ان ممالک میں تقسیم کیا گیا ہے۔ تمام دنیا میں مساجد اور تبلیغی مراکز کی تعمیر کا کام شروع ہو چکا ہے۔ سینکڑوں کی تعداد میں پرائمری اور درجنوں سیکنڈری سکول کھولے جاچکے ہیں اور کئی درجن احمدیہ ہسپتال خدمت خلق میں لگے ہوئے ہیں۔ لنڈن سے ایک عالمی مواصلاتی سیارہ کے ذریعے سے دن رات شش جہات عالم میں اسلام کا پیغام نشر کیا جاتا ہے جس کے نتیجہ میں لکھوکھا انسان ہر سال حقیقی اسلام کے حلقہ میں داخل ہوتے ہیں۔

اس کام میں جان، مال اور وقت کی قربانی کرنے والی ایک فدائی جماعت ہر دم کمربستہ رہتی ہے۔ یہ ایسی نعمت ہے جس سے دوسرے مسلمان یکسر محروم ہیں۔

3- غلبہ اسلام

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنے علم کلام میں مخالفینِ اسلام کے سامنے جو عقلی و نقلی دلائل قاطعہ و نیز زمینی و آسمانی نشانات ساطعہ اور نصرت الٰہیہ کے چمکتے ہوئے براہین اسلام کی صداقت میں پیش کئے ان کے اثر سے اعداء اسلام کے جارحانہ حملے پسپا ہو کر مدافعت اختیار کرنے بلکہ خاموشی اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اب کسی دشمن اسلام کی مجال نہیں کہ ان کا سامنا کر سکے۔ آج دنیا بھر میں اگر کوئی منظم طریق پر تبلیغ اسلام کا کامیابی کے ساتھ جہاد کر رہا ہے تو وہ صرف مسیح موعود کی احمدیہ جماعت ہی ہے۔

اسی جماعت کے ذریعہ سے رسول اللہ ﷺ کی وہ پیشگوئی بھی کہ امام مہدی کے وقت میں سورج مغرب سے طلوع ہوگا نہایت آب و تاب سے پوری ہوئی۔ مادی سورج کا مغرب سے نکلنا تو خدا تعالیٰ کے قانونِ کائنات کے خلاف ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے۔ "لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلاً وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَحْوِيْلاً" کہ تو اللہ کے قانون میں ہرگز تغیر و تبدل نہیں پائے گا۔ پس سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے استعارہ کا یہ مفہوم ہے کہ اسلام جسے آنحضرت ﷺ نے سورج سے تشبیہہ دی ہے اسے مغربی اقوام بھی قبول کرنا شروع کر دیں گی۔ جماعت احمدیہ کی مغربی ممالک میں تبلیغ اسلام کے نتیجہ میں یورپ و امریکہ کے لوگ بھی حلقہ بگوش اسلام ہونا شروع ہو گئے ہیں۔ بلکہ ان میں سے کئی ایک داعی اسلام بن کر اپنی اپنی قوم میں تبلیغ اسلام میں مصروف ہیں۔ پس جس طرح قرونِ اولیٰ میں اسلام کے سورج نے مشرقی اقوام کو منور کیا تھا اب امام مہدی کے وقت میں اس نے مغربی اقوام کو بھی روحانی روشنی دینا شروع کر دی ہے۔

4- حیات مسیح کے مسئلہ کا حل

بخاری اور مسلم کی احادیث میں مسیح موعود کا بڑا کارنامہ کسرِ صلیب بیان ہوا ہے۔ یعنی عیسائیت کے صلیبی عقیدہ کا قلع قمع کرنا۔ موجودہ مسیحی مذہب کے بنیادی عقیدہ کا سارا دارومدار اس مفروضہ پر ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح نے لوگوں کے گناہوں کا کفارہ بننے کیلئے صلیب پر جان دے دی تھی اور پھر بعد میں زندہ ہو کر اپنے خاکی جسم کے ساتھ دو ہزار سال سے آسمان پر جا

بسے ہیں۔ جوشخص مسیح کے کفارہ کے عقیدہ پر ایمان لائے گا وہ اخروی نجات پائے گا وگرنہ نہیں۔

بدقسمتی سے مسلمانوں کی اکثریت بھی عیسائیوں سے اثر لے کر اس عقیدہ کی حامی ہو چکی تھی کہ واقعی حضرت عیسیٰ دو ہزار سال سے آسمان پر زندہ بیٹھے ہوئے ہیں اور آخری زمانہ میں دوبارہ زمین پر اتر کر امت محمدیہ کی اصلاح کرنے آئیں گے۔ حالانکہ قرآن مجید نے صاف لفظوں میں حضرت عیسیٰ کے متعلق **و رسولا الی بنی اسرائیل** (آل عمران 49) کہہ کر واضح کر دیا تھا کہ وہ صرف بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ نہ کہ امت محمدیہ کی اصلاح کیلئے۔ پھر قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ کا طبعی طور پر وفات پانا بھی مذکور ہے۔

مسلمانوں کے اس بے بنیاد عقیدہ کے باعث عیسائی پادریوں نے اسلام پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی۔ مسلمانوں کے پاس عیسائیوں کی اس دلیل کا کوئی جواب نہ بن پاتا تھا کہ جس کا نبی زندہ اور آسمان میں موجود ہے اس کا دین بھی زندہ ہے اور جس کا نبی (یعنی آنحضرت ؐ) فوت ہو کر زمین میں مدفون ہے اس کا دین بھی مردہ ہے۔ پس کیوں زندہ کی بجائے مردہ کے پیچھے لگے ہوئے ہو؟ مزید برآں جب امت مسلمہ بگڑ چکی ہوگی تو اس کی اصلاح بھی آخر عیسیٰ مسیح ہی آ کر کریں گے کیونکہ اسلام میں کوئی ایسی روحانی طاقتوں والا شخص پیدا نہیں ہو سکتا جو یہ کام کر سکے۔ پس کیوں نہ تم مسیحی مذہب کو ابھی سے قبول کر لو؟ مسلمان ان حملوں کی تاب نہ لا کر دم ہار چکے تھے اور بہت سے ظاہراً اور کئی اندر ہی اندر اسلام سے برگشتہ ہو کر عیسائیت اختیار کر گئے تھے۔ حتیٰ کہ جامع مسجد دہلی کے امام مولوی عماد الدین اور لدھیانہ کے مشہور مولوی عبدالحق جیسے عالم لوگ عیسائی بن کر پادری بن گئے اور اسلام کے خلاف گندہ ذہنی کرتے رہے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے قرآن مجید کی تیس (30) آیات سے نیز احادیث نبویہ، انجیل، تاریخی شواہد اور عقل کی بناء پر ثابت کر دکھایا کہ حضرت مسیح عیسیٰ علیہ السلام دیگر تمام انبیاء کی طرح اپنی طبعی عمر گزار کر فوت ہو چکے ہوئے ہیں۔ آپ نے سری نگر (کشمیر) کے محلّہ خان یار میں اُن کے مدفن کا پتہ بھی بتا دیا۔ اس کے نتیجہ میں مسلمانوں نے عیسائیت کے چنگل سے نجات پائی اور صلیبی عقیدہ کا بطلان ثابت ہوا۔ بمطابق حوالہ انجیل 15/4 کرنتھیوں ''اگر مسیح (مُردوں سے) جی نہیں اٹھا تو ہماری منادی بھی بے فائدہ اور تمہارا ایمان بھی بے فائدہ۔''

آپ کے وفات مسیح کے انکشاف پر علماء نے آپ کی مخالفت میں طوفان برپا کر دیا اور آپ کے خلاف کفر کے فتوے لگا دیئے گئے۔ آپ نے اپنے علم کلام میں حضرت عیسیٰ کی وفات ثابت کرنے کیلئے جس تفصیل کے ساتھ عیسائی دنیا کے سامنے عقلی، نقلی اور تاریخی شواہد و براہین پیش کئے اس سے عیسائیت کی تبلیغ پر ایک کاری ضرب لگی اور پادریوں کی سرگرمیاں رک گئیں۔ اس کے بعد کسی بڑے سے بڑے عیسائی پادری کی یہ ہمت نہ رہی کہ اسلام کے خلاف یا صلیبی عقیدہ کے حق میں آپ کے سامنے آ سکے۔ اس بات کا اعتراف مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ترجمۃ القرآن کے دیباچہ میں بھی مذکور ہے۔ (اس کتاب کے شروع میں اس کا حوالہ لکھا جا چکا ہے)

اب تو اسلامی دنیا میں باشعور علماء کا طبقہ بھی وفات مسیح کا قائل ہو چکا ہے۔ مصر کی ازہر یونیورسٹی کے ریکٹر مفتی علامہ محمود شلتوت نے بھی اپنے مجموعہ فتاویٰ میں یہ فتویٰ شائع کیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث نبوی میں کوئی ایسی سند موجود نہیں جس پر اعتماد کرتے ہوئے حیات مسیح کا عقیدہ رکھا جا سکے۔

5- قتلِ دجال

حضرت اقدس مرزا صاحب کا وفات مسیح ثابت کر دکھانا ایک ایسا کارنامہ ہے جس سے اہل اسلام کا وقار قائم ہوا اور عیسائیت کی یلغار کا خاتمہ۔ (وفات مسیح کے مسئلہ پر بحث اس کتاب کے ایک الگ باب میں کی گئی ہے)۔ حدیث شریف میں یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح موعود دجال کو قتل کرے گا۔ دجال کسی ایک شخص کا نام نہیں ہے بلکہ یورپی مسیحی قومیں مراد ہیں اور ان کو قتل کرنے سے مراد یہ ہے کہ مسیح موعود ان اقوام کے مذہبی دجل اور فتنوں کا دلائل اور براہین سے مقابلہ کر کے ان کا خاتمہ کر دے گا۔ یعنی تثلیث اور کفارہ اور حیات مسیح جیسے بودے عقائد کو کاٹ کر رکھ دے گا۔ کتاب عمدۃ القاری فی شرح البخاری جلد 5 صفحہ 584 مطبوعہ مصر میں شارح لکھتا ہے "کہ مجھ پر کسر صلیب کے معنی فیض الٰہی سے یہ کھلے ہیں کہ (مسیح موعود) نصاریٰ کے اس جھوٹ کو اچھی طرح ظاہر کر دے گا جو وہ کہتے ہیں کہ یہود نے مسیح کو صلیب پر مار دیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی کتاب میں ان کے کذب و افتراء کی خبر دی ہے۔" (عربی سے ترجمہ)

6- امام مہدی اور مسیح موعود درحقیقت ایک ہی وجود کے دو نام ہیں

اسلام کے اس انحطاط کے زمانہ میں جمہور مسلمان احیاء دین سے مایوس ہو چکے تھے۔ اُن کی غالب اکثریت اس عقیدہ کے سہارے جی رہی تھی کہ یہ کارنامہ امام مہدی دنیا میں آ کر سرانجام دے گا۔ اس مہدی کے بارے میں وہ یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ وہ مادی تلوار لے کر تمام دنیا میں پھرے گا اور ہر اُس شخص کو جو اسلام کو قبول نہیں کرے گا قتل کر دے گا۔ اس طرح سے سب کافروں کا خاتمہ کر دیا جائے گا۔ اور صرف مسلمان ہی مسلمان دنیا میں باقی رہ جائیں گے۔ ان کی سمجھ کے مطابق اس طریق سے اسلام کا عالمگیر غلبہ ہو جائے گا۔

ایسے لوگ قرآن مجید میں لَا اِکْرَاهَ فِی الدِّیْنِ. قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَیِّ (بقرہ256) (یعنی دین منوانے میں کوئی جبر جائز نہیں کیونکہ ہدایت گمراہی سے واضح تر ہے) اور من شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر (یعنی جس کی مرضی ہے ایمان لے آئے اور جس کی مرضی ہے کفر کرے) لکھا ہوا تو پڑھتے ہیں مگر دل کی آنکھیں بند کر کے۔ جبر و تشدد تو وہ روا رکھتا ہے جس کے پاس دوسرے کو قائل کرنے کیلئے کوئی صداقت کی دلیل نہ ہو۔ لیکن جس مردِ حق کو حقیقی اسلام کا فہم عطا کیا گیا ہو اس کے پاس تو اسلام کی عظمت ثابت کرنے کیلئے موثر دلائل و براہین کا ایک خزانہ موجود ہوتا ہے۔ مگر جن کے عقائد میں فساد پڑ گیا ہو وہ دلیل کے فقدان کے باعث تشدد کی راہ اختیار کرنے پر اتر آتے ہیں۔ یہی حال مسلمانوں کا ہو گیا تھا۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے آ کر ایسے خونی مہدی کے عقیدہ کو باطل ثابت کر کے مسلمانوں کو اس خیال سے چھٹکارا دلایا کہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کیلئے کوششوں کی ضرورت نہیں بلکہ اس کے لیے امام مہدی کی تلوار کی راہ دیکھنی چاہیئے۔

آپ نے واضح کیا کہ مسیح موعود اور امام مہدی دراصل ایک ہی وجود کے دو صفاتی نام ہیں جیسا کہ صحاح ستہ کی احادیث کی ایک کتاب ابن ماجہ میں مذکور ہے کہ لَا الْمَهْدِیُّ اِلَّا عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ (سنن ابن ماجہ، باب شدۃ الزمان) یعنی موعود مسیح ہی امام مہدی ہوگا۔ آپ نے بتایا کہ امام مہدی کوئی فولادی تلوار استعمال نہیں کرے گا بلکہ مذہبی فتنوں کا دلائل اور براہین سے مقابلہ کرے گا جیسے قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ لِیَهْلِکَ مَنْ هَلَکَ عَنْ بَیِّنَةٍ وَ یَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْ بَیِّنَةٍ (الانفال42)

یعنی تا جوشخص ہلاک ہو وہ دلیل وبرہان سے ہلاک ہو اور جو زندہ ہو وہ دلائل و براہین سے زندہ ہو۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ کوئی دین یا مذہب تلوار سے ہلاک نہیں ہوتا بلکہ دلیل اور برہان کی رو سے قتل ہوتا ہے۔ مخالفین اسلام بھی اب مسیح موعود و مہدی معہود کے روحانی ہتھیار دلائل و براہین سے ہی اسلام قبول کریں گے۔

یہ بات اچھی طرح یاد رہے کہ اسلام کی ابتدائی جنگوں میں جو تلوار کا استعمال ہوا تھا وہ ہرگز لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کیلئے نہیں تھا بلکہ محض کفار کے جارحانہ حملوں کے دفاع میں کیا گیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ'' (البقرہ190) کہ جو تم پر مسلح ہو کر حملہ آور ہوں ان کے خلاف قتال کرو چونکہ زمانہ حال میں دین اسلام پر تلوار نہیں اٹھائی جاتی بلکہ قلم اور دلائل سے اسلام پر نکتہ چینیاں کی جاتی ہیں لہٰذا اس کے جواب میں بھی قلم اور تحریر سے مقابلہ کر کے مخالفین کو مغلوب کیا جا رہا ہے۔

7- تبلیغی جہاد

حضرت اقدس مرزا صاحب نے عالمگیر تبلیغ اسلام کیلئے روحانی دلائل و براہین کے اسلحہ سے لیس ایک مخلص فدائی دین جماعت تیار کی جو دنیا بھر میں ہر سال لکھوکھا انسانوں کو حقیقی اسلام میں داخل کرتی چلی جاتی ہے۔ اس کے مقابل باقی تمام اسلامی فرقے اپنے خیالی مہدی کی آمد کے انتظار میں پڑے اونگھ رہے ہیں اور خدمت اسلام کے اس فریضہ کے ادا کرنے سے یکسر محروم و بے نصیب ہیں۔

حضرت مرزا صاحب لکھتے ہیں: ''اس وقت جو ضرورت ہے وہ سمجھ لو سیف کی نہیں بلکہ قلم کی ہے۔ ہمارے مخالفین نے اسلام پر جو شبہات وارد کئے ہیں اور مختلف سائنسوں اور مکائد کی رو سے اللہ تعالیٰ کے سچے مذہب پر حملہ کرنا چاہا ہے اس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدانِ کارزار میں اتروں اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھلاؤں۔'' (ملفوظات)

دعوت الی اللہ بھی جہاد میں شامل ہے:

جلالتہ الملک شاہ فیصل نے 1385ھ کے حج کے موقع پر رابطہ العالم الاسلامی مکہ مکرمہ کے اجتماع میں فرمایا: ''اے معزز بھائیو! تم سب کو جہاد فی سبیل اللہ کا علم بلند کرنے کیلئے بلایا گیا ہے۔ جہاد صرف بندوق اٹھانے یا تلوار لہرانے کا نام نہیں بلکہ جہاد تو اللہ کی کتاب اور رسول مقبول کی سنت کی طرف دعوت دینے۔ ان پر عمل پیرا ہونے اور ہر قسم کی مشکلات، دقتوں اور تکالیف کے باوجود استقلال سے اس پر قائم رہنے کا نام ہے۔'' (رسالہ ام القریٰ۔ مکہ معظّمہ 24 اپریل 1965ء)

8- کسرِ صلیب و قتل خنزیر

بخاری اور مسلم کی احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ مسیح موعود کسر صلیب کرنے کے علاوہ خنزیروں کو قتل کرے گا اور جنگ اور جزیہ کو روک دے گا۔ یہ نکتہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مسیح موعود کے متعلق واقعات آنحضرت ﷺ کے مکاشفات میں

استعارہ اور مجاز کے طریق پر بیان ہوئے ہیں لہٰذا علماء ربانی اور اہل دانش نے ان کی تعبیر کرتے ہوئے ان کے حقیقی معنوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔

یہ بات بعید از قیاس اور غیر ممکنات میں سے ہے کہ کوئی شخص دنیا کے چپہ چپہ اور گھر گھر جنگلوں اور پہاڑوں اور جزیروں میں گھوم پھر کر صلیبوں اور خنزیروں کو تباہ کر سکے۔ ایسے کام کیلئے تو صدیاں بھی کافی نہیں ہوں گی۔ پھر جب دنیا کے ایک حصہ سے اپنا کام کر کے جائے گا تو اس کے جانے کے بعد عیسائی اور صلیبیں بنالیں گے اور خنزیروں کی درآمد کسی دوسری جگہ سے کر لیں گے۔ غرض اس قسم کی دیوانگی اور بیہودگی کا کام کسی نبی کے شایان شان بھی نہیں ہوسکتا۔ پس کسر صلیب سے مراد عیسائی مذہب کے عقائد کا خاتمہ کرنا اور قتل خنزیر سے مراد دشمنانِ اسلام کو دلائل اور دعاؤں کے ذریعہ ہلاک کرنا ہے۔ اور چونکہ مسیح موعود کے زمانہ میں مکمل مذہبی آزادی ہوگی اور اسلام کو بزور شمشیر مٹانے کیلئے کوئی حملہ آور نہ ہوگا لہٰذا مذہبی جنگیں بھی نہ ہوں گی اور اس کے ساتھ ہی جزیہ کا بھی سوال نہ رہے گا۔

9- حضرت اقدس مرزا صاحب کا علم کلام

یہ ایک زندہ جاوید حقیقت ہے کہ اسلام کے اس نازک دور میں اسلام اور بانی اسلام ﷺ پر دشمنوں کے ناپاک حملوں کا منہ توڑ جواب اگر وجود میں آیا ہے تو وہ صرف حضرت مرزا صاحب کے علم کلام کے ذریعہ سے آیا ہے۔ اس کے نتیجہ میں مخالفت کی آندھیوں کا رخ بدل گیا اور جس رفتار سے عیسائیت پھیل رہی تھی اس کا عشر عشیر بھی باقی نہ رہا۔ نیز مسلمانوں میں مایوسی کی جگہ جرأت ایمانی نے از سر نو جنم لیا۔

اسلام کے دفاع میں آپ نے اپنی پہلی تصنیف براہین احمدیہ، قرآن مجید اور رسول کریم ﷺ کی صداقت کے ثبوت میں تحریر فرمائی۔ اس میں آپ نے اسلام کے خوبصورت چہرہ کو جس خوبی سے دنیا کے سامنے پیش کیا اس سے نہ صرف مسلمانوں میں اسلام کی صداقت کا یقین پیدا ہوا بلکہ دشمنانِ اسلام کے جارحانہ حملوں کا پوری طرح تدارک بھی ہوگیا۔ آپ نے تمام غیر مذاہب کے اکابر کو چیلنج دیا کہ اس کتاب میں قرآن اور نبوت محمدیہ کی حقانیت میں جو تین سو دلائل لکھے گئے ہیں اگر کوئی ان میں سے ایک دلیل کو بھی توڑ کر دکھا سکے تو اسے دس ہزار روپیہ کا نقد انعام دیا جائے گا۔ مگر آج تک کسی کو اس چیلنج کو قبول کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔

اس کتاب کو ہندوستان بھر کے مسلمانوں کی طرف سے زبردست خراج تحسین ملا۔ فرقہ اہل حدیث کے ایک عالم راہنما مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اس کتاب کے متعلق لکھا کہ ”یہ کتاب اس زمانہ کی موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی اور اس کا مولف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی ولسانی وحالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔“ (اشاعت السنہ جلد 7 نمبر 6، مطبع ریاض ہند امرتسر)

اسی طرح ایک اور موقع پر آپ نے جملہ مذاہب پر اسلام کی برتری کا ایسا واضح نشان دکھلایا کہ دنیا عش عش کر اٹھی۔ دسمبر 1896ء میں ہندوستان کے مختلف مذہبی نمائندوں کا لاہور میں ”جلسہ اعظم مذاہب“ منعقد ہوا جس میں انہوں نے اپنے

اپنے مذہب کی رو سے پانچ مجوزہ سوالوں کے جواب میں مقالے پڑھے۔ حضرت اقدس کا مقالہ بھی پڑھا گیا۔ اس مضمون کے بارے میں حضرت مرزا صاحب نے قبل از وقت بذریعہ اشتہارات خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کر دی تھی کہ میرا مضمون دیگر تمام مضامین پر غالب رہے گا۔ چنانچہ اپنوں اور غیروں سب نے اس بات کی شہادت دی کہ واقعی آپ کا یہ مضمون باقی تمام مضمونوں پر بالا رہا۔

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کلکتہ کے اخبار ''جنرل و گوہر آصفی'' اپنی اشاعت 24 جنوری 1897ء ص 2 میں رقمطراز ہے: ''......صرف ایک حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان تھے جنہوں نے اس میدانِ مقابلہ میں اسلامی پہلوانی کا پورا حق ادا فرمایا ہے......اگر اس جلسہ میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچا لیا بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب ہوئی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی سچے جوش سے کہہ اٹھے کہ یہ مضمون سب سے بالا ہے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اختتام مضمون پر حق الامر معاندین کی زباں پر یوں جاری ہو چکا کہ اب اسلام کی حقیقت کھلی اور اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔''

اسی طرح اخبار ''چودھویں صدی'' نے یکم فروری 1897ء کے پرچہ میں لکھا ''......ان لیکچروں میں سب سے عمدہ اور بہترین لیکچر جو جلسہ کی روح رواں تھا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا لیکچر تھا۔ عمر بھر ہمارے کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سنا......غرض یہ کہ وہ لیکچر ایسا پر لطف اور ایسا عظیم الشان تھا کہ بغیر سننے کے اس کا لطف بیان میں نہیں آ سکتا...... بہر حال اس کا شکر ہے کہ اس جلسہ میں اسلام کا بول بالا رہا اور تمام غیر مذاہب کے دلوں پر اسلام کا سکہ بیٹھ گیا......''

10-انبیاء کرام کی عصمت اور بے گناہی کا ثبوت

حضرت اقدس مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت و مہدویت سے قبل عیسائی اور یہودی روایات سے اثر لیکر کم فہم مسلمان بھی انبیاء کرام کو کسی نہ کسی گناہ کا مرتکب گردانتے لگ گئے تھے۔ منجملہ دیگر انبیاء کے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر (نعوذ باللہ) تین بار جھوٹ بولنے کا الزام لگایا اور سید المعصومین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پاک دامن کو بھی انہوں نے ملوث کرنے کی کوشس کی۔ پھر طُرفہ یہ کہ یہ باتیں قرآن مجید کی تفسیروں میں بھی لکھی گئیں۔ چنانچہ تفسیر ''بیضاوی'' میں سورہ احزاب کی آیت 37ویں کے تحت لکھا: ''اِنَّهٗ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَبْصَرَهَا بَعْدَ مَا اَنْكَحَهَا اِيَّاهُ فَوَقَعَتْ فِيْ نَفْسِهٖ فَقَالَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ مُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ'' یعنی جب آنحضرت ﷺ نے حضرت زینب کا نکاح اپنے متبنیٰ حضرت زید سے کر دیا تو ایک دن آپ نے زینب کو دیکھ لیا تو وہ آپ کے دل میں گھر کر گئیں۔ آپ کے منہ سے سبحان اللہ نکلا۔ اس بناء پر حضرت زید نے اپنی بیوی زینب کو طلاق دے دی اور آنحضرت ﷺ نے اُن سے شادی کر لی۔ ان کے علاوہ حضرت داوٗدؑ حضرت سلیمانؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت موسیٰؑ اور دیگر انبیاء پر کئی قسم کے مکروہ الزامات لگائے گئے ہیں۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے قرآن مجید سے استدلال کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے تمام انبیاء کی عصمت کا ثبوت بہم پہنچایا۔ آپ نے واضح کیا کہ انسان گناہ کا ارتکاب یا تو قول (یعنی زبان سے) یا فعل (یعنی ہاتھ پاؤں وغیرہ سے) یا خیالات (دل کے ذریعہ) سے کرتا ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ انبیاء کی آیات 26 تا 28 کی رو سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو معصوم قرار دیا

ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں لکھا ہے:"وَ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا. سُبْحَانَهٗ. بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُوْنَ o لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ o يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَ هُمْ مِنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ o" ترجمہ: اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ رحمٰن خدا نے بیٹا اختیار کر لیا ہے۔ وہ پاک ذات ہے۔ (حقیقت یہ ہے کہ جن کو یہ بیٹا قرار دیتے ہیں یعنی انبیاء) وہ خدا کے معزز بندے ہیں۔ وہ خدا کی بات سے ایک لفظ بھی زیادہ نہیں کہتے۔ وہ اس کے حکموں پر عمل کرتے ہیں۔ وہ خدا اس کو بھی جانتا ہے جو آئندہ پیش آنے والا ہے اور وہ جو پیچھے چھوڑ آئے ہیں اور وہ (انبیاء) سوائے اس کے جس کے لیے خدا نے یہ بات پسند کی ہو کسی کیلئے شفاعت نہیں کرتے اور وہ اس کے خوف سے لرزاں رہتے ہیں۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے "لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ" فرما کر انبیاء کی زبان کی پاکیزگی کی طرف اشارہ کیا ہے یعنی وہ خدتعالیٰ کے منشا کے خلاف کچھ نہیں بولتے۔ اور وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ میں فرمایا کہ ان کے تمام افعال یعنی اعضاء جسمانی خداتعالیٰ کے حکم کے ماتحت رہ کر کام کرتے ہیں اور وَ هُمْ مِنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ میں توثیق فرمائی کہ ان کے دل خشیۃ اللہ سے ترساں رہتے ہیں۔ لہٰذا جب انبیاء کرام کے گناہ سرزد کرنے کے تمام ذرائع خداتعالیٰ کی حفاظت میں رہتے ہیں تو ان سے گناہوں کے ارتکاب کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔

پس حضرت مرزا صاحب کا عصمت انبیاء کا ثابت کرنا بھی تجدید دین کے کارناموں کا ایک حصہ ہے۔ ورنہ جو نبی خود پاک نہ ہو وہ دوسرے لوگوں کو گناہوں سے کیونکر پاک کر سکتا ہے۔

11- قرآنی آیات کے بارے میں ناسخ و منسوخ کا مسئلہ

مسلمانوں میں ان کی کم فہمی کے باعث ایک غلط عقیدہ پیدا ہو گیا تھا کہ قرآن مجید کی کچھ آیات دیگر آیات کی ناسخ ہیں یا بعض احادیث بعض آیاتِ قرآنی کو منسوخ قرار دیتی ہیں۔ اس طرح سے مختلف لوگوں نے پانچ سے لیکر پانچ سو تک آیاتِ قرآنی کو منسوخ قرار دے رکھا تھا۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے اس عقیدہ کی غلطی کو واضح کیا کہ ایسا عقیدہ رکھنے سے قرآن مجید کی یقینی اور قطعی حیثیت میں شک پڑ جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ قرآن کے بارے میں فرماتا ہے کہ لَا رَيْبَ فِيْهِ کہ اس کتاب میں کسی شک وشبہ کو دخل نہیں ہے۔ پھر جس کتاب کے متعلق اللہ تعالیٰ هُدًى لِلنَّاسِ یعنی لوگوں کیلئے ذریعہ ہدایت قرار دے تو پھر اس کی ہدایت کی آیات کیونکر منسوخ ہو سکتی ہیں؟ نسخ کے عقیدہ سے تو اللہ کے فرمودہ کی تکذیب لازم آتی ہے۔ گویا انسانی عقل اللہ کی آیات کو منسوخ قرار دینے لگی!!

مزید برآں آپ نے قرآن مجید کی رو سے اس عقیدہ کے باطل ہونے کی دلیل میں یہ آیت پیش فرمائی ہے۔ "وَ اِنَّهٗ لَكِتَابٌ عَزِيْزٌ لَا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ تَنْزِيْلٌ مِنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ" (حم سجدہ آیت 41-42)

ترجمہ: وہ (یعنی قرآن) یقیناً ایک بڑی عزت والی کتاب ہے۔ باطل (یعنی بیکار اور لغو) نہ تو اس کے سامنے سے آ سکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے (کیونکہ) یہ اس خدا کی طرف سے نازل کردہ ہے جو بڑی حکمتوں والا اور بڑی تعریفوں والا ہے۔ اب اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ قرآن کے اندر بعض منسوخ شدہ یعنی بیکار آیات موجود ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مطلب ٹھہرا کہ باطل (بیکار) قرآن کے نزدیک بھی نہیں آ سکتا؟

پس حضرت اقدس مرزا صاحب نے قرآن مجید پر جو ناسخ ومنسوخ کے عقیدہ کا غبار پڑ گیا تھا اس سے اس کی تطہیر فرمائی۔ آپ نے ثابت کیا کہ کسی آیت کا منسوخ ہونا تو درکنار قرآن شریف کا ایک نقطہ یا شعشہ بھی منسوخ نہیں ہے۔ شروع سے آخر تک سارے کا سارا قرآن واجب العمل اور سراپا رحمت ہی رحمت ہے۔

12- جہاد کی حقیقت

اس زمانہ کے مسلمان جہاد کی حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اس کے بارے میں سخت غلطی میں مبتلا ہو گئے تھے۔ وہ عام طور پر اس خیال میں تھے کہ دین اسلام کی اشاعت کیلئے جبر سے کام لینے اور دوسرے مذاہب والوں کے خلاف تلوار اٹھا کر ان سے جنگ کرنے کا نام جہاد ہے یعنی کافروں کے ساتھ جنگ کر کے ان کو مسلمان بنا لینا اور جو ایمان نہ لائیں انہیں موت کے گھاٹ اتار دینا۔ اس عقیدہ کی بناء پر وہ امام مہدی کی آمد کے منتظر تھے کہ وہ تلوار کے ذریعہ سے اسلام کی اشاعت کریں گے اور نہ ماننے والوں کو تہ تیغ کر کے کفار کا خاتمہ کر دیں گے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے از روئے قرآن، حدیث اور عقل سلیم یہ ثابت کیا کہ اس قسم کا عقیدہ نہ صرف یہ کہ اسلامی تعلیم کے خلاف ہے بلکہ دنیا میں فتنہ وفساد پھیلانے کے مترادف ہے۔ اور قرآن مجید واضح الفاظ میں **لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ** (یعنی دین کے معاملہ میں جبر جائز نہیں ہے) کہہ کر ایسے کردار کا رد کرتا ہے کیونکہ اس کے نتیجہ میں لوگوں کی اصلاح کا کوئی امکان نہیں رہتا۔

واضح رہے کہ لفظ ''جہاد'' کے معنی دین کیلئے جدوجہد کرنے کے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نے جہاد کا حقیقی مفہوم واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ اسلام میں جہاد کی تین اقسام ہیں اول: جہاد اصغر یعنی سب سے چھوٹا جہاد دوم: جہاد اکبر یعنی سب سے بڑا جہاد سوم: جہاد کبیر یعنی بڑا جہاد۔

آنحضرت ﷺ نے جنگ تبوک سے واپسی پر فرمایا ''**رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ**'' یعنی ہم سب سے چھوٹے جہاد سے فارغ ہو کر سب سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ اس حدیث کا مطلب شارحین حدیث کے مطابق یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دین کی مدافعت میں جنگ کرنے کو جہادِ اصغر یعنی سب سے چھوٹا جہاد قرار دیا ہے اور اپنے نفس کے تزکیہ کیلئے جہاد یا مجاہدہ کو جو قرب الٰہی کا موجب ہے جہادِ اکبر یعنی سب سے بڑے جہاد کا نام دیا ہے۔

قرآن مجید میں اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''**وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا**'' (عنکبوت آیت 69) یعنی جو لوگ ہماری (ملاقات کی) خاطر جدوجہد کرتے ہیں تو ہم انہیں ضرور اپنی راہیں دکھا دیتے ہیں۔

جہاد کی تیسری قسم یعنی جہاد کبیر یا بڑا جہاد سے مراد دین اسلام کی تبلیغ ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے ''**وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا**'' (فرقان آیت 52) کہ اس قرآن کی مدد سے لوگوں سے جہاد کبیر کرو یعنی اسلام کی تبلیغ واشاعت کرو۔

پس قرآن مجید کی رو سے جہاد اکبر یعنی تزکیہ نفس کا جہاد اور جہاد کبیر یعنی تبلیغ واشاعت اسلام کا جہاد مسلمانوں کو ہمہ تن کرنے کا حکم ہے اور یہ ہمیشہ جاری وساری رہتے ہیں اور کبھی التواء میں نہیں پڑتے۔ لیکن جہاد اصغر یعنی جہاد بالسیف اس وقت فرض

ہوتا ہے جب دشمن اسلام ہتھیار اٹھا کر دین کو مٹانے اور مسلمانوں کو نابود کرنے کیلئے جنگ کی نیت سے حملہ آور ہو۔اس صورت میں مسلمانوں پر فرض ہو جاتا ہے کہ وہ امام وقت کے زیر پرچم جمع ہو کر حملہ آوروں کی تلوار کا جواب تلوار سے دیں یعنی اُن کے خلاف قتال کریں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

”وَ قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ“ (البقرہ190) یعنی اللہ کے راستہ میں اُن لوگوں سے جنگ کرو جو تم سے جنگ کرنے آتے ہیں۔

اسی طرح فرمایا:”اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا“ (الحج آیت39) یعنی مسلمانوں کو جنگ کرنے کی اجازت اس لئے دی گئی کہ ان پر ظلم ڈھائے گئے ہیں۔

پس اسلام کی ابتدائی جنگوں میں آنحضرت ﷺ نے کفار کو تہ تیغ کرنے یا اُن کو جبراً مسلمان بنانے کیلئے تلوار ہرگز نہیں اٹھائی تھی بلکہ اُن کے دین اسلام اور مسلمانوں کو نابود کرنے کیلئے اُن کے انسانیت سوز ظلموں اور خونی کارروائیوں سے مجبور ہو کر اپنے دفاع میں اٹھائی تھی۔

بخاری کی حدیث میں مذکور ہے کہ مسیح موعود کے وقت میں جنگ اپنے ہتھیار ڈال دے گی یعنی وہ امن کا زمانہ ہوگا نہ کہ جنگوں کا۔مسیح موعود کی جنگ قلم کے ساتھ لڑی جائے گی نہ کہ تلوار سے کیونکہ دشمن قلم کے ذریعہ سے اسلام پر وار کرے گا نہ کہ تلوار سے۔آپ نے فرمایا کہ اس زمانہ میں نہ صرف کہ وہ حالات موجود نہیں ہیں جن کی وجہ سے جہاد بالسیف جائز ہو جاتا ہے بلکہ خدا نے مسیح موعود کو بھیج کر اس زمانہ میں امن کا سفید جھنڈا بلند کیا ہے۔اور اب بھی جو لوگ مہدی کے خونی جہاد کے منتظر ہیں وہ فریضۂ تبلیغ اسلام سے محروم رہ کر ذلت اور ناکامی کا منہ دیکھیں گے۔چنانچہ جماعت احمدیہ ہر قسم کے منکرین اسلام کے مقابل قرآنی دلائل سے لیس ہو کر اسلام کی فوقیت ثابت کرنے کیلئے دنیا کے تمام براعظموں میں تبلیغ کے جہاد میں مصروف ہے۔

جماعت احمدیہ کے مخالفین کا یہ پراپیگنڈا کرنا کہ حضرت مرزا صاحب نے جہاد کو منسوخ کر دیا ہے صریح جھوٹ اور دھوکہ دہی ہے۔آپ نے تلوار کے جہاد کو یعنی قتال کو اس زمانہ اور اس ملک میں بوجہ اس کی عدم شرائط ملتوی قرار دیا ہے نہ کہ منسوخ۔آپ نے فرمایا: ”تلوار کے جہاد کا طریق بوجہ شرائط جہاد موجود نہ ہونے کے ان ایام میں مٹایا گیا ہے اور ہمیں حکم ہے کہ ہم کافروں سے ویسا ہی سلوک کریں جیسا کہ وہ ہم سے کرتے ہیں اور ہم اس وقت تک تلوار نہ اٹھائیں جب تک کہ وہ ہم پر تلوار نہ اٹھائیں“۔(حقیقۃ المہدی ص19، ترجمہ از عربی) آپ فرماتے ہیں

فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰؐ
عیسیٰ مسیح کر دے گا جنگوں کا التواء

(درثمین)

قرآن مجید کا ارشاد لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ اور مسیح موعود کے بارے میں بخاری کی حدیث یَضَعُ الْحَرْبَ کے الفاظ حضرت مرزا صاحب کے فرمان کی توثیق کرتے ہیں۔

ہندوستان میں اس وقت کی انگریزی حکومت کے خلاف تلوار کے جہاد نہ کرنے کے جواب میں حضرت مرزا صاحب

نے فرمایا ''شریعت اسلام کا یہ واضح مسئلہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا یہ اتفاق ہے کہ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا جس کے زیر سایہ مسلمان لوگ امن و عافیت اور آزادی سے زندگی بسر کرتے ہوں قطعی حرام ہے۔'' (تبلیغ رسالت جلد 1 ص65، ملحقہ ٹائٹل پیج براہین احمدیہ حصہ سوم)

اس بات کی تصدیق حضرت سید احمد صاحب بریلوی مجدد تیرہویں صدی رحمتہ اللہ علیہ کے بیان اور فعل سے بھی ثابت ہے۔ لکھا ہے: ''جب آپ سکھوں سے جہاد کرنے تشریف لے جاتے تھے کسی نے پوچھا آپ اتنی دور سکھوں سے جہاد کرنے کیوں تشریف لے جاتے ہیں۔ انگریز جو اس ملک پر حاکم ہیں اور دین اسلام سے منکر ہیں۔ گھر کے گھر میں ان سے جہاد کر کے ملک ہندوستان لے لیں۔ یہاں لاکھوں آدمی آپ کے شریک اور مددگار ہو جائیں گے۔

جواب دیا کہ کسی کا ملک چھین کر ہم بادشاہت کرنا نہیں چاہتے۔ نہ انگریزوں کا نہ سکھوں کا ملک لینا ہمارا مقصود ہے بلکہ سکھوں سے جہاد کرنے کی صرف یہی وجہ ہے کہ وہ برادرانِ اسلام پر ظلم کرتے ہیں اور اذان وغیرہ مذہبی فرائض میں مزاحم ہوتے ہیں۔ اگر سکھ اب یا ہمارے غلبہ کے بعد ان حرکات سے باز آ جائیں گے تو ہم کو ان سے لڑنے کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر کچھ ظلم و تعدی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرضِ مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں۔ اور خلافِ اصول طرفین کا خون بلا سبب گراویں۔'' (سوانح احمدی بحوالہ روشن مستقبل ص16 منقول از مسلمانان ہند کی حیات سیاسی ص113-111) نیز فرمایا ''ہمارا اصل کام اشاعت توحید الٰہی اور احیاء سنن سید المرسلین ہے سو ہم بلا روک ٹوک اس ملک میں کرتے ہیں۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں۔'' (سوانح احمدی ص171 مصنفہ مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری)

اسی طرح حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے جانباز و جانثار حواری حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید کے متعلق مولوی محمد جعفر صاحب تھانیسری اپنی تالیف سوانح احمدی کلاں کے صفحہ 57 پر تحریر فرماتے ہیں: ''اثنائے قیامِ کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید وعظ فرما رہے تھے ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رُوریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔'' یاد رہے کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمتہ الہ علیہ کے پوتے تھے۔

موجودہ زمانہ میں جہاد کی نوعیت کے بارے میں حضرت اقدس مرزا صاحب کے ایک شدید معاند اخبار اشاعۃ السنہ جلد 6 نمبر 12 صفحہ 365 میں لکھا ہے: ''بھائیو! اب سیف کا وقت نہیں رہا۔ اب تو بجائے سیف قلم ہی سے کام لینا ضروری ہوگیا ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث میں مسیح موعود کو حکم اور عدل کے القاب سے یاد فرمایا ہے۔ یعنی جب مرورِ زمانہ سے دین اسلام کے مختلف فرقوں میں خرابیاں داخل ہو چکی ہوں گی تو مسیح موعود ان کو قرآن، حدیث اور سنت رسول کی رو سے عدل و انصاف کر کے دور کریگا اور امت مسلمہ کی حقیقی اسلام کی جانب راہنمائی کرے گا۔ آپ کے تجدید دین کے کچھ

کارناموں کا مختصر ذکر اوپر بیان ہو چکا ہے اب طوالت کے خوف سے دیگر چند ایک کا ذکر صرف اجمالاً درج ذیل کیا جاتا ہے۔

13- ملائکہ کا وجود

مسلمانوں میں فرشتوں کے متعلق غلط خیالات گھر کر گئے تھے۔ بعض لوگ تو ان کو محض وہم قرار دیکر ان کی ہستی سے منکر ہو گئے تھے اور بعض ان کے بارے میں عجیب وغریب تصورات رکھتے تھے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے بتایا کہ نظام عالم کو چلانے کیلئے جس طرح خدا تعالیٰ نے مختلف مادی اور غیر مادی اسباب مقرر کر رکھے ہیں ایسے ہی بعض مخفی اسباب بھی مقرر کئے ہوئے ہیں جن کو ہم فرشتوں کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ زمین پر فرشتوں کے نزول سے اُن کا جسمانی نزول مراد نہیں بلکہ ان کی خداداد طاقتوں کا اثر اور پرتو مراد ہے جو زمین پر پڑتا ہے۔ فرشتے اپنی اپنی جگہوں پر رہتے ہوئے دنیا کے مقررہ مقامات میں اثر انداز ہو کر اپنے فرائض ادا کرتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کر سکتے لہٰذا یہ خیال کہ شیطان پہلے فرشتہ تھا مگر خدا کے حکم کی نافرمانی میں شیطان بن گیا ایک باطل عقیدہ ہے۔ (تفصیل کیلئے حضرت اقدس کی کتاب توضیح المرام اور آئینہ کمالات اسلام ملاحظہ ہوں)

14- قرآن مجید کے معانی غیر محدود ہیں

حضرت اقدس مرزا صاحب نے خدا تعالیٰ سے علم پا کر اعلان فرمایا کہ یہ سمجھ لینا کہ قرآن مجید کے معانی صرف وہی ہیں جو کسی گزشتہ تفسیر میں بیان کئے گئے ہیں درست نہیں ہے۔ بلکہ قرآن مجید کے معانی غیر محدود ہیں اور ہر زمانہ کی ضرورت کے مطابق نئے معانی نئے حقائق ومعارف کے ساتھ ظاہر ہو کر انسانوں کی راہبری کرتے ہیں اور یہ بات اسلام کی صداقت پر ایک دلیل ہے کہ قرآنی علوم کے نئے نئے معارف وحقائق کا انکشاف عندالضرورت ہر زمانہ میں ہوتا رہتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: ''یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم بذاتِ خود معجزہ ہے اور بڑی بھاری وجہ اعجاز کی اس میں یہ ہے کہ وہ جامع حقائق غیر متناہیہ ہے۔ مگر بغیر وقت کے وہ ظاہر نہیں ہوتے بلکہ جیسے جیسے وقت کے مشکلات تقاضا کرتے ہیں وہ معارفِ خفیہ ظاہر ہو جاتے ہیں۔'' (ازالہ اوہام صفحہ 277)

15- قرآن کو حدیث پر فضیلت ہے

بعض مسلمان اس غلطی کا شکار ہو چکے تھے کہ حدیث قرآن مجید پر حاکم ہے یعنی اگر کسی صحیح حدیث سے ایسی بات ثابت ہو جو قرآن مجید کی کسی آیت کے خلاف پڑتی ہو تو قرآن کی اس آیت کو منسوخ سمجھ لینا چاہیئے یا پھر اس کے معنی حدیث کے مطابق کر لینے چاہئیں۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے اس غلطی کا رد کرتے ہوئے تعلیم دی کہ اسلام کی اصل بنیاد تو قرآن پر ہے نہ کہ حدیث پر جو رسول کریم ﷺ کے ڈیڑھ دو سو سال بعد لکھی گئی تھی۔ خدا تعالیٰ نے قرآن مجید کی خاص حفاظت کا وعدہ فرما رکھا ہے مگر حدیث کے متعلق ایسا کوئی وعدہ نہیں کیا۔ پس جو حدیث قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف پڑتی ہو اسے قبول نہیں کرنا چاہیئے

کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کا قول نہیں ہوسکتا اور غلطی سے آپ کی طرف منسوب ہے۔آپ نے اپنی جماعت کوتاکید فرمائی کہ وہ صحیح حدیثوں کو جوقرآنی تعلیم کے مطابق ہیں انتہائی عزت دیں اوران پرعمل کریں۔

16-سچا مذہب اس دنیامیں بھی آخرت کی جزا کی جھلک دکھاتا ہے

مسلمانوں میں یہ غلط خیال بھی پیدا ہوگیا تھا کہ دنیا میں انسان صرف عمل ہی عمل کرتا ہےاوراس کی جزاءصرف آخرت میں ہی جا کر ملے گی۔یعنی اس دنیا میں فقط وعدہ آخرت ہے مگر آخرت کی بہشتی زندگی کا کوئی رنگ دنیوی زندگی میں ظاہر نہیں ہوتا۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے تحریر فرمایا کہ آخرت کی حقیقی نجات کا آغاز بھی اسی دنیا سے ہوجاتا ہےاورآخرت کی نعماء کے کچھ نمونے اس دنیوی زندگی میں بھی ملنے لگ جاتے ہیں یعنی بندوں کا خداتعالیٰ سے تعلق قائم ہوجاتا ہے جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا اوران سے ہم کلام ہوتا ہےاوران کی نصرت فرماتا ہے۔اور یہ اسلام کی صداقت کی ایک دلیل ہے۔جس مذہب میں یہ نہیں اس کی بنا صرف قصوں پر ہے نہ کہ حقیقت پر۔آپ نے مخالفین کو دعوت دی کہ وہ آپ کی صحبت میں رہ کر اس بات کا خود تجربہ کرسکتے ہیں۔(مزید تفصیل کیلئے آپ کی کتب کشتی نوح ،لیکچر سیالکوٹ، براہین احمدیہ حصہ پنجم ملاحظہ کریں)

17-تمام قوموں کی طرف رسول آئے

قرآن مجید میں آیا ہے کہ کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی رسول نہ آیا ہو۔مسلمانوں کا اس بات پر ایمان اجمالاً تھا اور وہ یہ سمجھتے تھے کہ قرآن مجید میں جن رسولوں کا ذکر ہو چکا ہے ان کے علاوہ دیگر قوموں کے مذہبی پیشواؤں کی رسالت کو تصریحاً تسلیم کرنا ضروری نہیں ہے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے فرمایا کہ دنیا کی تمام قوموں میں کسی نہ کسی زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آتے رہے ہیں اورقرآنی تعلیم کی رو سے ہم ان کی صداقت کے قائل ہیں۔ہاں! ہم اس تعلیم کو جوآج کل ان کی طرف منسوب کی جاتی ہے صحیح خیال نہیں کرتے کیونکہ اس میں بہت کچھ تحریف ہوچکی ہے۔نیز گزشتہ انبیاء کی رسالت کا دائرہ خاص خاص زمانوں اور خاص خاص قوموں کے ساتھ وابستہ تھا نہ کہ ساری دنیا اور تمام زمانوں کیلئے۔اس لئے اب ان کی رسالت کا دورختم ہو چکا ہے۔اسی وجہ سے قرآن مجید کی عالمگیر شریعت (جوتمام قوموں اور زمانوں کیلئے ہے) کے آنے کے ساتھ تمام سابقہ شریعتیں منسوخ ہوچکی ہیں۔مگر اصولاً ہم تمام قوموں کے نبیوں، رشیوں، اوتاروں اور مصلحوں کو سچا سمجھتے ہیں اوران کی عزت کرتے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں: ''یہی اصول ہے جوقرآن نے ہمیں سکھایا ہے۔اس اصول کے لحاظ سے ہم ہر ایک مذہب کے پیشوا کو جن کی سوانح اس تعریف کے نیچے آتی ہیں (یعنی جن کا مذہب صدیوں تک چلتا رہا۔ناقل) عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔گو وہ ہندوؤں کے مذہب کے پیشوا ہوں یا فارسیوں کے مذہب کے یا چینیوں کے مذہب کے یا یہودیوں کے مذہب کے یا عیسائیوں کے مذہب کے۔'' (تحفہ قیصریہ)

اس اہم اصول کے اپنانے سے بین الاقوامی تعلقات میں امن اور صلح کاری کی بنیاد مضبوط ہوتی ہے اور اخلاقی حالتوں میں ایک دوسرے کی معاونت کی طرح پڑتی ہے۔

18-معراج کی حقیقت

اکثر مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ معراج کی رات اپنے جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر تشریف لے گئے تھے اور آسمانی طبقات کی سیر کے بعد واپس زمین پر تشریف فرما ہوئے تھے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے فرمایا کہ یہ حقیقت ہے کہ آنحضرت ﷺ ایک رات آسمان پر تشریف لے گئے تھے مگر آپ کا اوپر جانا جسد عنصری کے ساتھ نہ تھا بلکہ معراج آپ کا ایک نہایت لطیف اور اعلیٰ درجہ کا روحانی کشف تھا جس میں آپ کا جسم مبارک زمین پر ہی رہا تھا۔ حضرت مرزا صاحب نے قرآن مجید کی رو سے ثابت کیا کہ آنحضرت ﷺ کا جسمانی طور پر آسمان پر جانا اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ قانون کے خلاف ہے (سورہ بنی اسرائیل آیت 93)۔ نیز ایک صحیح حدیث میں آتا ہے کہ آسمانوں کی سیر کے بعد آنحضرت ﷺ نیند سے بیدار ہو گئے تھے اور یہ بھی ذکر ہے کہ معراج کی رات آنحضرت ﷺ کا جسم مبارک اپنی جائے استراحت سے جدا نہیں ہوا تھا۔ (صحیح بخاری جلد 4)

افسوس ہے کہ اُعجوبہ پسند لوگوں نے اس واقعہ کو اس کے اعلیٰ اور اشرف مقام سے گرا کر مادی شعبدہ بازی کا رنگ دینے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ قرآن مجید نے معراج کو صاف لفظوں میں رُءیا قرار دیا ہے۔ (سورہ بنی اسرائیل آیت 60)، (نمبر 13 تا 18 رسالہ حقیقی اسلام مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب سے خلاصۃً ماخوذ ہے)

اسی طرح آپ نے دیگر عقائد کی جن کے بارے میں بدقسمتی سے مسلمانوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں غلطیوں کی نشان دہی کر کے صراط مستقیم کی طرف راہنمائی فرمائی ہے۔

19-خدا تعالیٰ

خدا تعالیٰ کے متعلق آپ نے توحید کی حقیقت اور شرک خفی کی تشریح فرمائی اور صفاتِ الٰہیہ میں اختلافات کے بارے میں صحیح موقف سے آگاہ کیا۔ امکان کذب باری تعالیٰ اور وحدت الوجود کا رد فرمایا۔ نیز معجزات کی حقیقت، خیر و شر، قضا و قدر اور دکھ سکھ کے مسائل کی وضاحت فرمائی۔ اسی طرح دیدارِ الٰہی، عرش الٰہی کے متعلق اختلافات کا حل بتایا۔

20-نبوت و رسالت

نبوت و رسالت کی حقیقت وحی الٰہی اور الہام کی حقیقت اور مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کے جاری و ساری ہونے کا ثبوت اور اپنے الہامات سے اس کی تصدیق۔ ان سب پر آپ نے صحیح مسلک سے آگاہ فرمایا۔ نیز آنحضرت ﷺ کا جامع کمالات انبیاء اور افضل الرسل ہونا ان سب کی حقانیت نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ ثابت کی۔

آپ نے دجال اور یاجوج ماجوج کی حقیقت کا بصیرت افروز انکشاف فرمایا۔

21- قرآن مجید

قرآن مجید کی محکمات اور متشابہات آیات کے بارے میں ہدایت۔ قرآنی آیات میں ناسخ ومنسوخ کا غلط عقیدہ۔ قرآن کی زبان یعنی عربی کا ام الالسنہ ہونا۔ دلائل قویہ سے ان سب پر روشنی ڈالی ہے۔

22- مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے اختلافات

مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے اختلافات کے بارے میں آپ نے شیعہ سنی اور خوارج کے اختلافات، اہل سنت والجماعت میں قرآن، حدیث اور فقہ کے مدارج کا اختلاف، مقلد اور غیر مقلد کا اختلاف، متکلمین کے اختلافات کا مسئلہ، معتزلیوں ونیچریوں کے خلافِ عقل اور بالاتر عقل کے فرق کا مسئلہ، چکڑالویوں کا مسئلہ وغیرہ پر اپنی تصنیفات میں عدل و انصاف پر مبنی پر حکمت فیصلے دیئے ہیں۔

ان کے علاوہ جنت وجہنم کے مسائل اور مسئلہ شفاعت کی حقیقت سے آگاہ فرمایا شرعی مسائل میں کثرتِ ازدواج، طلاق، میراث، سود، غلامی، اسلامی پردہ، قتل مرتد کا غیر اسلامی ہونا اور دوسرے تمام معتقدات کا جن میں خرابی داخل ہوگئی تھی آپ نے قرآن وسنت کی روشنی میں فیصلہ کن طریق پر اپنی تصنیفات میں محاکمہ کیا ہے۔ آپ نے قرآن شریف سے استنباط کرتے ہوئے ایسے نئے خیالات بھی ہمارے سامنے رکھے ہیں جو اس سے قبل اس رنگ میں دنیا کے سامنے نہیں آئے تھے۔ غرض آپ نے اسلام اور ایمان کو نئے سرے سے زندگی دے کر دنیا میں قائم کیا۔

ان تمام اختلافات کے باوجود حضرت اقدس مرزا صاحب اسلام کے جملہ فرقوں کی بہت سی خوبیوں کو تسلیم فرماتے تھے اور شیعہ اور سنی دونوں فرقوں کے بزرگوں کو بڑی قدر وعزت کی نظر سے دیکھتے تھے۔

منجملہ اختلافی مسائل کے حل کے سلسلہ میں جن دو مسئلوں نے حضرت مرزا صاحب کے مخالفین میں سخت ہیجان برپا کر دیا تھا وہ وفات مسیح ناصریؑ اور نبوت غیر تشریعی کے جاری وساری ہونے کے مسائل ہیں جن کا بیان کسی قدر تفصیل چاہتا ہے۔ لہٰذا ان کو اپنے عنوانوں کے تحت آئندہ کے صفحات میں درج کیا جارہا ہے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے غیر مذاہب کے بارے میں بھی اپنی تصنیفات میں قابل قدر حقائق سے کافی وشافی روشنی ڈالی ہے۔ چونکہ ان تفصیلات کی اس کتاب میں گنجائش نہیں ہے اس بارے میں آپ کی کتب کا مطالعہ کرنا چاہئے۔

23- مسیحی مذہب

مسیحی مذہب کی تردید میں آپ نے حضرت مسیح کی خدائی کے عقیدہ کا بالصراحت غلط ہونا ثابت کیا ہے۔ نیز کفارہ کی تعلیم کی ایسی دھجیاں اڑائی ہیں کہ جس کا لطف اور احساس آپ کی تصنیفات کے مطالعہ سے ہی ہوسکتا ہے۔ آپ نے انجیل تاریخی شواہد اور عقل سے مسیح کی صلیبی موت سے نجات اور ان کی مشرقی ممالک کی طرف ہجرت کرنا اور بالآخر ایک سو بیس سال کی عمر میں

کشمیر میں وفات پاجانا ثابت کیا ہے۔اس حقیقت کے انکشاف سے موجودہ عیسائی مذہب کی بنیادیں اُکھڑ کر رہ گئی ہیں۔

24-ہندوؤں کا فرقہ آریہ سماج

ہندوؤں کے فرقہ آریہ سماج کے بارے میں ان کے ''خدا کی توحیداوراس کی صفات'' کے عقائد کے نقائص عیاں کئے۔اسی طرح آپ نے ان کا مادہ اورروح کوبھی خدا تعالیٰ کی طرح غیر مخلوق ماننا۔ان کے عقائد تناسخ، نیوگ اورذات پات کی تمیز کی نامعقولیات واضح کر کے اُن کو دینِ فطرت کی طرف دعوت دی ہے۔

25-سکھوں کے بارے میں

سکھوں کے بارے میں آپ نے اپنی کتاب ست بچن میں باباگورونانک صاحب کا مسلمان ہونا ثابت کیا ہے۔اسی سلسلہ میں آپ اپنی جماعت کے چند احباب کولیکر ڈیرہ بابانانک بھی تشریف لے گئے تاکہ وہاں بابانانک صاحب کے مقدس لہ کی زیارت کر کے ان کے مسلمان ہونے کا ثبوت مہیا کریں۔چنانچہ اس چولہ کو جب ملاحظہ فرمایا تو اس پر کلمہ طیبہ،کلمہ شہادت،رکروایا اوراس کو اپنی کتاب ست بچن میں شائع کر دیا۔اس طرح سے آپ نے سکھ قوم پر اسلام کی صداقت کی حجت پوری کر دی۔

آپ نے بدھ مذہب اور بہائیت کے عقائد اوراعتراضات جوخلافِ اسلام تھے اُن کا کافی وشافی ردپیش کر کے اسلام کے خوبصورت وخوب تر اصولوں کی برتری کونمایاں کیا ہے۔(نمبر ۱۹تا۲۵ خلاصۂ مجددِاعظم سے ماخوذ ہیں)

باب15

حضرت اقدس مرزا صاحب کے دعویٰ کی صداقت کے ثبوت

حضرت اقدس مرزا صاحب فرماتے ہیں: ''میرے دعوے کی نسبت اگر شبہ ہو اور حق جوئی بھی ہو تو اس شبہ کا دور ہونا بہت سہل ہے۔ کیونکہ ہر ایک نبی کی سچائی تین طریقوں سے پہچانی جاتی ہے:

اول عقل سے۔ یعنی یہ دیکھنا چاہیئے کہ جس وقت وہ نبی یا رسول آیا ہے عقلِ سلیم گواہی دیتی ہے یا نہیں کہ اس وقت اس کے آنے کی ضرورت بھی تھی یا نہیں اور انسانوں کی حالت موجودہ چاہتی تھی یا نہیں کہ ایسے وقت میں کوئی مصلح پیدا ہو۔

دوسرے پہلے نبیوں کی پیشگوئی۔ یعنی یہ دیکھنا چاہیئے کہ پہلے کسی نبی نے اس کے حق میں یا اس کے زمانہ میں کسی کے ظاہر ہونے کی پیشگوئی کی ہے یا نہیں۔

تیسرے نصرتِ الٰہی اور تائیدِ آسمانی۔ یعنی دیکھنا چاہیئے کہ اس کے شاملِ حال کوئی تائیدِ آسمانی بھی ہے یا نہیں؟

یہ تین علامتیں سچے مامور من اللہ کی شناخت کیلئے قدیم سے مقرر ہیں۔ اب اے دوستو خدا نے تم پر رحم کر کے یہ تینوں علامتیں میری تصدیق کیلئے ایک ہی جگہ جمع کر دی ہیں۔ اب چاہو تم قبول کرو یا نہ کرو۔'' (لیکچر سیالکوٹ ص39)

اس کتاب کے شروع میں پہلے دو طریقوں یعنی ضرورت زمانہ اور گزشتہ پیشگوئیوں پر کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔

ذیل کے صفحات میں آپ کے شاملِ حال تائیداتِ آسمانی کا ذکر کیا جاتا ہے:

تائیداتِ آسمانی

(ا) قرآنی تائیدات

(ب) آسمانی شہادت

(ج) اعجازی نشانات

1- عربی بلاغت وفصاحت کا نشان

2- قرآن شریف کے حقائق ومعارف بیان کرنے کا نشان

3- کثرتِ قبولیتِ دعا کا نشان

4- غیبی اخبار یعنی قضاء وقدر کے متعلق پیشگوئیاں

تائیداتِ آسمانی

یعنی حضرت اقدس مرزا صاحب کے دعویٰ مسیح موعود اور مہدی معہود کی صداقت کے دلائل

(ا) قرآنی تائیدات

1- قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی صداقت کے بارے میں جہاں بہت سے دیگر دلائل دیئے ہیں وہاں ایک نہایت اہم یہ دلیل پیش کی ہے: فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ. (سورہ یونس آیت 16) یعنی اے رسول ان لوگوں سے کہہ دو کہ میں تم میں اس سے پہلے (یعنی دعویٰ نبوت سے قبل) ایک عمر گزار چکا ہوں پس کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے۔

یعنی میرے دعویٰ نبوت سے قبل کی پاکیزہ زندگی تمہارے سامنے ہے۔ میرے حالات، اعمال اور اخلاق تم سے مخفی نہیں ہیں۔ میری راستبازی دیانت اور امانت تم سب کو مُسلَّم ہے۔ میری نیت اور اخلاص میں تم نے کبھی فتور نہیں دیکھا۔ جب میں نے کسی انسان پر کبھی افتراء نہیں کیا تو خدا پر کیسے اتنا بڑا جھوٹ باندھ کر ظلم کما سکتا ہوں۔ اگر تم عقل سے کام لیکر سوچو تو میری ابتدائی پاکیزہ زندگی اور کذب و افتراء سے پرہیز اس بات پر شاہد ہیں کہ میں اپنے دعویٰ میں سچا ہوں۔

قرآن کریم کی اس پیش کردہ عقلی دلیل کے مطابق غور وفکر کرو تو حضرت اقدس مرزا صاحب کی پہلی زندگی میں آپ کی راستبازی اور صدق، آپ کی دیانت وامانت، آپ کی تعلیم، تقویٰ وطہارت، آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے استجابت دعا اور پیشگوئیوں اور علم قرآن کا نشان دیا جانا اور آپ کی خدمت اسلام آپ کے دعویٰ کی سچائی پر ایک بیّن دلیل ہیں۔

سوچنے کا مقام ہے کہ جس شخص نے کبھی انسانوں کے متعلق جھوٹ نہیں بولا تو خدا تعالیٰ کی ذات پر اتنا بڑا بہتان کیسے باندھ سکتا ہے۔ اس کے الہامات جو تائید اسلام اور نصرت الٰہی کے نشانات اپنے اندر رکھتے ہیں کیسے افتراء ہو سکتے ہیں۔ جس شخص کی زبان اور قلم سے اسلام کی تائید میں قرآنی حقائق اور قرآنی علوم وحکمت کی نہریں جاری ہوں وہ دنیا میں عقل کی کونسی کسوٹی پر مفتری کہلا سکتا ہے۔

آپ نے اسلام کو دیگر تمام ادیان پر غالب کر کے دکھایا۔ تبلیغ اسلام کا اس قدر جوش تھا کہ خود ملکہ وکٹوریہ، پرنس آف ویلز، وائسرائے ہند اور گورنر کو اسلام کی دعوت دی۔ اِسی طرح امریکہ کے ڈاکٹر ڈوئی اور جرمنی کے حکمران بسمارک کو اسلام کا پیغام پہنچایا۔ آپ کا دینی کاموں میں شب وروز انہماک، آپ کا عشق الٰہی، عشق رسول، عشق قرآن اور عشق اسلام آپ کے دعویٰ مسیح موعود ومہدی معہود کی صداقت پر زبردست دلیل ہیں۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے نہایت تحدی سے یہ اعلان فرمایا: ''تم کوئی عیب، افتراء یا جھوٹ یا دغا کا میری پہلی

زندگی پرنہیں لگا سکتے تا تم یہ خیال کرو کہ جو شخص پہلے سے جھوٹ اور افتراء کا عادی ہے یہ بھی اس نے جھوٹ بولا ہوگا۔ کون تم میں ہے جو میرے سوانح زندگی میں کوئی نکتہ چینی کر سکتا ہے؟ پس یہ خدا کا فضل ہے جو اُس نے ابتداء سے مجھے تقویٰ پر قائم رکھا اور سوچنے والوں کیلئے یہ دلیل ہے۔'' (تذکرۃ الشہادتین ص 62) پھر فرمایا ''میری ایک عمر گزر گئی ہے۔ مگر کون ثابت کر سکتا ہے کہ کبھی میرے منہ سے جھوٹ نکلا ہے۔ پھر جو میں نے محض للہ انسانوں پر جھوٹ بولنا متروک رکھا اور بارہا اپنی جان اور مال کو صدق پر قربان کیا تو پھر میں خدا تعالیٰ پر کیوں جھوٹ بولتا۔'' (حیات احمد جلد اول ص 126)

آپ کی پاکیزہ زندگی کے متعلق شہادتیں:

مولوی سراج الدین صاحب والد مولوی ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر اخبار ''زمیندار'' آپ کی پہلی زندگی کے متعلق اپنی چشم دید شہادت یوں تحریر فرماتے ہیں: ''مرزا غلام احمد صاحب 1860-1861ء کے قریب ضلع سیالکوٹ میں محرر تھے۔ اس وقت آپ کی عمر 22-23 سال کی ہوگی اور ہم چشم دید شہادت سے کہتے ہیں کہ جوانی میں نہایت صالح اور متقی بزرگ تھے۔'' (زمیندار 8 جون 1908ء)

مشہور اہل حدیث لیڈر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی جو زمانہ طالب علمی میں حضور کے ہم مکتب بھی رہے تھے آپ کی پہلی زندگی کے متعلق رقمطراز ہیں: ''مؤلف براہینِ احمدیہ مخالف اور موافق کے تجربے اور مشاہدے کی رو سے وَاللّٰہُ حَسِیْبُہٗ شریعت محمدیہ پر قائم و پرہیزگار اور صداقت شعار ہیں۔'' (اشاعۃ السنہ جلد 7 نمبر ۹)

آپ کی تصنیف براہین احمدیہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی وقلمی ولسانی و حالی وقالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں کم پائی گئی ہے۔'' (اشاعۃ السنہ جلد ۷ نمبر ۶)

آپ کے لڑکپن میں ایک بزرگ مولوی غلام رسول صاحب نے آپ کے پاکیزہ اخلاق اور نیک فطرت کو دیکھ کر فرمایا ''اگر اس زمانہ میں کوئی نبی ہوتا تو یہ لڑکا نبوت کے قابل ہے۔'' (رجسٹر روایات صحابہ نمبر 12 ص 104)

مولانا ابوالکلام صاحب آزاد اپنے اخبار ''وکیل'' امرتسر کی 30 مئی 1908ء کی اشاعت میں لکھتے ہیں: ''کیریکٹر کے لحاظ سے مرزا صاحب کے دامن پر سیاہی کا چھوٹا سا دھبہ بھی نظر نہیں آیا۔ وہ ایک پاکباز جینا جیا اور اُس نے ایک متقی کی زندگی بسر کی۔''

حضرت اقدس اس موضوع پر اہل ملت سے یوں مخاطب ہیں:

''اے قوم کے بزرگو! اور دانشمندو! ذرا ٹھنڈے ہو کر واقعات پر غور کرو۔ کیا یہ واقعات کاذبوں سے ملتے ہیں یا سچوں سے۔ کبھی کسی نے سنا کہ کاذب کے لیے آسمان پر نشان ظاہر ہوئے۔ کبھی کسی نے دیکھا کہ کاذب اپنے اعجوبوں میں صادق پر غالب آسکا۔ کیا کسی کو یاد ہے کہ کاذب اور مفتری کو افتراؤں کے دن سے پچیس برس تک مہلت دی گئی جیسا کہ اس بندہ کو۔ کاذب یوں مَلا جاتا ہے جیسے کھٹمل، اور ایسا نابود کیا جاتا ہے جیسا کہ ایک بلبلہ۔ اگر کاذبوں اور مفتریوں کو اتنی مدتوں تک مہلت دی جاتی اور صادقوں کے نشان اُن کی تائید کے لیے ظاہر کئے جاتے تو دنیا میں اندھیر پڑ جاتا اور کارخانہ الوہیت بگڑ جاتا۔ پس جب تم

دیکھو کہ ایک مدعی پر بہت شور اٹھا اور اس کی مخالفت کی طرف دنیا جھک گئی اور بہت آندھیاں چلیں اور طوفان آئے پر اس پر کوئی زوال نہ آیا۔تو فی الفور سنبھل جاؤ اور تقویٰ سے کام لو۔ایسا نہ ہو کہ تم خدا سے لڑنے والے ٹھہرو.....''(سراج منیر، روحانی خزائن جلد12 ص4)

جوانی میں آپ کی راستبازی اور سچ گوئی کا شہرہ تھا۔آپ نے کئی خاندانی مقدمات میں اپنے خاندان کے خلاف عدالت میں سچی گواہی دے کر اُن کی ناراضگی مول لی مگر سچ کا دامن نہ چھوڑا۔

آپ کے دعویٰ سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک عیسائی نے آپ کے خلاف ایک مقدمہ دائر کر دیا۔آپ کے وکیل کے نزدیک جھوٹ بولے بغیر نجات ممکن نہ تھی۔مگر آپ نے سچا بیان دیا۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح دی۔اس مقدمہ میں آپ کے وکیل فضل الدین صاحب آپ کی اس فوق العادت راست گفتاری سے بہت متاثر ہوئے۔وہ کہتے ہیں''میں نے اپنی عمر میں مرزا صاحب ہی کو دیکھا ہے جنہوں نے سچ کے مقام سے قدم نہیں ہٹایا......مرزا صاحب کی عظیم الشان شخصیت اور اخلاقِ کمال کا میں قائل ہوں......میں اُنہیں کامل راستباز یقین کرتا ہوں۔''(الحکم 14 نومبر 1934ء)

آپ کے حق میں گواہی دینے والوں میں قادیان کا وہ ہندو بھی شامل ہے جس نے بچپن سے آخر تک آپ کو دیکھا۔اس نے بیان کیا''میں نے بچپن سے مرزا غلام احمد کو دیکھا ہے۔میں اور وہ ہم عمر ہیں اور قادیان میں میرا آنا جانا ہمیشہ رہتا ہے اور اب بھی دیکھتا ہوں جیسی عمدہ عادات اب ہیں ایسی ہی نیک خصلتیں اور عادات پہلے تھیں۔سچا امانتدار اور نیک۔میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ پرمیشور مرزا صاحب کی شکل اختیار کر کے زمین پر اُتر آیا ہے۔''(تذکرۃ المہدی جلد2 ص34)

2- اِنْ یَکُ کَاذِبًا فَعَلَیْهِ کَذِبُهٗ وَ اِنْ یَکُ صَادِقًا یُصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ (مومن آیت29) یعنی اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اُسی پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو اس کی انذاری پیشگوئیاں تمہارے متعلق پوری ہو جائیں گی۔

قرآن مجید کی مندرجہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے مامورین کی صداقت معلوم کرنے کیلئے ایک زبردست معیار پیش کیا ہے۔

اس آیت کی تشریح میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی صاحب اپنی تفسیر''تفہیم القرآن''میں لکھتے ہیں:

''یعنی اگر ایسی صریح نشانیوں کے باوجود تم اُسے جھوٹا سمجھتے ہو تب بھی تمہارے لئے مناسب یہی ہے کہ اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دو کیونکہ دوسرا احتمال اور نہایت قوی احتمال یہ بھی ہے کہ وہ سچا ہو اور اُس پر ہاتھ ڈال کر تم خدا کے عذاب میں مبتلا ہو جاؤ۔اس لیے اگر تم اُسے جھوٹا بھی سمجھتے ہو تو اُس سے تعرض نہ کرو۔اللہ کا نام لیکر جھوٹ بول رہا ہوگا تو اللہ خود اس سے نمٹ لے گا۔''(تفہیم القرآن جلد4 ص407)

حضرت مسیح موعودؑ نے بھی اسی امر کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے مخالفین کو کہا تھا کہ ۔

کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار

پھر آپ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کے راست بازوں اور ماموروں کے مقابلہ میں ہر قسم کی کوششیں اُن کو کمزور کرنے کے لیے کی جاتی ہیں لیکن خدا اُن کے ساتھ ہوتا ہے وہ ساری کوششیں خاک میں مل جاتی ہیں۔ ایسے موقع پر بعض شریف الطبع اور سعید لوگ بھی ہوتے ہیں جو کہہ دیتے ہیں اِنْ یَکُ کَاذِبًا فَعَلَیْہِ کَذِبُہٗ وَ اِنْ یَکُ صَادِقًا یُصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ صادقوں کا صدق خود اس کے لیے زبردست ثبوت اور دلیل ہوتا ہے اور کاذب کا کذب ہی اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ پس ان لوگوں کو میری مخالفت سے پہلے کم از کم اتنا سوچ لینا چاہیئے تھا کہ خدا تعالیٰ کی کتاب میں یہ ایک راہ راستباز کی شناخت کی رکھی ہے۔'' (الحکم جلد 8 نمبر 11 مورخہ 31 مارچ 1904ء)

جہاں علماء ظواہر قرآن فہمی کی سعادت سے محروم ہو کر اور خدا تعالیٰ کے پیش کردہ اصول کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنے خیالی معیاروں کی بنا پر حضرت اقدس مرزا صاحب کی صداقت پرکھنے میں ناکام ہوئے وہاں ایک انصاف پسند شخص نے اس قرآنی آیت کو صداقت کا معیار جانتے مانتے ہوئے اپنے اخبار ''وفادار'' لاہور کی 4 جولائی 1908ء کی اشاعت میں کیا ہی سیدھی اور سچی بات لکھی ہے اور وہ یہ ہے:

''مرزا صاحب کے بعد اگر سلسلہ احمدیہ نابود ہو جائے گا تو سمجھو کہ مرزا جھوٹا اور اگر ترقی کرے گا اور اس کے بعد اس کی جماعت یا اس کا جانشین اس کے مشن میں ترقی دینے میں کامیاب ہوا تو سمجھ لینا کہ مرزا سچا اور وہ الہام باری سے مستفیض ہوا اور اگر اس کی جماعت یا جانشین مٹتے چلے گئے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کو ایسی مذہبی رخنہ اندازی کبھی بھی پسند نہیں۔'' (اخبار ''وفادار'' بحوالہ حیاتِ مہدیٔ دوراں ص 318 مؤلفہ محمد اشرف ناصر صاحب)

اس حقیقت افروز مقولہ کے عین مطابق حضرت اقدس مرزا صاحب کا قائم کردہ چھوٹا سا سلسلہ قادیان کی ایک پسماندہ بستی سے شروع ہوا۔ اور باوجود مخالفت کے طوفانوں کے ترقی پر ترقی کرتا ہوا آگے ہی بڑھتا گیا۔ آج محیط عالم کے اکثر بلاد میں جماعت احمدیہ منظّم طریقہ سے اپنی جڑیں جما کر اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت کا مظہر بن چکی ہے۔ یہ حضرت اقدس مرزا صاحب کی صداقت کی ایک روشن دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟ ؎

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اِک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

(مسیح موعودؑ)

3- ولو تقول علینا بعض الاقاویل o لاخذنا منہ بالیمین o ثم لقطعنا منہ الوتین فما منکم من احد عنہ حاجزین o (الحاقہ آیت 45 تا 48)

ترجمہ: اگر یہ رسول کوئی جھوٹا الہام بنا کر میری طرف منسوب کرتا تو ہم اس کو داہنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کی شاہ رگ

کاٹ دیتے اور پھر تم میں سے کوئی اس کو بچا نہ سکتا۔

گویا اگر کوئی شخص جھوٹا الہام بنا کر خدا کی طرف منسوب کرے تو وہ یقیناً قتل ہو جاتا ہے اور چونکہ آنحضرت ﷺ دعویٰ وحی والہام کے بعد 23 سال زندہ رہے اس لیے کوئی جھوٹا مدعی الہام اتنا عرصہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ وہ خدائی گرفت میں آ کر ہلاک کیا جاتا ہے۔

اسلامی عقائد کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کسی مدعی الہام کو دعویٰ کے بعد 23 سال کی اورزندگی مل جائے تو وہ جھوٹا نہیں ہو سکتا۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے اپنے دعویٰ وحی والہام کے بعد 23 سال سے زائد عمر پائی ہے۔ اگر حضرت مرزا صاحب کو پھر بھی جھٹلایا جائے تو قران پاک کی اس دلیل کو جھٹلانا پڑے گا جس سے آنحضرت ﷺ کی نبوت میں بھی شک پڑ جائے گا۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے اسی دلیل کو لوگوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے بڑی تحدی سے فرمایا ہے: ''اگر یہ بات صحیح ہے کہ کوئی شخص نبی یا رسول اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے اور کھلے کھلے طور پر خدا کے نام پر کلمات لوگوں کو سنا کر پھر باوجود مفتری ہونے کے برابر 23 برس تک جو زمانہ وحی آنحضرت ﷺ ہے زندہ رہے تو میں ایسی نظیر پیش کرنے والے کو بعد اس کے جو مجھے میرے ثبوت کے موافق یا قرآن کے ثبوت کے موافق ثبوت دے دے پانچ سو روپیہ نقد دیدوں گا۔'' (اربعین نمبر 3 صفحہ 15)

اہل سنت کی مستند کتاب شرح عقائد نفسی میں لکھا ہے: ''عقل اس بات کو ناممکن قرار دیتی ہے کہ یہ باتیں ایک غیر نبی میں جمع ہو جائیں یعنی ایسے شخص کے حق میں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ خدا پر افتراء کرتا ہے پھر اسکو 23 سال کی مہلت دے۔'' (ترجمہ از عربی ص 100، شرح العقائد، میزان العقائد مصنفہ علامہ سعدالدین تفتازانی)

اسی طرح علامہ عبدالعزیز اسی سلسلہ میں اپنی کتاب نبراس ص 444 مطبوعہ میرٹھ میں تحریر فرماتے ہیں: ''بعض جھوٹوں نے نبوت کا دعویٰ کیا جیسا کہ مسیلمہ یمامی، اسود عنسی وغیرہ نے۔ پس ان میں سے بعض قتل ہو گئے اور باقیوں نے توبہ کر لی اور نتیجہ یہ ہے کہ جھوٹے مدعی نبوت کا کام چند دن سے زیادہ نہیں چلتا۔''

مشہور اہلِ حدیث عالم مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری فرماتے ہیں: ''نظام عالم میں جہاں اور قوانین الٰہی ہیں وہاں یہ بھی ہے کہ کاذب مدعی نبوت کو سرسبزی نہیں ہوتی بلکہ وہ جان سے مارا جاتا ہے۔'' (مقدمہ تفسیر ثنائی ص 17)

''واقعات گزشتہ سے بھی اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ خدا نے کبھی کسی جھوٹے مدعی نبوت کو سرسبزی نہیں دکھائی۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا میں باوجود غیر متناہی مذاہب ہونے کے جھوٹے نبی کی امت کا ثبوت مخالف بھی نہیں بتلا سکتے۔ مسیلمہ کذّاب اور عبید اللہ عنسی نے دعویٰ نبوت کئے اور کیسے کیسے جھوٹ خدا پر باندھے لیکن آخرکار خدا کے زبردست قانون کے نیچے آ کر کچلے گئے۔ وہ تھوڑے دنوں میں بہت کچھ ترقی کر چکے تھے مگر آخر تا بکے'' (ایضاً ص 17)

''دعویٰ نبوتِ کاذبہ مثل زہر کے ہے جو کوئی زہر کھائے گا ہلاک ہوگا۔'' (ایضاً حاشیہ ص 17)

4- قرآن مجید نے متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنے والوں کو مجرم، ظالم اور لعنتی قرار دے کر فیصلہ دیا ہے کہ ایسے جھوٹے مدعیان ہرگز ترقی یا کامیابی کا منہ نہیں دیکھ پائیں گے۔ بلکہ انجام کار تباہ و برباد کئے جائیں گے۔ اس کے

بالمقابل خدا تعالیٰ نے اپنے سچے مامورین اوران کی جماعتوں کوان کے مقاصد میں نمایاں کامیابیوں اوراعلیٰ ترقیات سے نوازا ہے۔اس حقیقت افروز معیارِصداقت کوآنحضرت ﷺ کی سچائی اور کامیابی کی دلیل قرار دیا گیا ہے۔اس قرآنی معیارکو سامنے رکھ کراگر دیکھا جائے کہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے باوجود شدید مخالفتوں کے کیسی عالمگیر کامیابی اورترقی حاصل کی ہےتو آپ کے دعویٰ کی صداقت میں کوئی شک وشبہ نہیں رہتا۔

اس مضمون پرقرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات قابل غوروفکر ہیں:

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ کَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ. اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ (سورہ یونس آیت 17)

ترجمہ: پس اُس شخص سے کون زیادہ ظالم ہے جواللہ پرافتراءکرے یااللہ کی آیات کی تکذیب کرے یقیناً(ایسے) مجرم کامیاب نہیں ہوتے۔

وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا. اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَ لَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌاِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ. (سورہ الانعام آیت 94)

ترجمہ: اوراس شخص سے زیادہ (اور) کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے کہ میری طرف وحی ہوئی ہے (حالانکہ)اس کی طرف کوئی وحی نہیں ہوئی۔یقیناً(ایسے) ظالم کامیاب نہیں ہوتے۔

قُلْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ لَایُفْلِحُوْنَ . (یونس آیت 69۔نحل آیت 116)

ترجمہ: کہہ دے کہ وہ لوگ جواللہ پرجھوٹ باندھتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہوا کرتے۔

لَا تَفْتَرُوْا عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا فَیُسْحِتَکُمْ بِعَذَابٍ. وَ قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی. (طہٰ آیت 61)

اللہ پرجھوٹ مت باندھوورنہ وہ تم کوعذاب سے ہلاک کردے گا اور بے شک مفتری ناکام رہتا ہے۔

5-اللہ تعالیٰ نے جہاں مفتریوں کی ناکامی اور ہلاکت خیز انجام سے آگاہ فرمایا ہے وہاں اُس نے اپنے مرسلوں اور مامورین کی نصرت،ترقی،کامیابی اورمنکرین پرغلبہ کی خوشخبری دی ہے۔ذیل کی آیاتِ قرآنی اسی سے متعلق ہیں:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ . اِنَّھُمْ لَھُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ. وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَھُمُ الْغَالِبُوْنَ. (الصٰفٰت آیات 172-171)

ترجمہ: اور بے شک ہمارا فیصلہ ہمارے بندوں یعنی رسولوں کے متعلق پہلے گزر چکا ہے کہ یقیناً وہی مدد یافتہ ہوں گے اور یقیناً ہمارا لشکر(مومنوں کا گروہ)ہی غالب آنے والا ہے۔

فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ھُمُ الْغَالِبُوْنَ. (مائدہ آیت 56)

ترجمہ: یادرکھو کہ خدا کی جماعت ہمیشہ غالب اورکامیاب ہوتی ہے۔

اوراس کے مقابل فرمایا۔ "الا ان حزب الشیطٰن ھم الخاسرون. (مجادلہ آیت 19) کہ یادرکھوشیطانی گروہ

ہمیشہ گھاٹے میں رہتا ہے یعنی ناکام و نامراد رہتا ہے۔

اب ہوتا یوں ہے کہ ہر جماعت اس بات کی دعویدار ہوتی ہے کہ وہی غالب گروہ ہے اس بات کا فیصلہ بھی اللہ تعالیٰ نے قران مجید میں وضاحت کے ساتھ کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت کی کیا نشانی ہے۔ فرمایا اَفَلَا یَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا اَفَهُمُ الْغَالِبُوْنَ ترجمہ: کیا یہ (مخالفین) نہیں دیکھتے کہ ہم زمین کو اس کے کناروں یعنی اطراف سے کم کرتے آ رہے ہیں؟ وہ کیا اب بھی خیال کرتے ہیں کہ وہی غالب ہیں۔ یعنی سچے مامور من اللہ کی یہ نشانی ہوتی ہے کہ اس کی جماعت تدریجاً بڑھتی جاتی ہے جبکہ اس کے مخالفین کی تعداد بتدریج گھٹتی جاتی ہے۔ پس کسی اللہ کے مرسل کی تدریجی ترقی اور اس کے مقابل اس کے مخالفین کا تدریجی تنزل اس مرسل خدا کی صداقت کی یقینی دلیل ہوتی ہے۔

چنانچہ ایک مرتبہ ابوسفیان جو مکہ میں آنحضرت ﷺ کا دشمن اور منکر تھا ملک شام گیا۔ وہاں اتفاقاً قیصر روم بھی آیا ہوا تھا اس نے ابوسفیان سے آنحضرت ﷺ کی صداقت معلوم کرنے کی غرض سے چند سوالات پوچھے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ کیا اس کے ماننے والوں کا گروہ بڑھ رہا ہے یا نہیں۔ ابوسفیان نے جواب دیا کہ محمد کے ماننے والوں کا گروہ بڑھ رہا ہے۔ اس پر قیصر نے کہا یہ تو سچوں کی نشانی ہے کہ وہ روز بروز بڑھتے ہیں حتیٰ کہ وہ غالب آ جاتے ہی۔ (بخاری جلد 1 ص 5)

اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَیَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (مومن آیت 51) کہ ہم اپنے انبیاء اور ان کی جماعتوں کی اس دنیا میں بھی مدد کرتے ہیں اور قیامت کے دن بھی ان کی نصرت کریں گے۔

نیز فرمایا کَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِیْ (مجادلہ آیت 21)

کہ اللہ تعالیٰ نے یہ لکھ رکھا ہے کہ وہ اور اس کے بھیجے ہوئے مامور ہمیشہ غالب رہیں گے۔ بالفاظِ دیگر یہ ممکن نہیں ہے کہ کوئی مفتری یا جھوٹا نبی ترقی کر سکے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْكَاذِبِیْنَ (آل عمران آیت 61) کہ کذابوں یعنی جھوٹے الہامات بنا کر ماموریت کے دعویدار ظالموں پر خدا کی لعنت ہوتی ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ جس پر خدا کی لعنت پڑتی ہے وہ بے یار و مددگار رہ جاتا ہے جیسا کہ فرمایا مَنْ یَلْعَنِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ نَصِیْرًا (نساء آیت 52) اور جیسا کہ اوپر حوالہ دیا جا چکا ہے قَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی کی آیت کی رو سے جو شخص جھوٹ بول کر الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ ناکام و نامراد رہتا ہے۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے کسی مقصد کیلئے چن لیتا ہے تو لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس مرزا صاحب کے معاندین باوجود اپنی شدید مخالفتوں، کفر کے فتوؤں، عدالتی مقدموں اور بہتان طرازیوں کے اپنے مقصد میں ناکام رہے اور اللہ تعالیٰ نے حسب وعدہ آپ کو مسلمانوں کی ایک بڑی مخلص فدائی جماعت عطا فرمائی جو آنحضرت ﷺ کے صحابہ کے نمونہ پر اپنی عظیم قربانیوں سے عالمی تبلیغ اسلام کے مقدس فریضہ کی ادائیگی میں سرگرم

عمل ہے۔

کچھ نہ تھی حاجت تمہاری نے تمہارے مکر کی
خود مجھے نابود کرتا وہ جہاں کا شہریار

(مسیح موعودؑ)

اگر کوئی شخص دعویٰ ماموریت کرے اور خداتعالیٰ کی طرف سے اس کی تائید ونصرت ہوتو وہ شخص سچا اور راستباز ہے۔ جس طرح یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک راستباز کی مدد کرنا چھوڑ دے اسی طرح یہ بھی ممکن نہیں کہ ایک جھوٹے اور شریر سے اللہ تعالیٰ مواخذہ نہ کرے اور وہ اس کے بندوں کو گمراہ کرتا پھرے چہ جائیکہ خدا اس جھوٹے مدعی کیلئے اپنی نصرت کے دروازے کھول دے۔

(ب) آسمانی شہادت

گزشتہ صفحات میں سنن ابی داؤد کی حدیث کی کتاب میں سے ایک روایت کا بیان گزر چکا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اس امت (مسلمہ) کیلئے ہر صدی کے سر پر ایسے شخص مبعوث کرتا رہے گا جو اُس کے لئے دین کی تجدید کریں گے۔ اس حدیث نبوی کی صداقت میں گزشتہ 13 صدیوں کے مجددین حضرات کے اسماء گرامی بھی لکھے گئے ہیں۔ لیکن یہ عجیب بات ہے کہ چودھویں صدی میں حضرت اقدس مرزا صاحب کے علاوہ عالم اسلام میں سے کسی اور شخص نے مجدد ہونے کا اعلان نہیں کیا۔ چاہئیے تو یہ تھا کہ اگر حضرت مرزا صاحب چودھویں صدی کے مجدد ہونے کے اپنے دعویٰ میں سچے نہ تھے تو خداتعالیٰ اپنے وعدہ کے مطابق کسی اور سچے مجدد سے دعویٰ کراتا جو حضرت اقدس مرزا صاحب کے دعویٰ کا باطل ہونا ثابت کر دیتا۔ مگر ایسا ہرگز نہ ہوا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حدیث کے مطابق آپ کا چودھویں صدی کے مجدد اور امام مہدی ہونے کا دعویٰ حقیقت پر مبنی ہے۔

آپ کے دعویٰ کی صداقت پر ایک زبردست آسمانی شہادت کا ذکر دار قطنی اور دیگر گیارہ کتب احادیث میں موجود ہے۔ یعنی حضرت امام باقر علیہ السلام کی وہ روایت درج ہے جس میں امام مہدی کی سچائی کے نشان کے طور پر رمضان کے مہینہ میں سورج اور چاند کو اُن کے گرہن لگنے کی خاص تاریخوں میں گرہن لگنے کے متعلق آنخضرت ﷺ کی پیشگوئی بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے عین مطابق آپ کے دعویٰ مہدویت کی صداقت ظاہر کرنے کیلئے 1311 ہجری (1894ء) (یعنی آپ کی زندگی میں) کے رمضان کے مہینہ میں چاند گرہن لگنے کی تین ممکنہ تاریخوں میں سے پہلی رات یعنی 13 رمضان کو اور سورج گرہن لگنے کی تین ممکنہ تاریخوں میں سے درمیان کے دن یعنی 28 رمضان کو گرہن وقوع میں آئے اور آپ کے دعویٰ کی سچائی پر مہر تصدیق ثبت کر گئے۔

آسماں میرے لئے تو نے بنایا اک گواہ
چاند اور سورج ہوئے میرے لیے تاریک و تار

(مسیح موعود)

اسی چاند اور سورج گرہن کے بارے میں صدہا سال سے ایک بزرگ کا بطور پیشگوئی مندرجہ ذیل شعر چلا آ رہا ہے

’’درسنِ غاشی ہجری‘‘(1311 ھ) دوقران شاہد بود۔از پئے مہدی ودجال نشان خواہد بود۔

ترجمہ: 1311 (یعنی چودھویں صدی) ہجری میں جب چانداورسورج کا ایک ہی مہینہ میں گرہن ہوگا تب وہ مہدی معہوداور دجال کےظہور کا ایک نشان ہوگا۔اس شعر میں بحساب ابجد ٹھیک 1311 ھ کسوف وخصوف کا سال بیان ہوا ہے۔ (حقیقۃ الوحی)

امامِ زمانہ کی شناخت کے معیار

حضرت اقدس مرزا صاحب نے اپنی کتاب ضرورت الامام میں آنحضرت ﷺ کی حدیث مَنْ لَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ فَقَدْ مَاتَ مِيْتَةَ الْجَاهِلِيَّةِ ۔ کہ جس شخص نے زمانہ کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا بیان کرنے کے بعد طالبان حق کیلئے چھ نشانات بیان فرمائے ہیں جن کے ذریعہ سے انسان اپنے زمانہ کے امام کی شناخت کرسکتا ہے: یعنی

1- اُس میں قوت اخلاق نظر آتی ہو۔
2- اُس میں قوتِ پیشروی یعنی قوتِ امامت یا محبت الٰہی اور نیک کاموں میں آگے بڑھنے کی قوت اور شوق ہو۔
3- بَسْطَةً فِي الْعِلْم ہو یعنی کوئی دوسرا ایسا آدمی اس کے زمانہ میں نہ ہو جو قرآنی معارف اور کمالاتِ روحانیہ میں اس کا مقابلہ کرسکے۔
4- وہ عزم صمیم رکھتا ہو۔
5- وہ صاحبِ اقبال ہو یعنی عسر و یسر میں اللہ کی طرف جھکتا ہو اور اس کی توجہ الی اللہ سے تقدیریں بدل جاتی ہوں۔
6- کشوف اور الہامات سے اللہ تعالیٰ سے علوم اور معارف پاتا ہو یعنی اعجازی نشانات اپنے حق میں رکھتا ہو۔

اس جگہ مؤخر الذکر کا بیان درج کیا جاتا ہے:

(ج) اعجازی نشانوں سے امام زمانہ کی صداقت کے ثبوت

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتا ہے سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَ فِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ (آیت 54 حٰم السجدہ)

ترجمہ: ہم ان لوگوں کو اطرافِ عالم میں اور خود ان کی جانوں (افراد) میں ضرور اپنے نشانات دکھائیں گے یہاں تک کہ اُن پر واضح ہو جائے کہ وہ (قرآن/رسول) سچا ہے۔

نیز قرآن میں ہے: عِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ

(الانعام آیت 59 ع 7)

ترجمہ: غیب کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں اور غیب کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

اسی طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن ع 2، آیت 26-27)

ترجمہ: صرف اللہ تعالیٰ ہی عالم الغیب ہے پس وہ اپنے غیب کا کسی پر اظہار نہیں کرتا سوائے اپنے برگزیدہ رسولوں کے۔

پس جس شخص کو اللہ تعالیٰ بکثرت امور غیبیہ پر اطلاع دے اور پھر وہ عظیم الشان اعجازی پیشگوئیاں جو انسانی مقدرت سے بالاتر ہوں آفاق و انفس میں وقوع میں بھی آجائیں تو یہ امر یقینی طور پر اس شخص (مدعی الہام) کے منجانب اللہ ہونے پر قطعی شہادت بن جاتا ہے۔

نیز حضرت اقدس مرزا صاحب نے اپنی کتاب آسمانی فیصلہ میں فرمایا ہے کہ قرآن اور احادیث میں کامل مومن کی چار علامتیں بتائی گئی ہیں۔ اُن چاروں علامتوں میں نسبتی طور پر کامل مومن اعجازی طور پر دوسروں پر غالب رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ چاروں قسم کے نشانات دیئے گئے ہیں یعنی:

1- میں قران شریف کے معجزہ کے ظل کے طور پر عربی بلاغت و فصاحت کا نشان دیا گیا ہوں کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔
2- میں قرآن شریف کے حقائق و معارف بیان کرنے کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔
3- میں کثرتِ قبولیت دعا کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے (اکثر دعاؤں کی قبولیت کی اطلاع آپ کو پیش از وقت دی جاتی رہی۔)
4- میں غیبی اخبار کا نشان دیا گیا ہوں۔ کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ (یعنی جو کچھ دنیا میں قضاء و قدر ہونے

والی ہے۔ یا دنیا کے مشہور افراد پر کچھ تغیرات آنے والے ہیں ان کے متعلق پیشگوئی کرنا)

آپ نے مولوی سید نذیر حسین دہلوی، مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی امرتسری، مولوی عبدالرحمٰن صاحب لکھوکے والے، مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور اُن کے تمام مولویوں، سجادہ نشینوں، صوفیوں، پیرزادوں کو چیلنج کیا کہ وہ ان چار علامتوں میں جو ایک مومن کامل کی ہیں مجھ سے مقابلہ کر کے دیکھ لیں کہ صداقت کس کی طرف ہے۔ مگر ان مخالف علماء میں سے کوئی بھی آپ کے مقابل پر آنے کی جرأت نہ کر سکا۔

حضرت اقدس مرزا صاحب فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ اس زمانہ میں بھی اسلام کی تائید میں بڑے بڑے نشان ظاہر کرتا ہے اور جیسا کہ اس بارے میں میں خود صاحب تجربہ ہوں اور میں دیکھتا ہوں کہ اگر میرے مقابل پر تمام دنیا کی قومیں جمع ہو جائیں اور اس بات کا بالمقابل امتحان ہو کہ کس کو خدا غیب کی خبریں دیتا ہے اور کسی کی دعائیں قبول کرتا ہے اور کس کی مدد کرتا ہے اور کس کیلئے بڑے بڑے نشان دکھاتا ہے تو میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ہی غالب رہوں گا۔ کیا کوئی ہے؟!! کہ اس امتحان میں میرے مقابل پر آوے۔ ہزار ہا نشان خدا نے محض اس لئے مجھے دیئے ہیں کہ تا دشمن معلوم کرے کہ دینِ اسلام سچا ہے۔ میں اپنی کوئی عزت نہیں چاہتا بلکہ اس کی عزت چاہتا ہوں جس کے لیے میں بھیجا گیا ہوں۔'' (حقیقۃ الوحی ص176، روحانی خزائن جلد22 ص181-182)

اعجازی امتیازی نشانوں کی مذکورہ اقسام کا بطور نمونہ کچھ ذکر درج ذیل کیا جاتا ہے:

(2,1) عربی زبان اور معارف قرآن کے نشانات

ذیل کے ان صفحات میں قرآن شریف کے معجزہ کے ظل کے طور پر حضرت اقدس مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا جو نشان دیا گیا اور پھر اس کے ساتھ قرآن شریف کے دقیق اسرار اور معارف بیان کرنے کی جو معجزانہ اہلیت بخشی گئی اس کے بارے میں ذکر ہے کہ کس طرح عرب و عجم کے آپ کے مخالفین اس کی مثال لانے سے عاجز رہے۔

آپ نے دو درجن کے قریب عربی زبان میں کتب و رسائل تصنیف فرمائے جو آپ کے عربی زبان (نظم و نثر) میں فصاحت و بلاغت اور قرآنی معارف و حقائق کی جیتی جاگتی تصویر ہیں۔

خطبہ الہامیہ

نشان نمائی کے طور پر اللہ تعالیٰ کے ایماء اور تائید سے آپ نے 11 اپریل 1900ء کو بغیر کسی تیاری کے عیدالاضحیٰ کا خطبہ فی البدیہہ عربی زبان میں ارشاد فرمایا۔ اس معجزانہ خطاب کے متعلق آپ نے قبل از وقت اہل شہر کو بھی مطلع کر دیا تھا۔ دوران خطبہ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ حضرت اقدس الٰہی تسلط کے تحت نہ کہ از خود عرفان و حکمت کے موتی بکھیر رہے ہیں۔ دو جید علماء آپ کے اس خطبہ کو ساتھ ساتھ لکھتے جاتے تھے۔ یہ خطبہ عربی فصاحت و بلاغت کا ایک زندہ و تابندہ شاہکار ہے اور آپ کی صداقت پر شاہد ناطق، حضرت اقدس کی زبانی سنیے:

11 اپریل 1900ء کو عید الاضحیٰ کے دن صبح کے وقت مجھے الہام ہوا کہ آج تم عربی میں تقریر کرو تمہیں قوت دی گئی۔ اور نیز یہ الہام ہوا کلام افصحت من لدن رب کریم یعنی اس کلام میں خدا کی طرف سے فصاحت بخشی گئی ہے۔ چنانچہ اس الہام کی اسی وقت اخویم مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور اخویم حکیم مولوی نور دین صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب اور مفتی محمد صادق صاحب اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے اور ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب اور ماسٹر شیر علی صاحب بی اے اور حافظ عبدالعلی صاحب اور بہت سے دوستوں کو اطلاع دی گئی۔ تب میں عید کی نماز کے بعد عید کا خطبہ عربی زبان میں پڑھنے کیلئے کھڑا ہو گیا اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ غیب سے مجھے ایک قوت دی گئی اور وہ فصیح تقریر عربی میں فی البدیہہ میرے منہ سے نکل رہی تھی کہ میری طاقت سے بالکل باہر تھی اور میں نہیں خیال کر سکتا کہ ایسی تقریر جس کی ضخامت کئی جزو تک تھی ایسی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ بغیر اس کے کہ اول کسی کاغذ میں قلمبند کی جائے کوئی شخص دنیا میں بغیر خاص الہام الٰہی کے بیان کر سکے جس وقت یہ عربی تقریر جس کا نام خطبہ الہامیہ رکھا گیا لوگوں میں سنائی گئی اس وقت حاضرین کی تعداد شاید دوسو کے قریب ہوگی سبحان اللہ اس وقت ایک غیبی چشمہ کھل رہا تھا مجھے معلوم نہیں کہ میں بول رہا تھا یا میری زبان سے کوئی فرشتہ کلام کر رہا تھا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس کلام میں میرا دخل نہ تھا خود بخود بنے بنائے فقرے میرے منہ سے نکلتے جاتے تھے اور ہر ایک فقرہ میرے لیے ایک نشان تھا۔ چنانچہ تمام فقرات چھپے ہوئے موجود ہیں جن کا نام خطبہ الہامیہ ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ کیا کسی انسان کی طاقت میں ہے کہ اتنی لمبی تقریر بغیر سوچے اور فکر کے عربی زبان میں کھڑے ہو کر محض زبانی طور پر فی البدیہہ بیان کر سکے۔ یہ ایک علمی معجزہ ہے جو خدا نے دکھلایا اور کوئی اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔ (حقیقۃ الوحی ص363-361 روحانی خزائن جلد22 ص376-375)

آپ نے اپنی تصنیف براہین احمدیہ میں سورۃ الفاتحہ کی تفسیر کر کے اس کے روحانی معارف پر ان کے ظاہری و باطنی معنوں کے لحاظ سے جو روشنی ڈالی ہے وہ بذاتِ خود ایک معجزہ ہے۔ اس کتاب میں آپ نے قرآن کی فوقیت کو دیگر تمام ادیان پر ثابت کر دکھایا ہے۔ اور مخالفین اسلام کو اس کے مقابل اس کی مثال پیش کرنے کی دعوت دی ہے۔ مگر باوجود گراں قدر نقد انعام کی پیشکش کے کسی کو مقابل میں آنے کی ہمت نہ ہوئی۔

علمی مقابلہ سے صداقت کی دلیل

قرآن مجید نے اپنی صداقت میں مخالفین اسلام کو اس بات کی دعوتِ عام دی کہ اگر تمہارے خیال میں قرآن کسی انسان کا کلام ہے نہ کہ خدا کا الہام تو اس کی مثل تم بھی ایک سورۃ بنا کر دکھاؤ۔ فرمایا: فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ...... اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ. یعنی اگر تم سچے ہو تو قرآن کی مانند تم بھی ایک سورۃ بنا کر لے آؤ اور ساتھ ہی تحدی سے یہ پیشگوئی بھی فرمائی کہ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوْا النَّارَ الَّتِيْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (البقرہ آیت23-24) کہ اگر تم ایسا نہ کر سکو اور تم ایسا ہرگز نہ کر سکو گے۔ تو تم اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔ پھر نتیجہ کے طور پر فرمایا فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْا اَنَّمَا اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ (ہود آیت14) کہ اگر مخالفین اس دعوت کا جواب نہ دیں تو سمجھ لو کہ قران اللہ تعالیٰ کے علم سے نازل کیا گیا ہے۔

مخالفینِ اسلام اس علمی مقابلہ سے عاجز ہو کر اس کی مثل نہ لا سکے اور یہ کہنا شروع کر دیا کہ لَوْ نَشَاءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا.

اِنْ هٰـذَا اِلَّا اَسَـاطِيْـرُ الْاَوَّلِيْـنَ. (انفال آیت 31) کہ ''اگر ہم چاہیں تو اس کی مثل بنالائیں۔ یہ قرآن تو پرانے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔''

شکست کا یہ اعتراف اس بات کی واضح دلیل ہے کہ قرآن مجید فی الواقعہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور آنحضرت ﷺ واقعی اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔ چونکہ قرآن مجید ایک علمی معجزہ ہے لہٰذا مخالفین اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔

حضرت اقدس مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کے روحانی شاگرد اور ظل کامل ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی کامل پیروی کی بدولت حضرت مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے معجزانہ طور پر اس وقت قرآنی علم سکھایا جب بعض مخالفین آپ کی عربی دانی پر شکوک کا اظہار کر رہے تھے۔ آپ کی دعا کو قبول کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک رات میں چالیس ہزار مادے عربی زبان کے سکھا دیئے (انجام آتھم ص234) خدا تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ''لَا يَـمَسُّـهٗ اِلَّا الْـمُطَهَّرُوْنَ'' کہ قرآنی علوم کے حقائق و معارف انہی لوگوں پر کھولے جاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پاک و مطہر کر دیتا ہے۔ یعنی اپنا مقرب بنا لیتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی اپنے مکتوبات میں اس آیت کی تفسیر میں اس بات کی تصدیق کی ہے۔ (مکتوبات جلد 3 ص 11۔ مکتوب چہارم شروع)

قرآنی علوم کے حقائق پر عبور رکھنا پاک لوگوں کی صداقت کی ایک بڑی دلیل ہے۔ آپ نے لکھا: ''خدا تعالیٰ نے اس عاجز کو ان نوروں سے خاص کیا ہے جو برگزیدہ بندوں کو ملتے ہیں جن کا دوسرے لوگ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ پس اگر تم شک میں ہو تو مقابلہ کیلئے آؤ اور یقیناً سمجھو کہ تم ہرگز مقابلہ نہیں کر سکو گے۔ تمہارے پاس زبانیں ہیں مگر دل نہیں۔ جسم ہے مگر جان نہیں۔ آنکھوں کی پتلی ہے مگر اس میں نور نہیں خدا تعالیٰ تمہیں نور بخشے تا تم دیکھ لو۔'' (فتح اسلام)

حضرت اقدس مرزا صاحب نے دعویٰ سے اعلان کیا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ نے قرآنی علوم کا انکشاف کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا کا کوئی عالم اس میدان میں میرا مقابلہ کر کے دیکھ لے۔ مگر مخالف مولویوں نے اپنی خاموشی سے یہ ثابت کر دیا کہ اللہ تعالیٰ قرآنی علوم اُنہی لوگوں کو عطا فرماتا ہے جن کا تعلق خدا تعالیٰ سے پختہ ہوتا ہے۔

آپ نے عربی زبان میں دو کتابیں اعجاز المسیح اور اعجاز احمدی تصنیف کر کے شائع فرمائیں اور اپنے مخالف علماء کو ان کی مثل لانے کی دعوتِ عام دی اور ساتھ پیشگوئی بھی فرمائی کہ وہ اس جیسی کتاب نہیں لکھ سکیں گے۔ کتاب اعجاز المسیح سورۃ الفاتحہ کی تفسیر پر مشتمل ہے جس میں قرآنی حقائق، معارف، مطالب کے دریا رواں ہیں۔

آپ کو الہاماً بتایا گیا کہ ''مَنْ قَامَ لِلْجَوابِ وَ تَنَمَّرَ . فَسَوْفَ يَرىٰ اَنَّهٗ تَنَدَّمَ وَ تَذَمَّرَ (ٹائٹل پیج اعجاز المسیح) یعنی جو شخص اس کے جواب لکھنے کیلئے کھڑا ہوگا وہ جلد ہی دیکھ لے گا کہ وہ نادم و رسوا ہو گیا ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنی تصانیف ضمیمہ انجام آتھم ص7، ص20۔ نزول المسیح ص30۔ ص53۔ تریاق القلوب تقطیع کلاں ص47۔ اربعین نمبر1 ص6 میں نہایت تحدی سے علماء زمانہ کو اس بات کا چیلنج دیا ہے اور ساتھ ہی پانچ سو روپیہ کا نقد انعام بھی رکھا لیکن ؎

آزمائش کیلئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

(مسیح موعود)

آپ نے عرب علماء اور خاص کر علامہ رشید رضا ایڈیٹر المنار، مصر کو بھی للکارا کہ اگر وہ آپ کی تصنیف الہدیٰ کا جواب لکھنے میں کامیاب ہوگیا تو آپ اپنی جملہ کتب جلا کر اپنا دعویٰ واپس لے لیں گے۔ مگر اس کو ہمت نہ ہوئی۔

اسی طرح آپ کے بعد آپ کے خلیفہ ثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ نے بھی خدائی تائیدات سے تمام عرب و عجم کے علماء کو چیلنج کیا جسے آپ نے مختلف مواقع پر بار بار دہرایا کہ آؤ اور قرآن مجید کے کسی بھی مقام کی تفسیر نویسی کا مجھ سے مقابلہ کر کے دیکھ لو کہ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کس کے ساتھ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم عرب و عجم کے سب علماء مل کر اور تمام گزشتہ تفسیروں سے مدد لیکر تفسیر لکھو اور میں اکیلا تفسیر لکھوں گا۔ پھر دنیا خود دیکھ لے گی کہ خدا تعالیٰ کے کلام کی حقیقی سمجھ کس کو نصیب ہے۔ مگر لمبا زمانہ گزر جانے کے بعد بھی کسی کو مقابل پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ کبھی کسی نے سنا کہ مفتریوں کو اللہ تعالیٰ نے قرانی علوم کا فہم عطا کیا ہو۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ صرف پاک اور صادق لوگوں کو ہی یہ نعمت نصیب ہوتی ہے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ اعجازی انشاء پردازی اور خطبات میں محض خارق عادت طور پر خدا تعالیٰ کی وحی آپ کی راہنمائی فرماتی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں: ''یہی راز ہے جس کی وجہ سے میں ایک دنیا کو معجزہ عربی بلیغ کی تفسیر نویسی میں بالمقابل بلاتا ہوں۔ ورنہ انسان کیا چیز اور ابن آدم کیا حقیقت کہ غرور اور تکبر کی راہ سے ایک دنیا کو اپنے مقابل پر بلاوے۔'' (نزول المسیح)

مضمون بالا رہا

حضرت اقدس مرزا صاحب کو یہ دھن لگی رہتی تھی کہ دینِ اسلام کا دنیا میں بول بالا ہو۔ اس مقصد کے حصول کی خاطر آپ تقریر و تصنیف اور دیگر ذرائع سے اسلام کی حقانیت اور فضیلت کو دیگر ادیان پر ثابت کرنے کیلئے ہر دم مستعد رہتے تھے۔ 1896ء میں لاہور کے ہندو شرفاء نے ایک بین المذاہب جلسہ کے انعقاد کی تجویز پیش کی جس میں مختلف مذاہب کے علماء کو اپنے اپنے مذہب کی رو سے مندرجہ ذیل پانچ سوالوں کے جواب دینے کیلئے تقاریر کرنے کی دعوت دی:

1- انسان کی جسمانی، اخلاقی اور روحانی حالتیں۔
2- انسان کی دنیوی زندگی کے بعد کی حالت۔
3- دنیا میں انسان کی ہستی کی کیا غرض ہے اور وہ کس طرح حاصل ہوسکتی ہے۔
4- کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔
5- گیان یعنی علم و معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں۔

چنانچہ منتظمین میں سے ایک ہندو صاحب سوامی شوگن چندر حضرت اقدس مرزا صاحب کی خدمت میں قادیان پہنچے اور آپ سے جلسہ میں تقریر کرنے کی درخواست کی جسے آپ نے منظور فرمالیا۔

اس جلسہ میں دیگر مذاہب پر اسلام کی برتری ثابت کرنے کی توفیق چاہتے ہوئے حضرت اقدس نے اللہ تعالیٰ کے

حضور دعا کی۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:

''میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ وہ مجھے ایسے مضمون کا القاء کرے جو اس مجمع کی تمام تقریروں پر غالب رہے۔ میں نے دعا کے بعد دیکھا کہ ایک قوت میرے اندر پھونک دی گئی ہے۔ میں نے اس آسمانی قوت کی ایک حرکت اپنے اندر محسوس کی اور میرے دوست جو اس وقت حاضر تھے جانتے ہیں کہ میں نے اس مضمون کا کوئی مسودہ نہیں لکھا۔ جو کچھ لکھا صرف قلم برداشتہ لکھا تھا اور ایسی تیزی اور جلدی سے میں لکھتا جاتا تھا کہ نقل کرنے والے کے لئے مشکل ہو گیا کہ اس قدر جلدی اس کی نقل لکھے۔ جب میں مضمون ختم کر چکا تو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ ''یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا'' چنانچہ میں نے قبل از وقت اس بارے میں اشتہار دے دیا۔ یہ اشتہار (21 دسمبر 1896ء) لاہور کے جلسہ مذاہب سے پہلے نہ صرف لاہور میں مشتہر کیا گیا تھا بلکہ جلسہ مذکورہ کی تاریخوں سے کئی دن پیشتر پنجاب کے اکثر شہروں میں اور ہزار ہا لوگوں میں بکثرت شائع ہو چکا تھا۔''
(حقیقۃ الوحی و تریاق القلوب)

یہ اشتہار شہر لاہور کی دیواروں پر بھی چسپاں کیا گیا۔ نیز جلسہ شروع ہونے سے پہلے جملہ مسلم و غیر مسلم مقررین و منتظمین کو بھی پہنچا دیا گیا تھا۔ اس اشتہار میں آپ نے پیش گوئی فرماتے ہوئے لکھا کہ:

''مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب رہے گا اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ وہ حاضر ہوں اور اس کو اول سے آخر تک سنیں شرمندہ ہو جائیں گی اور ہرگز قادر نہیں ہوں گی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھا سکیں خواہ وہ عیسائی ہوں خواہ آریہ اور خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اور۔ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس روز اس کی پاک کتاب (قرآن کریم) کا جلوہ ظاہر ہو۔ میں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس ہاتھ کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطع نکلا جو ارد گرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی پڑی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا اَللّٰہُ اَکْبَرُ خُرِبَتْ خَیْبَرُ. اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس محل سے میرا دل مراد ہے جو جائے نزول و حلول انوار ہے اور وہ نور قرآنی معارف ہیں اور خیبر سے مراد تمام خراب مذاہب ہیں جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی۔ یا خدا کی صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرا دیا ہے......سو مجھے جتلایا گیا ہے کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کر لے۔ پھر میں اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے یہ الہام ہوا۔ اَنَا اللّٰہُ مَعَکَ اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْمُ اَیْنَمَا قُمْتَ یعنی خدا تیرے ساتھ ہے اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہوتا ہے۔ یہ حمایت الٰہی کیلئے ایک استعارہ ہے۔'' (اشتہار 21 دسمبر 1896ء مندرجہ ضمیمہ انجامِ آتھم ص 16-17)

آپ کے مضمون کا وقت جلسہ کے دوسرے دن یعنی 27 دسمبر کو ڈیڑھ بجے بعد دوپہر تا ساڑھے تین بجے مقرر تھا۔ آپ کے ایک مرید حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے آپ کا مضمون سنانا شروع کیا۔ سامعین پر ایک وجد کی سی کیفیت طاری تھی اور وہ دورانِ تقریر نعرہ ہائے تحسین بلند کرتے رہے۔

تقریر کا وقت ختم ہو گیا مگر مضمون مکمل نہ ہو سکا۔ سامعین کے اصرار پر وقت مزید 2 گھنٹے بڑھا دیا گیا۔ جب یہ وقت بھی گزر گیا اور تقریر پوری نہ ہوئی تو حاضرین کی شدید خواہش کے پیش نظر منتظمین کو مجبوراً اس مضمون کی تکمیل کی خاطر 29 دسمبر کا دن بڑھانا پڑا۔ چنانچہ اس روز حاضری پہلے سے کہیں زیادہ تھی۔ لوگوں نے نہایت دلچسپی اور انہماک سے تقریر کو اس کے آخر تک سنا۔ اختتام پر صدر جلسہ نے (جو مذہباً ہندو تھے) اپنے تاثرات میں بے اختیار ہو کر کہا کہ ''یہ مضمون تمام مضمونوں سے بالا رہا''

اِسی تسلسل میں حضرت اقدس مرزا صاحب لکھتے ہیں:

پس ایسا ہی ہوا کہ اس جلسہ میں جس قدر مضامین پڑھے گئے ان سب پر ہمارا مضمون فائق رہا۔ اس مضمون کا جلسہ مذاہب پر ایسا فوق العادت اثر ہوا تھا کہ گویا ملائک آسمان سے نور کے طبق لے کر حاضر ہو گئے تھے۔ ہر ایک دل اس کی طرف ایسا کھینچا گیا تھا کہ گویا ایک دست غیب اس کو کشاں کشاں عالم وجد کی طرف لے جا رہا ہے۔ سب لوگ بے اختیار بول اٹھے کہ آج اسلام کی فتح ہوئی......

......خود اس جلسہ میں غیر مذاہب کے وکلاء نے بھی پلیٹ فارم پر کھڑے ہو کر گواہیاں دیں کہ مرزا صاحب کا مضمون سب پر غالب رہا۔ اتمام تقریر کے بعد سب لوگوں نے مسلمانوں کو مبارک باد دی۔ مضمون چونکہ پانچ سوالات مشتہرہ کے ہر ایک پہلو کے متعلق تھا اس لیے اس کے پڑھنے کے لیے مقررہ وقت کافی نہ تھا۔ لہٰذا تمام حاضرین کے انشراح صدر سے درخواست کرنے پر اس کے پڑھنے کے لیے ایک دن اور بڑھایا گیا۔ یہ بھی عام قبولیت کا نشان ہے۔ (انعقاد جلسہ کی تاریخیں 28,27,26 اور 29 دسمبر 1896ء) لاہور شہر میں دھوم مچ گئی کہ نہ صرف مضمون اس شان کا نکلا جس سے اسلام کی فتح ہوئی بلکہ ایک الہامی پیش گوئی بھی پوری ہو گئی۔ اس روز ہماری جماعت کے بہادر سپاہی اور اسلام کے معزز رکن حبی فی اللہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے مضمون پڑھنے میں وہ بلاغت فصاحت دکھلائی کہ گویا ہر لفظ میں ان کو روح القدس مدد دے رہا تھا۔

جلسہ مذاہب کے بعد حق کے طالبوں کے دلوں پر اس پیش گوئی کا بہت ہی اثر ہوا کیونکہ جب انہوں نے دیکھا کہ درحقیقت یہی مضمون دوسرے مضمونوں پر غالب رہا اور تمام فرقوں کی عام توجہ اور رغبت اسی مضمون کی طرف ہو گئی۔ تب انصاف پسند لوگوں کے دلوں پر الہامی پیش گوئی کی سچائی نے عجیب اثر کیا۔

...... یہاں تک کہ ایک صاحب نے سیالکوٹ سے مبلغ سو روپیہ اپنے جوش خوشی سے بھیجا کہ خدا تعالیٰ نے اس مضمون کو ایک نشان کے رنگ میں ظاہر فرمایا۔ یعنی اس نے ایک تو ذاتی خاصیت اس مضمون میں ایسی رکھی کہ ہر ایک فرقہ کا انسان باوجود مذہبی روکوں کے بے اختیار اس مضمون کی تعریف کرنے لگا۔ اور قریباً پنجاب کی تمام اخباریں ایک زبان سے بول اٹھیں کہ جلسہ مذاہب کے تمام مضامین کی جان یہی مضمون ہے۔ اور سول ملٹری جو ایک نیم سرکاری اخبار سمجھی جاتی ہے اس نے بھی یہی گواہی دی کہ اسی مضمون کی قبولیت ظاہر ہوئی۔ اور آبزرور نے لکھا کہ یہ مضمون اس لائق ہے کہ انگریزی میں ترجمہ ہو کر یورپ میں شائع کیا جائے۔ اس سے ظاہر ہے کہ کس شوکت اور شان سے پیش گوئی پوری ہوئی۔''

(حقیقت الوحی طبع اول 278-279، ضمیمہ انجام آتھم۔ 15-16-17 اور 32۔ نزول المسیح طبع اول صفحہ 95 تریاق القلوب ص 44-45)

اس جلسہ کی مکمل رپورٹ 1897ء میں مطبع صدیقی لاہور میں چھپ کر شائع ہوئی۔اس میں سیکرٹری جلسہ اعظم مذاہب نے لکھا:

''پنڈت گوردھن داس صاحب کی تقریر کے بعد نصف گھنٹہ کا وقفہ تھا لیکن چونکہ بعد از وقفہ ایک نامی وکیل اسلام کی طرف سے تقریر کا پیش ہونا تھا اس لیے اکثر شائقین نے اپنی اپنی جگہ کو نہ چھوڑا۔ڈیڑھ بجنے میں ابھی بہت سا وقت رہتا تھا کہ اسلامیہ کالج کا وسیع مکان جلد جلد بھرنے لگا اور چند ہی منٹوں میں تمام مکان پر ہوگیا۔اس وقت کوئی سات اور آٹھ ہزار کے درمیان مجمع تھا۔مختلف مذہب وملل اور مختلف سوسائٹیوں کے معتد بہ اور ذی علم آدمی موجود تھے۔اگرچہ کرسیاں اور میزیں اور فرش نہایت ہی وسعت کے ساتھ مہیا کیا گیا لیکن صدہا آدمیوں کو کھڑا ہونے کے سوا اور کچھ نہ بن پڑا۔اور ان کھڑے ہوئے شائقینوں میں بڑے بڑے رؤسا۔عمائد پنجاب،علماء،فضلاء،بیرسٹر،وکیل،پروفیسر،اکسٹرا اسسٹنٹ،ڈاکٹر،غرض کہ اعلیٰ طبقہ کے مختلف برانچوں کے ہر قسم کے آدمی موجود تھے۔ان لوگوں کے اس طرح جمع ہو جانے اور نہایت صبر کے عمل کے ساتھ جوش سے برابر پانچ چار گھنٹہ اس وقت ایک ٹانگ پر کھڑا رہنے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ان ذی جاہ لوگوں کو کہاں تک اس مقدس تحریک سے ہمدردی تھی۔مصنف تقریر اصالتاً تو شریک جلسہ نہ تھے لیکن خود انہوں نے اپنے ایک شاگرد خاص جناب مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی مضمون پڑھنے کے لیے بھیجے ہوئے تھے۔اس مضمون کے لیے اگرچہ کمیٹی کی طرف سے صرف دو گھنٹے ہی تھے لیکن حاضرین جلسہ کو عام طور پر اس سے کچھ ایسی دلچسپ پیدا ہوگئی کہ موڈریٹر صاحبان نے نہایت جوش اور خوشی کے ساتھ اجازت دی کہ جب تک یہ مضمون نہ ختم ہو تب تک کارروائی جلسہ کو ختم نہ کیا جاوے۔ان کا ایسا فرمانا عین اہل جلسہ اور حاضرین جلسہ کی منشا کے مطابق تھا۔کیونکہ جب وقت مقررہ کے گزرنے پر مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب نے اپنا وقت بھی اس مضمون کے ختم ہونے کے لیے دے دیا تو حاضرین اور موڈریٹر صاحبان نے ایک نعرہ خوشی سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کیا۔جلسہ کی کارروائی ساڑھے چار بجے ختم ہو جانی تھی۔لیکن عام خواہش کو دیکھ کر کارروائی جلسہ ساڑھے پانچ بجے تک جاری رکھنی پڑی۔کیونکہ یہ مضمون قریباً چار گھنٹہ میں ختم ہوا۔اور شروع سے آخیر تک یکساں دلچسپی ومقبولیت اپنے ساتھ رکھتا تھا۔

اس ضمن میں اُس زمانہ کی تین اخبارات کے اقتباسات درج ذیل کئے جاتے ہیں:

مشہور انگریزی روزنامہ اخبار''سول اینڈ ملٹری گزٹ''لاہور نے لکھا:

اس جلسہ میں سامعین کی دلی اور خاص دلچسپی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے لیکچر کے ساتھ تھی جو اسلام کی حمایت اور حفاظت کے کامل ماسٹر ہیں۔اس لیکچر کے سننے کے لیے دور ونزدیک سے لوگوں کا جم غفیر جمع ہو رہا تھا اور چونکہ مرزا صاحب خود تشریف نہ لا سکتے تھے اس لیے یہ لیکچر ان کے ایک لائق شاگرد مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے پڑھ کر سنایا۔27 دسمبر کو یہ لیکچر ساڑھے تین گھنٹے تک ہوتا رہا اور حاضرین نے پوری توجہ سے اس کو سنا۔لیکن ابھی صرف ایک ہی سوال ختم ہوا۔مولوی عبدالکریم صاحب نے وعدہ کیا کہ اگر وقت ملا تو باقی کا بھی سنا دوں گا۔اس لیے ایگزیکٹو کمیٹی اور پریذیڈنٹ نے یہ تجویز کر لی کہ 29 کا دن بڑھا دیا جائے۔چنانچہ سارے مضمون کے لیے بخوشی ایک دن اور بڑھا دیا گیا اور باقی مضمون بھی سامعین نے اسی ذوق وشوق سے سنا۔(ترجمہ)اشاعت 29 دسمبر 1896ء)

یکم فروری 1897ء کی اخبار ''چودھویں صدی'' راولپنڈی نے لکھا:

''ان لیکچروں میں سب سے عمدہ اور بہترین لیکچر جو جلسہ کی روح رواں تھا مرزا غلام احمد قادیانی کا لیکچر تھا جس کو مشہور فصیح البیان مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی نے نہایت خوش اسلوبی سے پڑھا۔ یہ لیکچر دو دن میں تمام ہوا۔ 27 دسمبر کو قریباً چار گھنٹے اور 29 کو 2 گھنٹے تک ہوتا رہا۔ کل چھ گھنٹہ میں یہ لیکچر تمام ہوا جو حجم میں سو صفحہ کلاں تک ہوگا۔

غرضیکہ مولوی عبدالکریم صاحب نے یہ لیکچر شروع کیا اور کیسا شروع کیا کہ تمام سامعین لٹو ہو گئے۔ فقرہ فقرہ صدائے آفرین و تحسین بلند تھی اور بسا اوقات ایک ایک فقرہ کو دوبارہ پڑھنے کے لیے حاضرین سے فرمائش کی جاتی تھی۔ عمر بھر کانوں نے ایسا خوش آئند لیکچر نہیں سنا......

ہم مرزا صاحب کے مرید نہیں ہیں نہ ان سے ہمارا کوئی تعلق ہے لیکن انصاف کا خون ہم کبھی نہیں کر سکتے اور نہ کوئی سلیم فطرت اور صحیح کا اس کو روا رکھ سکتا ہے۔ مرزا صاحب نے کل سوالوں کے جواب (جیسا کہ مناسب تھا) قرآن شریف سے دیئے اور بڑے بڑے اصول و فروع اسلام کو دلائل بیّنہ و براہین فلسفہ کے ساتھ مبرہن اور مزین کیا۔ پہلے عقلی دلائل سے الٰہیات کے ایک مسئلہ کو ثابت کرنا اور اس کے بعد کلام الٰہی کو بطور حوالہ پڑھنا ایک عجب شان دکھاتا تھا۔

مرزا صاحب نے نہ صرف مسائل قران کی فلاسفی بیان کی بلکہ الفاظ قرآنی کی فلالوجی اور فلاسوفی بھی ساتھ ساتھ بیان کر دی غرض کہ مرزا صاحب کا لیکچر بہ ہیئت مجموعی ایک مکمل اور حاوی لیکچر تھا جس میں بے شمار معارف وحقائق وحِکم واسرار کے موتی چمک رہے تھے اور فلسفہ الٰہیہ کو ایسے ڈھنگ سے بیان کیا گیا تھا کہ تمام اہل مذاہب ششدر رہ گئے۔ کسی شخص کے لیکچر کے وقت اتنے آدمی جمع نہیں تھے جتنے کہ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت۔ تمام ہال اوپر نیچے سے بھرا ہوا تھا اور سامعین ہمہ تن گوش ہو رہے تھے۔ مرزا صاحب کے لیکچر کے وقت اور دیگر سپیکروں کے لیکچروں میں امتیاز کے لیے اس قدر کافی ہے کہ اس وقت خلقت اس طرح آ گری جیسے شہد پر مکھیاں...... بہر حال اس کا شکر ہے کہ اس جلسہ میں اسلام کا بول بالا رہا اور تمام غیر مذاہب کے دلوں پر اسلام کا سکہ بیٹھ گیا۔

اخبار ''جنرل و گوہر آصفی'' کلکتہ کے تاثرات:

اس اخبار نے 24 جنوری 1897ء کی اشاعت میں صفحہ 2 پر ''جلسہ اعظم منعقدہ لاہور'' اور ''فتح اسلام'' کے دوہرے عنوان سے لکھا۔

''جلسے کے پروگرام کے دیکھنے اور نیز تحقیق کرنے سے ہمیں یہ پتہ ملا ہے کہ جناب مولوی سید محمد علی صاحب کانپوری، جناب مولوی عبدالحق صاحب دہلوی اور جناب مولوی احمد حسین صاحب عظیم آبادی نے اس جلسہ کی طرف کوئی جوشیلی توجہ نہیں فرمائی اور نہ ہمارے مقدس زمرہ علماء سے کسی اور لائق فرد نے اپنا مضمون پڑھنے یا پڑھوانے کا عزم بتایا۔ ہاں دو ایک عالم صاحبوں نے بڑی ہمت کر کے ماٴنحن فیھا میں قدم رکھا۔ مگر الٹا۔ اس لیے انہوں نے یا تو مقرر کردہ مضامین پر کوئی گفتگو نہ کی۔ یا بے سر و پا کچھ ہانک دیا۔ جیسا کہ ہماری آئندہ کی رپورٹ سے واضح ہوگا۔ غرض جلسہ کی کارروائی سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف

ایک حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان تھے۔ جنہوں نے اس میدان مقابلہ میں اسلامی پہلوانی کا پورا حق ادا فرمایا ہے اوراس انتخاب کو راست کیا ہے جو خاص آپ کی ذات کو اسلامی وکیل مقرر کرنے میں پشاور، راولپنڈی، جہلم، شاہ پور، بھیرہ، خوشاب، سیالکوٹ، جموں، وزیرآباد، لاہور، امرتسر، گورداسپور، لدھیانہ، شملہ دہلی، انبالہ، ریاست پٹیالہ، کپورتھلہ، ڈیرہ دون، الہ آباد مدراس، بمبئی، حیدرآباد دکن، بنگلور وغیرہ بلاد ہند کے مختلف اسلامی فرقوں سے وکالت ناموں کے ذریعہ مزین بدستخط ہوکر وقوع میں آیا تھا۔ حق تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت وندامت کا قشقہ لگتا۔ مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچالیا۔ بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین بھی سچی فطرتی جوش سے کہہ اٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے۔ بالا ہے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اختتام مضمون پر حق الامر معاندین کی زبان پر یوں جاری ہو چکا کہ اب اسلام کی حقیقت کھلی اور اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔

حضرت اقدس مرزا صاحب کا یہ منفرد اور شہرہ آفاق مضمون ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے نام سے آج تک قریباً ساٹھ (60) مختلف زبانوں میں ترجمہ ہوکر لاکھوں کی تعداد میں دنیا بھر میں شائع ہو چکا ہے۔ روس کے عظیم مصنف ٹالسٹائے سمیت جن جن لوگوں نے اسے پڑھا انہوں نے گواہی دی کہ یہ حقیقت افروز مضمون اسلام کی خوبصورت تعلیم کا ایک لاثانی شاہکار ہے۔ اسے پڑھ کر کتنے ہی غیر مسلم یورپ وامریکہ میں بھی حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کا کتنا بڑا نشان ہے کہ ایک طرف تو غیر مذاہب والوں نے اس اسلامی مضمون کو دیگر مذاہب کے مضامین سے بالا قرار دیا اور دوسری طرف الہامی پیشگوئی کی سچائی نے بھی انصاف پسند لوگوں کے دلوں پر عجیب اثر کیا۔

3- قبولیت دعا کے نشانات کے نمونے

تمنّاءِ موت سے صداقت کی دلیل

دنیا میں حق کے مخالفین اپنے آپ کو ہمیشہ سچائی پر ہی سمجھتے رہے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے وقت میں یہودی مسلمانوں سے کہتے تھے کہ ''نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَ اَحِبَّآءُ ہٗ'' (قرآن المائدہ 18) کہ صرف ہم خدا کے دوست اور محبوب ہیں اور خدا ہم سے پیار کرتا ہے۔ قرآن مجید نے ایسے لوگوں کو چیلنج کیا ہے کہ اگر وہ اپنے آپ کو حق پر خیال کرتے ہیں تو اپنی سچائی ثابت کرنے کی غرض سے خدا کے حضور اپنے لیے یہ بددعا کر کے تو دیکھیں کہ اگر وہ سچے نہیں ہیں تو ان پر موت وارد ہو جائے۔ جیسا کہ سورہ الجمعہ آیت 7-6 میں فرمایا: ''**قل یایها الذین هادوا ان زعمتم انکم اولیاء لله من دون الناس فتمنوا الموت ان کنتم صٰدقین ○ ولا یتمنونه ابدا بما قدمت ایدیهم والله علیم بالظّٰلمین ○** یعنی اُن سے کہہ دواے یہود یو اگر تم اپنے آپ کو دوسروں (یعنی مسلمانوں) کے مقابل خدا کا دوست سمجھتے ہو تو اپنے (دعویٰ کی صداقت ثابت کرنے کیلئے) لیے موت کی تمنا (بددعا) کر کے دیکھو۔ مگر یاد رکھو۔ یہ لوگ کبھی موت کی تمنا نہیں کریں گے کیونکہ یہ اپنی بداعمالیوں سے خوب واقف

ہیں اور خدا ظالموں کو اچھی طرح جانتا ہے۔(الجمعہ آیت 7-6)

اس آیت سے صاف طور پر عیاں ہے کہ ظالم لوگ جو اپنے آپ کو خدا کے پیارے بتاتے ہیں اپنے خلاف موت کی بددعا ہرگز نہیں کر سکتے کیونکہ وہ اس حقیقت امر سے آگاہ ہیں کہ ان کے اعمال ان کے اس دعویٰ کے خلاف ہیں۔لیکن اگر وہ پھر بھی موت کی تمنا کر بیٹھیں تو پھر موت ان کو دبوچ کر ان کے جھوٹا ہونے کی نشانی بن جاتی ہے۔جیسا کہ کفار مکہ کے ایک سردار ابوجہل نے جنگ بدر میں یہ تمنا کی تھی کہ اے خدا ہم دونوں (یعنی آنحضرت ﷺ اور ابوجہل) میں جو جھوٹا ہے اس کو اسی جگہ موت دیدے۔چنانچہ اس کی بددعا اسی پر پڑی اور وہ جنگ بدر میں مارا گیا۔اور اس کی موت آنحضرت ﷺ کی صداقت کا ثبوت بن گئی۔

اسی طرح حضرت اقدس مرزا صاحب کو جھوٹا سمجھتے ہوئے اور اُن کے مقابلہ میں اپنے آپ کو سچائی پر خیال کرتے ہوئے جن جن لوگوں نے آپ کے لیے موت کی بددعا مانگی اور آپ کے سچا ہونے کی صورت میں خود اپنی موت چاہی وہ سب کے سب ہلاک ہوگئے۔مثلاً سعد اللہ لدھیانوی پادری عبداللہ آتھم۔ڈاکٹر ڈوئی (امریکہ)، پنڈت لیکھرام پشاوری وغیرہ وغیرہ۔

اس آیت کریمہ سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ اگر خدا کا کوئی برگزیدہ اپنی سچائی ثابت کرنے کی غرض سے اس قسم کی موت کی تمنا از خود کرے اور اس کے بعد ہلاک نہ ہو تو اس کا موت سے بچ جانا اس کی صداقت کی نشانی ہوگا۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے لوگوں کو یقین دلانے کیلئے کہ آپ حقیقتاً خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے ایک منظوم کلام میں ان الفاظ میں دعا مانگی:

اے قدیر و خالقِ ارض و سما   اے رحیم و مہربان و رہنما
اے کہ می داری تو بر دلہا نظر   اے کہ از تو نیست چیزے مستتر
گر تو می بینی مرا پرفسق و شر   گر تو دید ستی کہ ہستم بدگہر
پارہ پارہ کن من بدکار را   شاد کن ایں زمرۂ اغیار را
بر دل شاں ابر رحمت ببار   ہر مرادے شاں بفضل خود برار
آتش افشاں بر در و دیوارِ من   دشمنم باش و تباہ کن کارِ من
درمرا از بند گانت یافتی   قبلہ من آستانت یا فتی
در دل من آں محبت دیدہٖ   کہ جہاں آں راز را پوشیدہٖ
بامن از روئے محبت کارکن   اند کے افشائے آں اسرارکن

(حقیقۃ المہدی)

ترجمہ: اے قادر اور زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے۔اے رحیم مہربان اور راہنما۔اے وہ کہ جو دلوں پر نظر رکھتا ہے۔اے وہ ہستی کہ تجھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں! اگر تو مجھے نافرمانی اور شرارت سے بھرا ہوا دیکھتا ہے۔اگر تو نے مجھے دیکھ لیا ہے

کہ میں بد اصل ہوں۔تو مجھ بدکار کو ٹکڑے ٹکڑے کرڈال اور میرے مخالفوں کے گروہ کو خوش کردے۔ان کے دلوں پر اپنی رحمت کا بادل برسا اور اپنے فضل سے ان کی ہر مراد پوری کردے۔اور میرے درودیوار پر آگ برسا۔میرا دشمن ہو جا اور میرا کاروبار تباہ کردے۔لیکن اگر تو نے مجھے اپنا فرمانبردار پایا ہے اور میرے دل میں وہ محبت دیکھی ہے جس کا بھید تو نے دنیا سے پوشیدہ رکھا ہے تو مجھ سے محبت کی رو سے پیش آ اور اُن اسرار کو تھوڑا سا ظاہر کردے۔

اس دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے نہ صرف یہ کہ آپ کو تباہی سے محفوظ رکھا بلکہ آپ کو دین اور دنیا کی ترقیات سے نوازتا رہا۔آپ کی صداقت پر اور کئی نشانات ظاہر ہوئے۔آپ کی محبت لوگوں کے دلوں میں بڑھی اور آپ کی جماعت میں بیش بہا اضافہ ہوا۔اس طرح یہ دعا آپ کی صداقت کا ثبوت بن گئی۔فَتَفَكَّرُوْا وَ تَدَبَّرُوْا.

لیکھرام کی موت کی پیشگوئی

پنڈت لیکھرام ہندوؤں کے ایک فرقہ آریہ سماج کا سرگرم لیڈر تھا۔یہ شخص اسلام کا سخت دشمن اور نبی کریم ﷺ کی شان میں بدزبانی کرنے توہین آمیز گالیاں دینے اور تمسخر کرنے کا رویہ اختیار کئے ہوئے تھا۔حضرت اقدس مرزا صاحب نے حتی الوسع اسے آنحضرت ﷺ کے خلاف بدزبانی اور اسلام کی مقدس کتاب سے استہزا کرنے سے باز رہنے کی تلقین وتنبیہہ کی مگر بجائے اصلاح کے وہ اپنے اس دشمنی کے رویہ میں حد سے بڑھتا گیا۔آپ نے اپنی ایک نظم میں اسے مخاطب کرتے ہوئے انتباہ کیا۔

الا اے دشمن نادان و بے راہ
بترس از تیغ برانِ محمدؐ

کہ اے نادان اور بے راہ رو دشمن! محمد ؐ کی تیز تلوار سے ڈر! مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔اُس نے اُلٹا حضرت اقدس کو چیلنج کیا کہ میرے حق میں جو پیشگوئی چاہو کردو۔میری طرف سے اجازت ہے۔(اشتہار 20 فروری 1893ء)

حضرت اقدس نے اُس کی اسلام دشمنی کے پیش نظر اور نشان نمائی کے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے جواباً اپنے الہام میں فرمایا:"**عجل جسد له خوار له نصب و عذاب** یعنی یہ صرف ایک بے جان گوسالہ(بچھڑا) ہے جس کے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے اور اس کے لیے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔"(اشتہار 20 فروری 1893ء)

حضرت اقدس نے اس عذاب کے وارد ہونے کی مدت معلوم کرنے کیلئے جب خدا تعالیٰ سے دعا کی تو آپ نے لکھا کہ خدا نے میری دعا قبول کر کے مجھے یہ خبر دی ہے کہ:

"آج کی تاریخ سے جو 20 فروری 1893ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔"(اشتہار 20 فروری

1893ء)

پھر خدا تعالیٰ کے الہام نے عذاب کے وقت کی بھی تخصیص کردی کہ "یُقْضٰی اَمْرُہٗ فِیْ سِتٍّ." (استفتاء اردو حاشیہ ص17) کہ اس کا معاملہ چھ میں ختم ہو جائے گا۔

حضرت اقدس نے 2 اپریل 1893ء کو ایک کشف دیکھا جس میں اس کے عذاب کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اسے آپ نے اپنی تصنیف برکات الدعا کے صفحہ 4 کے حاشیہ میں درج کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"آج جو 2 اپریل 1893ء مطابق 14 ماہ رمضان 1310ھ ہے صبح کے وقت تھوڑی سی غنودگی کی حالت میں میں نے دیکھا کہ میں ایک وسیع مکان میں بیٹھا ہوا ہوں اور چند دوست بھی میرے پاس موجود ہیں کہ اتنے میں ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا کہ اس کے چہرہ سے خون ٹپکتا ہے میرے سامنے کھڑا ہو گیا ہے۔ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ ایک نئی خلقت اور شمائل کا شخص ہے...... اور میں اس کو دیکھتا ہی تھا کہ اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھرام کہاں ہے اور ایک اور شخص کا نام لیا کہ وہ کہاں ہے۔ تب میں نے اُسی وقت سمجھا کہ یہ شخص لیکھرام اور دوسرے شخص کی سزادہی کیلئے مامور کیا گیا ہے۔ مگر مجھے معلوم نہیں رہا کہ وہ دوسرا شخص کون ہے۔"

پھر اسی سلسلہ میں آپ نے اپنی کتاب کرامات الصادقین میں تحریر فرمایا: وَبَشَّرَنِیْ رَبِّیْ وَ قَالَ مُبَشِّرًا سَتَعْرِفُ یَوْمَ الْعِیْدِ وَالْعِیْدُ اَقْرَبُ" یعنی "مجھے لیکھرام کی موت کی نسبت خدا نے بشارت دی ہے اور کہا ہے کہ عنقریب تو اس عید کے دن کو پہچان لے گا اور اصل عید کا دن بھی اس عید کے قریب ہوگا۔

حضرت اقدس نے خدا تعالیٰ کی وحی پر کامل یقین رکھتے ہوئے تحدی کے ساتھ یہ اعلان فرمایا کہ ان پیشگوئیوں کی اشاعت کے ساتھ میں تمام ہندوؤں مسلمانوں اور عیسائیوں کو مطلع کرتا ہوں کہ اگر یہ شخص آج کی تاریخ سے چھ سال کے عرصہ میں غیر معمولی اور ہیبت ناک عذاب میں مبتلا نہ ہوا تو مجھے جھوٹا سمجھ لینا اور جو سزا مجھے دینا چاہو میں قبول کرلوں گا حتیٰ کہ پھانسی پر بھی چڑھنے کو تیار ہوں گا۔ مگر یاد رکھو کہ چونکہ یہ شخص رسول اکرم ﷺ کی توہین کرتا ہے اور اس کی کتابیں گندے الزاموں، جھوٹ اور توہین آمیز تحریرات سے پُر ہیں جن سے مسلمانوں کے دل چھلنی ہوتے ہیں یہ غیر معمولی پیشگوئی میری دعاؤں کا صلہ ہے جو پوری ہو کر رہے گی۔

ان پیشگوئیوں کے ردعمل کے طور پر لیکھرام نے بھی اپنی بدباطنی سے حضرت اقدس کے خلاف اپنی طرف سے ایک پیشگوئی شائع کردی کہ: "یہ شخص تین سال کے اندر ہیضہ سے مرجائے گا کیونکہ کذاب ہے" (تکذیب براہین احمدیہ ص311)

بالآخر پانچویں سال خدا کے مسیح کی پیشگوئی اپنی پوری شان سے اور تمام بیان کردہ نشانیوں کے ساتھ وقوع میں آگئی جس پر ہزارہا مخلوق خدا گواہ ہے یعنی لیکھرام عیدالفطر کے دوسرے روز چھ مارچ 1897ء کو شام کے عین چھ بجے کسی نامعلوم قوی ہیکل شخص کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔ قاتل نے اس کے پیٹ میں چھرا گھونپ کر اس کی انتڑیوں کے درمیان اچھی طرح سے گھمایا جس سے وہ گوسالہ کی آواز کی طرح کراہتا چلاتا رہا۔ لاہور اس کو ہسپتال پہنچایا گیا تو اس پر مزید اپریشن کی کانٹ چھانٹ کی گئی۔ تمام رات تکلیف اور عذاب میں مبتلا رہ کر وہ صبح کو مرگیا اور اللہ تعالیٰ کی ہستی اس کے پاک رسول کی

صداقت اور حضرت اقدس مرزا صاحب کی سچائی پر زبردست دلیل بنا۔

ڈوئی کی ہلاکت کی پیشگوئی

جان الیگزینڈر ڈوئی 1847ء میں سکاٹ لینڈ میں پیدا ہوا۔ وہ بچپن میں اپنے والدین کے ساتھ آسٹریلیا چلا گیا۔ وہاں سے 1872ء میں ایک کامیاب مقرر پادری کی حیثیت سے اس نے اپنی عملی زندگی کا آغاز کیا۔ کچھ عرصہ بعد اس نے انکشاف کیا کہ یسوع مسیح کے کفارہ پر ایمان لانے کی بدولت اس کے اندر مریضوں کو شفایاب کرنے کی قوت پیدا ہوگئی ہے۔

1888ء میں عیسائیت کے فروغ کیلئے وہ سان فرانسسکو آ گیا جہاں اس نے امریکہ کی مغربی ریاستوں میں بہت سے کامیاب جلسے منعقد کئے۔ اس کے بعد 1893ء میں وہ شکاگو میں منتقل ہوگیا اور اپنی سرگرمیاں تیز کر دیں۔ وہاں سے اس نے ایک اخبار ''لیوز آف ہیلنگ'' کے نام سے نکالنا شروع کر دیا۔ اس سے وہ تھوڑے ہی عرصہ میں امریکہ کے طول وعرض میں بہت شہرت پا گیا اور اس کے معتقدین کی تعداد میں بہت اضافہ ہونے لگا۔

اپنی روز افزوں ترقی ہوتے دیکھ کر اس نے 1899ء میں پیغمبر ایلیا (ثانی) ہونے کا دعویٰ کیا تا کہ تمام مسیحیوں کو حقیقی عیسائی بنا کر مسیح کی آمد ثانی کا راستہ صاف کرے۔ اس نے اپنے فرقہ کا نام ''کرسچین کیتھولک اپاسٹلک چرچ'' رکھا اور ان کیلئے زائن (صہیون) نامی شہر کی بنیاد رکھ دی نیز اعلان کیا کہ مسیح اس شہر میں اترے گا۔ اس کے متبعین کے اضافہ کے ساتھ اس کی آمدنی تیس لاکھ روپیہ سالانہ تک پہنچ گئی۔ ترقی کی اس رفتار کو دیکھ کر اس نے لکھا: ''اگر یہ ترقی اسی طرح جاری رہی تو ہم بیس سال کے عرصہ میں تمام دنیا کو فتح کر لیں گے۔''

شکاگو شہر کے ایک پروفیسر فرینکلن جانسن نے ڈوئی کے مجموعہ سوانح حیات کے پیش لفظ میں لکھا کہ ''پچھلے بارہ برسوں میں کم ہی ایسے لوگ گزرے ہیں جنہوں نے امریکی اخباروں میں اس قدر شہرت حاصل کر لی ہو جتنی کہ جان الیگزانڈر ڈوئی نے کی ہے۔''

ڈوئی اسلام اور بانی اسلام ﷺ کے خلاف بدزبانی کرتا رہتا تھا اور اسلام کو مٹا ڈالنے کے خواب دیکھتا رہا۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں اس نے اپنے اخبار لیوز آف ہیلنگ کے 25 اگست 1900ء کے پرچہ میں لکھا کہ ''میں امریکہ اور یورپ کو انتباہ کرتا ہوں کہ اسلام مرا نہیں ہے بلکہ طاقت سے بھرا پڑا ہے۔ لیکن اسلام کو ضرور نابود کرنا چاہئیے۔ لیکن اسلام کی تباہی نہ تو لاطینی عیسویت اور نہ ہی بے طاقت یونانی عیسویت کے ذریعہ ہو سکے گی جن کا مسیح پر برائے نام ایمان ہے۔'' (یعنی اسلام کی ہلاکت خود اس کے ذریعہ سے ہی ہوگی)

اسی طرح ایک دفعہ اپنے متبعین کو خطاب کرتے ہوئے اس نے کہا کہ پیغمبر اسلام اپنے دعویٰ میں جھوٹا تھا۔ (نعوذ باللہ)......اور لوگوں کا یہ فرض ہے کہ اسلام کے دھبے کو صفحہ ہستی سے مٹا کر یروشلم میں اسلامی پرچم کی بجائے وہاں صہیونیت کا جھنڈا لہرائیں۔ اب صلیب اور ہلال کا آخری معرکہ جلد تر وقوع میں آنے والا ہے۔ (لیوز آف ہیلنگ 15 اگست 1903ء)

حضرت اقدس مرزا صاحب کو جب ڈوئی کے ان عزائم کا پتہ چلا تو آپ نے اسے 8 اگست 1902ء کو ایک خط لکھا

جس میں حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم کی وفات اوران کی سرینگر کشمیر میں قبر کا پتہ دیا۔اس کے اسلام دشمن عزائم کے پیش نظر اسے دعوت مباہلہ دیتے ہوئے آپ نے تحریر فرمایا: ''غرض ڈوئی بار بار کہتا ہے کہ عنقریب یہ سب ہلاک ہو جائیں گے بجز اس گروہ کے جو یسوع مسیح کی خدائی مانتا ہے اور ڈوئی کی رسالت۔اس صورت میں یورپ وامریکہ کے تمام عیسائیوں کو چاہئیے کہ وہ بہت جلد ڈوئی کو مان لیں تا ہلاک نہ ہو جائیں......ہم ڈوئی کی خدمت میں باادب عرض کرتے ہیں کہ اس مقدمہ میں کروڑوں مسلمانوں کو مارنے کی کیا ضرورت ہے؟ ایک سہل طریق ہے جس سے اس بات کا فیصلہ ہو جائے گا کہ آیا ڈوئی کا خدا سچا ہے یا ہمارا خدا۔وہ بات یہ ہے کہ ڈوئی صاحب تمام مسلمانوں کو بار بار موت کی پیشگوئی نہ سنائیں بلکہ ان میں سے صرف مجھے اپنے ذہن کے آگے رکھ کر یہ دعا کریں کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے۔'' (ریویو آف ریلیجنز دسمبر 1902ء)

ڈوئی نے آپ کے خط کا کوئی جواب نہ دیا۔مگر امریکن اخبارات نے اس دعوت مباہلہ کا ذکر اپنے پرچوں میں اچھے پیرایہ میں کیا اوراسے بہت سراہا۔سان فرانسسکو کے ایک اخبار آرگوناٹ نے اپنی یکم دسمبر 1902ء کی اشاعت میں ''اسلام اور عیسائیت میں مقابلہ دعا'' کے عنوان کے تحت لکھا: ''مرزا صاحب کے مضمون کا خلاصہ جوانہوں نے ڈوئی کو لکھا یہ ہے کہ ہم میں سے ہرایک اپنے خدا سے یہ دعا کرے کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے خدا اسے ہلاک کردے۔یقیناً یہ ایک معقول اور منصفانہ تجویز ہے۔''

ادھر جب ڈوئی نے نہ ہی تو کوئی معقول جواب دیا اور نہ ہی مباہلہ پر رضامندی ظاہر کی تو حضرت اقدس نے 1903ء میں پھر اُسے خط لکھ کر اپنے مباہلہ کی دعوت کا اعادہ کیا اور لکھا: ''میں ستر کے قریب ہوں اور ڈوئی جیسا کہ وہ بیان کرتا ہے پچاس برس کا جوان ہے۔لیکن میں نے اپنی عمر کی کچھ پرواہ نہیں کی کیونکہ مباہلہ کا فیصلہ عمروں کی حکومت سے نہیں ہوگا بلکہ خدا جو احکم الحاکمین ہے وہ اس کا فیصلہ کرے گا۔اور اگر ڈوئی مقابلہ سے بھاگ گیا تب بھی یقیناً سمجھو کہ اس کے صہیون (زائن) پر جلد تر آفت آنے والی ہے۔'' (اشتہار 23 اگست 1903ء)

امریکہ کے بہت سے اخبارات میں حضرت اقدس کے اس چیلنج کا ذکر ہوا جن میں سے 32 اخبارات کے مضامین کا خلاصہ آپ نے اپنی تصنیف حقیقۃ الوحی کے تتمہ میں درج فرمایا۔بالآخر جب اخبارات اور پبلک نے ڈوئی کو اپنا ردعمل ظاہر کرنے پر مجبور کیا تو اس نے اپنے دسمبر 1903ء کے اخبار میں لکھا :

''ہندوستان کا ایک بےوقوف محمدی مسیح مجھے بار بار لکھتا ہے کہ یسوع مسیح کی قبر کشمیر میں ہے۔اورلوگ مجھے کہتے ہیں کہ تو کیوں اس شخص کو جواب نہیں دیتا۔کیا تم خیال کرتے ہو کہ میں ان مچھروں اور مکھیوں کا جواب دوں گا۔اگر میں ان پر اپنا پاؤں رکھوں تو میں ان کو کچل کر مار ڈالوں گا۔''

حضرت اقدس مرزا صاحب کو جب اُس کے گستاخانہ ردعمل کا علم ہوا تو آپ نے اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے کامیاب فیصلہ کیلئے خاص طور پر دعا کرنا شروع کی۔

اس زمانہ میں جب ڈوئی کی صحت،شہرت،دولت اور کامیابی اپنے انتہائی عروج پر تھی خدائے ذوالجلال نے اس دشمن اسلام کو اس کی گستاخیوں کا صلہ دینے کیلئے اپنے غضب کا فیصلہ صادر کیا۔ایک دن جبکہ وہ ایک بڑے مجمع میں اپنے شہریوں کو

خطاب کر رہا تھا اور آئندہ کے ترقیاتی منصوبوں کی تفاصیل ظاہر کر رہا تھا یکدم خدائے قادر وقہار نے اس کی زبان جسے وہ آنحضرت ﷺ کے خلاف توہین کیلئے استعمال کیا کرتا تھا بند کر دی۔ اس پر سخت فالج کا حملہ ہوا۔ بعد میں اس کو علاج معالجہ کیلئے شہر بشہر لے جایا گیا۔ مگر مرض بڑھتا رہا جوں جوں دوا کی۔ اس کی صحت گرتی چلی گئی۔ اس کے ایک مرید لنڈز کے بیان کے مطابق فالج کے ساتھ ساتھ اسے دماغی فتور اور بعض دیگر عوارض لاحق ہو گئے۔

ڈوئی نے جس شخص کو اپنے مرکزی شہر صہیون میں اپنا نائب مقرر کیا تھا اس نے اعلان کر دیا کہ ڈوئی کو اس کی فضول خرچیوں، تکبر وغرور اور لوگوں کا مال خورد برد کرنے کے جرم میں چرچ کی قیادت سے علیحدہ کیا جاتا ہے۔ پھر اس کو چرچ سے بھی خارج اور بے دخل قرار دے دیا۔ مریدوں کے علاوہ اس کے اہل وعیال نے بھی اس سے کنارہ کشی اختیار کر لی صرف دو سیاہ فام ملازم اس کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ بالآخر جیسا کہ خدا کے مامور نے پہلے سے اطلاع دی تھی وہ بے بسی کے عالم میں بڑی حسرت اور دکھ کے ساتھ 9 مارچ 1907ء لقمہ اجل بن گیا اور خدا کے برگزیدہ مسیح موعود کی پیشگوئی کی صداقت کا نشان ٹھہرا۔

اس کی بیوی نے تو پہلے ہی طلاق دے دی تھی۔ اس کے بیٹے کی بھی طلاق ہوئی اور وہ لاولد ہونے کی حالت میں مر گیا۔ اس کی چہیتی بیٹی نے آگ لگا کر خودکشی کر لی۔ اس کے رونق بھرے شہر کی شان وشوکت اجڑ گئی۔ اس طرح اس کے ساتھ اس کے اہل وعیال اور مال دولت سب خاک میں مل گئے۔

زائن یعنی صہیون کے قریبی شہر شکاگو کے اخبار ٹریبیون نے اپنی 10 مارچ 1907ء کے پرچہ میں لکھا کہ یہ خودساختہ رسول ایلیا تکلیف اور کسمپرسی کی حالت میں مر گیا جبکہ اس کے رشتہ اداروں میں سے کوئی بھی اس کے پاس نہ تھا۔ اُس کے بیوی بچوں میں سے کوئی بھی اس کے جنازہ میں شریک نہ ہوا۔

اخبار انڈیپنڈنٹ نے اپنے اداریہ میں لکھا کہ ڈوئی مادی لحاظ سے اور مذہبی لحاظ سے نقطہ عروج تک پہنچ کر خاک بدہن ہوا۔ اسے اس کے اپنے ہی بیٹے۔ بیوی اور چرچ نے بے یار و مددگار چھوڑ دیا تھا۔

اس طرح بوسٹن ہیرلڈ نے اپنے 23 جون 1907ء کے پرچہ میں حضرت اقدس مرزا صاحب کی پورے قد کی تصویر چھاپ کر یہ عنوان لگایا:

''مرزا غلام احمد کی عظیم شخصیت''

مسیح نے ڈوئی کے مہلک انجام کی پیشگوئی کی تھی'' پھر آگے لکھتا ہے: 23 اگست 1903ء کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جان الیگزانڈر ڈوئی (جو اپنے آپ کو ایلیا ثانی کہتا تھا) کے بارے میں موت کی پیشگوئی کی تھی جو مارچ میں پوری ہوگئی۔ مرزا صاحب کا تعارف امریکہ میں اس وقت ہوا جب انہوں نے 1903ء میں ڈوئی کی ہلاکت کے بارے میں پیشگوئی کی تھی۔ اب ان کی شہرت تمام اطراف میں پھیل گئی ہے۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ ان کی پیشگوئی پوری ہوگئی بلکہ اس وجہ سے بھی کہ مطابق پیشگوئی ڈوئی کی موت ان کی اپنی زندگی میں واقع ہوگئی۔ مرزا صاحب نے دعویٰ سے کہا تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے گا۔ اب ڈوئی کا نام ونشان نہیں ہے۔ اس کا تمام اثاثہ ناپید ہو چکا ہے۔ اس پر فالج گرا۔ وہ پاگل ہو کر مر گیا اور اس کا شہر ویران ہوا۔''

حیاتِ نو کا نشان

حضرت اقدس مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''ایک دفعہ میرے بھائی مرزا غلام قادر صاحب مرحوم کی نسبت مجھے خواب میں دکھلایا گیا کہ ان کی زندگی کے تھوڑے دن رہ گئے ہیں جو زیادہ سے زیادہ پندرہ دن ہیں۔ بعد میں وہ یک دفعہ سخت بیمار ہوگئے یہاں تک کہ کہ صرف استخوان باقی رہ گئیں۔ اور اس قدر دبلے ہوگئے کہ چارپائی پر بیٹھے ہوئے نہیں معلوم ہوتے تھے کہ کوئی اس پر بیٹھا ہوا ہے یا خالی چارپائی ہے۔ پاخانہ اور پیشاب اوپر ہی نکل جاتا تھا اور بیہوشی کا عالم رہتا تھا۔ میرے والد صاحب میرزا غلام مرتضٰی مرحوم بڑے حاذق طبیب تھے انہوں نے کہہ دیا کہ اب یہ حالت یاس اور ناامیدی کی ہے صرف چند روز کی بات ہے...... میں نے اس حالت میں بھی ان کیلئے دعا کرنی شروع کی...... پس قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ دعا کے ساتھ ہی تغیر شروع ہوگیا۔ اور اس اثناء میں ایک دوسرے خواب میں میں نے دیکھا کہ وہ گویا اپنے دالان میں اپنے قدموں سے چل رہے ہیں اور حالت یہ تھی کہ دوسرا شخص کروٹ بدلتا تھا۔

جب دعا کرتے کرتے پندرہ دن گزر گئے تو ان میں صحت کے ایک ظاہری آثار پیدا ہوگئے اور انہوں نے خواہش ظاہر کی کہ میرا دل چاہتا ہے کہ چند قدم چلوں۔ چنانچہ وہ کسی قدر سہارے سے اٹھے اور سوٹے کے سہارے سے چلنا شروع کیا۔ اور پھر سوٹا بھی چھوڑ دیا۔ چند روز تک پورے تندرست ہوگئے اور بعد اس کے پندرہ برس تک زندہ رہے اور پھر فوت ہوگئے۔ جس سے معلوم ہوا کہ خدا نے ان کی زندگی کے پندرہ دن پندرہ سال سے بدل دیئے ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص254، روحانی خزائن جلد22 ص266)

پندرہ برس بعد جب میرے بھائی کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو میں امرتسر تھا۔ مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ اب قطعی طور پر ان کی زندگی کا پیالہ پُر ہو چکا ہے۔ اور بہت جلد فوت ہونے والے ہیں۔ میں نے وہ خواب حکیم محمد شریف کو جو امرتسر میں ایک حکیم تھے سنائی پھر اپنے بھائی کو خط لکھا کہ آپ امور آخرت کی طرف متوجہ ہوں کیونکہ مجھے دکھلایا گیا ہے کہ آپ کی زندگی کے دن تھوڑے ہیں۔ انہوں نے عام گھر والوں کو اس سے اطلاع دے دی اور پھر چند ہفتہ میں ہی اس جہان فانی سے گزرے...... جس وقت میرا بھائی فوت ہوا تو میرا امرتسر کا خط ان کے صندوق میں سے نکلا۔ (ص 39 ضمیمہ تریاق القلوب نمبر 2 ص 211-212)

مہلک مرض سے شفایابی

حضرت اقدس مرزا صاحب فرماتے ہیں:

''ایک ہندو آریہ ساکن قادیان ملاوامل نام تپ دق میں مبتلا ہوگیا اور ایک دن اپنی زندگی سے نومید ہوکر میرے پاس آ کر بہت رویا۔ میں نے اس کے حق میں دعا کی۔ تب الہام ہوا۔ قُلْنَا یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا. یعنی ہم نے کہا

کہ اے تپ کی آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی ہو جا۔ یہ الہام اس کو اور کئی آدمیوں کو سنایا گیا اور بیان کیا گیا کہ وہ اس مرض سے شفاء پا جائے گا۔ چنانچہ اس الہام کے بعد ایک ہفتہ کے اندر ہی وہ ہندو شفا پا گیا......اور یہ پیشگوئی بھی عرصہ بیس برس سے ہماری کتاب براہین احمدیہ میں مندرج ہو کر لاکھوں انسانوں میں شہرت پا چکی ہے۔'' دیکھو صفحہ 228-227 براہین احمدیہ، ضمیمہ نمبر 2 تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 ص 195-196)

ایک اور مہلک مرض سے شفایابی کے نشان کے متعلق آپ لکھتے ہیں:

''پانچواں نشان جو ان دنوں میں ظاہر ہوا وہ ایک دعا کا قبول ہونا ہے جو درحقیقت احیائے موتی میں داخل ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ عبدالکریم نام ولد عبدالرحمٰن ساکن حیدرآباد دکھن ہمارے مدرسہ میں ایک لڑکا طالب علم ہے۔ قضاء قدر سے اس کو سگِ دیوانہ کاٹ گیا۔ ہم نے اس کو معالجہ کیلئے کسولی بھیج دیا۔ چندروز تک اس کا کسولی میں علاج ہوتا رہا۔ پھر وہ قادیان میں واپس آیا۔

تھوڑے دن گزرنے کے بعد اس میں وہ آثار دیوانگی کے ظاہر ہوئے جو دیوانہ کتے کے کاٹنے کے بعد ظاہر ہوا کرتے ہیں اور پانی سے ڈرنے لگا اور خوفناک حالت پیدا ہو گئی تب اس غریب الوطن عاجز کیلئے میرا دل سخت بیقرار ہوا اور دعا کیلئے ایک خاص توجہ پیدا ہو گئی۔ ہر ایک شخص سمجھتا تھا کہ وہ غریب چند گھنٹہ کے بعد مر جائے گا۔ ناچار اس کو بورڈنگ سے باہر نکال کر ایک الگ مکان میں دوسروں سے علیحدہ ہر ایک احتیاط سے رکھا گیا اور کسولی کے انگریز ڈاکٹروں کی طرف تار بھیج دی۔ اور پوچھا گیا کہ اس حالت میں اس کا کوئی علاج بھی ہے۔ اس طرف سے بذریعہ تار جواب آیا کہ اب اس کا کوئی علاج نہیں۔ مگر اس غریب اور بے وطن لڑکے کیلئے میرے دل میں بہت توجہ پیدا ہو گئی۔ اور میرے دوستوں نے بھی اس کے لیے دعا کرنے کیلئے بہت ہی اصرار کیا۔ کیونکہ اس غربت کی حالت میں وہ لڑکا قابل رحم تھا۔ اور نیز دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر وہ مر گیا تو ایک برے رنگ میں اس کی موت شماتتِ اعداء کا موجب ہو گی۔ تب میرا دل اس کے لیے سخت درد اور بیقراری میں مبتلا ہوا اور خارق عادت توجہ پیدا ہوئی جو اپنے اختیار سے پیدا نہیں ہوتی بلکہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر پیدا ہو جائے تو خدا تعالیٰ کے اذن سے وہ اثر دکھاتی ہے کہ قریب ہے کہ اس سے مردہ زندہ ہو جائے۔ غرض اس کے لیے اقبال علی اللہ کی حالت میسر آ گئی۔ اور جب وہ توجہ انتہا تک پہنچ گئی اور درد نے اپنا پورا تسلط میرے دل پر کر لیا تب اس بیمار پر جو درحقیقت مردہ تھا۔ اس توجہ کے آثار ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔

اور یا تو وہ پانی سے ڈرتا اور روشنی سے بھاگتا تھا اور یا یکدفعہ طبیعت نے صحت کی طرف رخ کیا۔ اور اس نے کہا کہ اب مجھے پانی سے ڈر نہیں آتا۔ تب اس کو پانی دیا گیا تو اس نے بغیر کسی خوف کے پی لیا۔ بلکہ پانی سے وضو کر کے نماز بھی پڑھ لی اور تمام رات سوتا رہا اور خوفناک حالت جاتی رہی۔ یہاں تک کہ چندروز تک بکلی صحت یاب ہو گیا......اور تجربہ کار لوگ کہتے ہیں کہ کبھی دنیا میں ایسا دیکھنے میں نہیں آیا کہ ایسی حالت میں کہ جب کسی کو دیوانہ کتے نے کاٹا ہو اور دیوانگی کے آثار ظاہر ہو گئے ہوں پھر کوئی شخص اس حالت سے جانبر ہو سکے۔

اور اس سے زیادہ اس بات کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ جو ماہر اس فن کے کسولی میں گورنمنٹ کی طرف سے سگ

گزیدہ کے علاج کیلئے ڈاکٹر مقرر ہیں انہوں نے ہمارے تار کے جواب میں صاف لکھ دیا ہے کہ اب کوئی علاج نہیں ہو سکتا......اور جوکسولی کے ڈاکٹروں کی طرف سے ہماری تار کا جواب آیا تھا ہم ذیل میں وہ جواب جو انگریزی میں ہے مع ترجمہ لکھ دیتے ہیں اور وہ یہ ہے:

Sorry, nothing can be done for Abdul Karim.

افسوس ہے کہ عبدالکریم کے واسطے کچھ بھی نہیں کیا جاسکتا۔

اور دفتر علاج سگ گزیدگان سے ایک مسلمان نے متعجب ہوکر کسولی سے ایک کارڈ بھیجا جس میں لکھا ہے کہ ''سخت افسوس تھا کہ عبدالکریم جس کو دیوانہ کتے نے کاٹا تھا اس کے اثر میں مبتلا ہوگیا۔مگر اس بات کے سننے سے بڑی خوشی ہوئی کہ وہ دعا کے ذریعہ سے صحت یاب ہوگیا۔ایسا موقع جانبر ہونے کا کبھی نہیں سنا۔یہ خدا کا فضل اور بزرگوں کی دعا کا اثر ہے۔الحمدللہ۔راقم عبداللہ از کسولی۔'' (حقیقۃ الوحی ص48-46 روحانی خزائن جلد22 ص482-480)

نوٹ: اس واقعہ کے بعد عبدالکریم 28 سال تک زندہ رہ کر 1933ء میں اپنی طبعی موت سے وفات پا گیا۔

قبولیت دعا کا ایک معجزانہ نشان

یہ نشان غیر ممکن کو ممکن میں بدل دینے کے مترادف ہے۔منشی عطاء محمد صاحب پٹواری موضع ناتھ پور تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور کے رہنے والے تھے۔متواتر تین شادیاں کرنے کے باوجود ان کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی تھی۔اسی طرح بغیر اولاد کے کافی لمبا عرصہ گزر گیا۔

ایک احمدی کی اُن سے جان پہچان ہوئی جنہوں نے منشی عطاء محمد صاحب کو تبلیغ کرتے ہوئے مسیح موعود کی بعثت سے آگاہ کیا اور بتایا کہ جس امام مہدی کی آمد کے لوگ منتظر ہیں وہ حضرت اقدس مرزا صاحب کی شخصیت میں ظاہر ہوگئے ہیں۔منشی صاحب نے مخالفت تو نہ کی مگر یہ کہا کہ قبل اس کے کہ میں بیعت کر کے احمدیہ جماعت میں شامل ہو جاؤں میں اپنے ایک خاص مقصد کیلئے حضرت مرزا صاحب سے دعا کرنے کی درخواست کروں گا۔اگر میرے حق میں اُن کی دعا قبول ہوگئی تو میں مسیح موعود کی صداقت کا قائل ہوکر ان پر ایمان لے آؤں گا۔

چنانچہ انہوں نے حضرت اقدس مرزا صاحب کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتے ہوئے لکھا کہ میرے حق میں دعا کی جائے کہ خدا تعالیٰ مجھے میری زوجہ اول کے بطن سے (جن کی کافی عمر ہو چکی تھی) اولاد نرینہ عطا فرمائے۔حضرت اقدس نے خط کے جواب میں اُنہیں تحریر فرمایا کہ میں نے آپ کی خواہش کے مطابق دعا کی ہے اور خدا تعالیٰ نے بشارت دی ہے کہ وہ آپ کو ایک خوب رو اور نیک بخت بیٹا آپ کی زوجہ اول سے عطا فرمائے گا۔بشرطیکہ آپ حضرت زکریا کی توبہ کا نمونہ دکھائیں۔

چند ماہ بعد ان کی بیوی نے روتے ہوئے منشی صاحب کو بتایا کہ پہلے تو مجھے اولاد کی کچھ نہ کچھ امید ہوسکتی تھی مگر اب تو ماہواری بند ہوجانے سے وہ رہی سہی امید بھی جاتی رہی ہے۔اس واسطے مجھے امرتسر میرے بھائی کے ہاں لے چلیں شاید وہاں

کسی لیڈی ڈاکٹر سے کچھ علاج معالجہ کی صورت نکل آئے۔منشی صاحب اپنی بیوی کو امرتسر تو نہ لے گئے مگر ایک مقامی دائی کو گھر پر بلوا کر دکھایا۔ دائی نے سرسری معائنہ کے بعد کہا کہ آپ کی بیوی کو کسی علاج معالجہ کی ضرورت نہیں ہے میرے اندازے کے مطابق تو اللہ میاں سے بھول ہوگئی ہے۔ چونکہ دائی کو یہ علم تھا کہ اس عورت کے ہاں اولاد ہونی ممکن نہیں ہے مگر اس کے باوجود جب اس نے اس کے حاملہ ہوجانے کے آثار پائے تو اس نے یہ کہہ دیا کہ گویا خدا سے بھول ہوگئی ہے۔

منشی صاحب نے دائی کو جواباً کہا کہ خدا تعالیٰ کے اس کام میں تعجب کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کیونکہ میں نے حضرت مسیح موعود کی خدمت میں اسی امر کیلئے جو دعا کی درخواست کا خط لکھا تھا یہ اس کی قبولیت کا نشان ہے۔اس کے بعد منشی عطاء محمد صاحب نے اپنے احباب کو بھی بتانا شروع کر دیا کہ عنقریب حضرت اقدس مرزا صاحب کی دعا سے اللہ تعالیٰ مجھے ایک خوبصورت اور نیک قسمت بیٹا عطا کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے کام ہماری نظروں میں محیر العقول ہوتے ہیں۔اگرچہ منشی عطا محمد صاحب خط لکھنے سے قبل یہ یقین کر چکے ہوئے تھے کہ ان کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوسکتی لیکن قدرت خداوندی بھی عجیب تر ہے۔ وہ اپنے پیاروں کی خاطر بظاہر غیر ممکن امور کو بھی ممکن میں بدل دیتا ہے۔ چنانچہ منشی عطاء محمد صاحب کے ہاں ایک خوبصورت، صحت منداور خوش قسمت بیٹا پیدا ہوا جس نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور ایگزیکٹو انجینئر کے عہدہ پر پہنچا۔

یہ نشان نہ صرف منشی عطاء محمد صاحب پٹواری کی ذات سے تعلق رکھتا ہے جس کے نتیجے میں وہ ایک مخلص خادم دین احمدی بن گئے بلکہ ہر اس انسان کیلئے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا کچھ خوف ہو راہِ بصیرت کا کام دیتا ہے۔

جس زمانہ میں خاکسار راقم الحروف بٹالہ میں کچھ عرصہ زیر تعلیم رہا تھا تو اکثر منشی عطاء محمد صاحب پٹواری کو جو ناتھ پور سے احمدیہ مسجد بٹالہ میں ہر جمعہ کے روز نماز پڑھنے تشریف لایا کرتے تھے دیکھتا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں باپ بیٹے پر جو وفات پا چکے ہوئے ہیں اپنی رحمت نازل فرماتا رہے۔آمین۔ان کے بیٹے کا نام عبدالحق تھا۔

ایک عظیم الشان ’’رحمت کانشان‘‘ یعنی مصلح موعوداور مبشر اولاد کے متعلق پیشگوئی:

مارچ 1885ء میں حضرت اقدس مرزا صاحب نے خدائی منشا کے تحت اسلام کو ایک زندہ دین اور آنحضرت کی صداقت ثابت کرنے کی غرض سے غیر مسلم مذہبی و دنیوی راہنماؤں کو اپنے ہاں قادیان آکر رہنے اور اس کے نتیجہ میں تازہ خدائی نشانات مشاہدہ کر کے اپنی تسلی کرنے کی بذریعہ اشتہار ایک دعوتِ عام دی۔ یہ اشتہار 20 ہزار کی تعداد میں شائع کیا گیا تھا۔

آپ نے یہ بھی ترغیب دی کہ ’’اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی مشاہدہ نہ کریں تو دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائے گا۔‘‘ (مجموعہ اشتہارات جلد 1 ص 118)

مگر عملاً کسی نے بھی اس چیلنج کو اس کی مقررہ شرائط کے ساتھ قبول نہ کیا۔

اُدھر ستمبر 1885ء میں قادیان کے دس ہندو معزز ساہوکاروں نے حضورؑ کو خط لکھا کہ آپ نے لنڈن اور امریکہ والوں کو بذریعہ رجسٹری خطوط لکھے ہیں کہ ایک سال آپ کے پاس قادیان میں آکر رہیں تو خدا اُنہیں اسلام کی حقانیت پر

نشانات دکھائے گا۔ ہم لوگ جو آپ کے ہمسائے اور ہم شہری ہیں لنڈن اور امریکہ والوں سے زیادہ تر حقدار ہیں۔ حضور نے یہ درخواست قبول فرمائی اور عرصہ نشان ستمبر 1885ء تا ستمبر 1886ء مقرر فرمایا۔

تب آپ نے اللہ تعالیٰ کے حضور دنیا کو اسلام کی برتری کا نشان دکھلائے جانے کی دعائیں کرنا شروع کردیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ پر القاء فرمایا کہ ''تمہاری عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی۔''

ارشاد خداوندی کی پیروی میں حضرت اقدس 22 جنوری 1886ء کو ہوشیار پور تشریف لے گئے۔ جہاں شیخ مہر علی صاحب رئیس ہوشیار پور کے ایک دومنزلہ مکان میں آپ نے قیام کیا۔ وہاں آپ تنہائی میں چالیس دن تک اسلام کی شان و شوکت کے ظہور کیلئے اللہ تعالیٰ سے نشان نمائی طلب کرتے ہوئے دعاؤں میں مصروف رہے۔ اس چلہ کشی کے نتیجہ میں آپ کی دعاؤں کو قبول فرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی رحمت کے نشان کے طور پر ایک عالی مرتبت بیٹے کی پیدائش کی بشارت سے نوازا۔ جس کے ذریعہ سے دین اسلام کا عالمگیر غلبہ ہونا مقدر پایا۔ آپ نے اس عظیم الشان پیشگوئی کو 20 فروری 1886ء کو بذریعہ اشتہار ہوشیار پور ہی میں چھاپ کر شائع کر دیا نیز آپ نے اس اشتہار کو اخبار ریاض ہند میں اشاعت کی غرض سے امرتسر بھی بھجوایا جو اسکی یکم مارچ 1886 کی اشاعت میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔ پیشگوئی کے الفاظ درج ذیل ہیں:

پیشگوئی مصلح موعود۔ ''رحمت کا نشان''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر 20 فروری 1886ء کو پیشگوئی مصلح موعود شائع فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں:

''خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے جل شانہ وعز اسمہ نے اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا:

میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک ذکی غلام تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عمنوائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے

ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ وعظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح القدس کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْھَرُ الْحَقِّ وَالْعَلاَ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ. جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا'' (اشتہار 20 فروری 1886ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اوّل)

اس پیشگوئی کو پڑھ کر بعض لوگوں نے اعتراضاً آپ سے معلوم کرنا چاہا کہ موعود پسر کب تک پیدا ہوگا۔ اس استفسار کے جواب میں آپ نے 22 مارچ 1886ء کے اشتہار میں صراحتاً تحریر فرمایا:

''ابھی تک جو 22 مارچ 1886ء ہے ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز پہلے دو لڑکوں کے جن کی عمر 20-22 سال سے زیادہ ہے پیدا نہیں ہوا لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص 112)

مکرر آپ نے تحریر فرمایا:

''اس عاجز کے اشتہار مورخہ 20 فروری 1886ء میں ایک پیشگوئی در بارہ تولد ایک فرزند صالح ہے جو بصفات مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا...... ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا...... یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جلشانہ نے ہمارے نبی کریم رؤف الرحیم محمد مصطفیٰ ﷺ کی صداقت وعظمت ظاہر کرنے کے لیے ظاہر فرمایا ہے۔ اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ واولیٰ واکمل وافضل واتم ہے۔'' (تبلیغ رسالت جلد اول ص 72 تا 74)

7 اگست 1887ء کو آپ کے گھر بشیر اول کی پیدائش ہوئی جو بقضاءِ الٰہی 4 نومبر 1888ء کو فوت ہو گیا۔ اس پر مخالفین نے طنز واستہزاء کرتے ہوئے بہت کچھ کہا۔ آپ نے اُن کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے یکم دسمبر 1888ء کو پھر ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں بڑی تحدی سے تحریر فرمایا:

''دوسرا لڑکا جس کی نسبت الہام نے بیان کیا ہے دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم دسمبر 1888ء ہے۔ پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدے کے موافق اپنی معیاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا، زمین وآسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد اول ص 170)

اللہ تعالیٰ نے جلد ہی حضرت کی دعاؤں کا خوشکن ثمرہ عطا فرمایا۔ موعود لڑکا 12 جنوری 1889ء کو پیدا ہوا۔ آپ نے اُسی روز ''تکمیل تبلیغ'' کے نام سے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں لڑکے کی پیدائش کی خبر دینے کے علاوہ ایک جماعت کے قیام

اوراس میں شمولیت کے لیے دس شرائط بیعت کا بھی اعلان فرمایا۔اس طرح پسر موعود کی پیدائش اوراحیاء دین اسلام کی غرض سے ایک پاک جماعت کے قیام کا بیک وقت اعلان کیا گیا۔آپ نے مصلح موعود کی ولادت کی اطلاع دیتے ہوئے رقم فرمایا:

''خدائے عزوجل نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی 1888ء واشتہار یکم دسمبر 1888ء میں مندرج ہے اپنے لطف وکرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا نام محمود بھی ہوگا اوراس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا اورحسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔سوآج 12 جنوری 1889ء میں مطابق 9 جمادی الاول 1306ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہٖ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہوگیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر بشیراور محمود بھی رکھا گیا ہے اورکامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی۔مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اورعمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے لیکن میں جانتا ہوں اورمحکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا اوراگر ابھی اس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا اوراگر مدت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدائے عزوجل اس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کرلے۔مجھے ایک خواب میں اس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا ؎

اے فخرِ رسل قرب تو معلومم شد
دیر آمدہ زرہِ دُور آمدہ

پس اگر حضرت باری جلشانہ کے ارادے میں دیر سے مراد اسی قدر دیر ہے جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاؤل بشیر الدین محمود رکھا گیا ہے ظہور میں آئی تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو ورنہ وہ بفضلہٖ تعالیٰ دوسرے وقت پر آئے گا۔'' (تبلیغ رسالت جلد اول ص 147-148 حاشیہ)

اس موعود لڑکے کے دیگر ناموں کے بارے میں حضرت اقدس فرماتے ہیں:

''مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اورایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا۔'' (سبز اشتہار ص 21 حاشیہ)

کامل انکشاف کے بعد کی اطلاع

آپ فرماتے ہیں: ''اسی خیال اورانتظار میں' سراج منیر'' کے چھاپنے میں توقف کی گئی تھی تا جب اچھی طرح الہامی طور پر لڑکے کی حقیقت کھل جائے تب اس کا مفصل اورمبسوط حال لکھا جائے'' (سبز اشتہار ص 4)

چنانچہ کامل انکشاف ہو جانے پر کہ پیشگوئی مصلح موعود کا مصداق مرزا بشیر الدین محمود احمد ہی ہے تو آپ نے 1897ء میں اپنی کتاب ''سراج منیر'' میں اس پیشگوئی کے پورا ہونے کو اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش کرتے ہوئے لکھا:

''پانچویں پیشگوئی میں نے اپنے لڑکے محمود کی پیدائش کی نسبت کی تھی کہ وہ اب پیدا ہوگا اور اس کا نام محمود رکھا جائے گا اور اس پیشگوئی کی اشاعت کے لیے سبز رنگ کے اشتہار شائع کئے گئے تھے جو اب تک موجود ہیں اور ہزاروں میں تقسیم ہوئے تھے چنانچہ وہ لڑکا پیشگوئی کی میعاد میں پیدا ہوا اور اب نویں سال میں ہے......سبز اشتہار میں صریح لفظوں میں بلاتوقف لڑکا پیدا ہونے کا وعدہ تھا سو محمود پیدا ہو گیا کس قدر یہ پیشگوئی عظیم الشان ہے خدا کا خوف ہے تو پاک دل کے ساتھ سوچو۔'' (سراج منیر ص 31)

آپ نے اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں بھی اس کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے:

''محمود جو بڑا لڑکا ہے اس کی پیدائش کی نسبت سبز اشتہار میں صریح پیشگوئی مع محمود کے نام سے موجود ہے۔'' (ضمیمہ انجام آتھم ص 15)

نیز اپنی تصنیف ''تریاق القلوب'' مطبوعہ 1899ء میں موعود پسر کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

''محمود جو میرا بڑا بیٹا ہے اس کے پیدا ہونے کے بارے میں اشتہار دہم جولائی 1888ء میں اور نیز اشتہار یکم دسمبر 1888ء میں جو سبز رنگ کے کاغذ پر چھاپا گیا تھا...... پیشگوئی کی گئی اور سبز رنگ کے اشتہار میں یہ بھی لکھا گیا کہ اس پیدا ہونے والے لڑکے کا نام محمود رکھا جائے گا اور یہ اشتہار محمود کے پیدا ہونے سے پہلے ہی لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔ پھر جبکہ اس پیشگوئی کی شہرت بذریعہ اشتہارات کامل درجہ پر پہنچ چکی ہے اور مسلمانوں اور عیسائیوں اور ہندوؤں میں سے کوئی بھی فرقہ باقی نہ رہا جو اس سے بے خبر ہو تب خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم سے 12 جنوری 1889ء مطابق 9 جمادی الاول 1306ھ میں بروز شنبہ محمود پیدا ہوا۔ (تریاق القلوب ص 42)

اس کتاب کے ص 77 پر بھی آپ نے ان الفاظ میں اس کا ذکر فرمایا:

''میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ محمود تب میں نے اس پیشگوئی کے شائع کرنے کے لیے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا جس کی تاریخ اشاعت یکم دسمبر 1888ء ہے۔'' (تریاق القلوب ص 77)

نیز آپ اپنے ایک منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا   جو ہوگا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اُس مہ سے اندھیرا   دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی   فسبحان الذی اخذی الاعادی

(درثمین)

بالآخر 1907ء میں آپ نے اپنی کتاب ''حقیقۃ الوحی'' میں واضح طور پر حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب کو

مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ٹھہراتے ہوئے لکھا:

''میرے سبز اشتہار کے ساتویں صفحہ میں ایک دوسرے لڑکے کے پیدا ہونے کے بارے میں یہ بشارت ہے کہ'' دوسرا بشیر دیا جائے گا جس کا دوسرا نام محمود ہے وہ اگرچہ اب تک جو یکم ستمبر 1888ء ہے پیدا نہیں ہوا مگر خدا تعالیٰ کے وعدے کے موافق اپنی میعاد کے اندر ضرور پیدا ہوگا زمین آسمان ٹل سکتے ہیں پر اس کے وعدوں کا ٹلنا ممکن نہیں۔'' یہ ہے عبارت اشتہار سبز کے صفحہ سات کی جس کے مطابق جنوری 1889ء میں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام محمود رکھا گیا اور اب تک بفضلہٖ تعالیٰ زندہ موجود ہے اور سترہویں سال میں ہے (حقیقۃ الوحی ص260)

حضرت اقدس کا اپنی کتب میں اپنے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود احمد کی ذات کو اپنی پیشگوئی کی صداقت کے ثبوت میں بار بار پیش کرنا اور پھر ان کی عمر کا شمار رکھنا بتاتا ہے کہ آپ کے نزدیک حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کے سوا کوئی اور مصلح موعود کا مصداق نہیں تھا۔

یہ کتنی عظیم الشان پیشگوئی ہے جو نہایت صفائی سے پوری ہوئی۔ پیشگوئی کے وقت حضرت اقدس کی عمر پچاس سال تھی۔ کوئی انسان حتمی طور پر دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ خود بھی کل کو زندہ رہے گا یا نہیں چہ جائیکہ ایک عظیم الشان لڑکے کی پیدائش کی پیشگوئی کرنا اور اس پر نو (9) سال کی میعاد بھی مقرر کرنا۔ کون شخص جرأت سے دعویٰ کر سکتا ہے کہ اتنے عرصہ میں ضرور لڑکا پیدا ہوگا۔ ہوسکتا ہے کہ لڑکیاں ہی پیدا ہوں یا کچھ بھی نہ ہو۔ خصوصاً جب ایک مفتری پیشگوئی کرے۔ پھر کیا معلوم کہ اگر لڑکا پیدا بھی ہو جائے تو زندہ بھی رہے۔ اگر زندہ بھی رہے تو کسی کو کیا معلوم ہوسکتا ہے کہ وہ ایسا عظیم الشان اور دنیا کے کناروں تک شہرت پانے والا ہوگا۔ اور سخت ذہین وفہیم اور حسن واحسان میں اپنے والد کا نظیر ہوگا۔ سبحان اللہ۔ بجز خدائی وعدہ کے یہ کبھی ممکن نہیں ہوسکتا تھا۔

مصلح موعود کا دعویٰ مصلح موعود کی زبانی

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی نے 20 فروری 1944ء کو ہوشیار پور کے ایک جلسہ عام میں اپنے متعلق مصلح موعود ہونے کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا: ''میں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود کا نام پہنچانا ہے......اور اب کوئی نہیں جو اس پیشگوئی کا مصداق ہوسکے۔''

مصلح موعود کا ایک نام الہام میں فضل عمر ظاہر کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس نام کی تعبیر کے طور پر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح آپ کو 1914ء میں مسیح موعود کا دوسرا خلیفہ مقرر فرمایا۔ دیگر اسلامی کتب کی تصنیف کے علاوہ آپ نے قرآنی علوم ومعارف کا ایک بے مثال خزانہ کتب تفسیر کی صورت میں اپنی یادگار چھوڑا جو اس لحاظ سے خارق عادت ہے کہ آپ کے بارہا دفعہ چیلنج کرنے کے باوجود کوئی مخالف آپ کے مقابل اس کی نظیر پیش کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔ آپ نے دنیا کے تمام براعظموں میں اسلامی تبلیغی وتربیتی مراکز قائم فرمائے۔ دنیا کی بہت سی زبانوں میں قران مجید کے تراجم شائع کرائے۔ دنیا بھر میں خدائے واحد کی عبادت کیلئے مساجد کی تعمیر کرائی جن میں مبلغین ومربیان کا تقرر فرمایا اور جہاں اب مخلص جماعتوں کا قیام عمل میں آچکا

ہے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو صدہا کشوف رُءیا اور الہامات سے نوازا اور پیشگوئی کے مطابق یہ پسرِ موعود اپنے جملہ کاموں میں نہایت اولوالعزم نکلا۔

مصلح موعود توکل علی اللہ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔آپ نے ایثار،خدمت خلق،یتیموں کی پرورش، بے سہارا طلباء کی تعلیم،غرباء کی امداد جیسے کاموں میں اپنے نامساعد حالات کے باوجود اپنا اعلیٰ نمونہ پیچھے چھوڑا۔

تقسیم ہند کے وقت پاکستان میں آکر ایک بے آب وگیاہ رقبہ زمین کوخرید کرآپ نے اسے عشاق محمدؐ کی ایک مثالی بستی بنادیا۔ربوہ کی زمین کا ہر ذرہ آپ کی اس اولوالعزمی پر شاہد ناطق ہے۔

وہ پرشکوہ و پرعظمت ہستی واقعی سخت ذہین وفہیم، دل کی حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر تھی۔اس نے اپنے مسیحی نفس اور روح القدس کی برکت سے مردہ روحوں میں زندگی کی روح پھونکی۔قوموں نے اس سے برکت پائی اور عالمی شہرت اس کے حصہ میں آئی۔فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ.

حدیث کی کتاب ''مشکوٰۃ'' کے باب نزول عیسیٰ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے ایک روایت درج ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسیح موعود کے متعلق پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا'یتزوج و یولدلہ'' کہ جب مسیح موعود کا ظہور ہوگا تو وہ شادی کرے گا اور اس کے ہاں اولاد ہوگی۔حضرت اقدس مرزا صاحب اسی حدیث کے متعلق لکھتے ہیں''اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ایک صالح بیٹا دے گا جو اپنے باپ سے مشابہ ہوگا۔''(آئینہ کمالات اسلام صفحہ 578 حاشیہ ترجمہ از عربی)

حضرت اقدس مرزا صاحب فرماتے ہیں''مسیح موعود کی خاص علامتوں میں یہ لکھا ہے کہ وہ بیوی کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی...... یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس کی نسل میں سے ایک شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اور دین اسلام کی حمایت کرے گا جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی ہے۔''(حقیقۃ الوحی ص312)

مزید روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:''اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایت اسلام کی ڈالے گا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی روح اپنے اندر رکھتا ہوگا۔اس لیے اس نے پسند فرمایا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لادے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلا دے اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا۔اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہوگی اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔یہ تفاؤل کے طور پر اس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کیلئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ ناموں میں بھی اس کی پیش گوئی مخفی ہوتی ہے۔''
(تریاق القلوب ص65-64)

اسی سلسلہ میں آپ نے اپنی کتاب''تحفہ گولڑویہ'' میں بھی لکھا:''خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کیلئے تجھ سے ہی اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص کو کھڑا کیا جائے گا۔جس میں روح القدس کی برکات پھونکوں گا۔ وہ پاک باطن اور خدا سے نہائت پاک تعلق رکھنے والا ہوگا اور مظہر الحق والعلا ہوگا گویا خدا آسمان سے نازل ہوا۔''

حضرت اقدس مرزا صاحب کے دیگر تین بیٹے بھی خداتعالیٰ کی دی ہوئی پیشگوئیوں کے عین مطابق پیدا ہوئے۔ آپ اپنے ہر ایک بیٹے کی پیدائش سے پہلے واضح الفاظ میں پیشگوئی شائع فرما دیتے تھے۔ان میں سے ہر ایک کا ذکر کرنے کے بعد آپ نے اپنی کتاب تریاق القلوب کے ضمیمہ ص 44-42 میں تحریر فرمایا: ''...... چنانچہ اصل غرض اس رسالہ کی تالیف سے یہی ہے کہ وہ عظیم الشان پیشگوئی جس کا وعدہ چار مرتبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو چکا تھا اس کی ملک میں اشاعت کی جائے کیونکہ یہ انسان کو جرأت نہیں ہوسکتی کہ یہ منصوبے سوچے کہ اول تو مشترک طور پر چار لڑکوں کے پیدا ہونے کی پیشگوئی کرے اور پھر ہر لڑکے کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے پیدا ہونے کی پیشگوئی کرتا جائے اور اس کے مطابق لڑکے پیدا ہوتے جائیں۔ یہاں تک کہ چار کا عدد جو پہلی پیشگوئی میں قرار پایا تھا پورا ہو جائے...... کیا ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتری کی ایسی مسلسل طور پر مدد کرتا جائے۔کیا کبھی مفتری کی تائید خدا نے ایسی کی۔یا صفحۂ دنیا میں اس کی کوئی نظیر بھی ہے؟...... کہ فلاں فلاں شخص نہیں مرے گا جب تک پسر چہارم پیدا نہ ہولے۔اور اس کے اس قول کے مطابق پھر پسر چہارم بھی پیدا ہو جائے اور کیا آسمان کے نیچے یہ قوت کسی کو دی گئی ہے کہ اس زور شور کی مسلسل پیشگوئیاں میدان میں کھڑا ہو کر شائع کرے اور وہ پھر برابر پوری ہوتی جائیں۔''

مزید برآں مسیح موعود کے خاص بیٹے کا ذکر کتب سابقہ میں بھی ملتا ہے۔

یہودیوں کی کتاب طالمود کے باب 5 صفحہ 37 مطبوعہ 1878ء لنڈن از جوزف برکلے میں لکھا ہے:

"It is said that Messiah shall die and his Kingdom descend to his son and grandson."

کہ مسیح موعود کی وفات کے بعد اس کی (روحانی) بادشاہت اس کے بیٹے اور پھر پوتے کو منتقل ہوگی۔

اسی طرح مولانا جلال الدین رومیؒ (1273-1207ء) نے اپنی مشہور مثنوی کے دفتر ششم صفحہ 221 مطبوعہ کانپور۔اور سپین کے حضرت محی الدین ابن عربیؒ (1240-1164ء) نے اپنی کتاب فتوحات مکیہ میں بھی پسر مسیح کا ذکر درج کیا ہے۔(بحوالہ نوید یحییٰ از آغا عبدالعزیز فاروقی)

نیز جیسا کہ قبل ازیں ذکر ہو چکا ہے دہلی کے حضرت نعمت اللہ ولیؒ (قریباً 560ھ) نے (مندرجہ کتاب اربعین فی احوال المہدیین) امام مہدی اور اس زمانہ کے حالات کے متعلق اپنے فارسی قصیدہ میں کافی روشنی ڈالی ہے۔پسر مسیح کے بارے میں لکھتے ہیں:

دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یادگار مے بینم

کہ جب امام مہدی مسیح موعود کا زمانہ بخیر وخوبی گزر جائے گا تو میں اس کے بیٹے کو اس کی یادگار دیکھتا ہوں۔

ایسا ہی پانچویں صدی ہجری کے شامی بزرگ حضرت امام یحییٰ بن عقبؒ نے اپنے قصیدہ میں فرمایا ''وَ مَحْمُوْدٌ سَیَظْهَرُ بَعْدَ هٰذَا. وَیَمْلِکُ الشَّامَ بِلَا قِتَالٍ (شمس المعارف۔مصری 340،بحوالہ نوید یحییٰ)

ترجمہ: یعنی امام موعود کے گزر جانے کے بعد اس کا بیٹا محمود ظاہر ہوگا اور ملک شام کا بغیر لڑائی کے مالک ہوگا (یعنی وہاں احمدیت کا نفوذ کرے گا) اسی طرح بعض ائمہ شیعہ کو بھی بتلایا گیا کہ آنے والے موعود بیٹے کا اسم گرامی محمود ہوگا۔ (بحارالانوار جلد 13 ص 7)

دعوت ہائے مباہلہ

(دعا کی ایک قسم)

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں علاقہ نجران کے عیسائیوں کا ایک وفد مذہبی تحقیق اور مباحثہ کی غرض سے مدینہ میں آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔حضور ﷺ نے اُن کا قیام مسجد نبوی میں رکھا۔کئی دنوں تک اُن کی آنحضرت ﷺ سے اسلام اور عیسائیت کے بارے میں گفتگو جاری رہی۔بالآخر جب باوجود آپ کے ہر قسم کے دلائل، حقائق اور براہین کے منکرین اپنی مخالفت پر اڑے رہے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو مباہلہ کرنے کی دعوت دی لیکن ان کے دلوں پر حق کی کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ وہ اسے قبول کرنے کی جرأت نہ کر سکے اور انہوں نے راہِ فرار اختیار کرنے میں ہی اپنی خیریت دیکھی اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''اگر وہ مباہلہ کرتے تو ایک سال کے اندر سب کے سب ہلاک ہو جاتے۔'' (تفسیر کبیر جلد 2 ص 499)

آنحضرت ﷺ کا دعوت مباہلہ دینا ارشاد خداوندی کے عین مطابق ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ اگر مخالفین باوجود کھلے کھلے دلائل اور روشن نشانات کے کفر پر اڑے رہیں اور خدا کے مرسل پر ایمان نہ لائیں تو آخری فیصلہ کن طریق ''مباہلہ'' ہے۔یعنی دونوں فریق اپنے تنازعہ کو خدا تعالیٰ کی عدالت میں لے جائیں جو فیصلہ دینے میں غلطی نہیں کرتا۔جیسا کہ فرمایا ''فَمَنْ حَاجَّکَ مِنْ بَعْدِ مَاجَاءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَاءَ نَا وَ اَبْنَاءَ کُمْ وَنِسَاءَ نَا وَ نِسَاءَ کُمْ وَ اَنْفُسَنَا وَ اَنْفُسَکُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ'' (آل عمران رکوع 6) کہ اگر یہ لوگ باوجود بین دلائل اور براہین کے پھر بھی ایمان نہ لائیں تو ان سے کہہ دے کہ آؤ ہم دونوں فریق اپنے اہل وعیال اور جماعت کو لیکر خدا تعالیٰ کے حضور دعاء مباہلہ کریں اور جھوٹے پر لعنت اللہ کہیں۔لہٰذا مذہبی اختلاف کا آخری طریق فیصلہ ''مباہلہ'' ہے جس میں فریقین احکم الحاکمین خدا کی عدالت سے صحیح اور سچے فیصلہ کی التجاء کرتے ہیں۔تب اللہ تعالیٰ مقررہ میعاد میں جھوٹے فریق کو برباد کر کے حق اور باطل میں کھلا کھلا فیصلہ کر دیتا ہے۔

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ نے بھی اپنے آقا سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی سنت پر عمل کیا۔اور جب اپنے معاندین پر ہر قسم کے دلائل اور نشانات ارضی وسماوی اور دیگر طریقوں سے حجت پوری ہو چکی مگر وہ مخالفت اور دشمنی سے باز نہ آئے تو آپ نے ان کو اسی آخری طریق فیصلہ یعنی مباہلہ کی دعوت دی۔اور تحریر فرمایا:

''سو اب اٹھو اور مباہلہ کیلئے تیار ہو جاؤ۔تم سن چکے ہو کہ میرا دعویٰ دو باتوں پر مبنی تھا۔اول: نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ پر۔دوسرے الہامات الٰہیہ پر۔سو تم نے نصوص قرآنیہ وحدیثیہ کو قبول نہ کیا اور خدا کے کلام کو یوں ٹال دیا جیسا کہ کوئی تنکا توڑ کر پھینک دے۔اب میری بناء دعویٰ کا دوسرا شق باقی رہا۔سو میں اس ذات قادر غیور کی آپ کو قسم دیتا ہوں جس کی قسم کوئی ایماندار رد نہیں کر سکتا کہ اب اس دوسری بناء تصفیہ کیلئے مجھ سے مباہلہ کر لو۔'' (انجام آتھم ص 65، روحانی خزائن جلد 11 ص 65)

''اور یوں ہو کہ تاریخ اور مقام مباہلہ کے مقرر ہونے کے بعد میں ان تمام الہامات کے پرچے کو جو لکھ چکا ہوں اپنے

ہاتھ میں لیکر مباہلہ میں حاضر ہوں گا اور کہوں گا کہ اے الٰہی! اگر یہ الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں میرا ہی افتراء ہے اور تو جانتا ہے کہ میں نے ان کو اپنی طرف سے بنایا ہے یا اگر یہ شیطانی وساوس ہیں اور تیرے الہامات نہیں تو آج کی تاریخ سے ایک سال گزرنے سے پہلے مجھے وفات دے یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا کر جو موت سے بدتر ہو اور اس سے رہائی عطاء نہ کر جب تک کہ موت آجائے۔ تیری عزت ظاہر ہو اور لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں لیکن اے خدائے علیم وخبیر اگر تو جانتا ہے کہ یہ تمام الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں تیرے ہی الہامات ہیں اور تیرے منہ کی باتیں ہیں تو ان مخالفوں کو جو اس وقت حاضر ہیں ایک سال کے عرصہ میں نہایت سخت دکھ کی مار میں مبتلا کر۔ کسی کو اندھا کردے۔ کسی کو مجذوم کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگِ دیوانہ کا شکار بنا اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزت پر۔ اور جب میں یہ دعا کر چکوں تو دونوں فریقین کہیں "آمین"

ایسا ہی فریق ثانی کی جماعت میں سے ہر ایک شخص جو مباہلہ کیلئے حاضر ہو جناب الٰہی میں یہ دعا کرے۔ اور یہ دعا فریقِ ثانی کر چکے تو دونوں فریق کہیں "آمین"

"اس مباہلہ کے بعد اگر میں ایک سال کے اندر مر گیا یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا ہو گیا جس میں جان بری کے آثار نہ پائے جائیں تو لوگ میرے فتنے سے بچ جائیں گے۔ اور میں ہمیشہ کی لعنت کے ساتھ ذکر کیا جاؤں گا۔ لیکن اگر خدا نے ایک سال تک مجھے موت اور آفاتِ بدنی سے بچالیا اور میرے مخالفوں پر قہر اور غضب الٰہی کے آثار ظاہر ہو گئے اور ہر ایک ان میں سے کسی نہ کسی بلا میں مبتلا ہو گیا اور میری بددعا نہایت چمک کے ساتھ ظاہر ہو گئی تو دنیا پر حق ظاہر ہو جائے گا۔ اور یہ روز کا جھگڑا درمیان سے اٹھ جائے گا۔"

آپ نے یہاں تک لکھا کہ "میں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جائے جب تمام وہ لوگ جو مباہلہ کے میدان میں بالمقابل آئیں ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر ایک بھی باقی رہا تو میں اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا اگرچہ وہ ہزار ہوں یا دو ہزار۔ اور میں اُن کے ہاتھ پر توبہ کروں گا۔" (انجام آتھم 1896 ص 67)

یہ دعوتِ مباہلہ تحریر فرما کر حضرت اقدس مرزا صاحب نے اپنے مخالف علماء کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا: "گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ میدان مباہلہ میں حاضر ہو اور نہ تکفیر اور توہین کو چھوڑے۔" (انجام آتھم ص 67)

مندرجہ بالا پُرشوکت الفاظ کے ساتھ آپ نے آخری فیصلہ کیلئے اپنے باون اکابر مکفر علماء کو خاص ان کا نام لے لے کر اور ان کے دیگر شاگرد مولویوں کو عمومی طور پر دعوتِ مباہلہ دی۔ نیز آپ نے رسالہ انجام آتھم ان کے نام اکثروں کو رجسٹری کر کے بھجوایا جس کے صفحہ 69 تا 72 میں ان کے ناموں کی لسٹ مندرج ہے۔

حضرت محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

"جب حضرت امام مہدی ظاہر ہوں گے تو اس زمانہ کے مولوی خاص طور پر ان کے دشمن ہو جائیں گے محض اس وجہ سے کہ وہ یہ سمجھیں گے کہ ان پر ایمان لانے سے عوام پر اثر اور رسوخ قائم نہیں رہے گا۔" (فتوحات مکیہ جلد 3 ص 374)

اسی سلسلہ میں حضرت اقدس لکھتے ہیں:

میں نے اپنے رسالہ انجام آتھم میں (صفحہ 69 تا72) بہت سے مخالف مولویوں کا نام لیکر مباہلہ کی طرف ان کو بلایا تھا اور صفحہ 66 رسالہ مذکور میں یہ لکھا تھا کہ اگر کوئی ان میں سے مباہلہ کرے تو میں یہ دعا کروں گا کہ ان میں سے کوئی اندھا ہو جائے اور کوئی مفلوج اور کوئی دیوانہ اور کسی کی موت سانپ کے کاٹنے سے ہو اور کوئی بے وقت موت سے مرجائے اور کوئی بے عزت ہو اور کسی کو مال کا نقصان پہنچے۔ پھر اگرچہ تمام مخالف مولوی مرد میدان بن کر مباہلہ کے لیے حاضر نہ ہوئے مگر پس پشت گالیاں دیتے رہے اور تکذیب کرتے رہے۔ چنانچہ ان میں سے رشید احمد گنگوہی نے صرف لعنۃ اللہ علی الکاذبین ہی نہیں کہا بلکہ اپنے ایک اشتہار میں مجھے شیطان کے نام سے پکارا ہے۔ آخر نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ تمام بالمقابل مولویوں میں سے جو باون (52) تھے آج تک صرف بیس زندہ ہیں اور وہ بھی کسی نہ کسی بلا میں گرفتار۔ باقی سب فوت ہو گئے۔ (حقیقت الوحی ص 300، روحانی خزائن جلد22 ص313)

نیز آپ نے لکھا:

''دعائیں جو دشمنوں کی سخت ایذا کے بعد کی گئیں جناب الٰہی میں قبول ہو کر پیشگوئیوں کے مطابق طاعون کا عذاب ان پر آگ کی طرح برسا اور کئی ہزار دشمن جو میری تکذیب کرتا اور بدی سے نام لیتا تھا ہلاک ہو گیا۔ لیکن اس جگہ ہم نمونہ کے طور پر چند سخت مخالفوں کا ذکر کرتے ہیں۔'' (حقیقۃ الوحی ص225، روحانی خزائن جلد22 ص236)

حضرت اقدس فرماتے ہیں:

''مولوی رشید احمد (گنگوہی) اندھا ہوا۔ پھر سانپ کے کاٹنے سے مر گیا جیسا کہ مباہلہ کی دعا میں تھا۔ مولوی شاہ دین دیوانہ ہو کر مر گیا۔'' ......مولوی عبدالعزیز اور مولوی مفتی محمد اور مولوی عبداللہ لدھیانوی جو اول درجہ کے مخالف تھے تینوں فوت ہو گئے۔'' (صفحہ 228)

''مولوی غلام دستگیر خود اپنے مباہلہ سے مر گیا اور جو زندہ ہیں ان میں سے کوئی بھی آفات متذکرہ بالا سے خالی نہیں۔'' (صفحہ 236)

''مولوی غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری جس نے میرے مقابل پر محض بیہودہ اور لغو طور پر رسالہ حیات المسیح لکھا تھا اس کا یہ مقولہ تھا کہ اگر یہ طاعون مسیح موعود کی صداقت کا نشان ہے تو کیوں مجھ کو طاعون نہیں ہوتی۔ آخر وہ طاعون سے پکڑا گیا اور اس کے عین طاعون کے دنوں میں جمعہ کے روز مجھ کو الہام ہوا یموت قبل یومی ھذا یعنی آئندہ جمعہ سے پہلے مر جائے گا چنانچہ وہ آئندہ جمعہ سے پہلے 8 دسمبر 1902ء کو ساڑھے پانچ بجے صبح کے اس جہان فانی سے رخصت ہوا اور یہ میرا الہام اس کی موت سے پہلے شائع کیا گیا تھا اور الحکم میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ پھر ساتھ ہی مجھے یہ الہام ہوا **سلام علیک یا ابراھیم سلام علی امرک . صرت فائزا**۔ یعنی اے ابراہیم تیرے پر سلام تو فتحیاب ہو گیا۔ پھر محمد بخش نام جو ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ تھا عداوت اور ایذا پر کمر بستہ ہوا وہ بھی طاعون سے ہلاک ہوا۔ (ص236)

''اسی انجام آتھم صفحہ 70 میں مولوی اصغر علی کا نام درج ہے وہ بھی اس وقت بدگوئی سے باز نہ آیا جب تک خدا تعالیٰ کے قہر سے ایک آنکھ اس کی نکل گئی۔'' (تتمہ حقیقت الوحی ص23 روحانی خزائن جلد22 ص455)

''ایسا ہی اس مباہلہ کی فہرست میں مولوی عبدالمجید دہلوی کا ذکر ہے جو فروری 1907ء میں بمقام دہلی ہیضہ سے گزر گیا۔ عبدالمجید جب میں دہلی گیا تھا خود میرے مکان پر آیا تھا اور کہتا تھا کہ یہ الہام شیطانی ہیں اور مسیلمہ کذاب سے مجھے تشبیہہ دی اور کہا کہ اگر توبہ نہ کروتو تقول اور افتراء کا نتیجہ بھگتو گے۔ میں نے کہا کہ اگر میں مفتری ہوں تو میں افتراء کی سزا پاؤں گا ورنہ جو شخص مجھے مفتری کہتا ہے۔ وہ مواخذہ سے بچ نہیں سکتا۔'' (ایضاً)

''پھر ایک اور شخص ابوالحسن (جان محمد) نے میرے رد میں ایک کتاب بنائی جس کا نام ہے بجلی آسمانی برسرِ دجالِ قادیانی جس کے کئی مقامات میں کاذب کی موت کیلئے بددعا ہے...... اس کتاب کے شائع کرنے کے بعد خود طاعون سے مر گیا پھر ایک اور شخص ابوالحسن (عبدالکریم) نام نے دوبارہ اس کتاب کو چھپوایا وہ بھی حال کے طاعون کے دنوں میں طاعون کا شکار ہو گیا۔''
(تتمہ حقیقۃ الوحی ص159، روحانی خزائن جلد22 ص598)

اسی طرح دیگر نشان بیان فرماتے ہوئے حضرت اقدس لکھتے ہیں:

''چراغ دین ساکن جموں جب میری بیعت سے مرتد ہو کر مخالفوں میں جاملا۔ تو اس نے صرف گالیوں پر بس نہ کی بلکہ اپنے الہام اور وحی کا بھی دعویٰ کیا اور عام طور پر لوگوں میں شائع کیا کہ خدا تعالیٰ کی وحی سے مجھے الہام ہوا ہے کہ یہ شخص یعنی یہ عاجز دجال ہے۔ تب میں نے اپنی کتاب دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء کے صفحہ 23 کے حاشیہ پر وہ الہام شائع کیا جو چراغ دین کی نسبت مجھ کو ہوا اور وہ یہ ہے اِنِّی اُذِیْبُ مَنْ یُّرِیْبُ اور اردو میں اس کی نسبت یہ الہام ہوا میں فنا کر دوں گا میں غارت کر دوں گا میں غضب نازل کروں گا اگر اس نے یعنی چراغ دین نے شک کیا اور اس پر یعنی میرے مسیح موعود ہونے پر ایمان نہ لایا اور مامور من اللہ ہونے کے دعوے سے توبہ نہ کی۔ یہ پیشگوئی چراغ دین کی موت سے تین برس پہلے کی گئی تھی جیسا کہ رسالہ دافع البلاء کی تاریخ طبع سے ظاہر ہے۔''

اس پیشگوئی سے تین برس بعد چراغ دین مر گیا۔ اور غضب اللہ کی بیماری سے یعنی طاعون کی بیماری سے اس کی موت ہوئی۔ اور یہی وجہ ہے کہ طاعون کے رسالہ میں بھی یعنی دافع البلاء میں یہ پیشگوئی لکھی ہے اور اس پیشگوئی کا ہم پہلو نشان چراغ دین کا خود اپنا مباہلہ ہے اس لیے ہم وہ نشان الگ طور پر اس پیشگوئی کے ساتھ ہی ذیل میں لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے:

یہ نشان چراغ دین کے مباہلہ کا نشان ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ جبکہ چراغ دین کو بار بار یہ شیطانی الہام میری نسبت ہوئے کہ یہ شخص دجال ہے اور اپنی نسبت یہ الہام ہوا کہ وہ اس دجال کو نابود کرنے کیلئے خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اور حضرت عیسیٰ نے اس کو اپنا عصا دیا ہے تا اس عصا سے اس دجال کو قتل کرے تو اس کا تکبر بہت بڑھ گیا۔ اور اس نے ایک کتاب بنائی اور اس کا نام منارۃ المسیح رکھا اور اس میں بار بار اسی بات پر زور دیا کہ گویا میں حقیقت میں موعود دجال ہوں اور پھر جب منارۃ المسیح کی تالیف پر ایک برس گزر گیا تو اس نے مجھے دجال ثابت کرنے کیلئے ایک اور کتاب بنائی اور بار بار لوگوں کو یاد دلایا کہ یہ وہی دجال ہے جس کے آنے کی خبر احادیث میں ہے۔ اور چونکہ غضب الٰہی کا وقت اس کیلئے قریب آ گیا تھا اس لیے اس نے اس دوسری

کتاب میں مباہلہ کی دعالکھی اور جناب الٰہی میں دعا کر کے میری ہلاکت چاہی اور مجھے ایک فتنہ قرار دے کر خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ تو اس فتنہ کو دنیا سے اٹھادے۔ یہ عجیب قدرتِ حق اور عبرت کا مقام ہے کہ جب مضمون مباہلہ اس نے کاتب کے حوالہ کیا تو وہ کاپیاں ابھی پتھر پر نہیں جمی تھیں کہ دونوں لڑکے اس کے جو صرف دو ہی تھے طاعون میں مبتلا ہو کر مر گئے اور آخر 4اپریل 1906ء کولڑکوں کی موت سے دو تین روز بعد طاعون میں مبتلا ہو کر اس جہان کو چھوڑ گیا اور لوگوں پر ظاہر کر گیا کہ صادق کون ہے اور کاذب کون۔ جولوگ اس وقت حاضر تھے۔ان کی زبانی سنا گیا ہے کہ وہ اپنی موت کے قریب کہتا تھا کہ''اب خدا بھی میرا دشمن ہو گیا ہے۔(روحانی خزائن جلد22،ص387-386 + حقیقۃ الوحی ص373)

دعائے مباہلہ سے ہلاکتیں

حضرت اقدس مرزا صاحب فرماتے ہیں:

''ایک پیشگوئی اخبار الحکم اور البدر میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے کہ تُخْرِجُ الصُّدُوْرَ اِلَی الْقُبُوْرِ. اس کے معنوں کی تفہیم خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ہوئی تھی کہ پنجاب کے صدر نشین مولوی جو اپنی اپنی جگہ مفتی سمجھے جاتے ہیں جو ماتحت مولویوں کے استاد اور شیخ ہیں وہ بعد اس الہام کے قبروں کی طرف انتقال کریں گے۔سو بعد اس کے تمام مولویوں کے شیخ المشائخ مولوی نذیر حسین دہلوی اس دنیا کو چھوڑ گئے وہی میری نسبت سب سے پہلے فتویٰ دینے والے تھے۔جنہوں نے میرے کفر کا فتویٰ دیا تھا اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے استاد تھے اور انہوں نے مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے استفتاء پر یہ کلمات میری نسبت لکھے تھے کہ ایسا شخص ضال، مضل اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور ایسے لوگوں کو مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہیں کرنا چاہیئے۔اور اس مولوی نے یہ فتوے دے کر تمام پنجاب میں آگ لگا دی تھی اور لوگ اس قدر ڈر گئے تھے کہ ہم سے مصافحہ کرنے سے بھی بیزار ہو گئے تھے کہ شاید اس قدر تعلق سے بھی ہم کافر ہو جائیں گے۔''

یہی مباہلہ میں اول المدعوین میں تھے۔اپنے لائق بیٹے کی موت دیکھ کر ابتر ہونے کی حالت میں دنیا سے گزر گئے)
(تتمہ حقیقۃ الوحی ص23 روحانی خزائن جلد22 ص454)

''مولوی محمد اسماعیل باشندہ خاص علی گڑھ وہ شخص تھا جو سب سے پہلا عداوت پر کمر بستہ ہوا......میں نے اس کی نسبت لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہا اور اللہ تعالیٰ کا عذاب اس کے لیے چاہا۔ چنانچہ قریباً ایک برس اس معاملہ پر گزرا ہو گا کہ وہ یکدفعہ کسی ناگہانی بیماری میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا مولوی اسماعیل نے اپنے ایک رسالہ میں میری موت کیلئے بددعا کی تھی۔''(حقیقۃ الوحی ص330،روحانی خزائن جلد22 ص343)

''مولوی محی الدین لکھو کے والے کا الہام لوگوں کو یاد ہو گا جنہوں نے مجھے کافر ٹھہرایا اور فرعون سے تشبیہہ دی اور میرے پر عذاب نازل ہونیکی نسبت الہام شائع کئے آخر آپ ہی ہلاک ہو گئے۔(حقیقۃ الوحی ص340، روحانی خزائن جلد22 ص353)

''خدا تعالیٰ نے ایک عام طور پر مجھے مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ اِنِّی مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ یعنی میں اس کو ذلیل کروں گا

جو تیری ذلت کا ارادہ کرے گا۔ صدہا دشمن اس پیشگوئی کے مصداق ہو گئے ہیں اس رسالہ میں مفصل لکھنے کی گنجائش نہیں۔ اُن میں سے اکثر لوگ ایسے ہیں جنہوں نے میری نسبت یہ کہا کہ یہ مفتری ہے طاعون سے ہلاک ہوگا۔ خدا کی قدرت کہ وہ خود طاعون سے ہلاک ہو گئے اور اکثر لوگ ایسے ہیں کہ اپنا یہ الہام پیش کرتے تھے کہ ہمیں خدا نے بتایا ہے کہ یہ شخص جلد مر جائے گا۔ خدا کی شان کہ وہ اپنے ایسے الہاموں کے بعد خود جلد مر گئے۔ اور بعض نے میرے پر بددعائیں کی تھیں کہ وہ جلد ہلاک ہو جائے۔ وہ خود جلد ہلاک ہو گئے۔ (حقیقۃ الوحی)

(الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ) میری نسبت وہ یہ الہام پیش کرتا تھا کہ میری زندگی میں یہ شخص طاعون سے ہلاک ہوگا اور اس کی تمام جمات منتشر ہو جائے گی۔ سو اس نے دیکھ لیا کہ وہ خود طاعون سے ہلاک ہوا۔ اور اس کا دعویٰ تھا کہ وہ نہیں مرے گا جب تک وہ میرا استیصال نہ کرلے۔ مگر اس نے بچشم خود دیکھ لیا کہ اس کے جھوٹے الہام کے بعد کئی لاکھ تک میری جماعت پہنچ گئی......
(اُس) نے موسیٰ ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور اپنی کتاب کا نام عصائے موسیٰ رکھا تھا اور یہ تمنا کی تھی کہ یہ عصا اس شخص کو ہلاک کر دے گا جو مسیح موعود کا دعویٰ کرتا ہے......(اس نے) اپنی کتاب عصائے موسیٰ میں پیشگوئی کی تھی کہ وہ (مسیح موعود) میری زندگی میں طاعون سے مرے گا......اُسی کتاب میں (اس نے) یہ پیشگوئی کی تھی کہ میں نہیں مروں گا جب تک اپنے اس دشمن (مسیح موعود) کو نابود نہ کرلوں۔'' 7 اپریل 1907ء کو وہ خود طاعون سے مرا۔ (حقیقۃ الوحی ص 104-103، روحانی خزائن جلد 22 ص 540)

''اور ایسا ہی مولوی غلام دستگیر قصوری بھی مجھے گالیاں دینے میں حد سے بڑھ گیا تھا۔ جس نے مکہ سے میرے پر کفر کے فتوے منگوائے تھے۔ وہ بھی بیٹھتے اٹھتے میرے پر بددعا کرتا تھا۔ اور لعنۃ اللہ علی الکاذبین اس کا وِرد تھا۔ اور اس پر بس نہیں بلکہ جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں......غلام دستگیر کو بھی شوق اٹھا کہ آؤ میں بھی اس جھوٹے مسیح اور جھوٹے مہدی پر دعا کروں تا اس کی موت سے میری کرامت بھی ثابت ہو......لیکن چونکہ میں صادق تھا غلام دستگیر خدا تعالیٰ کی وحی اِنِّیْ مُهِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَکَ کا شکار ہو گیا اور وہ دائمی ذلت جو میرے لیے اس نے چاہی تھی اسی پر پڑ گئی۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 341-340، روحانی خزائن جلد 22 ص 354)

''اس نے اپنی کتاب (فتح رحمانی) میں دعا کی کہ جو کاذب ہے خدا اس کو ہلاک کرے'' (ایضاً ص 228) ''وہ اپنے یکطرفہ مباہلہ کے بعد انتقال کر گئے۔''

''ایسا ہی مولوی محمد حسن بھیں والا میری پیشگوئی کے مطابق مرا جیسا کہ میں نے مفصل اپنی کتاب مواہب الرحمٰن میں لکھا ہے۔'' (ایضاً صفحہ 228)

''مولوی محمد حسن بھیں والے نے میری کتاب اعجاز المسیح کے حاشیہ پر لعنۃ اللہ علی الکاذبین لکھ کر اپنے تئیں مباہلہ کے پیچ میں ڈال دیا۔ چنانچہ اس تحریر پر ایک سال بھی نہیں گزرا تھا کہ بڑے دکھ کے ساتھ اس جہاں سے گزر گیا اور ''جواناں مرگ'' موت ہوئی۔ اُسی کے ہاتھ کا لکھا ہوا مباہلہ ہمارے پاس موجود ہے جو چاہے دیکھ لے۔'' (حقیقۃ الوحی صفحہ 343، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 356)

''میری کتاب انجام آتھم کے صفحہ اٹھاون 58 میں ایک یہ پیشگوئی تھی جو مولوی عبدالحق غزنوی کے مقابل پر لکھی گئی تھی جس کی عبارت یہ ہے کہ ''عبدالحق کے مباہلہ کے بعد ہر ایک قسم سے خدا تعالیٰ نے مجھے ترقی دی۔ ہماری جماعت کو ہزار ہا تک پہنچا دیا۔ ہماری علمیت کا لاکھوں کو قائل کر دیا اور الہام کے مطابق مباہلہ کے بعد ایک اور لڑکا ہمیں عطا کیا جس کے پیدا ہونے سے تین لڑکے ہو گئے اور پھر ایک چوتھے لڑکے کے لیے مجھے متواتر الہام کیا اور ہم عبدالحق کو یقین دلاتے ہیں کہ وہ نہیں مرے گا جب تک اس الہام کو پورا ہوتا نہ سن لے۔ اب اس کو چاہیئے کہ اگر وہ کچھ چیز ہے تو دعا سے اس پیشگوئی کو ٹال دے'' دیکھو میری کتاب انجام آتھم صفحہ 58 پر یہ پیشگوئی ہے جو چوتھے لڑکے کے بارے میں کی گئی۔ پھر اس پیشگوئی سے اڑھائی برس بعد چوتھا لڑکا عبدالحق کی زندگی میں ہی پیدا ہو گیا جس کا نام مبارک احمد رکھا گیا جو اب تک خدا تعالیٰ کے فضل سے زندہ موجود ہے۔ اگر مولوی عبدالحق نے اس لڑکے کا پیدا ہونا اب تک نہیں سنا تو اب ہم سنائے دیتے ہیں۔ یہ کس قدر عظیم الشان نشان ہے کہ دونوں پہلوؤں سے سچا نکلا۔ عبدالحق بھی لڑکے کے تولد تک زندہ رہا اور لڑکا بھی پیدا ہو گیا اور پھر یہ کہ اس بارے میں عبدالحق کی کوئی بددعا منظور نہ ہوئی اور وہ اپنی بددعا سے میرے اس موعود لڑکے کا پیدا ہونا روک نہ سکا بلکہ بجائے ایک لڑکے کے تین لڑکے پیدا ہوئے۔ اور دوسری طرف عبدالحق کا یہ حال ہوا کہ مباہلہ کے بعد عبدالحق کے گھر میں آج تک باوجود بارہ برس گزرنے کے ایک بچہ بھی پیدا نہ ہوا۔ اور ظاہر ہے کہ مباہلہ کے بعد قطع نسل ہو جانا اور باوجود بارہ برس گزرنے کے ایک بچہ بھی پیدا نہ ہونا اور بالکل ابتر رہنا۔ یہ بھی قہر الٰہی ہے اور موت کے برابر ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ شَانِئَکَ ھُوَ الْاَبْتَرُ یاد رہے کہ اسی بدگوئی کے ساتھ ہی عبدالحق کے گھر میں کوئی لڑکا پیدا نہ ہوا بلکہ لاولد اور ابتر اور اس برکت سے بالکل بے نصیب رہا اور بھائی مر گیا اور مباہلہ کے بعد بجائے لڑکا پیدا ہونے کے عزیز بھائی بھی دارالفنا میں پہنچ گیا۔ (حقیقۃ الوحی ص 365، روحانی خزائن جلد 22 ص 365)

میں نے اپنی کتاب انوار الاسلام میں بطور پیشگوئی یہ بھی عبدالحق پر ظاہر کیا تھا کہ وہ اولاد سے بے نصیب رہے گا اس کو چاہیئے کہ ہر ایک قسم کی کوشش اور ہمت کر کے ہماری اس پیشگوئی کو رد کر دے اور مباہلہ کے اثر کو ٹال دے۔ چنانچہ وہ اب تک ابتر ہے اور اس تاریخ تک کہ 28 ستمبر 1906ء ہے باوجود تیرہ برس گزرنے کے روز مباہلہ سے اب تک اولاد سے محروم ہے۔ (ایضاً حاشیہ)

حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں:

ان کے سوا اور بھی کئی لوگ ہیں جو ایذا اور اہانت میں حد سے بڑھ گئے تھے اور خدا تعالیٰ کے قہر سے نہیں ڈرتے تھے اور دن رات ہنسی اور ٹھٹھا اور گالیاں دینا ان کا کام تھا آخر کار طاعون کا شکار ہو گئے جیسا کہ منشی محبوب عالم صاحب احمدی لاہور سے لکھتے ہیں کہ ایک میرا چچا تھا جس کا نام نور احمد تھا وہ موضع بھڑی چٹھہ تحصیل حافظ آباد کا باشندہ تھا اس نے ایک دن مجھے کہا کہ مرزا صاحب اپنی مسیحیت کے دعوے پر کیوں کوئی نشان نہیں دکھلاتے۔ میں نے کہا کہ ان کے نشانوں میں سے ایک نشان طاعون ہے جو پیشگوئی کے بعد آئی جو دنیا کو کھاتی جاتی ہے۔ تو اس بات پر وہ بول اٹھا کہ طاعون ہمیں نہیں چھوئے گی بلکہ یہ طاعون مرزا صاحب کو ہی ہلاک کرنے کیلئے آئی ہے۔ اور اس کا اثر ہم پر ہرگز نہیں ہو گا مرزا صاحب پر ہی ہو گا اسی قدر گفتگو پر بات ختم ہو گئی۔ جب میں لاہور پہنچا تو ایک ہفتہ کے بعد مجھے خبر ملی کہ چچا نور احمد طاعون سے مر گئے اور اس گاؤں کے بہت سے لوگ اس گفتگو کے

گواہ ہیں اور یہ ایسا واقعہ ہے کہ چھپ نہیں سکتا۔

اور میاں معراج الدین صاحب لاہور سے لکھتے ہیں کہ مولوی زین العابدین جو مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات پاس کردہ تھا اور مولوی غلام رسول قلعہ والے کے رشتہ داروں میں سے تھا اور دینی تعلیم سے فارغ التحصیل تھا اور انجمن حمایت اسلام لاہور کا ایک مقرب مدرس تھا۔ اس نے حضور کے صدق کے بارہ میں مولوی محمد علی سیالکوٹی سے کشمیری بازار میں ایک دوکان پر کھڑے ہو کر مباہلہ کیا۔ پھر تھوڑے دنوں کے بعد بمرض طاعون مر گیا اور نہ صرف وہ بلکہ اس کی بیوی بھی طاعون سے مر گئی اور اس کا داماد بھی جو محکمہ اکونٹنٹ جنرل میں ملازم تھا طاعون سے مر گیا۔ اسی طرح اس کے گھر کے سترہ آدمی مباہلہ کے بعد طاعون سے ہلاک ہو گئے۔

یہ عجیب بات ہے کیا کوئی اس بھید کو سمجھ سکتا ہے کہ ان لوگوں کے خیال میں کاذب اور مفتری اور دجال تو میں ٹھہرا مگر مباہلہ کے وقت میں یہی لوگ مرتے ہیں کیا نعوذ باللہ خدا سے بھی کوئی غلط فہمی ہو جاتی ہے؟ ایسے نیک لوگوں پر کیوں یہ قہر الٰہی نازل ہے۔ جو موت بھی ہوتی ہے اور پھر ذلت اور رسوائی بھی۔ اور میاں معراج دین لکھتے ہیں کہ ایسا ہی کریم بخش نام لاہور میں ایک ٹھیکہ دار تھا وہ سخت بے ادبی اور گستاخی حضور کے حق میں کرتا تھا اور اکثر کرتا ہی رہتا تھا۔ میں نے کئی دفعہ اس کو سمجھایا مگر وہ باز نہ آیا۔ آخر جوانی کی عمر میں ہی شکار موت ہوا۔

سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ حافظ سلطان سیالکوٹی حضور کا سخت مخالف تھا یہ وہی شخص تھا جس نے ارادہ کیا تھا کہ سیالکوٹ میں آپ کی سواری گزرنے پر آپ پر راکھ ڈالے آخر وہ سخت طاعون سے اسی 1906ء میں ہلاک ہوا اور اس کے گھر کے نو یا دس آدمی بھی طاعون سے ہلاک ہوئے۔ ایسا ہی شہر سیالکوٹ میں یہ بات سب کو معلوم ہے کہ حکیم محمد شفیع جو بیعت کر کے مرتد ہو گیا تھا جس نے مدرسۃ القرآن کی بنیاد ڈالی تھی آپ کا سخت مخالف تھا۔ یہ بدقسمت اپنی اغراض نفسانی کی وجہ سے بیعت پر قائم نہ رہ سکا اور سیالکوٹ کے محلّہ لوہاراں کے لوگ جو سخت مخالف تھے عداوت اور مخالفت میں ان کا شریک ہو گیا۔ آخر وہ بھی طاعون کا شکار ہوا اور اس کی بیوی اور اس کی والدہ اور اس کا بھائی سب یکے بعد دیگرے طاعون سے مرے اور اس کے مدرسہ کو جو لوگ امداد دیتے تھے وہ بھی ہلاک ہو گئے۔ حقیقۃ الوحی ص238، روحانی خزائن جلد22 ص 238)

ایسا ہی مرزا سردار بیگ سیالکوٹی جو اپنی گندہ زبانی اور شوخی میں بہت بڑھ گیا تھا اور ہر وقت استہزا اور ٹھٹھا اس کا کام تھا اور ہر ایک بات طنز اور شوخی سے کرتا تھا وہ بھی سخت طاعون میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوا اور ایک دن اس نے شوخی سے جماعت احمدیہ کے ایک فرد کو کہا کہ کیوں طاعون طاعون کرتے ہو ہم تو تب جانیں کہ ہمیں طاعون ہو۔ پس اس سے دو دن بعد طاعون سے مر گیا۔ (حقیقۃ الوحی ص238، روحانی خزائن جلد22 ص238)

حضرت اقدس لکھتے ہیں:

''پس اے تمام لوگو! جو میری آواز سنتے ہو خدا کا خوف کرو اور حد سے مت بڑھو۔ اگر یہ منصوبہ انسان کا ہوتا تو خدا مجھے ہلاک کر دیتا اور اس تمام کاروبار کا نام و نشان نہ رہتا۔ مگر تم نے دیکھا کہ کیسی خدا تعالیٰ کی نصرت میرے شامل حال ہو رہی ہے اور اس قدر نشان نازل ہوئے جو شمار سے خارج ہیں۔ دیکھو کس قدر دشمن ہیں جو میرے ساتھ مباہلہ کر کے ہلاک ہو گئے اے بندگانِ

خدا! کچھ تو سوچو کیا خدا تعالیٰ جھوٹوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے۔'' (تتمہ حقیقۃ الوحی ص 118، روحانی خزائن جلد 22 ص 554)

تحریری مباہلہ کی عام دعوت

''ہر ایک جو مجھے کذاب سمجھتا ہے اور ہر ایک جو مکار اور مفتری خیال کرتا ہے اور میرے دعوئ مسیح موعود کے بارہ میں میرا مکذب ہے۔ اور جو کچھ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی اس کو میرا افتراء خیال کرتا ہے۔ وہ خواہ مسلمان کہلاتا ہو یا ہندو یا آریہ یا کسی اور مذہب کا پابند ہو۔ اس کو بہرحال اختیار ہے کہ اپنے طور پر مجھے مقابل پر رکھ کر تحریری مباہلہ شائع کرے۔ یعنی خدا تعالیٰ کے سامنے یہ اقرار چند اخباروں میں شائع کرے کہ میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے یہ بصیرت کامل طور پر حاصل ہے کہ یہ شخص (اس جگہ تصریح سے میرا نام لکھے) جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے درحقیقت کذاب ہے۔ اور یہ الہام جن میں سے بعض اس نے اس کتاب میں لکھے ہیں یہ خدا کا کلام نہیں ہے بلکہ سب اس کا افتراء ہے اور میں اس کو درحقیقت اپنی کامل بصیرت اور کامل غور کے بعد اور یقین کامل کے ساتھ مفتری اور کذاب اور دجال سمجھتا ہوں پس اے خدائے قادر اگر تیرے نزدیک یہ شخص صادق ہے اور کذاب اور مفتری اور کافر اور بے دین نہیں ہے تو میرے پر اس تکذیب اور توہین کی وجہ سے کوئی عذاب شدید نازل کر ورنہ اس کو عذاب میں مبتلا کر'' آمین'' ......ایسا شخص جو اس صریح کے ساتھ قسم کھا کر اور آسمانی عذاب سے محفوظ رہے تو پھر میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں۔ اس مباہلہ میں کسی میعاد کی ضرورت نہیں۔ یہ شرط ہے کہ کوئی ایسا امر نازل ہو جس کو دل محسوس کر لیں۔'' (حقیقۃ الوحی ص 69، روحانی خزائن جلد 22 ص 72-71)

حضرت اقدس اپنے مخالفین کو جو آپ پر قسم قسم کے جھوٹے الزامات لگاتے تھے پوچھتے ہیں:

''مگر باوجود ان باتوں کے جو تمام دنیا کے عیب مجھ میں موجود ہیں اور ہر ایک قسم کا ظلم میرے نفس میں بھرا ہوا ہے اور بہتوں کے میں نے بیجا طور پر مال کھالئے اور بہتوں کو میں نے (جو فرشتوں کی طرح پاک تھے) گالیاں دی ہیں اور ہر ایک بدی اور ٹھگ بازی میں سب سے زیادہ حصہ لیا تو پھر اس میں کیا بھید ہے کہ بد اور بدکار اور خائن اور کذاب تو میں تھا مگر میرے مقابل پر ہر ایک فرشتہ سیرت جب آیا تو وہی مارا گیا۔ جس نے مباہلہ کیا وہی تباہ ہوا۔ جس نے میرے پر بددعا کی وہ بددعا اسی پر پڑی۔ جس نے میرے پر کوئی مقدمہ عدالت میں دائر کیا اسی نے شکست کھائی'' ...... ''چاہیئے تو یہ تھا کہ ایسے مقابلہ کے وقت میں ہی ہلاک ہوتا۔ میرے پر ہی بجلی پڑتی بلکہ کسی کے مقابل پر کھڑے ہونے کی بھی ضرورت نہ تھی کیونکہ مجرم کا خود خدا دشمن ہے۔ پس برائے خدا سوچو کہ یہ اُلٹا اثر کیوں ظاہر ہوا۔ کیوں میرے مقابل پر نیک مارے گئے اور ہر ایک مقابلہ میں خدا نے مجھے بچالیا۔ کیا اس سے میری کرامت ثابت نہیں ہوتی؟'' (حقیقۃ الوحی)

4- غیبی اخبار یعنی قضاء وقدر کی

پیشگوئیوں کے نمونے

طاعون کی وبائی مرض کی پیشگوئی

انجیل متی باب 24 میں حضرت مسیح علیہ السلام کی آمد ثانی کے متعلق جن نشانیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ اس زمانہ میں کثرت سے مری پڑے گی۔ انگریزی بائبل میں لفظ پلیگ مذکور ہے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے 6 فروری 1898ء کو ایک کشف میں دیکھا ''خدا تعالیٰ کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں...... میں نے لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔'' (تذکرہ طبع دوم ص 319)

آپ نے مخلوق خدا کی بھلائی کیلئے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں لوگوں کو ملک میں آئندہ وسیع پیمانہ پر پھیلنے والی طاعون کی تباہ کاریوں سے آگاہ کرتے ہوئے انہیں مشورہ دیا کہ بطور حفظ ماتقدم طاعون کے ایام میں وہ اپنے گھروں کی بجائے کھلے میدانوں میں جاکر رہائش اختیار کریں تا کہ گھروں کے چوہوں پر طاعون کے جراثیم سے بچے رہیں۔

چونکہ اس وقت ملک میں طاعون کے کوئی آثار موجود نہ تھے آپ کے مخالفین کو آپ کے خلاف اپنی تقریروں اور تحریروں میں ہنسی اور ٹھٹھا کرنے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ اس زمانہ کے مشہور اخبار ''پیسہ اخبار'' نے طنزاً لکھا: مرزا اسی طرح لوگوں کو ڈرایا کرتا ہے دیکھ لینا خود اسی کو طاعون ہوگی۔''

مارچ 1901ء میں پنجاب کے چند ایک اضلاع میں طاعون کے کچھ واقعات رونما ہوئے اس پر آپ نے پھر 17 مارچ 1901ء کو دوسرا اشتہار شائع فرمایا اور ہنسی ٹھٹھا کرنے والوں کو نصیحتاً انتباہ کیا کہ وہ ہنسی ٹھٹھا چھوڑ کر خدا تعالیٰ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہوئے اس ناگہانی بلا سے نجات چاہیں۔ آپ نے اپنی پیشگوئی یاد کراتے ہوئے تحریر فرمایا: ''سو اے عزیزو! اس غرض سے پھر یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ سنبھل جاؤ اور خدا سے ڈرو اور ایک پاک تبدیلی دکھلاؤ تا خدا تم پر رحم کرے اور وہ بلا جو بہت نزدیک آ گئی ہے خدا اسکو نابود کر دے۔ اے غافلو! یہ ہنسی اور ٹھٹھے کا وقت نہیں ہے۔ یہ وہ بلا ہے جو آسمان سے آتی اور صرف آسمان کے حکم سے دور ہوتی ہے۔''

مگر اللہ کی جانب رجوع کرنے کی بجائے جب لوگ اپنی سرکشی میں آگے ہی بڑھتے گئے تو خدا کا یہ عذاب شدت اختیار کرنے لگا۔ اگلے سال یعنی 1902ء میں لوگ طاعون سے بے تحاشا مرنے لگے۔ گھر ویران ہونے شروع ہو گئے۔ اس قدر اموات ہوتی تھیں کہ طاعون کی دہشت کے باعث میتوں کا گھروں سے اٹھانا اور دفنانا مشکل ہو گیا۔

اس صورت حال کو دیکھ کر آپ نے اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے تحت ایک رسالہ بنام ''دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء'' شائع فرمایا جس میں لوگوں کو ظاہری صفائی کی تلقین کے علاوہ روحانی علاج کی طرف توجہ دلائی کہ وہ شرارتوں کو چھوڑ کر اپنے

گناہوں کی توبہ چاہیں اوراللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کریں۔آپ نے اس رسالہ میں لوگوں کواپنے 26 مئی 1898ء کے اشتہار میں شائع شدہ الہام یاددلاتے ہوئے لکھا"اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَابِاَنْفُسِھِمْ. اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ" یعنی خدانے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ اُن خیالات کو دور نہ کرلیں جوان کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے ماموراور رسول کو مان نہ لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگی۔اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تاتم سمجھو کہ قادیان اس لئے محفوظ رکھی گئی ہے کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا" (دافع البلاء ص12-14)

جب طاعون کی وباءاپنے زوروں پرتھی اور ملک میں ہرطرف کثرت سے موتا موتی لگ رہی تھی آپ نے اپنی کتاب کشتی نوح میں لوگوں کو طاعون کے حفاظتی ٹیکے لگوانے کی ہدایت فرمائی مگر اپنے متعلق لکھا کہ خدانے مجھے نشان نمائی کیلئے الہاماً بتایا ہے:"اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِیْ الدَّارِ. وَ اُحَافِظُکَ خَاصَّۃً کہ جولوگ تیرے گھر کی چاردیواری میں ہوں گے ان کی میں حفاظت کروں گا اور تیری خاص طور پر حفاظت کروں گا۔" تذکرہ ص428-427 مطبوعہ 1965ء)اس لیے آپ نے خوداور اپنے اہل وعیال اورآپ کے گھر میں رہنے والے اسّی (80) کے قریب افراد کو خدا تعالیٰ کی حفاظت کے وعدہ کے پیش نظر بطور نشان ٹیکے نہ لگوائے۔

آپ نے اپنے مخالفین کو بھی مقابلہ میں اس قسم کا دعویٰ کرنے کی دعوت دی اور لکھا کہ اگران کے دعویٰ کرنے کے بعد اُن کے گھر بار بھی طاعون سے محفوظ رہے تو میں ان کو حق پر سمجھوں گا۔مگر کسی مخالف کو ایسا کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔

جب حضرت نوح علیہ السلام کے وقت میں ان کے منکرین پر اللہ تعالیٰ نے طوفان کا عذاب نازل کیا تو اللہ تعالیٰ نے بطور نشان نوح علیہ السلام اوران کے ماننے والوں کو کشتی کے ذریعہ سے اپنی حفاظت میں رکھا جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:"فَاَنْجَیْنٰہُ وَ اَصْحَابَ السَّفِیْنَۃِ وَجَعَلْنٰھَا اٰیَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ. (29:16)اسی طرح بطور نشان آپ کی پیشگوئی کے مطابق حضرت اقدس مرزا صاحب اورآپ کے گھر میں مقیم سب کے سب افراد حیرت انگیز طور پر طاعون سے محفوظ رہے۔اور قادیان کی بستی کو بھی دیگر علاقوں کی نسبت خدا تعالیٰ نے خوفناک تباہی سے محفوظ رکھا۔

اس پیشگوئی کا پورا ہونا بھی آپ کی صداقت پر ایک واضح دلیل ہے۔

طاعون کی اس ہولناک وبا سے پنجاب میں گورداسپور، ہوشیار پوراوراس سے ملحقہ اضلاع میں تیس لاکھ انسان لقمہ اجل بنے۔

عالمگیر جنگوں کے متعلق پیشگوئی

حضرت اقدس مرزا صاحب نے 1905ء میں اللہ تعالیٰ سے الہام پاکر دنیا میں آئندہ آنے والی ایک قیامت خیز آفت کی خبر مندرجہ ذیل الفاظ میں دی:

"تازہ نشان کا دھکہ زَلْزَلَۃُ السَّاعَۃِ. قُوْا اَنْفُسَکُمْ. نَزَلْتُ لَکَ. لَکَ نُرِی اٰیَاتٍ وَّ نَھْدِمُ مَا یَعْمُرُوْنَ.

قُلْ عِندِیْ شَهَادَةٌ مِّنَ اللّٰهِ فَهَلْ اَنْتُمْ مُؤْمِنُوْنَ.''

ترجمہ: قیامت خیز زلزلہ، اپنی جانوں کو بچاؤ، میں تیرے لیے نازل ہوا۔ ہم تیری خاطر بہت سے نشانات دکھائیں گے اور وہ جو کچھ تعمیر کر رہے ہیں ہم منہدم کر دیں گے۔ کہہ دے میرے پاس خدا کی طرف سے گواہی ہے کیا پھر بھی تم ایمان نہیں لاؤ گے؟

اس کی تشریح میں آپ نے لکھا: ''گو ظاہر الفاظ زلزلہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں لیکن ممکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھلاوے جس کی نظیر کبھی اس زمانے نے نہ دیکھی ہو اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آئے۔'' (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص 120)

اس تعلق میں آپ کو یہ الہامات بھی ہوئے: ''کشتیاں چلتی ہیں تا ہوں کُشتیاں''، ''لنگر اٹھا دو'' ان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ہمہ گیر آفت سمندروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔

اسی سلسلہ میں آپ نے اس عالمگیر مصیبت کا مزید انتباہ ان الفاظ سے کیا:

''یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض اُن میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موتا موتی ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے چرند پرند بھی باہر نہیں ہوں گے۔ اور زمین پر اس قدر تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیر و زبر ہو جائیں گے کہ گویا اُن میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی۔ یہاں تک کہ ہر ایک عقلمند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ پر اُن کا پتہ نہیں ملے گا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے؟ اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے۔ وہ دن نزدیک ہیں۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازہ پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی۔ کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ اس لئے کہ نوع انسان نے خدا کی پرستش چھوڑ دی اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا. (17:15) (اور ہم اس وقت تک عذاب نہیں بھیجتے جب تک پہلے اپنا رسول نہ بھیج دیں) اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں ان پر رحم کیا جائے گا۔

کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا یہ خیال مت کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید تم ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔

اے یورپ! تو بھی امن میں نہیں۔ اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری

مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتا دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحدِ یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا۔ مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا۔ جس کے کان سننے کے ہوں وہ سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں۔ پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آئے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لوگے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے۔ توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔ جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ کیڑا ہے نہ کہ آدمی۔ اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ۔'' (حقیقۃ الوحی ص 257-256، روحانی خزائن جلد 22 ص 268-269)

نیز آپ کو الہام ہوا:

''اِذَا جَاءَ اَفْوَاجٌ وَ سَمٌّ مِّنَ السَّمَاءِ'' کہ آسمان سے فوجیں اور زہر اترے گا۔ (حالانکہ اس زمانہ میں ہوائی فوج اور پیراشوٹ نہ تھے)

پھر حضرت اقدس اپنے ایک منظوم کلام میں مزید تشریح کرتے ہوئے اس سنسنی خیز آفت کے بارے میں رقم فرماتے ہیں:

اک نشان ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد ۔۔۔ جس سے گردش کھائیں گے دیہات و شہر و مرغزار
آئے گا قہرِ خدا سے خلق پر اک انقلاب ۔۔۔ اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے ۔۔۔ کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
اک جھپک میں یہ زمیں ہو جائے گی زیر و زبر ۔۔۔ نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آبِ رود بار
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگِ یاسمن ۔۔۔ صبح کر دے گی اُنہیں مثلِ درختانِ چنار
ہوش اڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے حواس ۔۔۔ بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی ۔۔۔ راہ کو بھولیں گے ہو کر مست و بے خود راہوار
خوں سے مردوں کے کوہستاں کے آبِ رواں ۔۔۔ سُرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شراب انجبار
مضمحل ہوجائیں گے اس خوف سے سب جن و انس ۔۔۔ زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار
اک نمونہ قہر کا ہوگا وہ ربانی نشاں ۔۔۔ آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار
ہاں! نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہِ ناشناس ۔۔۔ اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دارومدار
وحیِ حق کی بات ہے ہوکر رہے گی بے خطا ۔۔۔ کچھ دنوں کر صبر ہوکر متقی اور بردبار

(بحوالہ درثمین کلام مسیح موعودؑ ، براہین احمدیہ حصہ پنجم)

حضرت اقدس کی مندرجہ بالا تحریرات پر نظر ڈالنے سے یہ صریحاً ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عالمگیر تباہی اپنی بیان شدہ علامتوں کی وجہ سے ایک عظیم اور ہولناک جنگ کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ جس میں کئی ایک قومیں ملوث ہوں گی اور جو دنیا بھر کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ بڑے بڑے جنگی جہاز لنگر اٹھائے اور آب دوز کشتیاں اس جنگ میں شریک ہوں گے۔ آسمانوں سے فوجیں حملہ آور ہوں گی اور آگ اور زہر برسائیں گی۔ جزائر کے رہنے والوں کا کوئی مصنوعی خدا (یعنی جاپانیوں کا شہنشاہ اور

عیسائی قوموں کا یسوع جنہیں لوگ خدائی مرتبہ دیئے ہوئے تھے) اُنہیں اس تباہی سے نہ بچا سکے گا۔اس جنگ کے ہلاکت خیز اثرات میدانوں، پہاڑوں، دریاؤں اور سمندروں پر بھی پڑیں گے۔اس سانحہ کی نظیر گزشتہ زمانوں میں کسی نے نہ دیکھی ہوگی۔ (ایٹم بم کی تباہ کاریوں کی طرف اشارہ ہے)

اس عظیم جنگ کی گولہ باری کے نتیجہ میں چھوٹی بستیاں،شہروں کی عمارات،محلات اور دریاؤں کے پل تباہی کا نشانہ بن کر کھنڈرات میں بدل جائیں گے۔

آبادیوں سے باہر کھیت، باغات، جنگل، چرند، پرند سب بُری طرح سے متاثر ہوں گے۔زمین شدید گولہ باری سے زیروزبر ہو کر قیامت کا نمونہ پیش کرے گی اور خون کی نالیاں بہ اٹھیں گی۔

بالآخر اس کے اثر سے کچھ طاقتیں مٹ جائیں گی۔بعض نئی طاقتیں ابھریں گی اور دیگر طاقتور قومیں کمزور پڑ جائیں گی۔ (چنانچہ روس جرمنی اور آسٹریا کی بادشاہتیں ملیامیٹ ہوگئیں)

پیشگوئی میں ان تباہ کاریوں کے ساتھ ایک نمایاں نشانی روس کے شہنشاہ زار کی حالت کا زار ہونا بیان ہوئی ہے۔ یہ پیشگوئی اس وقت پوری ہوئی جب روسی باغیوں نے وہاں انقلاب برپا کر دیا۔ پھر جس ہولناک طریقہ سے زار اور اس کے خاندان کا کلیتہً خاتمہ کر دیا وہ ساری دنیا کے سامنے ایک کھلا ورق ہے۔

اِس طرح وہ مخفی امور جن کی اطلاع حضرت اقدس نے اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر کئی سال پہلے دی تھی تقدیر الٰہی نے پورے کر دکھائے یعنی 1914ء تا 1918ء کے چار سال کے عرصہ میں اور پھر وقفہ کے بعد 1939ء تا 1945ء کے سالوں میں جرمنی اور اتحادیوں کے درمیان خوفناک اور تباہ کن عالمگیر جنگیں لڑی گئیں جن کی تباہ کاریوں نے انسانوں، حیوانوں اور غیر جانداروں تک کو اپنی گرفت میں لے لیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے زبردست نشانوں کے ساتھ اپنے مامور کی صداقت ثابت کی۔جیسا کہ ایک الہام میں مذکور ہے: ’’دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا۔‘‘(تذکرہ)

شہزادہ دلیپ سنگھ کے ابتلاء کی پیشگوئی

1849ء میں جب انگریزوں نے پنجاب کے حکمران سکھوں کو شکست دیکر ان سے ملک فتح کیا اس وقت وارث تخت شہزادہ دلیپ سنگھ چھوٹی عمر کے بچے تھے۔انگریزوں نے انہیں جلاوطن کر کے انگلستان بھیج دیا۔ وہ وہیں پلے اور جوان ہوئے۔1886ء میں جب پنجاب اور ہندوستان پر انگریزوں کا تسلط مستحکم ہو گیا اور ان کو سکھوں کی طرف سے کوئی خطرہ نہ رہا تو شہزادہ دلیپ سنگھ کو واپس اپنے ملک آنے کی اجازت مل گئی۔ چنانچہ وہ بذریعہ بحری جہاز ہندوستان کے سفر پر روانہ ہو گئے۔

اس وقت جبکہ یہ خبر مشہور ہوگئی کہ وہ عنقریب ہندوستان پہنچنے والے ہیں حضرت اقدس مرزا صاحب کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً اطلاع دی کہ دلیپ سنگھ اپنے ارادہ میں کامیاب نہیں ہوں گے۔ آپ نے اس پیش خبری کی اطلاع ہندوؤں کو خصوصاً اور دیگر لوگوں کو بالعموم کردی۔ نیز آپ نے اپنے ایک اشتہار میں بھی اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھ دیا کہ ایک نو وارد رئیس پنجاب کو ابتلاء پیش آئے گا۔ آپ نے لکھا ''اشتہار 20 فروری 1886ء جس میں لکھا ہے کہ امیر نو وارد پنجابی الاصل کے متعلق متوحش خبریں......اس سے مراد دلیپ سنگھ ہے۔''

اس کے بعد اشتہار واجب الاظہار میں لکھا: ''ہم نے صدہا ہندوؤں اور مسلمانوں کو مختلف شہروں میں بتلا دیا تھا کہ اس شخص پنجابی الاصل سے مراد دلیپ سنگھ ہے۔ جس کے پنجاب میں آنے کی خبر مشہور ہو رہی ہے۔ لیکن ارادہ سکونت پنجاب میں وہ ناکام رہے گا بلکہ اس سفر میں اس کی عزت یا جان کا خطرہ ہے۔ بالآخر اس کو مطابق اسی پیشگوئی کے بہت حرج اور تکلیف اور سبکی اور خجالت اٹھانی پڑی اور وہ اپنے مدعا سے محروم رہا۔''

جب حضرت اقدس اپنی اس پیشگوئی کی تشہیر فرما رہے تھے سب لوگ پُرامید تھے کہ شہزادہ دلیپ سنگھ عنقریب ہندوستان پہنچا ہی چاہتے ہیں۔

اس اثناء سفر میں انگریزی حکومت کو احساس پیدا ہوگیا کہ دلیپ سنگھ کا پنجاب میں واپس آجانا آئندہ کے سیاسی فتنوں اور بغاوتوں کو دعوت دینے کے مترادف ہوگا۔ اس خطرہ کے پیش نظر ان کو عدن پہنچ جانے کے بعد روک کر واپس انگلستان روانہ کر دیا گیا۔ سکھوں کو جو پکی امید لگائے بیٹھے تھے کہ دلیپ سنگھ چند ہی روز میں ان کے درمیان جلوہ گر ہوں گے اس خبر سے سخت صدمہ ہوا۔ مگر خدائے علیم وخبیر کی دی ہوئی پیشگوئی نہایت صفائی سے پوری ہوکر ماموراِلٰہی کی صداقت کی دلیل بن گئی۔

سعد اللہ لدھیانوی کے ابتر ہونے کی پیشگوئی

حضرت اقدس مرزا صاحب کے زمانہ میں آپ کی شدت سے مخالفت کرنیوالوں میں سے ایک بدزبان شخص سعد اللہ نامی لدھیانہ کے رہنے والے تھے۔ اس شخص نے آپ کے خلاف ایک کتاب ''شہاب ثاقب بر مسیح کاذب'' کے عنوان سے لکھی جس میں حضرت اقدس کو مخاطب کرتے ہوئے اس نے مندرجہ ذیل فارسی زبان میں اشعار درج کئے:

اخذ یمین و قطع وتین است بہر تو
بے رونقی و سلسلہ ہائے مزوّری
اکنوں بہ اصطلاح شما نام ابتلا است
آخر بروزِ حشر وبایں دار خاسری

یعنی خدا تجھے ضرور پکڑ کر تیری شاہ رگ کاٹ دے گا۔ اس طرح تیرا جھوٹا سلسلہ تباہ و ویران ہو جائے گا۔ اور گو تم اسے ابتلا کا نام دو مگر تم حشر میں اور اس دنیا میں خسارہ اور نامرادی میں ہوگے۔

اس کے علاوہ یہ شخص وقتاً فوقتاً آپ کے خلاف نہایت گندی اور غلیظ تحریرات شائع کرتا رہا۔ ایسی ہی ایک گندآلود تحریر اُس نے 16 ستمبر 1894ء کو آپ کے متعلق شائع کی جسمیں اس نے آپ کی نسبت ابتر بھی لکھا۔ حضرت اقدس مرزا صاحب نے اس

کے اس فعل کے متعلق اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے انکشاف فرمانے پر آپ نے اسے مخاطب کرتے ہوئے لکھا:

''حق سے لڑتا رہ۔ آخر اے مردار تو دیکھے گا کہ تیرا کیا انجام ہوگا۔ اے عدو اللہ! تو مجھ سے نہیں خدا سے لڑ رہا ہے۔ بخدا مجھے اسی وقت 29 ستمبر 1894ء کو تیری نسبت یہ الہام ہوا ہے۔ ''اِنَّ شَـانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ'' اس الہامی عبارت کا ترجمہ یہ ہے: کہ سعد اللہ جو تجھے ابتر کہتا ہے اور یہ دعویٰ کرتا ہے کہ تیرا (یعنی حضرت مرزا صاحب کا۔ ناقل) سلسلہ اولاد اور دوسری برکات کا منقطع ہو جائے گا ایسا ہرگز نہیں ہوگا بلکہ وہ خود ابتر رہے گا۔'' (انوار الاسلام واشتہار 5 اکتوبر 1894ء)

گویا اللہ تعالیٰ نے سعد اللہ کی بدگوئی کو الٹا کر اسی پر مار دیا یعنی حضرت اقدس مرزا صاحب کی بجائے خود سعد اللہ ہی ابتر رہے گا۔

اس واقعہ کے بعد حضرت اقدس کے ہاں تو تین بیٹے پیدا ہوئے مگر سعد اللہ کے ہاں باوجودیکہ وہ حضرت اقدس کی پیشگوئی کی اشاعت کے بعد کوئی بارہ 12 سال تک زندہ رہا کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی اور جو اولاد پہلے ہو چکی تھی وہ اس سے پہلے ہی مر چکی تھی سوائے ایک پندرہ 15 سالہ محمود نامی لڑکے کے۔

سعد اللہ نے بڑے اہتمام سے اپنے اس بیٹے کی شادی کا انتظام اس کے ستائیسویں سال کی عمر میں کرایا۔ مگر اس میں اسے شریک ہونا نصیب نہ ہوا اور وہ 3 جنوری 1907ء کو طاعون کے مرض میں گرفتار ہو کر اگلے جہان کو کوچ کر گیا۔ اس شادی سے اس کے بیٹے کے ہاں کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔ پھر کافی عرصہ گزر جانے کے بعد حضرت اقدس کے مخالفین نے اس کے لڑکے محمود کی دوسری شادی بھی کرائی مگر اس کے نتیجہ میں بھی کوئی اولاد پیدا نہ ہوئی۔ بالآخر سعد اللہ کا یہ لڑکا 12 جولائی 1926ء کو ابتر ہونے کی حالت میں اس دنیا سے چل بسا۔ پس حضرت اقدس مرزا صاحب کی سعد اللہ کے متعلق پیشگوئی کہ وہ ابتر ہوگا نہایت صفائی سے پوری ہوگئی یعنی سعد اللہ کی نسل کے سلسلہ کا خاتمہ ہوگیا۔

اہل بنگال کی دلجوئی کی پیشگوئی

ہندوستان پر انگریزوں کے عہد حکومت میں اکتوبر 1905ء میں وائسرائے ہند لارڈ کرزن نے کسی مصلحت کی بنا پر صوبہ بنگال کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ایک مشرقی حصہ جسمیں کچھ علاقہ آسام کا بھی شامل تھا۔ اور دوسرا مغربی حصہ جس میں بہار اور اڑیسہ کو بھی شامل کر دیا گیا۔ ہندوؤں نے اس تقسیم کو اپنے حق میں مضر خیال کر کے اس کے خلاف ملک میں سخت شورش برپا کر دی اور جگہ بجگہ دہشت گردی کی وارداتیں ہونے لگیں۔ کئی انگریز افسروں کو بھی قتل کر دیا گیا۔ غرضیکہ تقسیم کی منسوخی کیلئے ہر طرح کی کوشش کی گئی۔ مگر انگریزی حکومت ٹس سے مس نہ ہوئی۔

لارڈ کرزن کی مدت ختم ہونے پر ان کی جگہ لارڈ منٹو وائسرائے بن کر آ گئے مگر انہوں نے بھی ہندوؤں کے مطالبہ کو تسلیم نہ کیا اور یوں یہ تقسیم مستقل سمجھی جانے لگی اور اس کی منسوخی کا بظاہر کوئی امکان نہ رہا۔ اس وقت حضرت اقدس مرزا صاحب کو 11 فروری 1906ء کو خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا ''پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا اب اُن کی دلجوئی ہوگی۔'' (بدر 16 فروری 1906ء)

اس وقت اس الہام کے پورا ہو جانے کے بظاہر کوئی آثار نظر نہ آتے تھے۔ جن مخالفین کو اس الہام کا پتہ چلا انہوں نے حضرت اقدس پر ہنسی ٹھٹھا کیا کہ جب ہر طرح کا ردِعمل ناکام رہا تو اب یہ الہام کیا رنگ لائے گا۔ 1910ء میں لارڈ منٹو کی جگہ لارڈ ہارڈنگ نئے وائسرائے بن کر آ گئے۔

اُن کے عہد میں شاہ انگلستان جارج پنجم کی ہندوستان میں رسم تاجپوشی کرنے کے انتظامات ہونے لگے تو انہوں نے ازخود وزیر ہند کو بنگال کی تقسیم کی منسوخی کیلئے تجویز پیش کر دی اور لکھا کہ اس سے اہل بنگال کی دلجوئی ہو جائے گی۔

چنانچہ 1911ء میں جب شہنشاہ جارج پنجم اپنی تاجپوشی کی رسم کیلئے ہندوستان آئے اور دہلی میں ایک عدیم المثال دربار منعقد ہوا جس میں ہندوستان بھر سے راجے، مہاراجے، نواب، امراء، عمائد، رؤساء اور سرکاری افسران سب حاضر تھے تو شہنشاہ نے بذاتِ خود بنگال کی تقسیم کی منسوخی کا اعلان کرتے ہوئے یہ الفاظ بھی استعمال کئے کہ یہ منسوخی اہل بنگال کی دلجوئی کی خاطر کی گئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انتہائی مخالف حالات میں اس پیشگوئی کو پورا فرما کر بنگالیوں کی دلجوئی کا سامان کر دیا جس سے استہزاء اور ہنسی ٹھٹھا کرنے والوں کو شرمندہ ہونا پڑا۔ اور اس طرح اپنے مامور حضرت اقدس مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت مہیا کیا۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے متعلق پیشگوئی

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی حضرت اقدس مرزا صاحب کے اشد ترین مخالفین میں سے تھے۔ وہ اپنی تحریروں اور تقریروں میں حضرت اقدس کو کافر اور دجال کہنے کے علاوہ آپ کے خلاف سخت بدزبانی کیا کرتے تھے۔ سب سے اول انہوں نے ہی ہندوستان کا دورہ کر کے حضور کے بارے میں کفر کے فتوے حاصل کر کے شائع کئے تھے۔

حضرت اقدس جہاں تبلیغ حق کیلئے تشریف لے جاتے یہ بھی وہیں پہنچ کر آپ کے خلاف جلسوں اور دیگر مواقع پر گند اچھالتے اور لوگوں کو آپ کے خلاف اشتعال دلاتے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے 4 مئی 1893ء کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی نسبت اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر اپنی کتاب حجتہ الاسلام میں ایک پیشگوئی عربی میں لکھ کر شائع کی کہ ''وہ مرنے سے پہلے میرا مومن ہونا تسلیم کر لیں گے اور میری تکفیر سے رجوع کر لیں گے۔'' آپ کی یہ ایک رُءیا تھی جسے آپ کے الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''وَ اِنِّیْ رَأَیْتُ اَنَّ ھٰذَا الرَّجُلَ یُؤْمِنُ بِاِیْمَانِیْ قَبْلَ مَوْتِہٖ . وَ رَأَیْتُ کَاَنَّہٗ تَرَکَ قَوْلَ الْتَکْفِیْرِ وَ تَابَ. وَ ھٰذا رُءیَایَ وَ اَرْجُوْا اَنْ یَجْعَلَھَا رَبِّیْ حَقًّا.

ترجمہ: ''میں نے دیکھا کہ یہ محمد حسین اپنی موت سے پہلے میرے مومن ہونے پر ایمان لائے گا اور میں نے دیکھا کہ گویا اس نے میری تکفیر کو ترک کر دیا ہے اور اس سے رجوع کر لیا ہے۔ اور یہ میری رُءیا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو سچا کر دکھائے گا۔''

اس پیشگوئی کو پڑھ کر اپنے اور پرائے حیرت میں پڑ گئے کیونکہ مولوی محمد حسین صاحب آپ کی مخالفت میں پہلے سے

بھی زیادہ سرگرم عمل تھے۔ گورنمنٹ میں جھوٹی مخبریاں کرنے کے علاوہ آپ کو درپردہ قتل کرنے کی سازش میں بھی شریک ہونے سے انہوں نے گریز نہ کیا تھا۔

یہ پیشگوئی حضرت اقدس مرزا صاحب کی وفات کے بعد نہایت صفائی سے پوری ہوگئی اس کی تفصیل یہ ہے کہ 1913ء میں ضلع کچہری گوجرانوالہ کے جج درجہ اول لالہ دیوکی نندن کی عدالت میں مقدمہ نمبر 300 مسمات کریم بی بی بنت محمد الدین لوہار بنام رحمت اللہ ولد عبداللہ لوہار ساکن نظام آباد درج ہوا۔ کریم بی بی نے عدالت میں فسخ نکاح کا دعویٰ کر دیا کہ میرا شوہر احمدی ہوگیا ہے اور چونکہ مولویوں کے نزدیک وہ اب کافر ہو چکا ہے اور کافر کے ساتھ میرا نکاح قائم نہیں رہ سکتا لہذا نکاح توڑ دیا جائے۔

اس عورت کی طرف سے گواہی دینے والے علماء میں سے مولوی عبدالحکیم احمدیوں کو کافر قرار دے رہے تھے مگر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے احمدیوں کو کافر قرار نہیں دیا اور اپنے خلفیہ بیان میں صاف لفظوں میں کہا کہ وہ کافر نہیں ہیں۔ مولوی محمد حسین صاحب کے بیان کا یہ حصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔ اس بیان میں انہوں نے مسلمانوں کے چار فرقوں حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کا ذکر کرنے کے بعد کہا: ''یہ سب فرقے قرآن مجید کو خدا کا کلام مانتے ہیں اور یہ فرقے قرآن کی مانند حدیث کو بھی مانتے ہیں۔ ایک فرقہ احمدی بھی اب تھوڑے عرصہ سے پیدا ہوا ہے جب سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کا کیا ہے یہ فرقہ بھی قرآن کو اور حدیث کو یکساں مانتا ہے...... کسی فرقہ کو جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ہمارا فرقہ (اہلحدیث۔ ناقل) مطلقاً کافر نہیں کہتا۔''

چنانچہ اس شہادت کی بناء پر عدالت نے اپنے فیصلہ میں لکھا: ''اور ایسے ہی مولوی عبدالحکیم صاحب گواہ مدعیہ کے نزدیک احمدی فرقہ کے لوگ کافر ہیں جو مرزا غلام احمد کے پیرو ہیں۔ حالانکہ مولوی محمد حسین گواہ کے نزدیک وہ کافر نہیں ہیں۔''

مولوی محمد حسین بٹالوی جو تمام عمر حضرت اقدس مرزا صاحب کو۔ آپ کے متبعین کو اور ان سے سلام کلام رکھنے والوں کو بھی کافر قرار دیتا رہا اب مرنے سے قبل عدالت میں حلفی بیان دیتا ہے کہ احمدی کافر نہیں ہیں تو اس سے بڑھ کر تکفیر سے رجوع اور کیا ہوگا۔

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کو حضرت اقدس کی زندگی کے آخری دور میں یہ احساس ہو چکا تھا کہ میری مخالفانہ کوششوں کے باوجود حضرت اقدس مرزا صاحب کو خدا تعالیٰ کامیابیوں اور ترقیات سے نوازتا رہا ہے اور ان کے مقابل مجھے ہر موقع پر نامرادی اور ناکامی کا سامنا رہا ہے۔ حضرت مرزا صاحب کی عزت میں روز افزوں ترقی ہوتی رہی اور میری سابقہ عزت بھی جاتی رہی تو آخر میں ان میں مخالفت کا دم خم نہ رہا۔

چنانچہ حضرت اقدس مرزا صاحب کی وفات کے بعد ایک دفعہ وہ جماعت احمدیہ شملہ سے چندہ جمع کرنے کی غرض سے آ کر ملے۔ جماعت نے ان کو چندہ دیکر ان کی مالی مدد کی۔ مولوی عمر الدین صاحب شملوی کے بیان کے مطابق مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے اپنے مرنے سے پہلے حضرت اقدس مرزا صاحب کی تکفیر سے نہ صرف رجوع ہی کر لیا تھا بلکہ دل سے ان کے مومن ہونے پر ایمان بھی لے آئے تھے۔ اور حضور کے علم وفضل اور صداقت کے اس قدر قائل ہو گئے تھے کہ اگر حضرت اقدس زندہ ہوتے تو وہ ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے ان کی جماعت میں داخل بھی ہو جاتے۔

مولوی عمر الدین صاحب اپنے تحریری بیان میں فرماتے ہیں: ''غالباً 1911ء میں مولوی محمد حسین صاحب نے جماعت احمدیہ شملہ کو سنجولی میں جہاں وہ ٹھہرے ہوئے تھے بلایا اور ہم تمام احمدیوں سے بہت محبت سے ملے۔ سب سے مصافحہ کیا اور بعض کو چھاتی سے بھی لگایا اور وہاں کی مسجد اہل حدیث میں جس میں مولوی صاحب خود بھی نماز پڑھا کرتے تھے ہم سب کو نماز باجماعت پڑھنے کی خوشی سے اجازت دی۔ مولوی صاحب موصوف جب مجھ سے معانقہ کرنے لگے تو میں نے کہا کہ مولوی صاحب اب تو آپ بھی کافر ہوگئے کیونکہ آپ کا فتویٰ یہی تھا کہ احمدیوں سے سلام و کلام کرنے والا بھی کافر ہے۔ اور آج آپ خود مصافحہ و معانقہ کر رہے ہیں تو مولوی صاحب نے مجھے کہا کہ ''چپ رہو، ایسی باتیں مت کرو میں تم لوگوں کو کافر نہیں جانتا۔'' چنانچہ اس کے بعد انہوں نے منصف دیوکی نندن کی عدالت میں حلفی بیان دیتے ہوئے احمدیوں کی نسبت یہی کہا کہ ہم احمدیوں کو کافر نہیں کہتے۔ یعنی مومن جانتے ہیں۔ اس کے کچھ عرصہ بعد مولوی محمد حسین صاحب پھر شملہ تشریف لائے تو لکڑ بازار میں مستری محمد اسماعیل صاحب جالندھری کی جو میرے بہنوئی تھے دکان پر حسب معمول تشریف لائے۔ بابو عبدالرحمٰن صاحب اور مستری محمد اسماعیل صاحب موجود تھے۔ بابو محمد یوسف صاحب جو دفتر آب وہوا میں سپرنٹنڈنٹ تھے وہ بھی موجود تھے۔ بابو محمد حسین صاحب نے مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کو کہا کہ مولانا اب تو آپ نے حضرت مرزا صاحب کی صداقت کو دیکھ لیا ہے اب تو آپ مان لیں۔ مولوی محمد حسین صاحب نے کہا اگر حضرت مرزا صاحب زندہ ہوتے تو میں ان کی بیعت کر لیتا مگر وہ تو اب فوت ہو چکے ہیں۔ بابو محمد یوسف صاحب نے کہا کہ مولانا حضرت مولوی نورالدین صاحب ان کے خلیفہ موجود ہیں آپ اب ان کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔ مولوی محمد حسین صاحب نے کہا کہ نورالدین تو مجھ سے کچھ زیادہ نہیں جانتا وہ تو میرے برابر بھی نہیں۔ میں اس کی بیعت نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر مرزا صاحب زندہ ہوتے تو میں ان کی بیعت کر لیتا۔'' (مجدد اعظم ص619)

کام جو دکھلائے اس خلّاق نے میرے لئے
کیا وہ کر سکتا ہے جو ہو مفتری شیطاں کا یار

(مسیح موعودؑ)

باب16

تین اختلافی مسائل

وفات مسیح ۔نزول مسیح۔غیرتشریعی امتی نبی کا آنا

جیسا کہ اس کتاب کے آغاز میں واضح کر دیا گیا تھا اسلام کے جن پانچ بنیادی ارکان (کلمہ شہادت کا پڑھنا۔نماز قائم کرنا۔زکوٰۃ ادا کرنا۔حج بیت اللہ کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا) پر عمل کرنا فرض ہے۔اور اِسی طرح ایمان کے جن چھ اجزاء (توحید الٰہی۔ملائکۃ اللہ۔کتب سماوی۔مرسلین ربانی۔روز قیامت میں حشر نشر اور تقدیر الٰہی) پر یقین رکھنا لازم ہے۔جماعت احمدیہ دل وجان سے ان پر کاربند ہے۔اس وجہ سے جماعت احمدیہ کا دین خالص اسلام ہی ہے نہ کہ کچھ اور۔

بدقسمتی سے اس زمانہ میں نصاریٰ کی پیروی میں مسلمانوں میں یہ عقیدہ داخل ہوگیا تھا کہ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم اپنے خاکی جسم سمیت دو ہزار سال سے زندہ آسمان پر موجود ہیں اور نیز یہ کہ امت محمدیہ کے بگاڑ کے زمانہ میں وہ دوبارہ آسمان سے اتر کر اس کی اصلاح کریں گے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے قرآن، حدیث، سنت اور صالحین سلف کے اقوال نیز تاریخی شواہد کی رو سے ثابت کیا کہ حضرت عیسیٰ مسیح دیگر تمام انبیاء و مرسلین کی طرح اپنی طبعی عمر گزار کر فوت ہوگئے تھے اور آنے والا موعود مسیح امت محمدیہ میں سے پیدا ہونا تھا اور وہ خود آپ ہی کے وجود میں ظاہر ہو چکا ہے۔

اسی طرح مسلمان غلط طور پر یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد تشریعی اور غیر تشریعی دونوں قسم کی نبوت بند ہو چکی ہے اور اصلاح امت کیلئے کوئی امتی نبی بھی نہ آئے گا۔

حضرت اقدس مرزا صاحب نے اس عقیدہ کی غلطی کو قرآن، حدیث اور اقوال بزرگان سے واضح کر کے بتایا کہ تشریعی نبوت کا دروازہ تو بے شک ہمیشہ کیلئے بند ہے اور قرآن کے بعد کوئی نئی شریعت نہیں آسکتی مگر آنحضرت ﷺ کی غلامی میں اور شریعت قرآن کے تحت کسی غیر تشریعی امتی نبی کا آنا خلاف قرآن نہیں ہے بلکہ اس سے اسلام اور نبی کریم ﷺ کے مرتبہ کی بلندی کا اظہار ہوتا ہے۔

پس ذیل کے صفحات میں ان تین مسائل جن میں جماعت احمدیہ اور عام مسلمانوں کے عقیدہ میں اختلاف ہے پر اصولی دلائل سے روشنی ڈالی جائے گی۔

1- وفات مسیح ناصری علیہ السلام

ازروئے قرآن مجید

یہ امر اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ کسی آدم زاد کا اپنے جسم سمیت آسمان پر جانا۔ وہاں رہائش اختیار کرنا اور پھر وہاں سے زمین پر واپس اتر آنا اللہ تعالیٰ کی سنت کے سراسر خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روز اول سے انسانوں کیلئے یہ قانون مقرر فرما دیا ہے کہ "فِیْھَا تَحْیَوْنَ وَ فِیْھَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْھَا تُخْرَجُوْنَ" (اعراف آیت 26 ع 2) کہ وہ اس کرہ ارض میں زندگی بسر کریں گے۔ اسی میں مریں گے اور یہیں سے پھر انہیں اٹھایا جائے گا۔ تمام انبیاء کو ان کے مخالفین کی طرف سے شدید مصائب کا سامنا کرنا پڑا مگر اللہ تعالیٰ انہیں بچانے کی خاطر آسمان پر نہ لے گیا۔ اور پھر جب آنحضرت ﷺ سے کفار نے آسمان پر جانے اور وہاں سے لوٹ کر آنے کا معجزہ طلب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ فرمایا کہ "قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ ھَلْ کُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا. (بنی اسرائیل 93) یعنی "ان کفار کو کہہ دو کہ میرا رب (ایسا کرنے سے) پاک ہے۔ میں تو صرف ایک بشر رسول ہوں"۔ یعنی ایک بشر رسول کا آسمان پر جانا خلاف سنت الٰہی ہے۔ لہٰذا مسیح علیہ السلام کیسے آسمان پر جا بسے جبکہ یہی بات آنحضرت ﷺ کیلئے خدا تعالیٰ نے ممکن قرار نہ دی۔ اور جواب دیا کہ اللہ اس امر سے پاک ہے کہ وہ انسانوں کے بارے میں اپنا قانون توڑے۔

اگر کسی کو اعتراض ہو کہ آنحضرت ﷺ شب معراج میں آسمان پر تشریف لے گئے تھے تو اس سلسلہ میں یاد رہے کہ حدیث میں معراج کے واقعہ کے آخر پر لکھا ہے کہ "وَاسْتَیْقَظَ وَ ھُوَ فِیْ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ" (بخاری جلد 4 صفحہ 200، کتاب التوحید، مطبوعہ مصر) کہ "پھر آنحضرت ﷺ جاگ اُٹھے اور آپ مسجد حرام میں ہی تھے۔

قرآن مجید نے معراج کو ایک لطیف رُءیا قرار دیا ہے جیسا کہ فرمایا "وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْیَا الَّتِیْ اَرَیْنٰکَ اِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ. (بنی اسرائیل ع 6) کہ ہم نے جو تجھے (عظیم الشان) رُءیا دکھایا ہے وہ لوگوں کیلئے آزمائش کا موجب بنایا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں خدا کی قسم حضورؐ کا جسم زمین سے جدا نہیں ہوا تھا۔ (الکشاف از علامہ محمود بن عمر زمخشری ص 438)

غرض قرآن وحدیث میں کسی جگہ یہ نہیں لکھا کہ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم زندہ اپنے جسم سمیت آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات، احادیث نبوی اور بزرگان سلف کے اقوال حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم کی وفات پر بالصراحت دلالت کرتے ہیں۔ مثلاً سورہ مائدہ ع 16 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَ اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَ اُمِّیَ اِلٰھَیْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ط قَالَ سُبْحٰنَکَ مَا یَکُوْنُ لِیْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَیْسَ لِیْ بِحَقٍّ ط اِنْ کُنْتُ قُلْتُہٗ فَقَدْ عَلِمْتَہٗ ط تَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِیْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِیْ نَفْسِکَ ط اِنَّکَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ط مَا قُلْتُ لَھُمْ اِلَّا مَا اَمَرْتَنِیْ بِہٖ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ رَبِّیْ وَ رَبَّکُمْ وَ کُنْتُ عَلَیْھِمْ

شَهِيۡدًا مَا دُمۡتُ فِيۡهِمۡ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ كُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِيۡبَ عَلَيۡهِمۡ وَ اَنۡتَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ

ترجمہ: (روزِ حشر میں عیسائیوں کو مجرم ٹھہرانے کیلئے) جب اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ سے پوچھے گا کہ اے عیسیٰ بن مریم کیا تو نے لوگوں کو یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری والدہ کو خدا کے علاوہ دو معبود اختیار کرو؟ تو حضرت عیسیٰ جواب دیں گے اے خدا تو پاک ذات ہے۔ میرے لئے یہ کب جائز تھا کہ میں ان کو وہ بات کرنے کو کہتا جس کا مجھے کوئی حق ہی نہیں ہے۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو اُسے تو جانتا ہی ہے کیونکہ تو جو کچھ میرے دل میں ہے اُسے جانتا ہے مگر میں جو تیرے دل میں ہے وہ نہیں جانتا۔ تو یقیناً غیب یا چھپی باتوں کو جاننے والا ہے۔ میں نے انہیں کچھ اور کرنے کو نہیں کہا سوائے اس کے جسکا تو نے مجھے حکم دیا تھا۔ یعنی صرف اللہ کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے اور میں جب تک اُن میں رہا اُن پر نگران تھا مگر جب تو نے میری توفی کر دی (یعنی وفات دے دی) تو تو ہی اُن پر نگران تھا اور تو ہر چیز پر شاہد ہے۔"

ان دو آیتوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دو زمانوں کا ذکر ہے۔ اُن کا پہلا زمانہ وہ ہے جب وہ اپنی قوم میں حاضر تھے (مَا دُمۡتُ فِيۡهِمۡ) اور دوسرا وہ جب وہ حاضر نہ رہے (كُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِيۡبَ عَلَيۡهِمۡ) اور وہ کیوں غیر حاضر ہو گئے؟ اس کی وجہ فلما توفیتنی ہے یعنی جب میری وفات ہو گئی۔ اب چونکہ حضرت عیسیٰ اپنی قوم میں حاضر نہیں ہیں اس لیے ثابت ہوا کہ ان کی وفات بھی ہو چکی ہے۔

اس آیت نے یہ بھی بتایا ہے کہ تثلیث (تین خداؤں کو ماننا) کا عقیدہ حضرت عیسیٰ کی زندگی میں نہیں پھیلا بلکہ ان کی زندگی کے بعد شروع ہوا ہے۔

اب چونکہ عیسائی مذہب تثلیث کے عقیدہ پر عمل پیرا ہے اور قرآن مجید نے بھی اس کی تصدیق کی ہے جیسا کہ فرمایا لَقَدۡ كَفَرَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (مائدہ آیت 73 ع 10) ترجمہ: اُن لوگوں نے کفر کیا ہے جو کہتے ہیں کہ خدا تین (خداؤں) میں سے ایک ہے نیز لَقَدۡ كَفَرَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الۡمَسِيۡحُ ابۡنُ مَرۡيَمَ (5:72) کہ ان لوگوں نے کفر کیا جو یہ کہتے ہیں کہ مسیح ابن مریم خدا ہے۔ لہٰذا عقلاً یہ ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی فوت ہو گئے ہوئے ہیں ورنہ اُن کا یہ کہنا باطل ہو گا کہ تثلیث کا عقیدہ ان کی موت کے بعد شروع ہوا تھا اگر وہ ابھی تک مرے نہیں۔

لفظ تَوَفِّیْ کے معنی

سورہ مائدہ کی آیت فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ کے معنی وفات دینے یعنی موت وارد کرنے کے ہیں مگر بعض دفعہ کم فہم لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ توفی کے معنی پورا پورا دینے یا لینے کے ہیں۔ یعنی خدا تعالیٰ عیسیٰ علیہ السلام کو پورا پورا جسم سمیت آسمان پر لے گیا۔ مگر یہ خیال عربی زبان کے قواعد سے محض ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔

یاد رہے کہ عربی زبان کی گرائمر کے قواعد کی رو سے عربی الفاظ کے مادوں کے حروف جب مختلف ابواب میں ڈھالے جاتے ہیں تو اُن سے جو مختلف الفاظ بنتے ہیں ان کے معنی بھی مختلف ہو جاتے ہیں۔ مثلاً عربی کے الفاظ تَوَفِّیْ (موت دینا) اور تَوۡفِيَة (پورا پورا دینا یا لینا) کے مادہ کے حروف و ف ی ہیں۔ یہ حروف جب باب تَفۡعِيۡل میں جاتے ہیں تو ان سے مصدر لفظ

تَوْفِيَة بن جائے گا یعنی پورا پورا دینا یا لینا۔ اور یہی حروف جب باب تَفَعُّل میں جاتے ہیں تو ان سے مصدر لفظ تَوَفِّي بن جائے گا یعنی وفات یا موت دینا۔

مادہ کے حروف و ف ی سے الفاظ بنانا

باب	فعل ماضی	فعل مضارع	مصدر	مثالیں قرآن مجید سے
تَفْعِيل	وَفّٰی پورا پورا دیا	يُوَفِّي پورا پورا دیتا ہے یا دیگا	تَوْفِيَة پورا پورا دینا	يُوَفّٰي أُجُوْرَهُمْ (ان کا پورا اجر دیا جائے گا) يُوَفِّي دِيْنَهُمُ الْحَقَّ (ان کا پورا بدلہ دیا جائے گا)
تَفَعُّلُ	تَوَفّٰی وفات یا موت دی	يَتَوَفّٰی وفات یا موت دیتا ہے	تَوَفِّي وفات یا موت دینا	فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ. جب تو نے مجھے موت یا وفات دی اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ. میں تجھے وفات یا موت دوں گا اَلَّذِيْ يَتَوَفّٰكُمْ۔ جو تمہیں وفات یعنی موت دیتا ہے

پس و۔ف۔ی سے جو لفظ باب تَـفَـعُّـلُ میں آ کر بنے اور پھر کسی فقرہ میں استعمال ہو جس میں فاعل خدا ہو اور مفعول بہ کوئی جاندار یا انسان ہو اور ساتھ قرینہ نیند کا نہ ہو تو اس کے معنی سوائے موت دینے یعنی قبض روح کرنے کے اور کوئی نہیں ہو سکتے۔ یہی معنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آیت فَـلَـمَّـا تَوَفَّيْتَنِيْ اور آیت اِنِّـی مُتَوَفِّيْكَ کے ہیں یعنی جب ان کی موت واقع ہوگئی اور یہی معنی ''تاج العروس'' میں لکھے ہوئے ہیں۔ ہاں انہی تین حروف سے جب باب تَـفْـعِـيـل میں آ کر الفاظ بنتے ہیں اور فقروں میں استعمال ہوتے ہیں تو ان کے معنے پورا پورا دینے یا لینے کے ہوتے ہیں جیسے يُوَفِّيْ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ میں ہے یعنی ان کا پورا پورا بدلہ دے گا۔

چنانچہ حضرت اقدس مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں ایک اشتہار کے ذریعہ عام مخالفین کو یہ چیلنج دے رکھا ہے کہ ''اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ ﷺ سے یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفّی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اس کی کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔'' (ازالہ اوہام ص 919 طبع اول مطبع ریاض ہند 1308ھ)

اس عظیم الشان چیلنج کو قبول کرنے کی جرأت آج تک کسی کو نہیں ہوسکی۔

حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے فَـلَـمَّـا تَـوَفَّـيْـتَـنِيْ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول درج کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ''قَـالَ ابْـنُ عَبَّاسٍ مُتَوَفِّيْكَ مَعْنَهُ مُمِيْتُكَ'' (بخاری جلد 3 ص 1410 المکتبہ العصریہ بیروت، التفسیر سورہ مائدہ زیر آیت فَـلَـمَّـا تَوَفَّيْتَنِيْ ۔ تفسیر خازن مصنفہ علامہ علاء الدین علی بن محمد جلد 1 صفحہ 285) ترجمہ: ابن عباسؓ نے فرمایا ہے کہ تَوَفِّي کے معنی موت دینے کے ہیں۔

اسی طرح صحیح بخاری میں ایک باب کا عنوان ہے ”باب توفی رسول اللہ ﷺ“ جس میں آنحضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم کی توفی کے جو معنی ہیں وہی آپ کی توفی کے بھی ہیں۔ حدیث میں حضرت ابن عباس سے ایک روایت مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”قیامت کے روز میری امت کے کچھ لوگوں کو دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا تو میں کہوں گا کہ اے میرے رب یہ تو میرے صحابہ ہیں۔ یہ تو میرے صحابہ ہیں۔ جواب ملے گا کہ تجھے کیا پتہ کہ تیرے بعد یہ کیا کرتے رہے ہیں۔ تو میں اس وقت وہی قول دہراؤں گا جو خدا کے نیک بندے (مسیحؑ) نے کہا تھا وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ کہ میں جب تک ان میں رہا میں ان پر نگران تھا مگر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو پھر تو ہی اُن پر نگران تھا۔ اس پر آپ سے کہا جائے گا کہ جب آپ کا انتقال ہوگیا تھا تو یہ لوگ اپنی ایڑیوں کے بل پھر گئے تھے۔“ یعنی مرتد ہوگئے تھے۔ (بخاری کتاب التفسیر جلد 3 صفحہ 1411 سورۃ المائدہ زیر آیت وَ كُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مکتبہ العصریہ بیروت)

پس جو معنی آنحضرت ﷺ نے توفی کے اپنے متعلق کئے ہیں: یعنی وفات پا جانا ٹھیک ٹھیک وہی معنی حضرت عیسیٰ کے متعلق بھی لئے جائیں گے کہ جب وہ فوت ہوگئے یا جب ان پر موت واقع ہوگئی۔

لغت کی کتابوں میں تَوَفِّي کے معنے حسب ذیل طور پر لکھے ہیں:

1- صراح میں تَوَفِّي کے لفظ کے تحت لکھا ہے ”تَوَفَّاهُ اللّٰهُ اَیْ قَبَضَ رُوْحَهٗ“ یعنی توفی کے معنے قبض روح کے ہیں۔
2- اساس البلاغہ جلد 2 صفحہ 341 میں ” تُوُفِّيَ فُلَانٌ وَ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ اَیْ اَدْرَكَتْهُ الْوَفَاةُ“ یعنی فلاں کی توفی ہوگئی کے معنی ہیں اس کو موت نے آلیا۔
3- قاموس جلد 4 صفحہ 403 میں ”تَوَفَّاهُ اللّٰهُ اَیْ قَبَضَ رُوْحَهٗ“ لکھے ہیں کہ تَوَفِّي کا معنی قبض روح کے ہیں۔
4- لسان العرب میں ”اَلْوَفَاةُ = اَلْمَوْتُ“ لکھے ہیں۔

قرآن مجید کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی کسی بھی معروف حیثیت سے موت سے باہر نہیں رہ سکتے تھے: بحیثیت ایک عام انسان کے قرآن مجید کی آیت فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَ مِنْهَا تُخْرَجُوْنَ (اعراف ع2) کہتی ہے کہ تمام انسان اسی زمین میں زندگی گزاریں گے۔ یہیں مریں گے اور یہیں سے دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔“ آسمان پر جا کر بسنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ نیز قرآنی آیت وَ مَنْ نُعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ترجمہ: جسے ہم لمبی عمر دیتے ہیں جسمانی طور پر اس میں نقائص پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں“ کے بموجب اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو ہزار سال سے زندہ ہیں تو ان کے جسم میں کیا باقی رہ گیا ہوگا؟

ایک نبی ہونے کی حیثیت سے بھی حضرت عیسیٰؑ کا زندہ رہ جانا محال ہے کیونکہ انبیاء کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے کہ وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خَالِدِيْنَ (انبیاء ع1) کہ ہم نے انبیاء کا ایسا جسم نہیں بنایا کہ وہ کھانا کھانے کے بغیر زندہ رہ سکیں اور نہ ہی وہ بہت لمبا عرصہ تک زندہ رہ سکیں پھر خاص حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کے متعلق فرمایا ”مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَ اُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَامَ

(مائدہ ع10 آیت76)

ترجمہ ”نہیں ہے مسیح ابن مریم مگر ایک رسول۔ اُس سے پہلے سب رسول گزر گئے اور اس کی والدہ صدیقہ تھیں وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔“

یعنی اب ماں بیٹا دونوں کھانا نہیں کھاتے۔ کھانا نہ کھانے کی دو ہی وجہ ہوسکتی ہیں اول یہ کہ وہ دونوں فوت ہو گئے ہیں۔ دوسری یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ ان کو کھانے کی حاجت ہی نہ رہی ہو مگر انبیاء کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے **وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خَالِدِيْنَ** (انبیاء آیت9) کہ ہم نے نبیوں کا جسم ایسا نہیں بنایا کہ جو کھانا کھانے کے بغیر زندہ رہ سکے یا ہمیشہ رہنے والا ہو۔

لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کا کھانا نہ کھانا موت ہی کے سبب سے ہوا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ. قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ** (3:145) ترجمہ: اور محمدؐ صرف ایک رسول ہیں، آپ سے پہلے تمام رسول گزر چکے“ یعنی ان پر موت وارد ہو چکی۔ لہٰذا نبی ہونے کی حیثیت میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وفات پاجانا ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ اَفَاِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ** (انبیاء آیت35)۔ ترجمہ: اور ہم نے تجھ سے پہلے (اے محمدؐ) کسی بشر کو خلود (یعنی غیر طبعی لمبی زندگی) نہیں دی۔ کیا ہوسکتا ہے کہ تو فوت ہو جائے اور وہ زندہ رہیں۔ پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ تمام انسانوں کی طرح جو حضورؐ سے پہلے گزرے وفات پاگئے۔

تیسری حیثیت جس سے وہ معروف ہیں عیسائیوں کے عقیدہ کے لحاظ سے ہے جو حضرت عیسیٰ کو معبود مانتے ہیں اس طرح عیسیٰ علیہ السلام معبودان باطلہ میں سے ہوئے اور اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ”**وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّ هُمْ يُخْلَقُوْنَ. اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ** . (النحل ع2، آیت22-21)

ترجمہ: جن لوگوں کو یہ خدا کے سوا معبود کر کے پکارتے ہیں وہ کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے بلکہ ان کو تو خود پیدا کیا گیا ہے۔ وہ تو مر چکے ہیں زندہ نہیں ہیں اور ان کو پتہ بھی نہیں کہ کب ان کی بعثت ہوگی۔

پس اس آیت کی رو سے حضرت عیسیٰ جنہیں عیسائی معبود سمجھتے ہیں مُردوں میں داخل ہو چکے ہیں نہ کہ زندہ ہیں۔ اس کے باوجود اگر کوئی عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ مانتا ہے تو وہ مسیحیوں کا ہمنوا گنا جائے گا جو حضرت عیسیٰ کو خدا اور ان کا زندہ آسمان پر ہونا مانتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں عیسیٰ علیہ السلام کا نام لیکر بھی بتادیا ہے کہ وہ فوت ہو گئے ہوئے ہیں: قرآن مجید میں آیا ہے: ”**اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَىَّ وَ مُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ جَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ** (آل عمران ع6، آیت3:56)

ترجمہ: ”اور یاد کرو جب خدا تعالیٰ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف تیرا رفع کروں گا اور تجھے کافروں کی تہمتوں سے پاک کروں گا اور تیرے ماننے والوں کو تیرے نہ ماننے والوں پر قیامت کے دن تک غلبہ دوں گا۔“

اس آیت کریمہ میں خدا تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے چار وعدے فرمائے تھے۔

(1) میں تجھے وفات دوں گا۔

(2) اپنی طرف تیرا رفع کروں گا یعنی درجات کی بلندی کروں گا (یہودی بائبل کی رو سے مسیح کو صلیب پر مار کر لعنتی ثابت کرنا چاہتے تھے۔ مگر اس میں اُنہیں ناکامی ہوئی۔ مسیح بیہوشی کی حالت میں صلیب سے اتار لئے گئے تھے اور وہ لعنتی موت سے بچ گئے تھے۔ بعد میں وہ اپنے شاگردوں سے ملتے رہے اور پھر ہجرت کر کے مشرقی ممالک کی جانب چلے گئے تھے۔ اس طرح اللہ نے ان کے درجات بڑھائے)

(3) آنحضرت ﷺ کی بعثت کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُن پر کئے گئے الزامات سے پاک قرار دیا۔

(4) مسیحیوں کو منکرین عیسیٰ پر قیامت کے دن تک غلبہ حاصل رہے گا۔ سو وہ بھی ہو چکا یہ چاروں وعدے علی الترتیب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حق میں واقع ہونے والے تھے وہ بعینہٖ ہو چکے۔

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے مُتَوَفِّیکَ کو رکھا ہے سو سب سے پہلے ان کی وفات ہوئی اور پھر باقی کے وعدے بھی باری باری پورے ہوئے۔ مولویوں کا یہ کہنا کہ پہلے حضرت عیسیٰ کا رفع ہوا اور موت سب سے بعد میں ہوگی ہرگز درست نہیں۔ کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اللہ کی بنائی ہوئی ترتیب کو خلط ملط کر دے اور رفع کو موت سے پہلے رکھ دے۔ ورنہ خدا تعالیٰ کی حکمت میں حرف آتا ہے کہ جو چیز بعد میں آنے والی تھی بلا وجہ اُسے پہلے رکھ دیا۔

جب صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا کہ آپ صفا اور مردہ کے درمیان سعی پہلے صفا سے شروع کریں گے یا مردہ سے تو آنحضور ﷺ نے فرمایا ''ابدء بما بدء اللہ'' یعنی جس ترتیب سے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے اسی ترتیب سے شروع کرتا ہوں۔

پس سب سے اول مسیح کی وفات ہوئی اور پھر باقی کے تینوں وعدے بھی اپنی ترتیب کے لحاظ سے ایک ایک کر کے وقوع میں آئے۔

چنانچہ مسیح کے رفع کا ذکر کرتے ہوئے علامہ محمد فرید وجدی اپنی کتاب دائرۃ المعارف (یعنی اسلامی انسائیکلو پیڈیا) جلد 6 صفحہ 784 پر محققین کا قول لکھتے ہوئے فرماتے ہیں ''وَ قَالَ اٰخَرُوْنَ بَلْ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ كَمَا يَتَوَفَّى النَّاسَ ثُمَّ رَفَعَ اِلَيْهِ رُوْحَهٗ بِدَلِيْلِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ''

ترجمہ: دوسرں نے کہا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کو وفات دیتا ہے اسی طرح مسیح کو بھی وفات دی پھر اس کی روح کو اپنی طرف بلند کیا جیسا کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ سے ثابت ہے لہٰذا پہلے حضرت مسیح کی وفات ہوئی اور اس کے بعد ان کا رفع ہوا یعنی روحانی درجات بلند کئے گئے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ. قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران ع 15، آیت 3:145)

ترجمہ: محمدؐ صرف ایک رسول ہیں آپ سے پہلے کے تمام رسول گزر گئے پس اگر یہ رسول مرجائے یا قتل کیا جائے تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟

اس آیت میں نبی کریم ﷺ سے پہلے تمام رسولوں کے گزر جانے کا ذکر ہے اور اُن کے گزر جانے کے طریق صرف دو ہی قرار دیئے ہیں یعنی طبعی موت یا قتل کے ذریعہ سے اگر کوئی تیسری صورت بھی ہوتی تو اس کا بھی ذکر ہوتا مثلاً زندہ آسمان پر اٹھایا جانا۔

قرآن مجید میں دیگر کئی مقامات پر خَلَا (گزر گئے) کے معنی موت ہی کے آتے ہیں جیسا کہ ان آیات میں ہے اَلَّـذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ (یونس10:103) یعنی جو لوگ پہلے مرگئے اسی طرح مَثَـلُ الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِکُمْ (24:35) ترجمہ: اور مثال ان لوگوں کی جو تم سے پہلے گزر چکے یعنی مر گئے۔

عربی لغت میں خَلَا کے معنی یوں لکھے ہیں:

خَلَا فُلَانٌ اِذَا مَاتَ (لسان العرب وتاج العروس) یعنی فلاں گزر گیا کے معنی یہ ہیں کہ اس کی موت واقع ہوگئی۔

تفسیر جامع البیان صفحہ 61۔ وتفسیر القونوی علی البیضاوی جلد 3۔ تفسیر خازن جلد 1 پر بھی خلا کے معنی موت ہی لکھے ہیں: قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ بِالْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ فَیَخْلُوْا مُحَمَّدٌ اَیْضًا''

ترجمہ: پہلے رسولوں کا خلا (گزر جانا) موت یا قتل کے ذریعہ ہوا اور اسی طرح آنحضرت ﷺ کا خلا بھی ہوگا۔ پس حضرت عیسیٰ چونکہ قتل تو نہیں ہوئے لہٰذا اُن کا خلا طبعی وفات سے ہوا۔

آنحضرت ﷺ نے اپنی وفات کے قریب جب صحابہ کرام کی تشویش دیکھی تو آپ نے فرمایا: ''لوگو مجھے خبر ملی ہے کہ تم ڈر رہے ہو کہ میں مر جاؤں گا۔ بھلا مجھ سے پہلے کوئی ایسا نبی ہے جو زندہ رہ گیا ہو۔'' (احیاء علوم الدین جلد 4 ص 399 باب 4 فی وفات رسول اللہ، المواہب اللدنیہ جزء 2 صفحہ 268، خطب المصطفی، دار الاعتصام، محمد خلیل الخطیب صفحہ 345)

آنحضرت ﷺ کا اپنے سے پہلے سب نبیوں کی وفات کا کتنا واضح اعلان ہے۔

حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ نے آنحضرت ﷺ کی وفات کے معاً بعد جو واقعہ گزرا اس کا حال تین اسناد کے ساتھ اپنی صحیح بخاری میں تین مختلف مقامات پر درج فرمایا ہے۔ وھو:

جب آنحضرت ﷺ کی وفات ہوئی تو حضرت عمر نے مارے غم کے یہ کہنا شروع کر دیا کہ آنحضرتؐ فوت نہیں ہوئے بلکہ آپ پھر ہم میں تشریف لے آئیں گے اور جو کوئی یہ کہے گا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فوت ہوگئے ہیں میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ کچھ دیر بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی وہاں پہنچ گئے۔ آپ پہلے آنحضرت کی نعش مبارک کے پاس گئے آنحضرتؐ کی پیشانی پر بوسہ دیا اور عرض کیا کہ خدا تعالیٰ آپ پر دو موتیں وارد نہیں کرے گا (یعنی اس وفات کے بعد نہ آپ زندہ ہوں گے اور نہ دوسری مرتبہ مریں گے) پھر باہر نکلے اور حضرت عمر کو اس حالت میں دیکھ کر آپ نے ایک مؤثر خطبہ ارشاد فرمایا جس میں کہا ''اے لوگو تم میں سے جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمدؐ فوت ہوگئے ہیں۔ لیکن جو شخص

خدا تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے اس پر کبھی موت نہ آئے گی۔‘‘

اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی **وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ. قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى اَعْقَابِكُمْ** (آل عمران 145)

ترجمہ: کہ محمد بھی تو ایک رسول ہی تھے۔ آپ سے پہلے تمام رسول فوت ہو گئے۔ اگر محمد فوت ہو جائیں یا قتل کئے جائیں تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر جاؤ گے؟‘‘ (یعنی کیا تم مرتد ہو جاؤ گے؟)

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر نے جب یہ آیت تلاوت کی تو میں حیران رہ گیا۔ میری ٹانگیں لڑکھڑا گئیں اور میں زمین پر گر گیا۔ خدا کی قسم یوں لگتا تھا کہ اس آیت کے پڑھے جانے سے پہلے لوگوں کو اس کا علم ہی نہ تھا اس پر لوگوں نے بھی اس آیت کو پڑھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ مدینہ کے ہر شخص کی زبان پر یہ آیت تھی۔ (بخاری کتاب المغازی باب مرض النبی ﷺ و کتاب الجنائز باب الدخول علی المیت و کتاب المناقب ابی بکر، بخاری جلد 3 صفحہ 1343-1344)

یاد رہے کہ اس موقع پر تمام صحابہ میں سے کسی نے بھی حضرت ابوبکر پر اعتراض نہ کیا کہ تمام رسول کہاں فوت ہو گئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ تو اب تک زندہ ہیں۔ لیکن کسی کا بھی ایسا نہ کہنا اس بات کا ثبوت ہے کہ تمام کے تمام صحابہ حضرت عیسیٰ کو وفات یافتہ ہی سمجھتے تھے اسی لئے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی دلیل کو سب نے قبول کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے رفع کا مطلب ان کی طبعی موت ہی لیتے تھے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت حسن کا یہ قول ہے: ’’**لَقَدْ قُبِضَ فِي اللَّيْلَةِ الَّتِيْ عُرِجَ فِيْهَا بِرُوْحِ عِيْسٰى بنِ مَرْيَمَ لَيْلَةَ سَبْعٍ وَ عِشْرِيْنَ مِنْ رَمَضَانَ**‘‘ (طبقات کبیر جلد 3 صفحہ 28)

ترجمہ: اور حضرت علی کی روح اسی رات قبض کی گئی جس رات میں عیسیٰ بن مریم کی روح مرفوع کی گئی تھی یعنی ستائیس (27) رمضان کی رات۔ (یعنی دونوں کی تاریخ وفات 27 رمضان ہے)

جبکہ قرآن مجید حضرت عیسیٰ کو ’’**وَ رَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ**‘‘ (آل عمران ع5+ 3:50) یعنی وہ رسول تھے بنی اسرائیل کی طرف۔ قرار دیتا ہے اور خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی قول ہے کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا (انجیل متی 15/23) اُدھر آنحضرت ﷺ نے حدیث میں فرمایا ہے کہ میں تمام جہان کی طرف بھیجا گیا ہوں جبکہ مجھ سے پہلے تمام انبیاء خاص خاص قوموں کی طرف بھیجے گئے تھے لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام کا امت محمدیہ کیلئے رسول بن کر ان کی ہدایت کیلئے دنیا میں دوبارہ آنا اللہ، اس کے رسول اور خود عیسیٰ علیہ السلام کے قول کے سراسر خلاف ہوگا۔ پھر ان کو بقول مولویوں کے دو ہزار سال سے آسمان پر زندہ رکھنے کا کوئی مقصد نہ ٹھہرا۔ حقیقت یہی ہے کہ وہ اپنا فرض ادا کر کے دوسرے تمام انبیاء کی طرح فوت ہو چکے ہوئے ہیں۔

قرآن مجید کی سورہ مائدہ کے رکوع 15 کے بیان کے مطابق روزِ حشر میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے پندرہ

خصوصی نعماء جن سے ان کی زندگی میں ان کو نوازا گیا تھا ایک ایک کر کے گنوائے گا۔ مگر یہ امر نہایت غور کے لائق ہے کہ سب سے بڑا اور محیر العقول انعام یعنی آسمان پر زندہ خا کی جسم سمیت اٹھائے جانے اور وہاں پر ہزار ہا سال زندہ رہنے کے بارے میں ذکر کا کوئی شائبہ تک نہیں ملتا اگر اس مفروضہ واقعہ کی کوئی حقیقت ہوتی تو ضرور اس کا بھی ذکر ہوتا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان کے آسمان پر زندہ اٹھائے جانے کا عقیدہ مسیحی اختراعی روایتوں سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

وفات مسیح از احادیث

حدیث کی ایک روایت میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں"لَوْ کَانَ مُوْسیٰ وَعِیْسٰی حَیَّیْنِ لَمَا وَسِعَهُمَا اِلَّا اتِّبَاعِی" ترجمہ"اگر موسیٰ اور عیسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے بغیر کوئی چارہ نہ ہوتا۔"(ابن کثیر برحاشیہ تفسیر فتح البیان جلد2 صفحہ 246۔ الیواقیت والجواہر جلد2 ص22، شرح المواہب اللدنیہ جلد6 صفحہ 374، فتح البیان وطبرانی کبیر، بحرالمحیط جلد6 صفحہ 147، تفسیر ابن کثیر جلد1 ناشر المکتبہ التوفیقیہ)

اسی موضوع کی ایک دوسری حدیث میں یہ الفاظ درج ہیں:"لَوْ کَانَ عِیْسٰی حَیًّا مَاوَسِعَهُ اِلَّااتِّبَاعِی" "یعنی اگر عیسیٰ زندہ ہوتے تو اُنہیں میری پیروی کے بغیر چارہ نہ تھا۔"(شرح فقہ اکبر صفحہ 100 مطبوعہ مصر)

اس ضمن میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بھی ایک روایت حدیث میں آتی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِنَّ عِیْسٰی بْنَ مَرْیَمَ عَاشَ عِشْرِیْنَ وَمِاۃَ سَنَۃٍ وَلَا اَرَانِیْ اِلَّا ذَاھِبٌ عَلٰی رَأْسِ السِّتِّیْنَ" ترجمہ یقیناً عیسیٰ بن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہا۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ میں ساٹھ سال کی عمر کے سر پر گزر جاوٴں گا۔"

(حج الکرامہ صفحہ 428 وزرقانی جلد1 صفحہ 42 روایت حضرت عائشہ، نیز کنز العمال جلد11 صفحہ 479 بروایت حضرت فاطمۃ الزہراء۔ المواہب اللدنیہ جلد1 صفحہ 42 وجلالین بروایت حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ زیر آیت یَا عِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ)

مدینہ میں عیسائیوں کے ایک وفد سے بحث کے دوران جب الوہیت مسیح پر بات ہوئی تو آنحضرتؐ نے اُنہیں یہ فرما کر لاجواب کر دیا کہ خدا تعالیٰ تو حیی وقیوم ہے اور اس پر موت نہیں آسکتی وَ اَنَّ عِیْسٰی اَتٰی عَلَیْهِ الْفَنَاءُ مگر عیسیٰ پر تو موت وارد ہو چکی ہے۔ وہ خدا کیسے ہوسکتا ہے؟ (کتاب اسباب النزول۔ تالیف ابوالحسن علی بن احمد الواحدی صفحہ 68۔ عالم الکتب۔ بیروت، سورہ آل عمران)

نوٹ: 1990ء کے اسباب النزول کے ایڈیشن سے تحریفاً عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا حوالہ حذف کر دیا گیا ہے جبکہ پہلے یہ شامل تھا۔ (محرف ایڈیشن مطبع الحلبی مصر کا شائع شدہ ہے)

وفاتِ مسیح از اقوال ائمہ سلف

1- حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ والی آنحضرت ﷺ کی حدیث، رسول اللہ ﷺ کی وفات پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا خطاب۔ اور حضرت ابن عباس کے معنی مُتَوَفِّيْکَ اَيْ مُمِيْتُکَ اپنی صحیح بخاری میں درج کرنے کے بعد اپنا عقیدہ وفاتِ مسیح کے حق میں وضاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے۔

2- علامہ شیخ محمد طاہر نے اپنی کتاب میں حضرت امام مالک کا قول لکھا ہے کہ "وَ قَالَ مَالِکٌ مَاتَ"، یعنی امام مالکؒ کہتے ہیں کہ عیسیٰؑ پر موت آ گئی۔ (مجمع بحار الانوار جلد 1 صفحہ 286، واکمال الاکمال شرح مسلم جلد 1 صفحہ 265)

3- حضرت علامہ قمی نے جو ایک مشہور شیعہ عالم تھے (وفات 381ھ) حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں اپنی مشہور کتاب اکمال الدین میں لکھا ہے: وَ لَمْ يَقْدِرُوْا عَلٰى قَتْلِهٖ لِاَنَّهُمْ لَوْ قَدَرُوْا عَلٰى ذَالِکَ کَانَ تَكْذِيْبًا لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى وَلٰكِنْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ بَعْدَ اَنْ تَوَفَّاهُ عَلَيْهِ السَّلَامِ. (اکمال الدین صفحہ 219۔ منشورات المطبعہ الحیدریہ۔ النجف) ترجمہ: اور وہ (یہودی۔ ناقل) ان کو قتل کرنے یا صلیب پر مارنے پر قادر نہ ہو سکے کیونکہ اگر وہ اس پر قادر ہو جاتے تو اللہ کی یہ بات جھوٹی نکلتی کہ اللہ نے ان کا رفع ان کو طبعی وفات دینے کے بعد کیا۔

4- حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے: "اِعْلَمْ اَنَّ هٰذِهِ الْاٰيَةَ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّ الرَّفْعَ فِيْ رَافِعُکَ اِلَيَّ هُوَ رَفْعُ الْمَنْقَبَةِ وَالدَّرَجَةِ لَا فِي الْمَكَانِ وَالْجِهَةِ" ترجمہ: اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ حضرت عیسیٰ کے رَافِعُکَ اِلَيَّ میں مذکور رفع سے مراد درجات اور قدر و منزلت کا رفع ہے نہ کسی جگہ اور جہت کی طرف۔ (تفسیر کبیر جزء 2 صفحہ 459)

5- تفسیر مجمع البیان جلد 1 میں زیر آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ علامہ طبری نے لکھا ہے "اَيْ قَبَضْتَنِيْ اِلَيْکَ وَ اَمَتَّنِيْ . عَنِ الْجِبَائِي" کہ امام جبائی نے اس کے یہ معنے کئے ہیں کہ جب تو نے مجھے اپنے قبضہ میں لے کر مجھے طبعی موت دی۔ (تفسیر مجمع البیان جزء 3 صفحہ 269۔ مطبوعہ بیروت)

6- ابن جریر جلد 3 صفحہ 106 میں بھی لکھا ہے "قَدْ مَاتَ عِيْسٰى" کہ عیسیٰؑ کی موت واقع ہوگئی۔ اسی طرح ابن عربی حضرت محی الدین اسی آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں: فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي : اَفْنَيْتَنِي بِالْكُلِّيَةِ : ترجمہ: جب تو نے مجھے کلی طور پر فنا کر دیا۔ (تفسیر القرآن جلد 1 ص 354۔ دار الاندلس۔ بیروت)

7- علامہ رشید رضا سابق مفتی مصر لکھتے ہیں: "عَلَى الْقَوْلِ بِاَنَّ التَّوَفِّي الْاِمَاتَةُ لَا يَظْهَرُ لِلرَّفْعِ مَعْنًى اِلَّا رَفْعُ الرُّوْحِ" ترجمہ: اس بات کی وجہ سے کہ توفی کے معنی موت کے ہیں اس لیے رفع کے معنی صرف روح کا رفع ہی ہو سکتے ہیں۔ (تفسیر "المنار") مجمع البحار میں حضرت امام مالک کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام مالک نے کہا ہے کہ عیسیٰ پر موت واقع ہوئی۔ وَ قَالَ مَالِکُ مَاتَ عِيْسٰى.

8- حضرت امام ابن حزم اپنی کتاب المحلّٰی میں تحریر فرماتے ہیں: وَ اِنَّ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ لَمْ يُقْتَلْ وَ لَمْ يُصْلَبْ وَلٰكِنْ تَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ثُمَّ رَفَعَهُ اِلَيْهِ (المحلّٰی جزء 1 صفحہ 24 مطبوعہ مصر) ترجمہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہ قتل کئے گئے نہ صلیب پر مارے گئے بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو طبعی وفات دی اور پھر ان کو اپنے ہاں رفعت عطا کی۔

9- ابوعبداللہ محمد بن یوسف اس ضمن میں لکھتے ہیں: ''قَالَ یَدُلُّ عَلٰی اَنَّهٗ تَوَفَّاهُ وَفَاةَ الْمَوْتِ قَبْلَ اَنْ یَرْفَعَهٗ'' (بحر محیط جزء 4 صفحہ 61) ترجمہ: انہوں نے کہا ہے کہ یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو موت والی وفات دی اُن کا رفع کرنے سے پہلے۔

10- جناب عبدالحق صاحب محدث دہلوی اپنے رسالہ ''مَا ثَبَتَ بِالسُّنَّةِ'' کے صفحہ 49 وصفحہ 118 پر فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک سوپچیس سال تک زندہ رہے۔

11- اسی طرح نواب صدیق حسن خان صاحب نے ترجمان القران جلد 2 صفحہ 513 پر لکھا ہے کہ سب انبیاء جو نبی کریم ﷺ سے پہلے تھے مرچکے اور مسیحؑ کی عمر ایک سو بیس برس تھی۔ (نیز حج الکرامہ صفحہ 428)

12- تفسیر محمدی منزل 1 صفحہ 247 پر پنجابی شاعری میں لکھا ہوا ہے: ''زندہ رب ہمیش نہ مرسی موت عیسیٰ نوں آئی'' یعنی خدا ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے مگر عیسیٰ علیہ السلام کو موت آ گئی تھی۔

پھر حافظ محمد لکھوکے والے نے یہ بھی لکھا ''یعنے جویں پیغمبر گزرے زندہ رہیا نہ کوئی''، تیویں محمد رہے نہ دائم موت بندے سر ہوئی (تفسیر محمدی جلد 1 صفحہ 320) یعنی جس طرح سب پیغمبر گزر گئے اور کوئی بھی ان میں سے زندہ نہ رہا۔ حضرت محمد بھی دائم زندہ نہ رہے۔ انسان پر موت آتی ہی ہے۔

13- دنیا کی سب سے پرانی اور سب سے بڑی اسلامی یونیورسٹی جامعہ ازہر قاہرہ (مصر) کے علماء کی مجلس افتاء کی طرف سے یہ فتویٰ شائع شدہ ہے کہ حقیقتاً قرآن مجید اور صحیح ومستند احادیث کی رو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی طبعی عمر گزار کر وفات پا چکے ہوئے ہیں۔ یہ فتویٰ امام اکبر علامہ محمود شلتوت مفتی مصر نے لکھا اور پھر اُسے مجموعہ ''الفتاویٰ'' میں بھی شائع کر دیا۔ اس میں تفصیلاً وفات مسیح کے تمام پہلوؤں پر بڑی فاضلانہ بحث کے بعد لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کی عمر کو پورا کرنے کے بعد طبعی طور پر موت سے وفات دی۔ اور لکھا ہے کہ وہ رفع جو توفی کے بعد ہوا وہ رفع مرتبہ میں ہے نہ کہ جسمانی رفع۔ اور رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَیْهِ میں اِلَیْهِ سے مطلب آسمان نہیں کیونکہ آسمان کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ آسمان پر جانے کے یہ محض قصے اور ظنی روایات ہیں جن پر دلیل کا ادنیٰ ترین شائبہ بھی نہیں ہے۔ (الفتاویٰ۔ امام اکبر محمود شلتوت صفحہ 63۔ دارالشروق)

یہ فتویٰ قرآن مجید احادیث اور اقوالِ بزرگان کی روشنی میں نہایت دقیق تحقیق کے ساتھ کئی صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کی اشاعت اول ہفتہ وار اخبار ''الرسالہ'' مورخہ 11 مئی 1942ء جلد 10 صفحہ 642 میں ہوئی تھی۔ بعد میں اسے دسمبر 1959ء میں مجموعہ الفتاویٰ میں شامل کر کے شائع کیا گیا۔

14- مفسر قرآن علامہ مفتی محمد عبدہ (قاہرہ) نے بھی آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ میں لکھا ہے کہ اے عیسیٰ میں تجھے موت دینے والا ہوں اور موت کے بعد ایک عزت اور رفعت کا مقام عطا کرنے والا ہوں۔ جس طرح حضرت ادریسؑ کے متعلق قرآن مجید میں آیا ہے ورفعناہ مکانا علیا۔ کہ ہم نے اسے عزت والے مقام پر جگہ دی۔ (تفسیر القرآن الحکیم) نیز لکھا اَلتَّوَفِّیْ هُوَ الْاَمَاتَةُ كَمَا هُوَ ظَاهِرُ الْاِعْتِبَارُ کہ توفی کے معنی ظاہری موت کے ہیں۔

15- ایک اور مفسر قرآن علامہ احمد المصطفیٰ المراغی آیت اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس آیت سے ظاہری معنی مراد

ہیں اورتوفی سے طبعی موت مراد ہے۔ اوراس موت کے بعد رفع سے مراد بھی رفع روحانی ہے۔ پس آیت کا مطلب یہ ہے کہ میں تجھے موت دینے والا ہوں اورطبعی موت کے بعد بلند مقام میں رکھنے والا ہوں اور جیسے حضرت ادریس علیہ السلام کے متعلق آیت میں آیا ہے کہ ہم نے اس کو بلند مقام پر رفعت دی۔ (ترجمہ) تفسیر المراغی جزء 3 صفحہ 169 مطبوعہ مصر)

16- حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اور پیغمبر ﷺ نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات آدم صفی اللہ اور یوسف صدیق۔ موسیٰ کلیم اللہ اور ہارون اور عیسیٰ روح اللہ اور ابراہیم خلیل اللہ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین کو آسمان پر دیکھا۔ ضرور وہ اُن کی روحیں ہوں گی۔'' (کشف المحجوب مطبوعہ پنجابی پریس، لاہور صفحہ 159)

17- علامہ عبیداللہ صاحب سندھی لکھتے ہیں: ''مُـمِیۡتُکَ: تجھے مارنے والا ہوں۔ (اردو ترجمہ از الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن۔ صفحہ 240۔ کبیر والہ۔ پنجاب)

18- نواب اعظم یار جنگ بھی وفاتِ مسیح کے قائل تھے۔ آپ فرماتے ہیں: ''حضرت عیسیٰ یقیناً مر گئے جس کی خبر قران مجید میں دوسری جگہ دی گئی ہے......اِنِّیۡ مُتَوَفِّیۡکَ ......فَلَمَّا تَوَفَّیۡتَنِیۡ...... ان دونوں آیتوں میں وفات کا ذکر ہے اور یہ موت کی دلیل ہے۔ اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الۡاَنۡفُسَ حِیۡنَ مَوۡتِہَا (زمر 43)۔ پس ان کی وفات کی خبر بہت صاف ہے۔'' (تہذیب الاخلاق جلد 3 صفحہ 222-221 مطبوعہ 1896ء)

19- سر سید احمد خان صاحب مرحوم بھی وفات عیسیٰ کے قائل تھے آپ لکھتے ہیں: ''قرآن مجید میں حضرت عیسیٰ کی وفات کے متعلق چار جگہ ذکر ہے......پہلی تین آیتوں (آل عمران 49، مائدہ 118، مریم 35-33۔ ناقل) سے حضرت عیسیٰ کا طبعی موت سے وفات پانا علانیہ ظاہر ہے......اور چوتھی آیت میں لفظ رفع کا بھی آیا ہے جس سے حضرت عیسیٰ کی قدر و منزلت کا اظہار مقصود ہے نہ یہ کہ جسم کو اٹھانے کا'' (تفسیر القرآن جلد 2 صفحہ 47-40، 1903)

20- مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم فرماتے ہیں:

''وفاتِ مسیح کا ذکر خود قرآن مجید میں ہے'' (ملفوظاتِ آزاد صفحہ 130۔ مطبوعہ مکتبہ ماحول کراچی، مرتبہ محمد اجمل خان)

نیز آسمان پر حیات مسیح کے امکان کے بارے میں آپ فرماتے ہیں: ''یہ عقیدہ اپنی نوعیت میں ہر اعتبار سے ایک مسیحی عقیدہ ہے اور اسلامی شکل ولباس میں نمودار ہوا ہے'' (نقشِ آزاد صفحہ 102، مولفہ غلام رسول مہر، مطبوعہ لاہور)

21- علامہ عنایت اللہ المشرقی بانی تحریک خاکسار بَلۡ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیۡہِ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: ''بلکہ اس میں یہ عبرت انگیز سبق موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ کی موت بھی اُسی سنت اللہ کے مطابق واقع ہوئی تھی جس کی بابت قرآن نے کہا ہے وَ لَنۡ تَجِدَ لِسُنَّۃِ اللّٰہِ تَبۡدِیۡلًا۔ (تذکرہ جلد 1 صفحہ 17 مطبوعہ امرتسر)

22- علامہ شورائی نے سائنٹیفک قرآن صفحہ 76 میں اور غلام احمد پرویز صاحب نے شعلہ مستور صفحہ 83 پر عیسیٰ کی موت کا عقیدہ درج کیا ہے۔

نیز غلام احمد صاحب پرویز ایڈیٹر ماہنامہ طلوعِ اسلام لکھتے ہیں: ''باقی رہا عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ آپ زندہ آسمان پر اٹھا لئے گئے تھے تو قرآن سے اس کی بھی تائید نہیں ہوتی بلکہ اس میں ایسے شواہد موجود ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ آپ

نے دوسرے رسولوں کی طرح اپنی مدت عمر پوری کرنے کے بعد وفات پائی۔'' (سلسلہ معارف القرآن شعلہ مستور صفحہ 72۔مطبوعہ لاہور)

بالآخر یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا رفع اپنی طرف کیا تو یہاں ''رفع'' کے معنی بلندی درجات کے ہیں نہ کہ جسم سمیت آسمان پر اٹھا لینے کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے يَرْفَعُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (مجادلہ آیت 11 ع2) کہ اللہ مومنوں کا رفع کرتا ہے۔اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو جسم سمیت آسمان پر اٹھا لے جاتا ہے۔ بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ ان کے درجات بلند کرتا ہے۔جیسا کہ اس آیت کے اگلے حصہ میں مذکور ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق آیت وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ کا یہ مطلب لینا کہ یہودی نہ مسیح کو قتل کر سکے نہ سولی دے سکے بلکہ شبہ کر کے خدا اس کو جسم سمیت آسمان پر اٹھا لے گیا درست نہیں ہیں۔ بلکہ اس آیت کا صاف اور سیدھا مطلب یہ ہے کہ یہود مسیح کو قتل یا سولی پر مارنے (اور ان کو لعنتی ثابت کرنے) میں ناکام رہے۔ بلکہ غشی کی حالت میں عیسیٰ یہودیوں کو مردہ کے مشابہ نظر آئے۔اس طرح خدا نے اُن کو بچا لیا۔

حدیث میں آیا ہے اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ (کنز العمال جلد 3 صفحہ 110، باب اول فی الاخلاق تواضع)

ترجمہ: جب بندہ خدا کے آگے فروتنی اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ساتویں آسمان پر اس کا رفع کرتا ہے۔ یہاں رفع کے معنی صرف بلندی درجات کے ہی ہو سکتے ہیں نہ کہ جسم سمیت آسمان پر اٹھائے جانے کے۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا ''رَفَعَكَ اللّٰهُ يَا عَمِّ'' (کنز العمال جلد 7 صفحہ 68)

ترجمہ: اے میرے چچا خدا تعالیٰ آپ کا رفع فرمائے۔یعنی درجات بلند کرے۔

پھر آنحضرت ﷺ دو سجدوں کے درمیان جو دعا پڑھا کرتے تھے اس میں ایک فقرہ وَارْفَعْنِی بھی ہے یعنی اے اللہ تُو میرا رفع کر (کتاب ابن ماجہ) اور یہی دعا تمام مسلمان بھی پڑھتے ہیں تو اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ جن کی دعا قبول ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ انہیں جسم سمیت اٹھا کر آسمان پر لے جاتا ہے۔

عربی لغت کی مشہور کتاب لسان العرب میں لکھا ہے ''فِیْ اَسْمَاءِ اللّٰهِ الرَّافِعُ. هُوَ الَّذِیْ يَرْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْاَسْعَادِ وَ اَوْلِيَاءِ هٖ بِالتَّقْرِيْبِ'' ترجمہ: اللہ کے ناموں میں ایک نام رافع بھی ہے۔یعنی وہ مومنوں کو عزت اور مرتبہ میں رفعت بخشتا ہے اور اپنے اولیاء کو مقرب بناتا ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی ؒ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ما ثبت بالسنۃ میں لکھا ہے (ترجمہ): رسول کریم ؐ کی بعثت میں یہ حکمت تھی کہ مخلوق کی ہدایت ہو۔مکارم اخلاق پورے ہوں اور دین کی تکمیل ہو۔ جب یہ مقاصد پورے ہو گئے اور یہ

امورحاصل ہوگئے ''رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ وَ تَوَفَّاہُ اللّٰہُ وَ ھُوَ ابن ثَلاثَہ وَ سِتِّیْنَ سَنَۃ'' تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اٹھالیا اور آپ کو وفات دے دی جبکہ آپ کی عمر 63 سال تھی۔

یہاں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے آنحضرتؐ کیلئے وہی جملہ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ استعمال فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کیلئے قران مجید میں استعمال فرمایا ہے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو زمین سے زندہ بجسم عنصری آسمان پر اٹھالیا تھا اور پھر وفات دی؟ رَفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ کا مطلب یہی ہے کہ آنحضرتؐ کو مرتبہ میں رفعت بخشی۔

2- نزولِ مسیح کا مسئلہ

پس جب یہ امر ثابت ہوگیا کہ حضرت عیسیٰ مسیح ابن مریم آسمان پر اپنے خاکی جسم سمیت نہیں اٹھائے گئے تھے بلکہ طبعی طور پر ایک سوبیس سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے تو حدیث نبوی میں آخری زمانہ میں ان کے نازل ہونے کے بارے میں پیشگوئیوں کا یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی مشابہت میں اوران کی خو بو پر ایک شخص مسیح موعود بن کر آئے گا۔ جو امت محمدیہ ہی کا ایک فرد ہوگا اور جن کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ'' کہ وہ تمہارا امام ہوگا اور تم ہی میں سے ہوگا اور ابن ماجہ کی حدیث میں ''وَلَا الْمَھْدِیُّ اِلَّا عِیْسٰی'' آیا ہے۔ یعنی امام مہدی اور عیسیٰ ایک ہی وجود کا نام ہے۔ پس امام مہدی کے وجود میں ہی مسیح موعود کا بھی ظہور ہو چکا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب شدۃ الزمان جلد 2 صفحہ 1341 عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاءہ)

تفسیر عرائس البیان جلد 1 صفحہ 262 پر حضرت محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کا قول لکھا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا نزول آخری زمانہ میں ایک دوسرے بدن (وجود) کے ساتھ ضروری ہے۔ (نیز تفسیر القرآن مصنفہ علامہ محی الدین ابن عربی جلد 1 صفحہ 296) دارالاندلس۔ بیروت)

علامہ میبذی نے شرح دیوان میں لکھا ہے: ''روح عیسیٰ علیہ السلام درمہدی علیہ السلام بروز کند ونزول عیسیٰ ایں بروز است'' (غایت المقصو دصفحہ 31)

کہ بعض کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسیٰ کی روحانیت مہدی میں بروز (ظہور) کرے گی اور حدیث میں نزول سے مراد یہ بروز ہی ہے مطابق اس حدیث کے کہ نہیں مہدی مگر عیسیٰ بن مریم۔

لفظ نزول سے اس بات کا دھوکہ نہ لگے کہ نازل ہونے کے معنی آسمان سے اترنے کے ہی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں نزول کا لفظ مختلف چیزوں کے تعلق میں استعمال فرمایا ہے جو آسمان سے نہیں اترا کرتیں۔ مثلاً آنحضرت ﷺ کی بعثت کیلئے بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''قَدْ اَنْزَلَ اللّٰہُ اِلَیْکُمْ ذِکْرًا رَّسُوْلًا (الطلاق 12-11) کہ تمہاری طرف ہم نے ذکر یعنی رسول نازل کیا ہے۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ آپؐ حضرت آمنہ کے بطن سے پیدا ہوئے

تھے۔ پھر قرآن مجید میں آیا ہے "قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا" (اعراف 27) کہ ہم نے تم پر لباس نازل کیا ہے۔ اسی طرح "وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاسٌ شَدِیْدٌ وَ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ (الحدید 25) کہ ہم نے لوہا اتارا جسمیں سخت لڑائی (کا سامان) ہے اور لوگوں کیلئے نفع مند چیزیں ہیں۔

وَ اَنْزَلَ لَکُمْ مِنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَةَ اَزْوَاجٍ (الزمر 7) کہ اُس نے تمہارے لیے آٹھ قسم کے جانوروں کے جوڑے اتارے۔

اب اگر حدیث میں حضرت مسیح علیہ السلام کیلئے نزول کا لفظ استعمال ہوا ہے تو اس کا یہ مطلب کہاں سے نکل آیا کہ وہ آسمان سے اتریں گے؟ جبکہ عام بول چال میں بھی کسی جگہ پہنچنے والے مسافر کو عربی زبان میں نزیل کہتے ہیں یعنی نازل ہونے والا۔ اس سے کبھی یہ مراد نہیں لی گئی کہ وہ آسمان سے اتر آتا ہے۔ پس جو معنے آنحضرت ﷺ کے نازل ہونے کے ہیں انہی معنوں میں مسیح موعود کا نزول بھی ماننا چاہیئے یعنی مسیح موعود کی بعثت۔ حدیث کی کتاب کنز العمال جلد 7 صفحہ 59 میں آنحضرت ﷺ کے متعلق لکھا ہے "اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ نَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ" کہ آنحضرت ؐ ایک درخت کے نیچے نازل ہوئے یعنی اترے۔

بزرگ علماء سلف آنحضرت ﷺ کی احادیث کے بموجب مسیح موعود کو امتی نبی تسلیم کرتے آئے ہیں اور ان میں سے ایک گروہ مسیح کے نزول والی احادیث سے امام مہدی کا مثیلِ عیسیٰ ہونا مراد لیتا رہا ہے۔ جماعت احمدیہ بھی یہی عقیدہ رکھتی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرآن وحدیث کی رو سے وفات پا گئے تھے اور مسیح کے دوبارہ نزول سے مطلب ان کے مثیل کا ظہور مراد ہے اور امام مہدی ہی کو مسیح موعود یقین کرتی ہے۔ ورنہ کب خدا تعالیٰ کا ہاتھ ایسا تنگ ہوا تھا کہ جب اُسے اپنے بندوں کی ہدایت وراہنمائی کی ضرورت پڑی تو اسے وفات یافتہ انبیاء میں سے کسی کو زندہ کر کے دنیا میں بھیجنا پڑا ہو؟ بلکہ اس غرض کیلئے وہ ہمیشہ اس زمانہ کے انسانوں میں سے کسی کا انتخاب کر کے اسے مامور فرماتا رہا ہے۔ حضرت آدم کے وقت سے لیکر آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی گزشتہ نبی کو زندہ کر کے دنیا کی ہدایت کیلئے بھیجا ہو۔ حضرت موسیٰ کے متبعین سے ہی ایسے لوگ بھیجے جو ان کی امت کی اصلاح کرتے تھے۔ آنحضرت ﷺ کی امت کی اصلاح کیلئے بھی اسی امت میں سے ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جن کو اللہ تعالیٰ اس کام کیلئے منتخب فرماتا رہے گا۔

3- مسئلہ "ختم نبوت" کی حقیقت اور غیر تشریعی امتی نبی کے آنے کا امکان

مسلمانوں کے تمام فرقے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو شروع سے ہی قرآن مجید کی سورۃ الاحزاب کے مطابق خاتم النبیین مانتے چلے آئے ہیں اور یہ فضیلت آنحضرت ﷺ کے سوا اور کسی نبی کو نصیب نہیں ہوئی۔ جماعت احمدیہ بھی سچے دل سے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب بانی جماعت احمدیہ لکھتے ہیں:

''مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین نہیں مانتے یہ ہم پر افتراء عظیم ہے۔ہم جس قوت ، یقین و معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتے ہیں اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی وہ نہیں مانتے۔''(الحکم 17 مارچ 1905ء ،صفحہ 6 کالم 4)

''ہمارے مذہب کا خلاصہ اور لبّ لباب یہ ہے کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور ہمارا اعتقاد جو ہم اس دنیوی زندگی میں رکھتے ہیں جس کے ساتھ ہم بفضل و توفیق باری تعالیٰ اس عالم گزران سے کوچ کریں گے۔یہ ہے کہ حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ خاتم النبیین و خیر المرسلین ہیں جن کے ہاتھ سے اکمال دین ہو چکا اور وہ نعمت بمرتبہ اتمام پہنچ چکی جس کے ذریعہ سے انسان راہِ راست کو اختیار کر کے خدا تعالیٰ تک پہنچ سکتا ہے۔''(ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ 137)

''عقیدہ کی رو سے جو خدا تم سے چاہتا ہے وہ یہی ہے کہ خدا ایک ہے اور محمد رسول ﷺ اس کا نبی ہے اور وہ خاتم الانبیاء ہے اور سب سے بڑھ کر ہے اب بعد اس کے کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور پر محمدیت کی چادر پہنائی گئی۔''(کشتی نوح صفحہ 16)

خاتم النبیین کا لغوی معنی

عربی زبان کا لفظ خَتْـــمُ مصدر ہے۔اس کے معنی ہیں کسی چیز کا دوسری چیز پر اثر پیدا کرنا یا اپنا نقش چھوڑ دینا۔اور لفظ خَاتَمُ خَتْمُ سے اسم آلہ بنا ہے جس کے معنی ہیں تاثیر یا نقش کرنے کا ذریعہ یا آلہ یعنی مہر یا انگوٹھی۔اور جب اسے جمع کی طرف مضاف کیا جائے جیسے خاتم الاولیاء تو اس کا مطلب ہوگا کہ جس کے اثر سے یا نقش سے اولیاء بنیں۔اسی کے نمونہ پر خاتم الشعراء کے معنی ہیں جس کے اثر سے شعراء بنیں۔خاتم المحدثین جس کے اثر سے محدث بنیں۔پس اسی طرح خاتم النبیین کے لغوی معنی یہ ہوں گے کہ ایسا نبی جس کی مہر یا اثر سے انبیاء ظہور میں آئیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جس طرح مسلمانوں میں حیاتِ مسیح کا غیر اسلامی عقیدہ داخل ہو گیا تھا اسی طرح مسلمان عوام کے فہم میں خاتم النبیین کے غلط معنی رائج ہو گئے تھے جبکہ جماعت احمدیہ خاتم النبیین کی وہی تشریح کرتی ہے جو لغت عرب احادیث نبوی اور امت محمدیہ کے آئمہ کرام۔بزرگان سلف۔محققین اور علماء صالحین کی تشریحات اور اقوال سے ثابت ہے۔

نبوت و بادشاہت انعامات الٰہی میں سے ہیں:

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں حضرت موسیٰ کی زبانی اہل کتاب کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ ''**اذکروا نعمت الله علیکم اِذ جعل فیکم انبیاء و جعلکم ملوکا.** (مائدہ 21) کہ ''اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو اس نے تم میں سے نبی بنائے اور تمہیں بادشاہ بھی بنایا۔''

یعنی روحانی لحاظ سے نبوت جیسا سب سے بڑا انعام عطا کیا اور دنیوی طور سے بادشاہت یہ دونوں قومی انعامات ہیں جو قیامت تک جاری رہیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے نبوت کا ارفع ترین مقام عنایت کر کے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین بنایا۔جس کا یہ مطلب ہے کہ

آئندہ آپ کی ہی مہر تصدیق اور فیض نبوت کے اثر سے آپ کے امتی آپ کی غلامی میں اور آپ کی لائی ہوئی شریعت کی پیروی سے تمام روحانی کمالات کے مدارج یعنی نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت (نساء آیت 69) حاصل کرتے رہیں گے۔ ایسی نبوت دراصل آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ہی پرتو ہے کیونکہ یہ آپ سے جدا ہو کر یا آپ کے مقابل پر نبوت نہیں ہے بلکہ سراسر آپ کی متابعت میں ہے۔قرآن پاک کی رو سے چونکہ قرآنی شریعت کامل ہے اور قیامت تک کیلئے محفوظ ہے اس لیے خاتم النبیین کی آمد سے اب نہ کوئی دوسرا تشریعی نبی آسکتا ہے اور نہ امت سے باہر کوئی غیر تشریعی نبی ہوسکتا ہے۔

ہاں جیسا کہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے آپ کی اتباع اور غلامی میں امتی نبی یعنی غیر تشریعی نبی آسکتا ہے جو آپ (صلعم) ہی کی لائی ہوئی شریعت پر کاربند ہو اور آپ ہی کا کلمہ پڑھنے والا ہو۔اس قسم کی نبوت خلافِ قرآن نہیں ہے کیونکہ یہ آنحضرت ﷺ کی نبوت ہی کا نقش یا انعکاس ہے اور اس سے آنحضرت ﷺ کے بلند مرتبہ کی شان کا ظہور ہوتا ہے۔قرآن مجید کی رو سے آنحضرت ﷺ کے بعد امتی نبوت کا جاری رہنا ثابت ہے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب اپنے دعویٰ کی کیفیت کے بارے میں رقمطراز ہیں: ''میری مراد نبوت سے یہ نہیں کہ میں نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کے مقابل پر کھڑا ہو کر نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں یا کوئی نئی شریعت لایا ہوں۔صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمہ ومخاطبہ الٰہیہ ہے جو آنحضرت ﷺ کی اتباع سے حاصل ہے۔سو مکالمہ مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔پس صرف لفظی نزاع ہوئی۔یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ مخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں۔''(تتمہ حقیقت الوحی صفحہ 68)''خدا نے میرا نام نبی رکھا مگر بغیر شریعت کے۔''(تجلیاتِ الٰہیہ)

آیت خاتم النبیین کا مفہوم

جیسا کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کی تحریرات سے ثابت ہے کہ جماعت احمدیہ آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان رکھتی ہے مگر خاتم النبیین کے جو معنے علماء عام طور پر سمجھے ہوئے ہیں یعنی نبیوں کا ختم کرنے والا یا بند کرنے والا ان سے اس جماعت کو کچھ اختلاف ہے۔جماعت احمدیہ کے عقیدہ کے مطابق بے شک قیامت تک کیلئے کوئی نبی نئی شریعت، نیا دین یا نیا کلمہ لیکر نہیں آسکتا اور نہ ہی ایسا نبی ہوسکتا ہے جو آنحضرت ﷺ کی امت سے باہر ہو کیونکہ دین کامل ہو چکا ہے۔مگر کسی امتی کا آنحضرت ﷺ کی پیروی میں شریعت قرآن کے ماتحت غیر تشریعی نبی ہو کر اصلاح خلق کی غرض سے آنا قرآنی تعلیم کے عین مطابق ہے۔

آیت خاتم النبیین سورہ احزاب کی چالیسویں آیت ہے جو اس طرح ہے: **ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شی علیما** ترجمہ: ''محمدؐ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کی مہر ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔''

تمام علماء متفق ہیں کہ یہ آیت 5 ہجری میں آنحضور ﷺ کے متبنیٰ حضرت زیدؓ اور آپ کی پھپھی زاد ہمشیرہ حضرت زینبؓ کی باہمی طلاق ہو جانے اور پھر آنحضرت ﷺ کے حضرت زینب سے نکاح کر لینے کے موقع پر نازل ہوئی تھی۔

مخالفین اسلام نے آنحضرت ﷺ پر اعتراض کیا تھا کہ آپ نے اپنی بہو سے نکاح کرلیا ہے حالانکہ قرآنی شریعت میں بیٹے کی منکوحہ باپ پر حرام ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فرمایا کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔ یعنی جس شخص کی مطلقہ سے آپ نے نکاح کیا ہے وہ آپ کا بیٹا ہی نہ تھا کہ اس کی مطلقہ سے نکاح حرام ہوتا۔

جب اللہ تعالیٰ نے یہ تسلیم فرمایا کہ آنحضرت ﷺ کا کوئی بیٹا نہیں ہے تو پھر معاً ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ پھر تو کفار کا طعنہ جو وہ آنحضور ﷺ کو دیتے تھے کہ تو ابتر ہے یعنی کوئی نرینہ اولاد نہیں رکھتا لہٰذا آپ کا سلسلہ آپ کی وفات کے بعد ختم ہو جائے گا وہ صحیح ہو۔ تو اس کا بھی یہاں جواب دیا کہ آیت کے شروع میں ہم نے آنحضرت ﷺ کے جسمانی باپ ہونے کی نفی کی ہے لیکن دوسرے حصہ میں آپ کے روحانی باپ ہونے کی یوں تصدیق کی ہے کہ اگر آپ کا کوئی جسمانی بیٹا نہیں تو کچھ حرج نہیں۔ چونکہ آپ خاتم النبیین ہیں یعنی نبیوں کی مہر لہٰذا اس کے نتیجہ میں آپ کی روحانی اولاد کا سلسلہ چلے گا اور سورہ نساء آیت 69 کے مطابق آپ اپنی امت کے تمام صلحاء، شہداء، صدیقوں اور انبیاء کے روحانی باپ بنائے گئے ہیں یعنی آپ کی پیروی اور آپ کی تصدیقی مہر کے اثر سے یہ روحانی مراتب آپ کی روحانی اولاد کو ملتے رہیں گے۔

اگر اس کے برعکس خاتم النبیین کے یہ معنے کئے جائیں کہ ہر قسم کے نبیوں کو ختم کرنے والا تو پھر اس آیت کا یہ مطلب نکلے گا کہ محمدؐ کا کوئی جسمانی بیٹا نہیں ہے لیکن نبیوں کا خاتم کرنے والا ہے لہٰذا آپ کا کوئی روحانی بیٹا بھی نہ ہوگا۔ پھر یہی طعنہ تو کفار آپ کو دیتے تھے کہ تو ابتر ہے اور تیرا جسمانی اور روحانی سلسلہ آگے نہ چلے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ کہ تیرے دشمنوں کا ہی سلسلہ بند ہو جائے گا جبکہ خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے آپ کی روحانی اولاد کا سلسلہ چلنے والا ہے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب اس آیت کے متعلق فرماتے ہیں:

”آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد براہِ راست فیوض نبوت منقطع ہو گئے اور اب کمال نبوت صرف اس شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباع نبوی کی مہر رکھتا ہوگا اور اس طرح پر وہ آنحضرت ﷺ کا بیٹا اور آپ کا وارث ہوگا۔

غرض اس آیت میں ایک طور سے آنحضرت ﷺ کے باپ ہونے کی نفی کی گئی اور دوسرے طور سے باپ ہونے کا اثبات بھی کیا گیا تا وہ اعتراض جس کا ذکر اِنَّ شَانِئَکَ هُوَ الْاَبْتَرُ میں ہے دور کیا جائے“ (ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صفحہ 7-6)

آنحضرت ﷺ لفظ خاتم النبیین کا کیا مفہوم سمجھتے تھے:

آیت خاتم النبیین 5 ہجری میں نازل ہوئی تھی (روح المعانی جلد 1 صفحہ 564) اور آنحضرت ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم 8 ہجری میں پیدا ہوئے اور ربیع الاول 10ھ بروز منگل وفات پا گئے۔ (تاریخ الخمیس جلد 2 صفحہ 162)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے حدیث میں مروی ہے: ”عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا مَاتَ اِبْرَاهِيْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم وَ قَالَ اِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِی الْجَنَّةِ وَلَوْ عَاشَ

لَكَانَ صِدِّيْقاً نَبِيّاً" (ابن ماجہ جلد 1 صفحہ 474 مطبوعہ مصر مطبع الحلبی) کہ جب آنحضرت ﷺ کا بیٹا ابراہیم فوت ہوا تو آپ نے اس کی نماز جنازہ ادا کی اور فرمایا کہ اس کے لیے جنت میں ایک دودھ پلانے والی ہے۔ پھر فرمایا" لَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقاً نَبِيّاً" کہ اگر یہ زندہ رہتا تو ضرور سچا نبی ہوتا۔

(نوٹ: ابن ماجہ کی حدیث کی کتاب صحاح ستہ میں سے ہے)

اس حدیث کے متعلق شہاب علی البیضاوی نے جلد 7 صفحہ 175 میں لکھا ہے اَمَّا صِحَّةُ الْحَدِيْثِ فَلَا شُبْهَةَ فِيْهَا لِاَنَّهٗ رَوَاهُ ابنُ مَاجه وَغَيْرُهٗ اِبْنِ حَجَرِ. ترجمہ: اس حدیث کے صحیح ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے جیسا کہ ابن حجر نے کہا ہے اس حدیث کو ابن ماجہ کے علاوہ اور محدثین نے بھی ذکر کیا ہے۔

یہی حدیث حضرت علی بن ابی طالب سے الفتاویٰ الحدیثیہ ص176 مصنفہ احمد شہاب الدین بن حجر طبع ثانیہ 1970ء ،1390ھ میں مروی ہے۔

آیت خاتم النبیین کے اترنے کے چار سال بعد حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو ضرور سچا نبی ہوتا تو آپ کے اس ارشاد سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کے نزدیک اگر خاتم النبیین کا یہ مطلب ہوتا کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا تو آپ کو تو یوں فرمانا چاہیئے تھا کہ اگر ابراہیم زندہ بھی رہتا تب بھی نبی نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں۔ مگر اس کی بجائے آپ کا یہ فرمانا کہ اگر وہ زندہ رہتا تو ضرور سچا نبی بنتا بتاتا ہے کہ آپ کا خاتم النبیین ہونا ابراہیم کے نبی بننے میں روک نہ تھا بلکہ اس کی موت روک بن گئی تھی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی آدمی یہ کہے کہ اگر میرا بیٹا زندہ رہتا تو کالج کی ڈگری حاصل کرتا۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ کالج کی ڈگری ہی بند ہو چکی ہے یا یہ مطلب ہے کہ کالج کی ڈگری تو مل سکتی ہے لیکن اس کی موت اس کے حصول میں مانع ہوگئی۔ پس یہی مطلب مندرجہ بالا حدیث کا ہے کہ نبوت تو مل سکتی ہے اور جاری ہے مگر چونکہ ابراہیم وفات پا گئے تھے اس واسطے انہیں حاصل نہ ہوئی۔

اسی طرح آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں:"اَبُوْبَكْرٍ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ نَبِيٌّ" (کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق ص4) ترجمہ: ابوبکر اس امت کے سب سے افضل (انسان) ہیں۔ سوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو جائے۔ نیز دیکھیں (الجامع الصغیر۔ زیر حرف ہمزہ جلد 1 صفحہ 6) مصنفہ جلال الدین سیوطیؒ متوفی 911ھ)

اگر آنحضرت ﷺ کے نزدیک اپنی امت میں آئندہ نبی کے ہونے کا امکان نہ ہوتا تو آپ یہ استثنائی الفاظ نہ بیان فرماتے کہ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ نَبِيٌّ" (سوائے اس کے کہ کوئی نبی ہو جائے)۔ صرف یہی فرماتے ہیں کہ ابوبکر اس امت کے سب سے افضل ہیں۔

فقہ کے جلیل القدر امام حضرت ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ (وفات 1014ھ مطابق 1606ء) ابراہیم کی وفات والی حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:"لَوْ عَاشَ اِبْرَاهِيْمُ وَ صَارَ نَبِيًّا وَ كَذَا لَوْ صَارَ عُمَرُ نَبِيًّا لَكَانَا مِنْ اَتْبَاعِهٖ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام...... فَلَا يُنَاقِضُ قَوْلُهٗ تَعَالٰى خَاتَمَ النَّبِيّيْنَ اِذِ الْمَعْنٰى اَنَّهٗ لَا يَأْتِيْ بَعْدَهٗ نَبِيٌّ يَنْسَخُ مِلَّتَهٗ وَلَمْ يَكُنْ مِنْ اُمَّتِهٖ وَ يُقَوِّيْهِ حَدِيْثُ لَو كَانَ مُوْسٰى حَيًّا لَمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اتِّبَاعِيْ" (موضوعات کبیر صفحہ

58-59،اسرار المرفوعہ فی الاخبار الموضوعہ صفحہ 192، دار الکتب العلمیہ بیروت۔ لبنان)

ترجمہ: اگر ابراہیم زندہ رہتا اور نبی ہوجاتا اور اسی طرح حضرت عمر نبی بن جاتے تو وہ دونوں آنحضرت ﷺ کے متبع نبی ہوتے۔ پس آپ (صلعم) کا یہ فرمانا (یعنی ابراہیم نبی ہوجاتا۔ ناقل) خاتم النبیین کے خلاف نہیں ہے کیونکہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد ایسا نبی نہیں ہوسکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت میں سے نہ ہو۔ اس مفہوم کی تقویت اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں آنحضور ﷺ نے فرمایا اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری پیروی کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔

پھر آپ نے یہ بھی فرمایا "اَقُوْلُ لَا مُنَافَاةَ بَیْنَ اَنْ یَکُوْنَ نَبِیًّا وَ اَنْ یَکُوْنَ تَابِعًا لِنَبِیِّنَا ﷺ" (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد 5 صفحہ 564)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اس میں کوئی تضاد نہیں کہ ایک شخص نبی بھی ہو اور ہمارے نبی صلعم کا تابع بھی ہو۔

لفظ خاتم النبیین کے دیگر معنوں کے لحاظ سے آیت کا صحیح مفہوم

1- خاتم النبیین سے مراد سب سے افضل نبی

یہ اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ آنحضرت ﷺ کیلئے خاتم النبیین کا لفظ آپ کی مدح اور فضیلت کے اظہار کیلئے استعمال ہوا ہے۔ مسلمانوں کے عام علماء کے نزدیک خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ نبوت کو بند یا ختم کرنے والا لیکن لغت میں خاتم کے معنی صرف مہر یا انگوٹھی کے ہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ رفیع الدین رحمتہ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن میں آج تک یہی معنی درج ہیں۔ مہر کسی امر کی تصدیق کیلئے استعمال کی جاتی ہے اور انگوٹھی فخر و زینت نیز ثبت نقش کے طور پر۔ چونکہ مہر تصدیق کا کام کرتی ہے اس لحاظ سے خاتم النبیین یعنی نبیوں کی مہر کا مفہوم مُصَدِّقُ النَّبِیّٖیْنَ لیا جاتا ہے۔ یعنی سب نبیوں کی تصدیق کرنے والا۔ کسی نبی کی نبوت اس وقت تک قبول نہیں کی جاسکتی اور نہ ہی کسی کو روحانی کمال حاصل ہوسکتا ہے جب تک کہ آپ کی مہر تصدیق اس پر ثبت نہ ہو۔ چنانچہ مولوی آل حسن صاحب نے اپنی کتاب استفتاء بر حاشیہ ازالۃ الاوہام صفحہ 379 میں لکھا ہے:

"انبیاء بنی اسرائیل پر ایمان لانے کی بجز تصدیق آنحضرت ﷺ کے اور کوئی سبیل باقی نہیں رہی۔"

چونکہ انگوٹھی زینت کا نشان ہوتی ہے اس لیے آنحضرت ﷺ تمام انبیاء کے مقدس گروہ کیلئے باعثِ فخر و زینت ہیں۔

عربی لغت کی کتاب مجمع البحرین میں لفظ خاتم کے تحت لکھا ہے: "**وَ مُحَمَّدٌ خَاتَمَ النَّبِیّٖیْنَ بِمَعْنَی الزِّیْنَةِ مَأخُوْذٌ مِنَ الْخَاتَمِ الَّذِیْ هُوَ زِیْنَةٌ لِلَابِسِہٖ**"

ترجمہ: "محمد خاتم النبیین ہیں اور خاتم بمعنی زینت ماخوذ ہے اس لفظ خاتم (انگوٹھی) سے جو کہ پہننے والے کیلئے موجب زینت ہوتی ہے۔" پس اس سے یہ مراد ہے کہ آنحضرت ﷺ نبیوں کے جائے فخر و زینت ہیں۔

اسی طرح تفسیر فتح البیان جلد 7 صفحہ 286 اور فتح القدیر جلد 4 صفحہ 276 میں حضرت قاضی الحدیث محمد بن علی شوکانی

الیمانی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 1250ھ) نے یہ تحریر فرمایا ہے: ''اِنَّہٗ صَارَ کَالْخَاتَمِ لَھُمُ الَّذِیْ یَخْتِمُوْنَ بِہٖ وَ یَتَزَیَّنُوْنَ بِکَوْنِہٖ مِنْھُمْ'' ترجمہ: آنحضرت ﷺ نبیوں کیلئے بمنزلہ انگوٹھی کے ہوئے جس سے انبیاء کی صداقت پر مہر لگتی ہے نیز آپ ان میں ہوکر ان کیلئے باعثِ زینت قرار پائے۔

جس طرح انگوٹھی انگلی کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے اسی طرح آپؐ تمام انبیاء پر فائق ہیں اور ان تمام کی خوبیوں کے جامع ہیں یعنی آپؐ افضل الانبیاء ہیں۔ انہی معنوں کی تصدیق کرتے ہوئے حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی فرماتے ہیں: ''عوام کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم و تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں وَلٰکِنْ رَسُوْلَ اللّٰہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔

آپ مزید فرماتے ہیں: ''اگر بالفرض بعد زمانہ نبویؐ بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ (رسالہ تہذیر الناس صفحہ 3، وص 46'' مکتبہ قاسم العلوم کراچی 1976ء)

یعنی عوام تو خاتم النبیین کے معنی آخری نبی لیتے ہیں۔ جس میں کوئی فضیلت نہیں مگر اہل فہم کے نزدیک اس کے وہ معنی صحیح ہیں جس سے آنحضور ﷺ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔

نامور صوفی حضرت ابوعبداللہ محمد بن علی حسین الترمذی نے فرمایا: ''ہمارے نزدیک اس کے معنی یہ ہیں کہ نبوت حضرت محمدؐ کی ذات میں اپنے تمام کمالات کے ساتھ مکمل ہوگئی...... یہ جو گمان کیا جاتا ہے کہ خاتم النبیین کی تاویل یہ ہے کہ آپ مبعوث ہونے کے لحاظ سے آخری نبی ہیں بھلا اس میں آپ کی کیا فضیلت وشان ہے؟ اور اس میں کونسی علمی بات ہے؟ یہ تو احمقوں اور جاہلوں کی تاویل ہے۔ ترجمہ از کتاب ختم الاولیاء۔ فصل الثامن صفحہ 341۔ المطبعہ الکاثولیکیہ۔ بیروت۔

عرب کا مشہور شاعر اپنے معشوق آنحضرت ﷺ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے کہتا ہے

طَوْقُ الرِّسَالَۃِ تَاجُ الرُّسُلِ خَاتَمُھُمْ . بَلْ زِیْنَۃٌ لِعِبَادِ اللّٰہِ کُلِّھِمْ

ترجمہ: خاتم النبیین رسولوں پر محیط اُن کا سرتاج بلکہ تمام بندگانِ خدا کی زینت ہے۔

مفسر قرآن حضرت امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 544ھ) فرماتے ہیں:

''وَ الْخَاتَمُ یَجِبُ اَنْ یَکُوْنَ اَفْضَلَ اَلاتَرٰی اَنَّ رَسُوْلَنَا ﷺ لَمَّا کَانَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کَانَ اَفْضَلَ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ.''

(تفسیر کبیر رازی جلد 6 صفحہ 34 مطبوعہ مصر)

ترجمہ: خاتم لازماً افضل ہوتا ہے۔ دیکھو جیسے کہ ہمارے رسول کریم ﷺ خاتم النبیین بنائے جانے کی وجہ سے سب انبیاء علیہم السلام سے افضل ٹھہرے۔

حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے: ''مجذوب کیلئے چند درجے ہیں۔ بعض کو ان سے ایک تہائی ملتے ہیں اور بعض کو آدھے اور بعض کو آدھے سے زیادہ۔ جبکہ اس درجہ کو پہنچتا ہے تو مجذوب نبوت کے حصے کے سبب سے مجذوبوں سے بڑھ جاتا ہے اور خاتم الاولیاء ہوتا ہے اور سردار تمام ولیوں کا جیسا کہ ہمارے پیغمبر حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء تھے۔'' (ترجمہ از تذکرۃ الاولیاء مطبوعہ کانپور صفحہ 537)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اپنی کتاب حجۃ الاسلام صفحہ 35-34 پر لکھتے ہیں: ۔''خاتم وہی ہوگا جو سارے جہان کا سردار ہو۔ اس وجہ سے ہم رسول اللہ ﷺ کو سب سے افضل سمجھتے ہیں۔ پھر یہ آپ ﷺ کا خاتم ہونا آپ کے سردار ہونے پر دلالت کرتا ہے۔''

خود رسول کریم ﷺ نے خاتم النبیین کا مفہوم اپنے ایک قول سے واضح فرمایا ہے۔ حضور ﷺ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں۔

''اِطْمَئِنَّ یَا عَمِّ فَاِنَّکَ خَاتَمَ الْمُهَاجِرِیْنَ فِیْ الْهِجْرَةِ کَمَا اَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ فِی النُّبُوَّةِ'' (کنز العمال جلد 13 صفحہ 519) ناشر مؤسسة الرسالة ، زیر عنوان عباس بن عبدالمطلب۔

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد الساعدی سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب رسول اللہ ؐ بدر سے واپس آئے تو آپ کے چچا عباس نے آپ سے اجازت مانگی کہ وہ مکہ کو واپس لوٹ کر وہاں سے رسول اللہ ؐ کی طرف ہجرت کریں۔ اس پر آنحضرت ؐ نے فرمایا ''اے چچا اطمینان رکھیں۔ آپ ہجرت میں اسی طرح خاتم المہاجرین ہیں جس طرح میں نبوت میں خاتم النبیین ہوں۔''

یہ حقیقت ہے کہ حضرت عباسؓ کے خاتم المہاجرین ہونے کے باوجود اُن کے بعد سینکڑوں مسلمانوں نے ہجرت کی تھی۔ پس اس سے یہ مراد نہیں کہ آپ سب سے آخر یا بعد میں ہجرت کرنے والے تھے بلکہ مراد یہ ہے کہ حضرت عباسؓ مہاجرین کے سردار تھے جیسے آنحضور ﷺ خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے تمام رسولوں کے سردار ہیں۔ انہی معنوں سے آنحضرت ﷺ کی مدح و فضیلت کا اظہار ہوتا ہے۔

پھر آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا ''اَنَا خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَ اَنْتَ یَا عَلِیُّ خَاتَمُ الْاَوْلِیَاءِ'' (تفسیر صافی زیر آیت خاتم النبیین)

ترجمہ: ''اے علی! میں خاتم الانبیاء ہوں اور تُو خاتم الاولیاء ہے۔''

یہاں بھی اگر خاتم کے سب سے آخری معنی لئے جائیں تو حضرت علیؓ کے بعد کوئی ولی نہیں بن سکتا حالانکہ ہزارہا اولیاء اللہ اس امت میں ان کے بعد ہو گزرے ہیں۔ پس آنحضرت ؐ کے اس قول میں بھی خاتم بطور افضلیت کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

ان تمام مثالوں سے یہی ثابت ہوا کہ خاتم النبیین کا مطلب سب نبیوں سے افضل و برتر ہونا ہوتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کے قول لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ کا مفہوم

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ آدھا دین تو تم ان سے سیکھ لو۔ان کا مرتبہ اہل علم کے نزدیک بہت بلند ہے کیونکہ آپ قرآن وحدیث کے علم وفہم میں مہارت تامہ رکھتی تھیں۔حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں:"قُوْلُوْا اِنَّہٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَ لَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَہٗ" (درمنشور جلد 5 صفحہ 386،دارالکتب العلمیہ ،بیروت، لبنان،وتکملہ مجمع البحار ص 85)

ترجمہ: تم آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین تو کہو مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔'' درمنشور کے اسی حوالہ میں آگے یہ لکھا ہے: (ترجمہ) ''حضرت ابوعبدالرحمٰن السلمیؒ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا میں حسن اور حسین کو پڑھاتا تھا۔ ایک دفعہ حضرت علی بن ابی طالب میرے پاس سے گزرے جبکہ میں اُن کو پڑھا رہا تھا تو انہوں نے مجھے فرمایا ان کو خاتم النبیین ''ت'' کی فتح کے ساتھ پڑھاؤ''یعنی خَاتَمَ = بمعنی انگوٹھی = مُہر ہے۔

لہٰذا جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا وہ غلطی پر ہیں۔

حضرت عائشہ کے اس قول کے بارے میں حضرت امام محمد طاہر رحمتہ اللہ علیہ (وفات 986ھ) فرماتے ہیں:"ھٰذَا اَیْضًا لَا یُنَافِیْ حَدِیْثَ لَانَبِیَّ بَعْدِیْ لِاَنَّہٗ اَرَادَ لَا نَبِیَّ یَنْسَخُ شَرْعَہٗ" (تکملہ مجمع البحار جلد 4 ص 85)المطبع العالی، منشی نول کشور)

ترجمہ: حضرت عائشہ کا یہ فرمانا حدیث لا نبی بعدی کے خلاف نہیں کیونکہ آنحضرت ﷺ کی مراد یہ ہے کہ ایسا نبی نہیں ہوگا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔

یہی معنے حضرت محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ اور جناب نواب صدیق حسن خان صاحب آف بھوپال کے حوالہ جات میں اس کتاب کے آئندہ صفحات میں درج کئے گئے ہیں۔الشیخ الامام حضرت ابن قتیبہؒ (المتوفی 267ھ) کا بھی یہی قول ہے کہ حضورؐ کا مقصد اس فرمان سے یہ ہے کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہیں جو میری شریعت کو منسوخ کرنے والا ہو۔ (تاویل مختلف الاحادیث ص 236)

خاتم النبیین کے معنوں کے متعلق لاجواب چیلنج

عربی زبان کے محاورہ میں خاتم النبیین کے نمونہ پر جب بھی کوئی مرکب اضافی کسی کی مدح کے طور پر استعمال ہوا ہے تو ہمیشہ اُس میں مضاف کو اس کے مضاف الیہ گروہ میں سے اعلیٰ ترین، افضل ترین یا کامل ترین فرد قرار دینا مقصود ہوتا ہے۔یعنی ایسا شخص بےنظیر اور عدیم المثال ہوتا ہے۔

پس خاتم النبیین میں نفی مضاف کے کمال کی ہے نہ کہ مضاف الیہ (یعنی نبیوں) کے جنس کی۔یعنی اس میں مضاف الیہ (نبیوں) کے آنے کی نفی نہیں ہے بلکہ مضاف یعنی خاتم کے کمال کی نفی ہے۔یعنی اس کمال کا اور کوئی نہ ہوگا۔ جماعت احمدیہ کی طرف سے یہ چیلنج چلا آیا ہے کہ اگر اس کے برعکس کوئی مثال پیش کرسکے تو نقد انعام پائے۔

2- خاتم النبیین بمعنیٰ کامل ترین:

خاتم کا لفظ عربی، فارسی اور اردو میں کمال کے معنوں میں بکثرت استعمال ہوتا ہے۔اس کی چند مثالیں درج ذیل کی جاتی ہیں:

1- حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سلوک کی منازل طے کرنے کے سلسلہ میں فرماتے ہیں "بِکَ تُختَمُ الْوِلَایَۃُ" (فتوح الغیب مقالہ 4) یعنی "پھر سلوک کی منزلیں طے کرتا ہوا ایسے مقام پر پہنچ جائے گا کہ تجھ پر ولایت (ولی بننا۔ناقل) ختم ہو جائے گی۔مفہوم یہ ہے کہ تو کمال حاصل کر کے خاتم الاولیاء ہو جائے گا۔

2- مشہور فارسی زبان کا شاعر انوری غیاث الدین بادشاہ کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

مادر گیتی نزادہ زیر چرخ چنبری
پادشا ہے چوں غیاث الدین گدا چوں انوری
بر تُو سلطانیت ختم و برمن مسکین سخن
چوں شجاعت بر علی و بر نبی پیغمبری

ترجمہ: جیسے آنحضرت ﷺ پر نبوت اور حضرت علی رضی اللہ عنہ پر شجاعت ختم ہے اسی طرح غیاث الدین بادشاہ پر بادشاہی اور مجھ پر شاعری ختم ہے۔

3- ماہنامہ "شمع"، دہلی کا "غالب نمبر" جو غالب کی وفات کی سویں برسی پر 1969ء میں چھپا تھا اس میں غالب کو خاتم الشعراء کے لقب سے یاد کیا گیا ہے۔یعنی سب شاعروں سے افضل۔اب کیا ان کے بعد شاعر پیدا ہونا بند ہو گئے تھے؟

4- حضرت علیؓ خاتم الاولیاء ہیں۔(تفسیر صافی سورہ احزاب)

5- امام شافعیؒ خاتم الاولیاء تھے۔(التحفۃ السنیہ ص45)

6- شیخ محی الدین ابن عربی خاتم الاولیاء تھے۔(سرورق فتوحات مکیہ، دار صادر، بیروت)

7- السید احمد السنوسی خاتم المجاہدین تھے۔(اخبار الجامعۃ الاسلامیہ فلسطین 27 محرم 1353ھ)

8- حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ دہلوی کو خاتم المحدثین لکھا جاتا ہے۔(عجالہ نافعہ جلد 1)

9- (الف) سب سے بڑا ولی خاتم الاولیاء ہوتا ہے۔(تزکرۃ الاولیاء صفحہ 422)

(ب) الفتاویٰ الحدیثیہ کے سرورق پر تالیف خاتم الفقہاء والمحدثین الشیخ شہاب الدین بن حجر الہیتمی المکی متوفی 974ھ لکھا ہوا ہے۔(الطبعہ الثانیہ 1970ء، 1390ھ)

10- شیخ رشید رضا مصری کو خاتم المفسرین کہا گیا ہے۔ (الجامعۃ الاسلامیہ 9 جمادی الثانی 1354ھ)
11- حضرت شاہ عبدالعزیز خاتم المحدثین والمفسرین تھے۔ (ہدایت الشیعہ صفحہ 4)
12- مولوی انور شاہ کاشمیری کو خاتم المحدثین لکھا ہے۔ (کتاب رئیس الاحرار صفحہ 99)
13- مولانا الطاف حسین صاحب حالی حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:
''ہمارے نزدیک جس طرح طعن وضرب اور جنگ وحرب کا بیان فردوسی پر ختم ہے اسی طرح اخلاق، نصیحت و پند، عشق و جوانی، ظرافت ومزاح، زہد وریا وغیرہ کا بیان شیخ پر ختم ہے۔'' (رسالہ حیات سعدی ص108)
14- مولانا شبلی لکھتے ہیں: ''غالب اور ذوق جو خاتم الشعراء ہیں ان کے ہاں وہ الفاظ بے تکلف ملتے ہیں جن کو شیخ ناسخ مدتوں سے چھوڑ چکے تھے'' (موازنہ انیس و دبیر ص29)
15- مولانا الطاف حسین صاحب لکھتے ہیں ''قآنی کو اہل ایران خاتم الشعراء سمجھتے ہیں۔'' (حیات سعدی حاشیہ صفحہ 74)
16- حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''سو جس میں اس صفت کا زیادہ ظہور ہو جو خاتم الصفات ہو یعنی اس سے اوپر اور صفت ممکن الظہور یعنی لائقِ انتقال وعطاء مخلوقات نہ ہو وہ شخص مخلوقات میں خاتم المراتب ہوگا اور وہی شخص سب کا سردار اور سب سے افضل ہوگا۔'' (رسالہ انتصار الاسلام صفحہ 45)
17- مولانا نانوتوی صاحب کے نواسے قاری محمد طیب صاحب دیوبندی تحریر فرماتے ہیں:
''انبیاء و دجاجلہ میں بھی ایک ایک فرد خاتم ہے جو اپنے دائرہ میں مصدرِ فیض ہے۔ انبیاء علیہم السلام میں وہ فرد کامل اور خاتم مطلق جو کمالات نبوت کا منبع فیض ہے اور جس کے ذریعہ سارے ہی طبقۂ انبیاء کو علوم و کمالات تقسیم ہوئے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔'' (تعلیمات اسلام اور مسیحی اقوام صفحہ 224-223، مطبوعہ دہلی پرنٹنگ پریس دہلی)
18- حضرت مولانا جلال الدین صاحب رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود
مثل او نے بود و نے خواہند بود

چونکہ در صنعت برد استاد دست
نے تو گوئی ختم صنعت بر تو است

(مفتاح العلوم شرح مثنوی مولانا روم جلد 15 دفتر 6، حصہ اول صفحہ 57-56)

یعنی آنحضرت ﷺ اس واسطے خاتم ہیں کہ فیض پہنچانے میں نہ آپ جیسا کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا۔ جب کوئی کاریگر اپنی صنعت میں کمال پر پہنچے تو کیا اے مخاطب تو یہ نہیں کہتا کہ تجھ پر کاریگری ختم ہوگئی۔

حضرت شاہ بدیع الدین مدار رحمۃ اللہ علیہ (وفات 851ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''بعد زمانہ اصحاب المرسلین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درجہ وراء الوراء میں ان تین اولیاء کے سوا اور کوئی مرتبہ علیا پر

نہیں۔ اول خواجہ اویس قرنی...... دوسرے بہلول رانا اور (تیسرے) جناب قطب الاقطاب فردالا جناب محی الدین اس رتبہ میں لاثانی اور سب سے افضل قرار پائے اور یہ مرتبہ ذات معدن صفات میں آپ کی اس طرح ختم ہوا جس طرح جناب رسالت مآب ﷺ پر نبوت اور اصحاب کرام پر خلافت اور علی المرتضی پر ولایت اور حسنین علیہما السلام پر شہادت تمام ہوئی۔'' (قرۃ العین فی محامد الثقلین ص18)

اس تحریر میں لفظ خاتم کا صحیح مفہوم واضح کیا گیا ہے یعنی افضل اور بے مثال ہونا۔

مندرجہ بالا تمام مثالوں سے یہ صاف طور پر ظاہر ہے کہ جب بھی کسی کے حق میں خاتم الشعراء، خاتم الاولیاء، خاتم المحدثین یا خاتم المفسرین وغیرہ کہا جاتا ہے تو اس سے مراد بہترین شاعر، لاثانی ولی، سب سے بڑا محدث سب سے بلند مرتبہ اور سب سے ممتاز مفسر ہوتا ہے۔ اسی طرح خاتم النبیین کے معنی سب نبیوں سے افضل، سب نبیوں سے بلند مرتبہ والا، اکمل ترین اور لاثانی نبی کے ہیں۔

3- خاتم النبیین بمعنی آخری صاحبِ شریعت نبی یعنے جس کی شریعت کبھی منسوخ نہ ہوگی

حضرت امام علی القاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول اس سے قبل درج کیا جا چکا ہے کہ خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو آنحضرت ﷺ کی شریعت کو منسوخ کرے یا آپ کی امت میں سے نہ ہو۔

حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''وَ مِنْ جُمْلَةٍ مَا فِيْهَا تَنْزِيْلُ الشَّرَائِعِ فَخَتَمَ اللّٰهُ هٰذَا التَّنْزِيْلَ بِشَرْعِ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ كَانَ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ'' (فتوحات مکیہ جلد2 صفحہ 56-55)

ترجمہ: جن چیزوں کا آغاز اور پھر انجام ہوتا ہے اُن میں شریعت کا نازل کرنا بھی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے شریعتوں کا نازل کرنا محمد ﷺ کی شریعت پر ختم کر دیا ہے اس لیے آپ خاتم النبیین ٹھہرے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی مجدد بارہویں صدی لکھتے ہیں: ''خُتِمَ بِهِ النَّبِيُّوْنَ اَیْ لَا يُوْجَدُ مَنْ يَاْمُرُهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِالتَّشْرِيْعِ عَلَى النَّاسِ'' (تفہیمات الٰہیہ جز2 ص85، ادارۃ النشر حیدرآباد سندھ)

ترجمہ: ''آنحضرت ﷺ نبیوں کے خاتم اس طرح ہوئے کہ آپ کے بعد ایسا شخص نہ ہوگا جسے اللہ تعالیٰ لوگوں کیلئے شریعت دے کر بھیجے'' یعنی نئی شریعت لانے والا نبی نہیں آئے گا۔

حضرت محی الدین ابن عربیؒ (متوفی 638ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''ان النبوة التی انقطعت بوجود رسول الله ﷺ انما هی نبوة التشریع لا مقامها. فلا شرع یکون ناسخا لشرعه (صلعم) ولا یزید فی شرعه حکما اخر و هذا معنی قوله ((صلعم) ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ای لا نبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی.''

(فتوحات مکیہ جلد2 صفحہ 3، ناشر دار صادر، بیروت، لبنان)

ترجمہ: وہ نبوت جو آنحضرت ﷺ کے وجود پر منقطع ہوگئی وہ صرف تشریعی نبوت ہے نہ کہ مقام نبوت۔ پس آنحضرت صلعم کی شریعت کو منسوخ کرنے والی کوئی شریعت نہیں آ سکتی اور نہ ہی آپ کی شریعت میں کسی حکم کا اضافہ کرسکتی ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے اس قول کے بھی کہ ''رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی اور میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ نبی'' یہی معنی ہیں کہ میرے بعد کوئی ایسا نبی نہ ہوگا جو میری شریعت کے خلاف کوئی اور شریعت رکھتا ہو بلکہ جب بھی کوئی ہوگا وہ میری شریعت کے حکم کے تحت ہی ہوگا۔

پھر لکھتے ہیں:

''فَاِنَّ النُّبُوَّةَ سَارِيَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ فِى الْخَلْقِ وَ اِنْ كَانَ التَّشْرِيْعُ قَدِ انْقَطَعَ. فَالتَّشْرِيْعُ جُزْءٌ مِنْ اَجْزَاءِ النُّبُوَّةِ''

(فتوحات مکیہ جلد 2، صفحہ 160، باب 73 سوال 82 مطبوعہ دار صادر۔ بیروت)

ترجمہ: نبوت قیامت کے دن تک مخلوقات میں جاری ہے لیکن جو تشریعی نبوت ہے وہ بند ہوگئی ہے۔ تشریعی نبوت تو نبوت کا ایک جزء ہے۔

حضرت امام محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں۔ ترجمہ: جو نبوت اور رسالت شریعت والی ہوتی ہے پس وہ تو آنحضرت ؐ پر ختم ہوگئی ہے۔ پس آپ کے بعد شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا...... ہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر مہربانی کر کے ان میں عام نبوت جس میں شریعت نہ ہو باقی رہنے دی۔ (فصوص الحکم صفحہ 135-134)

حضرت سید عبدالکریم ابن ابراہیم الجیلی رحمتہ اللہ علیہ (805-767 ہجری) کہتے ہیں:

''فَانْقَطَعَ حُكْمُ نُبُوَّةِ التَّشْرِيْعِ بَعْدَهٗ وَ كَانَ مُحَمَّدٌ ﷺ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ لِاَنَّهٗ جَاءَ بِالْكَمَالِ وَلَمْ يَجِىءْ اَحَدٌ بِذٰلِكَ'' (الانسان الکامل باب 36، جلد 1 صفحہ 115، مکتبہ و مطبع البابی الحلبی، ایڈیشن نمبر 3، 1970ء، 1390ھ مصر)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کے بعد تشریعی نبوت کا حکم منقطع ہوگیا اس لئے آپ خاتم النبیین ہوئے کیونکہ آپ کمال کو لائے ہیں اور کوئی اس کمال کو نہیں لایا۔

جناب مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی فرنگی محلی (وفات 1304ھ) تحریر فرماتے ہیں:

''بعد آنحضرت ﷺ کے یا زمانے میں آنحضرت ﷺ کے مجرد کسی نبی کا ہونا محال نہیں۔ بلکہ صاحبِ شرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے۔''

(رسالہ دافع الوساوس طبع دوم صفحہ 16، مطبعہ یوسفی فرنگی محلی لکھنو)

نیز فرماتے ہیں:

''علماء اہل سنت بھی اس امر کی تصریح کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم کے عصر میں کوئی نبی شرع جدید نہیں ہوسکتا۔اور نبوت آپ کی عام ہے اور جو نبی آپ کے ہمعصر (یعنی جبتک آپ کی شریعت قائم ہے۔ناقل) ہوگا وہ متبع شریعت محمد یہ ہوگا۔''
(مجموعہ فتاویٰ مولوی عبدالحی صاحب جلد 1 صفحہ 144)

حضرت امام عبدالوہاب الشعرانی متوفی (976ھ۔1568ء) فرماتے ہیں:

''قَوْلُهٗ صلعم لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا رَسُوْلَ اَلْمُرَادُ بِهٖ لَا مُشَرِّعٌ بَعْدِیْ (الیواقیت والجواہر جلد 2 صفحہ 35،الطبعۃ الاولی 1351ھ۔مصر۔طبعہ عباس بن عبدالسلام بن شقرون)

ترجمہ: نبی صلعم کی حدیث لا نبی بعدی سے یہ مطلب ہے کہ میرے بعد کوئی شریعت والا نبی نہیں ہوگا۔

نیز آپ لکھتے ہیں:

''اِعْلَمْ اَنَّ النُّبُوَّتَ لَمْ تَرْتَفِع مطلقا بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ وَ اِنَّمَا ارْتَفَعَ نُبُوَّةُ التَّشْرِیْعَ فَقَطْ فَقَوْلُهٗ (ﷺ) لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدِیْ اَیْ مَامَنْ یُشَرِّعُ بَعْدِیْ شَرِیْعَةٌ خَاصَّه (مطبع مصطفیٰ البابی۔مصر،ایضاً جلد 2 ص 39، 1378ھ)

ترجمہ: جان لو کہ مطلق نبوت نہیں اٹھی صرف تشریعی نبوت بند ہوئی ہے۔پس آنحضرت ؐ کے قول لا نبی بعدی ولا رسول بعدی سے یہ مراد ہے کہ آپ کے بعد کوئی شخص شریعت خاصہ کے ساتھ تشریعی نبی نہیں ہوگا۔

اسی طرح حضرت ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھتے ہیں:

''فَمَا ارْتَفَعَتِ النُّبُوَّةُ بِالْکُلِّیَّةِ لِهٰذَا قُلْنَا اِنَّمَا ارْتَفَعَتْ نُبُوَّةُ التَّشْرِیْعِ فَهٰذَا معنٰی لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ''

(فتوحات مکیہ جلد 2 صفحہ 64)

ترجمہ: پس نبوت کلی طور پر نہیں اٹھائی گئی اس لیے ہم نے کہا ہے کہ تشریعی نبوت اٹھائی گئی ہے اور حدیث لا نبی بعدی کے یہی معنی ہیں۔

جناب نواب مولوی صدیق حسن خان صاحب لکھتے ہیں:

''لا نبی بعدی آیا ہے جس کے معنی نزدیک اہل علم کے یہ ہیں کہ میرے بعد کوئی نبی شرع ناسخ نہ لاوے گا۔(اقتراب الساعہ صفحہ 162۔مطبوعہ 1322ھ،سعید المطابع الکائنہ)

علامہ حکیم صوفی محمد حسین صاحب مصنف غایۃ البرہان فرماتے ہیں:

''الغرض اصطلاح میں نبوت بخصوصیت الٰہیہ خبر دینے سے عبارت ہے۔وہ دو قسم پر ہے۔ایک نبوت تشریعی جو ختم ہوگئی۔دوسری نبوت بمعنی خبر دادن (غیب کی خبروں سے اطلاع دینا۔ناقل) وہ غیر منقطع ہے۔پس اس کو مبشرات کہتے ہیں۔اپنے اقسام کے ساتھ اس میں رُءیا بھی ہیں۔'' (کواکب الدریہ صفحہ 148-147)

حضرت امام محمد طاہر صاحب (وفات 986ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"هٰذَا اَيْضًا لَا يُنَا فِيْ حَدِيْثَ لَا نَبِيَّ بَعْدِیْ لِاَنَّهٗ اَرَادَ لَا نَبِیَّ يَنْسَخُ شَرْعَهٗ" (تکملہ مجمع البحار صفحہ 85)

ترجمہ: یہ بات حدیث لا نبی کے خلاف نہیں کیونکہ اس حدیث سے آنحضرت ﷺ کا یہی مطلب تھا کہ کوئی ایسا نبی نہ ہوگا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔

پھر حضرت علامہ محمد قاسم صاحب نانوتویؒ تحریر فرماتے ہیں :

''بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔'' (تحذیر الناس صفحہ 34، ناشر دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی نمبر 1)

نیز لکھتے ہیں:

''عوام کے خیال میں رسول اللہ ؐ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانے کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ ہاں اگر اس وصف کو اوصاف مدح میں سے نہ کہئے اور اس مقام کو مقام مدح قرار نہ دیجئے تو البتہ خاتمیت باعتبار تاخر زمانی صحیح ہوسکتی ہے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ اہل اسلام میں سے کسی کو یہ بات گوارا نہ ہوگی۔ (تحذیر الناس ص 5-4، ناشر دارالاشاعت اردو بازار کراچی نمبر 1 وص 7، مکتبہ قاسم العلوم کراچی ایڈیشن 1976ء)

الشیخ عبدالقادر الکردستانی نے لکھا ہے:

"اِنَّ مَعْنٰی کَوْنِهٖ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ هُوَ اَنَّهٗ لَا يُبْعَثُ بَعْدَهٗ نَبِیٌّ اٰخَرُ بِشَرِيْعَةٍ اُخْرٰی" (تقریب المرام جلد 2 صفحہ 233)

ترجمہ: آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نئی شریعت لے کر نہیں آئے گا۔

حضرت الشیخ بالی آفندی (متوفی 960ھ) کا قول ہے:

"**خاتم الرسل هو الذی لا یوجد بعده نبی مشرع**

(شرح فصوص الحکم)

ترجمہ: خاتم الرسل وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نئی شریعت لے کر نہیں آئے گا۔

مندرجہ بالا حوالہ جات سے یہ بات کھل کر ظاہر ہو جاتی ہے کہ بزرگان امت خاتم النبیین کے یہی معنی سمجھتے تھے کہ ایسا کوئی نبی یا رسول نہ آئے گا جو آنحضرت ﷺ کی شریعت کے خلاف کوئی اور شریعت لائے یا آپ کی شریعت کو منسوخ کرے۔ ہاں! جب بھی کوئی نبی آئے گا وہ آپ کی لائی ہوئی شریعت کے تابع نبی ہوگا۔ اس طرح کے نبی آنے سے ختم نبوت میں کوئی رخنہ نہیں پڑتا۔

4- خاتم النبیین بمعنی ''سب سے آخری نبی'' کا مفہوم''

سب سے آخری کے دو معنے ہوتے ہیں۔

1- جو وقت کے لحاظ سے سب کے بعد آئے۔

2- جو فضیلت اور مدح کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہو۔

جیسا کہ حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ کا حوالہ اس سے قبل دیا جا چکا ہے زمانے کے لحاظ سے سب سے بعد آنے والے سے کسی مدح کا اظہار نہیں ہوتا۔ لہٰذا دوسرے معنوں سے اگر سب سے آخری یعنی اعلیٰ وارفع شان رکھنے والا مراد ہو تو ان معنوں سے آنحضرت ﷺ سب سے آخری قرار پاتے ہیں۔ چنانچہ امام جلال الدین السیوطی نے امام ابن تیمیہ کو ''اٰخِرُ الْمُجْتَھِدِیْنَ'' قرار دیا ہے۔(الاشیاء والمنظائر جلد 3 صفحہ 310)

اسی طرح عرب شاعری میں آخری کا مفہوم عدیم المثال کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے جیسا کہ اس شعر میں شاعر نے اپنے ممدوح کو ''بنی غالب کا آخری'' یعنی بے مثال انسان قرار دیا ہے۔

شَــــرَی وَدِّیْ وَ شُـــکْـــرِیْ مِـــنْ بَـــعِیْـــدٍ
لِاٰخِــــرِ غَــــالِــــبٍ اَبَــــدًا رَبِیْــــعُ

(حماسہ باب الادب)

اس شعر کا ترجمہ دارالعلوم دیوبند کے مولوی ذوالفقار علی صاحب نے یوں کیا ہے:

''ربیع بن زیاد نے میری دوستی اور شکر دور بیٹھے ایسے شخص کیلئے جو بنی غالب میں آخری یعنی ہمیشہ کیلئے عدیم المثال ہے خرید لیا ہے۔''

یہاں آخری کے معنے ''عدیم المثال ہمیشہ کیلئے'' کئے گئے ہیں۔

انہی معنوں میں ڈاکٹر علامہ اقبال نے اپنے ایک شعر میں داغ کو دلی کا آخری شاعر قرار دیتے ہوئے یوں لکھا ہے:

چل بسا داغ آہ میت اس کی زیب دوش ہے
آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے

(بانگ درا)

پس ان معنوں سے آنحضرت ﷺ کو آخری نبی کہا جائے تو آپ کے مرتبہ کی بلندی کا اظہار ہوتا ہے۔

آخر الانبیاء کا مطلب

صحیح مسلم کی حدیث میں ہے:

''قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَاِنِّیْ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ وَ اِنَّ مَسْجِدِیْ اٰخِرُ الْمَسَاجِدِ''

(صحیح مسلم صفحہ 531 باب فضل الصلوۃ فی مسجد المدینہ ومکہ، سنن النسائی باب فضل مسجد نبویؐ جلد 2 صفحہ 35، دارالجیاد بیروت)

ترجمہ: ''آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں آخری نبی ہوں اور میری مسجد آخری مسجد ہے۔''

اب اگر اس فرمان سے یہ مراد لی جائے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو کیا پھر آنحضرت ﷺ کی مسجد کے بعد کوئی مسجد نہیں بنی؟ دنیا بھر کی مساجد آنحضور صلعم کی مسجد کے بعد ہی تعمیر ہوئی ہیں۔ کیا پھر ان کی تعمیر ناجائز تھی؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ آپ افضل الانبیاء ہیں اور آپ کی لائی ہوئی شریعت افضل واکمل شریعت ہے۔ اب کوئی ایسا نبی نہیں آسکتا جو نئی شریعت لائے یا آپ کی اتباع سے باہر ہو کر دعویٰ کرے۔ اسی طرح آپ کا یہ مطلب تھا کہ میری بنائی ہوئی مسجد کے بعد اب کوئی ایسی مسجد نہیں بنائی جائے گی جس کا مقصد وہ نہ ہو جو میری مسجد کا ہے یعنی جس میں آپ کی بتائی ہوئی نماز کے خلاف کوئی اور قسم کی نماز پڑھی جائے یا جس کے قبلہ کا رخ کعبہ کی جانب نہ ہو۔ لیکن ایسی مسجدیں بنانا جائز ہوگا جن کا قبلہ مسجد نبوی کی متابعت میں کعبہ کی جانب ہو اور ان میں وہی نماز ادا کی جائے جو مسجد نبوی میں ادا کی جاتی ہے۔ پس آخر الانبیاء کا بھی یہی مطلب ہے کہ کوئی ایسا نبی نہ آئے گا جو آپ کی شریعت سے باہر ہو۔ ہاں آپ (صلعم) کے اور آپ کی شریعت کے تابع نبی کا آنا جائز ہوگا۔

لا نبی بعدی اور انقطاع نبوت کے متعلق حدیث کی تشریح

آنحضرت ﷺ جب غزوہ تبوک کیلئے تشریف لے جانے لگے تو حضور ﷺ نے مدینہ سے اپنی غیر حاضری کے دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ حضرت علیؓ نے حضور صلعم سے عرض کیا کہ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑے جاتے ہیں! یعنی جنگ کیلئے ساتھ نہیں لے جا رہے۔ تو اس پر حضور ﷺ نے اُنہیں فرمایا:

''اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِی''

(صحیح بخاری جلد 2 صفحہ 632)

ایک دوسری روایت کے آخری الفاظ یوں ہیں:

''غَیْرَ اَنَّکَ لَسْتَ نَبِیًّا'' (طبقات ابن سعد کبیر جلد 5 ص 15)

ترجمہ: ''(اے علی) کیا تو اس بات پر خوش نہیں کہ تو مجھ سے اُس مرتبہ پر ہو جو ہارون کو موسیٰ کی غیر حاضری میں حاصل تھا۔ مگر میری غیر حاضری میں میرے سوا کوئی نبی نہیں۔''

دوسری روایت کے آخری الفاظ کا ترجمہ یہ ہے: ''مگر (اس غیر حاضری میں۔ ناقل) تو نبی نہیں ہوگا۔''

آنحضرت ﷺ کا یہ خطاب خاص حضرت علیؓ کو ہے۔ عام نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی تشریح میں فرمایا ہے کہ ''بعدی کے معنیٰ اس جگہ غیری ہے نہ کہ بعدیت زمانی جیسا کہ آیت فَمَنْ یَّھْدِیْہِ مِنْ بَعْدِاللّٰہِ میں بعد کا مطلب اللہ کے سوائے ہے۔'' (قرۃ العین فی تفصیل الشیخین صفحہ 206) یعنی میرے سوائے اس غیر حاضری میں اور کوئی نبی نہیں۔

دیگر احادیث جن میں آنحضرت ﷺ نے لا نبی بعدی فرمایا ہے ان کا مطلب علماءِ ربانی نے یہی لیا ہے کہ آپ کے بعد کوئی نئی شریعت والا نبی نہیں آئے گا نہ کہ مطلقاً کوئی نبی نہیں آئے گا۔

خاتم النبیین کے مندرجہ بالا چاروں قسم کے معنے قرآنی آیات، احادیث، لغت، محاوراتِ زبان اور اقوالِ بزرگان سے ثابت ہوئے ہیں اور یہ سب معنے آنحضرت ﷺ کی مدح اور کمال پر دلالت کرتے ہیں یعنی آپ کا افضل الانبیاء ہونا ظاہر کرتے ہیں۔ جماعت احمدیہ بھی صدق دل سے انہی معنوں پر یقین رکھتی ہے۔ حضرت اقدس مرزا صاحب بانی جماعت احمدیہ فرماتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ کو یہ ایک خاص فخر دیا گیا ہے کہ وہ ان معنوں سے خاتم الانبیاء ہیں کہ ایک تو کمالات نبوت ان پر ختم ہیں اور دوسرے یہ کہ ان کے بعد کوئی نئی شریعت لانے والا رسول نہیں اور نہ کوئی ایسا نبی ہے جو ان کی امت سے باہر ہو۔ بلکہ ہر ایک کو جو شرف مکالمہ الٰہیہ ملتا ہے وہ انہیں کے فیض اور انہیں کی وساطت سے ملتا ہے اور وہ امتی کہلاتا ہے نہ کوئی مستقل نبی'' (تتمہ چشمۂ معرفت ص 9)

پھر فرماتے ہیں: ''اللہ جل شانہ نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کیلئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔ اسی وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالاتِ نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوۃ قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔'' (حقیقۃ الوحی حاشیہ صفحہ 97)

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ آنحضرت ﷺ کی غلامی میں غیر تشریعی امتی نبی ہونے کا ہے جو قرآن، حدیث اور آئمہ سلف کے عقائد کے عین مطابق ہے چنانچہ مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

''حضورؐ کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی۔ نبوت بخشی بھی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہوا فرد آپ کے سامنے آ گیا نبی ہو گیا۔'' (آفتاب نبوت صفحہ 82۔ مصنفہ مولانا قاری محمد طیب صاحب 1980ء۔ مطبوعہ لاہور)

علامہ نیاز فتح پوری حضرت اقدس مرزا صاحب کے دعویٰ کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

''سب سے بڑا الزام اُن پر یہ عائد کیا جاتا ہے کہ وہ ختم نبوت کے قائل نہ تھے۔ حالانکہ اس سے زیادہ لغو و لایعنی الزام کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔ وہ یقیناً ختم نبوت کے قائل تھے اور غالباً اسی شغف و شدت کے ساتھ جو ایک سچے عاشقِ رسول میں پایا جانا چاہئیے۔''

پھر فرماتے ہیں:

''وہ اپنے آپ کو یقیناً ظلِّ نبوی یا مہدی موعود سمجھتے تھے لیکن اُن کا یہ کہنا عقیدہ ''خاتم النبیین'' کے منافی نہیں کیونکہ جس نبوت کو وہ آخری نبوت سمجھتے تھے اس کا انہوں نے کبھی دعویٰ نہیں کیا اور جس ظلی ملکۂ نبوت کا حامل وہ اپنے آپ کو کہتے تھے وہ کوئی نئی چیز نہیں'' (ملاحظات نیاز فتح پوری صفحہ 113۔ بحوالہ نگار لکھنو مئی 1962ء، وصفحہ 29، بحوالہ نگار لکھنو نومبر 1959ء،

مرتبہ محمد اجمل شاہد۔کراچی)

ظلی نبی ہونا ختم نبوت کے منافی نہیں

متدین عالم دین مولانا عبدالماجد صاحب بی اے دریا آبادی مرحوم رقم فرماتے ہیں:

''جہاں تک میری نظر سے خود بانی سلسلہ احمدیہ جناب مرزا غلام احمد صاحب مرحوم کی تصانیف گزری ہیں ان میں بجائے ختم نبوت کے انکار کے اس عقیدہ کی خاص اہمیت مجھے ملی۔ بلکہ مجھے ایسا یاد پڑتا ہے کہ احمدیت کے بیعت نامہ میں ایک مستقل دفعہ حضرت رسول خداصلعم کے خاتم النبیین ہونے کی موجود ہے۔لہٰذا مرزا صاحب مرحوم اگر اپنے تئیں نبی کہتے تھے تو اس معنی میں جس میں ہر مسلمان ایک آنے والے مسیح کا منتظر ہے اور ظاہر ہے کہ یہ عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں ہے......اُن کی تحریروں سے محض اتنا ہی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ توحید و رسالت کے پوری طرح قائل ہیں قرآن پر حرفاً حرفاً ایمان رکھتے ہیں۔کعبہ مومنین کو اپنا قبلہ سمجھتے ہیں بلکہ سردار کونین صلعم کی ذات مبارک کے ساتھ محبت و شیفتگی بھی ٹپکتی ہے......پس اگر احمدیت وہی ہے جو خود حضرت مرزا صاحب مرحوم بانی سلسلہ کی تحریروں سے ظاہر ہوتی ہے تو اسے ارتداد سے تعبیر کرنا بڑی ہی زیادتی ہے۔''(بحوالہ الفضل 21 مارچ 1925ء صفحہ 7-6)

ختم نبوت کی اس ساری بحث سے یہ امر ابھر کر سامنے آجاتا ہے کہ امت مسلمہ کے آئمہ و محققین یہ عقیدہ رکھتے آئے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نئی شریعت لانے والا اور آپ کی شریعت کو منسوخ کرنے والا نہیں آسکتا مگر آنحضور صلعم کے بعد غیر تشریعی امتی نبی کے آنے سے ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔کیونکہ ایسا نبی شریعت محمدیہ کے تابع ہوگا اور آنحضرت ﷺ کا ظل یعنی عکس ہوگا بلکہ ایسی نبوت کے جاری رہنے کا ثبوت قرآن مجید سے بھی ملتا ہے۔

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا بھی یہی عقیدہ ہے۔آپ فرماتے ہیں:

''صرف اُس نبوت کا دروازہ بند ہے جو احکامِ شریعت جدیدہ ساتھ رکھتی ہو۔''

(ضمیمہ براہین احمدیہ جلد پنجم صفحہ 177)

پھر فرماتے ہیں:

''اب بجز محمدیؐ نبوت کے سب نبوتیں بند ہیں۔شریعت والا نبی کوئی نہیں آسکتا۔اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔''(تجلیات الٰہیہ صفحہ 26)

قرآن مجید کی رو سے امت محمدیہ میں امتی نبوت

آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے اور قرآن مجید کے کامل شریعت ہونے کا یہ تقاضا ہے کہ ان کی پوری اطاعت سے روحانیت کا اعلیٰ مقام یعنی امتی نبوت کا حصول ممکن ہو۔قران مجید کی رو سے آنحضرت ﷺ کے بعد ایسی نبوت کا جاری رہنا ثابت ہے۔

سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ دعا سکھائی ہے ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ . صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِا الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِيْنَ.

ترجمہ: ''اے خدا ہمیں تو سیدھے راستے کی طرف چلا۔ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام کیا نہ کہ ان کے راستہ پر جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے راستہ پر''

اس آیت میں ہم مسلمانوں کو مغضوب علیہم اور ضالین کے راستہ سے بچنے اور انعام یافتہ لوگوں کے راستہ پر چلنے کی دعا سکھائی گئی ہے تا کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کے خاص انعاموں کے وارث بنیں۔

اس کے بعد سورہ نساء آیت 69 میں اللہ تعالیٰ نے انعام یافتہ لوگوں کی خود تشریح فرما دی ہے کہ وہ کون ہیں اور ان انعامات کے حصول کا طریق بھی بتا دیا ہے چنانچہ فرمایا: ''وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُوْلٰئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَ حَسُنَ اُوْلٰئِكَ رَفِيْقًا.

ترجمہ: جو لوگ اللہ اور اس رسول کی اطاعت کریں گے تو ایسے لوگ ان لوگوں (کے ساتھ) میں ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے اور یہ اچھے ساتھی ہیں۔

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کے نتیجہ میں ایک انسان صالحیت کے مقام سے ترقی کر کے شہید، صدیق اور نبی تک کا مقام حاصل کر سکتا ہے۔گویا یہ چار قسم کے روحانی انعامات ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے نتیجہ میں مسلمانوں کو ملتے رہیں گے۔پس اس لحاظ سے جو نبی بھی آئے گا وہ آنحضرت ﷺ کی متابعت اور آپ کی شریعت کے تحت ہی ہوگا۔

بعض لوگ ناسمجھی سے یہاں یہ اعتراض کر دیتے ہیں کہ مَنْ يُّطِعِ اللّٰه والی آیت میں مَعَ یعنی ساتھ کا لفظ استعمال ہوا ہے نہ کہ مِنْ (میں سے) کا۔اور اس سے وہ یہ مطلب نکالنا چاہتے ہیں کہ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں گے وہ نبیوں کے ساتھ ہوں گے مگر خود نبی نہیں ہوں گے۔اس کا صاف اور سیدھا جواب تو یہ ہے کہ پھر ساری آیت کا ترجمہ یوں کرنا پڑے گا کہ اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والے نبیوں کے ساتھ ہوں گے مگر خود نبی نہیں ہوں گے۔وہ صدیقوں کے ساتھ ہوں گے مگر خود صدیق نہ ہوں گے۔وہ شہیدوں کے ساتھ ہوں گے مگر خود شہید کا رتبہ نہ رکھتے ہوں گے۔وہ صالحین کے ساتھ ہوں گے مگر خود صالح نہ ہوں گے۔ایسا ترجمہ کرنا خلاف عقل اور خلاف واقع ہوگا۔اس سے تو یہ مطلب نکلا کہ نہ حضرت ابوبکرؓ خود

صدیق تھے۔ نہ حضرت حسینؓ شہید تھے اور نہ کوئی صاحب بذاتہ صالح تھے صرف دوسروں کی معیت میں رکھے جائیں گے۔ یعنی اس امت میں کوئی آدمی نیک بھی نہ بن سکا۔ یہ معنے اللہ اور اس کے رسول کی شان کے خلاف ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ قرآن مجید میں فرماتا ہے کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ کہ تم تمام امتوں سے بہترین امت ہو۔ پھر یہ امت کیسے خیر امت ہوئی۔ یہ تو شر امت ثابت ہوگی۔ اس واسطے اس آیت میں مَعَ کے لفظ کا معنیٰ ''ساتھ'' نہیں ہوسکتا بلکہ ''مِنْ'' یعنی اُن میں سے اور اُنہی میں سے ہے۔

قرآن مجید میں اس کی دیگر بھی کئی مثالیں ہیں جیسا کہ فرمایا:

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ سَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا.

(نساء:146)

ترجمہ: مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور مضبوطی سے اللہ سے تعلق پکڑا اور اپنے دین کو خالص کیا پس ایسے لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور عنقریب اللہ تعالیٰ مومنوں کو بڑا اجر دے گا۔

اب یہاں مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ کا کیا یہ مطلب ہوگا کہ ایسے لوگ خود مومن نہ ہوں گے بلکہ صرف مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اُن کو اجر عطا نہ ہوگا؟

پس اس آیت میں بھی ''مَعَ'' کا معنیٰ ''مِنْ'' ہے۔

اسی طرح قرآن مجید میں دعا سکھائی گئی ہے.....وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَار

(آل عمران:193)

''کہ اے اللہ ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ وفات دے'' تو کیا یہاں یہ مطلب ہوگا کہ اے اللہ جب نیک لوگوں کی جان نکلے تو ہماری جان بھی ساتھ ہی نکال لے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہاں بھی مع کا معنی من ہی ہے۔ یعنی اے اللہ ہمیں نیک بنا کر وفات دینا۔ ورنہ جنگ بدر میں جہاں مومنین شہید ہوئے تھے اُن کے ساتھ تو ابوجہل وغیرہ بھی مارے گئے تھے۔ کیا ان کفار کیلئے یہ فضیلت کا مقام ہے؟

عربی زبان میں مع کا لفظ من اور فی کے معنوں میں بھی اکثر استعمال ہوتا ہے جس سے مطلب مذکورا گلے گروہ میں شامل ہونا ہوتا ہے جیسا کہ ملکہ سبا کا کہنا ''اَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ کہ میں سلیمان کے ساتھ اسلام لائی (نمل:44) مطلب یہ ہے کہ میں بھی مسلمان بن گئی۔ اس طرح یہ دعا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ (مائدہ:83) کہ ہمیں شاہدین کے ساتھ لکھ لے۔ اس سے مراد یہی ہے کہ ہمیں بھی شاہد بنا۔

مع الشاہدین کی تفسیر میں حضرت امام راغب اپنی لغت کی کتاب مفردات القرآن میں لکھتے ہیں......''اَیْ اِجْعَلْنَا فِیْ زُمْرَتِهِمْ اَیْ اِشَارَةٌ اِلٰی قَوْلِهٖ اُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ'' (مفردات زیر لفظ کَتَبَ صفحہ 435)

ترجمہ: یعنی فَاکْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِیْنَ (ہمیں شاہدوں کے ساتھ لکھ لے) کے یہ معنی ہیں کہ ہمیں اُن کے گروہ میں شامل کرلے۔ اور لفظ شاہدین میں خدا تعالیٰ کے قول فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْهِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِیْنَ کی طرف اشارہ ہے یعنی ان چار انعام یافتہ گروہوں میں ہمیں بھی شامل کرلے۔

حضرت امام راغب رحمتہ اللہ علیہ کی تفسیر

"وَالظَّاهِرُ اَنَّ قَوْلَهٗ مِنَ النَّبِیّٖنَ تَفْسِیْرٌ لِلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ فَکَاَنَّهٗ قِیْلَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ مِنْکُمْ اَلْحَقَهُ اللّٰهُ بِالَّذِیْنَ تَقَدَّمَهُمْ مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ. قَالَ الرَّاغِبُ مِمَّنْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِنَ الْفِرَقِ الْاَرْبَعِ فِی الْمَنْزِلَةِ وَالثَّوَابِ. اَلنَّبِیَّ بِالنَّبِیِّ وَالصِّدِّیْقَ بِالصِّدِّیْقِ وَالشَّهِیْدَ بِالشَّهِیْدِ وَالصَّالِحَ بِالصَّالِحِ.
(تفسیر بحرالمحیط جلد3 صفحہ 699، مطبوعہ دارالذکر مصر)

ترجمہ: یہ بات ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قول "مِنَ النَّبِیّٖنَ" اَلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ کی تفسیر ہے۔ گویا کہ یہاں یہ کہا گیا ہے کہ تم میں سے جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا اللہ اسے ان انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ شامل کرے گا جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔

امام راغب کہتے ہیں کہ ان چار انعام یافتہ گروہوں کے ساتھ درجہ اور ثواب میں اُن کو شامل کردے گا اس طرح سے کہ نبی کو نبی کے ساتھ اور صدیق کو صدیق کے ساتھ اور شہید کو شہید کے ساتھ اور صالح کو صالح کے ساتھ ملا دے گا۔

لہٰذا امام راغبؒ کے نزدیک بھی اس امت میں جن لوگوں کو انبیاء کے ساتھ شامل کیا جائے گا وہ نبی ہی ہوں گے۔ ورنہ پھر اور کون سے انبیاء ہوں گے جن کو گزشتہ انبیاء کے ساتھ شامل کیا جائے گا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مع اور من کے الفاظ کو ایک ہی واقعہ کیلئے متبادل طور پر اپنی دو مختلف آیات میں استعمال کر کے بھی واضح فرما دیا ہے کہ مع کے معنی من بھی ہوتے ہیں یعنی اس گروہ جیسا ہونا جیسے فرمایا: اَبٰی اَنْ یَّکُوْنَ مَعَ السَّاجِدِیْنَ.
(الحجر: 31)

ترجمہ: (ابلیس نے) سجدہ کرنے والوں کے ساتھ ہونے سے انکار کر دیا (حالانکہ وہ ساتھ کھڑا تھا) **پھر فرمایا:**
لَمْ یَکُنْ مِنَ السَّاجِدِیْنَ (الاعراف: 11)

ترجمہ: (ابلیس) سجدہ کرنے والوں میں سے نہ ہوا۔

پس موقع کی نسبت سے مع کے معنی میں بھی ہوتے ہیں۔

لہٰذا سورہ نساء آیت 69 میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کے نتیجہ میں نبوت، صدیقیت، شہادت اور صالحیت کے چار درجے انعام کے طور پر امتیوں کو مل سکتے ہیں۔ نبوت کا عہدہ چونکہ ایک قومی نعمت کے طور پر ملتا ہے اس واسطے دنیا میں نبی ضرورت پڑنے پر مبعوث کیا جاتا ہے۔

2- اَللّٰهُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ رُسُلًا وَّ مِنَ النَّاسِ اِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ

(الحج:75)

ترجمہ: اللہ چنتا ہے اور چنتا رہے گا فرشتوں میں سے رسول اور لوگوں میں سے بھی یقیناً اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

یہاں لفظ یَصۡطَفِیۡ مضارع کا صیغہ ہے جو زمانہ حال اور زمانہ مستقبل دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ اس واسطے یصطفی کا ترجمہ ہوگا کہ چنتا ہے اور آئندہ بھی چنتا رہے گا۔ پس یہاں اللہ تعالیٰ کی ایک سنت کا ذکر ہے اور قرآن مجید کی آیت وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا کے مطابق اللہ کی سنت میں ہرگز تبدیلی نہیں ہے جس طرح سب مسلمان اب بھی فرشتوں کے بھیجے جانے کے قائل ہیں تو پھر انسانوں میں سے رسول بن کر آنے پر اُنہیں کیوں اچنبھا ہوتا ہے۔

3- يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ اِمَّا يَاۡتِيَنَّكُمۡ رُسُلٌ مِّنۡكُمۡ يَقُصُّوۡنَ عَلَيۡكُمۡ اٰيٰتِىۡ. فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ. (الاعراف:35)

ترجمہ: اے بنی آدم اگر تم میں سے تمہارے پاس رسول آئیں اور آئیں گے ضرور جو تمہارے سامنے میری آیات بیان کریں گے تو جو تقویٰ اختیار کریں گے اور اپنی اصلاح کریں گے ان کو کوئی غم اور نہ ڈر ہوگا۔

اس آیت میں یَاۡتِيَنَّ مضارع موکّد بہ نون ثقیلہ ہے جو مستقبل کیلئے تاکید کرتا ہے۔ اس کا ترجمہ ''البتہ ضرور آئیں گے'' ہے۔

یہ آیت آنحضرت ﷺ پر سب انسانوں کیلئے نازل ہوئی جس طرح اس آیت سے قبل کی بعض آیات میں بھی کئی مرتبہ یا بنی آدم آیا ہے جس سے آپ کے زمانہ اور بعد میں ہونے والے لوگ مخاطب ہیں۔ جیسے يٰبَنِيۡۤ اٰدَمَ خُذُوۡا زِيۡنَتَكُمۡ عِنۡدَ كُلِّ مَسۡجِدٍ (الاعراف: 31) یعنی اے انسانو ہر مسجد میں اپنی زینت کا خیال رکھو۔ (یعنی مناسب لباس پہن کر آؤ۔ کیونکہ عرب زمانہ جاہلیت میں ننگے بدن کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے)

اس کے متعلق حضرت علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے ''فَاِنَّهٗ خِطَابٌ لِاَهۡلِ ذٰلِكَ الزَّمَانِ وَلِكُلِّ مَنۡ بَعۡدَهُمۡ'' (تفسیر اتقان جلد 2 صفحہ 36۔ مصری)

یعنی یہاں بنی آدم سے خطاب سے مراد اس زمانہ اور آئندہ زمانہ کے تمام لوگوں کیلئے ہے۔

پس اس آیت کی رو سے آئندہ تمام زمانوں میں اللہ تعالیٰ نبی اور رسول بھیجتا رہے گا جو آنحضرت ﷺ کی شریعت کے تحت انسانوں کی اصلاح کا کام کریں گے۔

حضرت علامہ بیضاوی نے بھی اس کی تفسیر میں لکھا ہے: ''اِتۡيَانُ الرُّسُلِ اَمۡرٌ جَائِزٌ غَيۡرُ وَاجِبٍ'' (تفسیر بیضاوی مجتبائی جلد 2 صفحہ 154) ترجمہ: ''رسولوں کا آنا جائز ہے گو واجب نہیں'' یعنی ضرورت پر ہی نبی آئیں گے۔

4- وَاِنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ اِلَّا نَحۡنُ مُهۡلِكُوۡهَا قَبۡلَ يَوۡمِ الۡقِيٰمَةِ اَوۡ مُعَذِّبُوۡهَا عَذَابًا شَدِيۡدًا وَكَانَ ذٰلِكَ فِى الۡكِتٰبِ مَسۡطُوۡرًا (بنی اسرائیل:58)

ترجمہ: قیامت سے پہلے پہلے ہم ہر بستی کو ہلاک کرنے والے ہیں یا اُسے شدید عذاب دینے والے ہیں۔ یہ بات کتاب (تقدیر الٰہی) میں مقرر ہے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ''

(بنی اسرائیل:15)

ترجمہ: ہم عذاب نہیں دیا کرتے جب تک رسول نہ بھیج دیں۔

ان دونوں آیات سے یہ ظاہر ہے کہ عذاب اور ہلاکت سے پہلے اتمام حجت کیلئے اللہ تعالیٰ رسول بھیجا کرتا ہے تا کہ منکرین یہ گلہ نہ کر سکیں ''رَبَّنَا لَوْ لَا اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَذِلَّ وَنَخْزٰى '' (طہٰ:134)

ترجمہ: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا تا ہم ذلیل اور رسوا ہونے سے قبل تیری آیات کی پیروی کر لیتے۔''

ان مندرجہ بالا آیات سے قیامت تک کیلئے آنحضرت ﷺ کے امتی انبیاء کا آتے رہنا ثابت ہے اور ان پر ایمان لانا ضروری ٹھہرا اور اتمامِ حجت کے بعد نہ ماننے والے اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق قرار دیئے جائیں گے۔

5-ایک غلط عقیدہ کے متعلق انتباہ

''وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُمْ بِهٖ. حَتّٰى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا. كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ'' (المومن:34)

ترجمہ: اس سے قبل حضرت یوسف تمہارے پاس کھلے کھلے نشانات لے کر آئے۔ مگر تم اُن میں شک کرتے رہے یہاں تک کہ جب وہ فوت ہو گئے تم کہنے لگ گئے کہ اب خدا تعالیٰ ان کے بعد کوئی رسول نہ بھیجے گا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو جو حد سے نکلنے والا اور شک کرنے والا ہے اس طرح گمراہ قرار دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے متبعین کا یہ عقیدہ بیان کر کے دراصل امت محمدیہ کو عبرت دلاتے ہوئے متنبہ کیا ہے کہ وہ اس غلطی کا شکار نہ ہوں ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔

پھر ایک دوسری جگہ بھی خدا تعالیٰ نے خبردار کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''وَ اِنَّهُمْ ظَنُّوْا كَمَا ظَنَنْتُمْ اَنْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ اَحَدًا.'' (جن:7)

یعنی جب آنحضرت ﷺ کی تبلیغ سن کر جن اپنی قوم کے پاس گئے تو جا کر کہنے لگے کہ اے جنو! تمہاری مانند انسانوں کا بھی یہ غلط عقیدہ تھا کہ خدا تعالیٰ اب کسی کو نبی بنا کر نہیں بھیجے گا۔ حالانکہ نبی تو آ چکا ہے۔

ان دونوں آیات سے ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ سے قبل کی امتیں بھی یہ عقیدہ بنائے بیٹھی تھیں کہ نبوت و رسالت

کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ چنانچہ مسلم الثبوت صفحہ 170 پر لکھا ہے "اِجْمَاعُ الْیَهُوْدِ عَلٰی اَنْ لَا نَبِیَّ بَعْدَ مُوْسٰی" کہ یہود کا اجماع ہے کہ حضرت موسیٰ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے: "مَا یُقَالُ لَکَ اِلَّا مَا قَدْ قِیْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِکَ" (حٰمٓ سجدہ: 43)

ترجمہ: آپ کے متعلق بھی وہی کچھ کہا جائے گا جو آپ سے پہلے کے رسولوں کے متعلق کہا گیا تھا۔

پس ضرور تھا کہ آنحضرت ﷺ کے متعلق بھی کہا جاتا کہ آپ کے بعد خدا تعالیٰ کوئی نبی نہ بھیجے گا جیسا کہ آج کل کے علماء عقیدہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید نے ایسے عقیدہ کی تردید کی ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

مسیح موعود کی نبوت کیسی ہوگی

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جو چھٹی صدی ہجری کے مجدد بھی تھے فرماتے ہیں: "اِنَّ الْحَقَّ تَعَالٰی یُخْبِرُنَا فِیْ سَرَائِرِنَا معنٰی کَلَامِهٖ وَ کَلَامِ رَسُوْلِهٖ وَ یُسَمّٰی صَاحِبُ هٰذَا الْمُقَامِ مِنْ اَنْبِیَاءِ الْاَوْلِیَاءِ." (الیواقیت والجواہر جلد 2 ص 25)

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیں خلوت میں اپنے کلام کے اور اپنے رسول کے کلام کے معنی سے باخبر کرتا ہے۔ ایسا مقام رکھنے والا انسان انبیاء الاولیاء کہلاتا ہے۔ ایسی نبوت الاولیاء جسے آئمہ دین جاری سمجھتے ہیں طبعاً اس کا مقام مطلق ولایت سے اوپر ہے۔

اسی کے متعلق حضرت سید عبدالکریم الجیلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "کُلُّ نَبِیّ وَلَایَةٍ اَفْضَلُ مِنَ الْوَلِیّ مُطْلَقًا وَ مِنْ ثَمَّ قِیْلَ بِدَایَةُ النَّبِیِّ نِهَایَةُ الْوَلِیِّ فَافْهَمْ وَتَاَمَّلْهُ قَدْ خَفِیَ عَلٰی کَثِیْرٍ مِنْ اَهْلِ مِلَّتِنَا." (الانسان الکامل صفحہ 85، مطبوع مصر)

ترجمہ: "ہر نبی ولایت ولی مطلق سے افضل ہے۔ اس واسطے یہ کہا گیا ہے کہ نبی کا آغاز ولی کی انتہا ہے۔ پس اس امر کو اچھی طرح سمجھ لو اور اس پر غور کرو کیونکہ یہ بات ہماری ملت کے بہت سے لوگوں پر مخفی ہے۔" (یعنی لوگوں نے نبوت الولایت کو ولایت مطلقہ کا ایک درجہ سمجھا ہے حالانکہ یہ مقام ولایت سے بالا ہے۔)

نیز لکھتے ہیں: "اِنَّ کَثِیْرًا مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَ نُبُوَّتَهٗ نُبُوَّةُ الْوَلَایَةِ" (ایضاً)

ترجمہ: "یقیناً نبیوں میں سے اکثر کی نبوت تو نبوت الولایت ہی تھی" یعنی ان کی نبوت غیر تشریعی تھی۔

اس نبوت کو حضرت محی الدین ابن عربی نبوت مطلقہ قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں:

"یَنْزِلُ وَلِیًّا ذَا نُبُوَّةٍ مُطْلَقَةٍ" (فتوحات مکیہ جلد 2 صفحہ 55)

یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام (مسیح موعود۔ ناقل) ایسے ولی کی حیثیت سے نازل ہوں گے جو نبوتِ مطلقہ کا حامل ہوگا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ''خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبعوث ہونے کے بعد خاص متبعین آنحضرت ﷺ کو بطور وراثت کمالات نبوت کا حاصل ہونا خاتم الرسل ہونے کے منافی نہیں۔ یہ بات درست ہے۔ اس میں شک مت کرو'' (مکتوبات مجدد الف ثانیؒ امام ربانی علیہ الرحمتہ مکتوب 301 صفحہ 432)

مسئلہ زیر بحث میں نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کے علاوہ اس امت کے بہت سے بزرگانِ دین، ماہرین فقہ، آئمہ لغت اور علماء دین کے اقوال پیش کئے جا چکے ہیں۔ ان اصحاب کا زمانہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے شروع ہو کر زمانہ حال تک ممتد ہے اور یہ عالم اسلام میں ارض سپین سے لیکر برصغیر ہندو پاک تک کے ممالک و دیار کے رہنے والے تھے۔ ان سب نے آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی کی یہی تشریح کی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی تشریعی نبی تو نہیں آ سکتا ہاں غیر تشریعی امتی نبی کا آنا ختم نبوت کے مفہوم کے خلاف نہیں ہے بلکہ ایسی نبوت قرآن و حدیث کی رو سے جاری ہے۔ اس لحاظ سے وہ مسیح موعود کا امتی نبی ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ اور جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا جا چکا ہے انہی معنوں میں حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کا اپنے متعلق مسیح موعود اور امام مہدی ہونے کا دعویٰ ہے۔ یعنی آپ آنحضرت ﷺ کے امتی ظلی اور بروزی نبی ہیں۔ آپ کی نبوت آنحضرت ﷺ کی نبوت کا ہی عکس ہے نہ کہ اس کے علاوہ۔

پس ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں آ سکتا جو آپ کی رسالت کو ختم کر سکے اور نیا کلمہ، نیا قبلہ اور نئی شریعت اپنے ساتھ لائے یا شریعت اسلامیہ کا کوئی حکم بدل دے۔ یا لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت سے نکال کر اپنی اطاعت میں لے آئے یا خود آنحضرتؐ کی اطاعت سے باہر رہے یا کوئی بھی اس کو فیض روحانی آنحضرتؐ کے توسط کے بغیر ملا ہو۔

لیکن جو نبوت سراسر آنحضرتؐ کے فیض اور اتباع سے ملی ہو اور جس کی غرض آپ کی نبوت کی اشاعت، اس کی عظمت اور بڑائی کا اظہار ہو وہ آپ کی نبوت کی ہتک نہیں کرتی بلکہ اس کی عزت کے اظہار کا موجب ہے۔ ایسی نبوت کا حصول قرآن مجید کی رو سے عین ممکن ہے۔ اور یہ امت محمدیہ کی فضیلت پر دال ہے۔

حرفِ آخر

قارئین کرام! اس کتاب کے ذریعہ سے آپ تک آسمانی صدا پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔یعنی سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق عہد حاضر میں مسیح موعود وامام مہدی کے ظہور سے آپ کو مطلع کیا گیا ہے جن کے ذریعہ سے دین اسلام کا احیاء الٰہی نوشتوں میں مقدر پا چکا ہے۔آپ نے دنیا کے سامنے اسی حقیقی اسلام کو پیش کیا ہے جو آقائے نامدار بانی اسلام ﷺ آج سے چودہ سو سال قبل دنیا میں لائے تھے مگر لوگوں نے اسے پس پشت ڈال رکھا تھا اور ''**واعتصموا بحبل الله جميعا ولا تفرقوا**'' (اکٹھے ہو کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑو اور الگ الگ مت ہو جانا) کی بجائے وہ آپس میں دست وگریباں ہو رہے تھے جس کی وجہ سے ان میں روحانی زندگی کے آثار مفقود ہو چکے تھے۔

حضرت اقدس مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں: ''میں تمام مسلمانوں کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے کسی ایک حکم میں بھی دوسرے مسلمانوں سے علیحدگی نہیں۔جس طرح سارے اہل اسلام احکام بینہ قرآن کریم واحادیث صحیح وقیاسات مسلمہ مجتہدین کو واجب العمل جانتے ہیں۔اسی طرح میں بھی جانتا ہوں۔'' (الحق لدھیانہ صفحہ 80، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 80)

اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا آغاز فرماتے ہوئے خدا تعالیٰ کے اس فرستادہ نے ایک پاکیزہ روحانی جماعت کی بنیاد ڈالی ہے جو اپنے تزکیہ نفس کے ساتھ ساتھ برابر دینی خدمات پر جذبہ وایثار سے کمربستہ رہتی ہے۔اور خدائی وعدہ ''**اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَ فِى الۡاٰخِرَةِ**'' (ہم اپنے رسولوں اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مدد کرتے ہیں) کے مطابق اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت بھی متواتر اس جماعت کے شامل حال رہتی ہے اور وہ حیرت انگیز طور پر ترقی کرتی جا رہی ہے۔

ہر گام پر فتح ونصرت نے اس کے قدم چومے ہیں جس کی شہادت اس کے معاندین نے بھی دی ہے۔اس سے آپ کو یقین ہو جانا چاہیے کہ یہ جماعت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ سے قائم کی گئی ہے اور وہی اس کی پشت پناہ ہے جیسا کہ وہ ہمیشہ سے راستبازوں کا دستگیر اور حامی وناصر رہا ہے

لعنتی ہوتا ہے مرد مفتری
لعنتی کو کب ملے یہ سروری

یہ اگر انساں کا ہوتا کاروبار اے ناقصاں
ایسے کاذب کیلئے کافی تھا وہ پروردگار

(مسیح موعود)

یعنی اللہ تعالیٰ اپنی وعید ''**و من اظلم ممن افترى على الله الكذب**'' اور ''**انه لا يفلح الظلمون**'' کے مطابق

کب کا ان کو مٹا ڈالتا۔ اس کے برعکس مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اپنے رسالہ ترجمان القرآن میں حضرت اقدس مرزا صاحب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

''میں اکثر اوقات اس پر غور کرتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد کو اپنے مشن...... میں اس قدر کامیابی حاصل ہوئی۔ مجھے مرزا صاحب کی کامیابیوں کا سلسلہ لامتناہی نظر آتا ہے۔ اور جس وقت مرزا صاحب کے مخالفین کی نامرادیوں پر غور کرتا ہوں تو وہ بھی بے حد و حساب نظر آتی ہیں۔ ایسا کیوں ہے ایک شخص خدا اور اس کے رسول کے مقابلہ پر کھڑا ہوتا ہے نائبین رسول کو چیلنج کرتا ہے کہ تم سب مل کر بھی میرے مشن کو فیل نہیں کر سکتے کیونکہ خدا کی تائید میرے شامل حال ہے۔ تم جب بھی میرے مقابلہ پر آؤ گے ہر مرتبہ ذلیل و نامراد ہوگے اور یہی میرے نبی ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا ہی ہوتا ہے۔ مرزائیوں کی حفاظت کے سامان غیب سے ہو جاتے ہیں...... دوسری طرف مرزائیوں کے مخالفین کی تباہی کے سامان بھی غیب سے ظہور میں آجاتے ہیں...... ذرا سچے رسول کی، ختم نبوت کی حفاظت کرنے والوں کی ناکامیاں اور تباہیاں سامنے لائیے۔ کس قدر رزوردار تحریک اٹھی تھی اور کیسے ہمیشہ کے لیے ختم ہو کر رہ گئی۔

(ماہنامہ ترجمان القرآن، پٹھانکوٹ، اگست 1934ء ص 57-58)

یہ صدائے فقیرانہ حق آشنا پھیلتی جائے گی شش جہت میں سدا

کیا تماشہ ہے کہ میں کافر ہوں تم مومن ہوئے
پھر بھی اس کافر کا حامی ہے وہ قبولوں کا یار

(مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے انجیل میں کہا ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ آپ ٹھنڈے دل اور انصاف کی نظر سے جائزہ لیں کہ حضرت اقدس مرزا صاحب کے دعویٰ کی صداقت پر جو قرآنی شواہد پیش کئے گئے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی احادیث صحیحہ میں موجود پیشگوئیوں کا آپ کی ذات میں پورا ہونا ثابت کیا گیا ہے اور اسی طرح بزرگان سلف کی ان خوش خبریوں کو جو مسیح موعود و امام مہدی کے بارے میں کی گئی ہیں آپ کے وجود میں اُن کا وقوع پذیر ہونا دیکھا ہے۔ کیا یہ دلائل اور آیات اور بینات آپ کی صداقت ثابت کرنے کیلئے کافی نہیں ہیں؟ اگر آپ کا دل گواہی دیتا ہے کہ ''ہیں'' تو پھر

صاف دل کو کثرت اعجاز کی حاجت نہیں
اک نشاں کافی ہے گر دل میں ہو خوف کردگار

(مسیح موعود)

آپ کو ان کے قبول کرنے میں عذر نہیں ہونا چاہیئے۔

آیاتِ قرآنیہ پکار پکار کر آپ کی تصدیق کر رہی ہیں۔ احادیث صحیحہ اس کی تائید میں ہیں زمینی نشانات امام زماں کی آمد کے منادی بن گئے۔ قوم مسلم کی حالت اس کے آنے کی متقاضی ہے۔ چودھویں صدی بھی گزر گئی مگر آپ کے خیال میں کوئی

مجدد نہ آیا!

علاوہ ازیں زمینی نشانیوں میں سے حدیث وَلَیُترَکَنَّ الْقِلَاصُ فَلا یُسْعٰی عَلَیْھَا کے مطابق مسیح موعود اس زمانہ میں ظاہر ہوا جب نئی قسم کی سواریوں کی ایجاد کیوجہ سے اونٹ بطور ذریعہ سفر بیکار ہو گئے ہیں۔اور تیرہویں صدی کے آخر اور چودھویں صدی کے شروع میں اس کی آمد کا زمانہ بتایا گیا تھا۔سو اس زمانہ میں وہ مبعوث ہوئے جبکہ مسلمانوں پر ادبار آ چکا تھا۔ اس کے زمانہ میں دجال کا خروج، یاجوج اور ماجوج کا کھولا جانا اور دابتہ الارض سے طاعون کی وبا کا پھیلنا سب ظہور میں آ چکے ۔اور پھر مسیح موعود کے ذریعہ سے کسر صلیب یعنی صلیبی عقیدہ کا دلائل و براہین سے پاش پاش کرنا بھی عمل میں آ چکا۔زمین کے ساتھ آسمان نے بھی دوبارہ اس کی آمد کی شہادت دی یعنی حدیث نبوی کی تصدیق میں رمضان 1311ھ میں خاص تاریخوں میں چانداور سورج کو دنیا کے مشرقی حصہ میں گرہن لگے اور اس کے ایک سال بعد دنیا کے مغربی نصف کرہ میں رمضان کی انہی مقررہ تاریخوں میں گرہن لگے۔پھر وہ دُم دار ستارہ بھی نکلا جو حضرت عیسیٰ کی پیدائش پر دیکھا گیا تھا اور مسیح موعود کے آنے پر بھی اس کا طلوع ہونا پیشگوئیوں میں بتایا گیا تھا۔رسول مقبول ﷺ کی حدیث کے مطابق بیت اللہ کا حج بھی روکا گیا تھا۔اور عیسائیت کا فتنہ دنیا میں پھیل گیا۔

مزید برآں آپ کے حق میں ہزارہا تائیدات الٰہیہ کے نشان ظاہر ہوئے جن کا کچھ ذکر گزشتہ اوراق میں کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو معجزانہ طور پر عربی زبان کی فصاحت و بلاغت پر قدرت کا عطا ہونا اور قرآن کریم کے حقائق و معارف کا علم دیا جانا کہ جس کے مقابلہ کیلئے باوجود چیلنج کرنے کے تمام مخالفین کا عاجز رہ جانا۔اسی طرح حیرت انگیز طور پر اللہ تعالیٰ کا آپ کی اکثر دعاؤں کو قبول فرمانا۔اور آپ کو بکثرت امورِ غیبیہ پر مطلع کیا جانا اور ان کا وقوع میں بھی آ جانا۔اگر ان سب آسمانی تائیدات کا آپ کے شامل ہونا آپ کی صداقت پر زبردست دلیل نہیں تو حیرت کی بات ہے کہ ان کو گزشتہ انبیاء کی صداقت کا معیار ٹھہرایا جانا کیونکر مانا گیا ہے۔حقیقت امر یہ ہے کہ خدا نے مسیح موعود کو عین صدی کے سر پر بھیج دیا مگر صدہا افسوس کہ روحانی اندھوں نے اس کو نہ پہچانا لیکن خدا تعالیٰ جس نے اسے بھیجا ہے وعدہ کرتا ہے کہ ''بڑے زورآور حملوں سے اس کی سچائی کو ظاہر کر دے گا۔''

اللہ تعالیٰ کے اس مسیح نے اپنی قوت قدسیہ سے اپنے متبعین میں ایک پاک تبدیلی پیدا کر دی۔ان کی زبانوں سے خدا تعالیٰ کی حمد و تسبیح اور تقدیس کا ورد جاری رہتا ہے۔ان کا مشغلہ قرآن و حدیث کا ذکر و اذکار رہے۔اور ان کے چہروں پر خدا اور اس کے رسول کے عشق کے آثار نمایاں رہتے ہیں اور وہ دین کو دنیا پر مقدم کئے ہوئے ہیں۔یہی خصوصیات ہیں جو حزب اللہ کی پہچان ہیں۔**سیماھم فی وجوھھم من اثر السجود** (فتح:30)

اس مقدس وجود کی روحانی کشش سے اکنافِ عالم سے ہر ملک و دیار اور رنگ و نسل کے لوگ کھچے چلے آ رہے ہیں جو مختلف بولیاں بولنے کے باوجود الٰہی نوشتوں کی آواز کو سمجھ گئے یعنی دلائل بینہ اور بشاراتِ الٰہیہ سے صداقت کو پرکھنے میں کامیاب ہوئے اور دل سے کلمہ شہادت کا اقرار کر کے اسلام کی آغوش میں آ گئے۔مشرق و مغرب کے یہ عشاق خداوندی حق کو پہچان کر پکار اٹھے کہ لاریب حضرت مرزا غلام احمد قادیانی پاک باطن اور پاک روح انسان تھے اور اپنے دعویٰ مسیحیت اور مہدویت میں بالکل سچے ہیں۔ان میں سے کچھ امریکہ، کچھ یورپ، کچھ چین اور انڈونیشیا کچھ بلادِ عربیہ مثل شام، مصر، سوڈان، عدن وغیرہ کچھ

ممالک افریقیہ سے علم دین کے حصول کی خاطر دنیا کی کششوں کو لات مار کر مرکز سلسلہ میں آئے اور سالہا سال مسیح موعود کے روحانی خزائن سے مالا مال ہو کر اپنی اپنی قوم میں واپس گئے اور اُنہیں بھی روحانی زندگی کا پیام سنایا۔ اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔

کیا وہ عظیم شخصیت اور پاک انسان جس کے تقویٰ اور دینداری کے دوست و دشمن معترف تھے۔ جس کا پاکیزہ اور اعجازی کلام جو عربی، فارسی اور اردو نظم و نثر میں موجود ہے پڑھنے سے انسان پر وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے اور جسکے عشق خدا اور عشق رسول کی کیفیت دیکھ کر آنکھوں میں فرط محبت سے آنسو آ جاتے ہیں اور کیا اُس شخص کی جو ہمیشہ سینہ سپر ہو کر مخالفین اسلام کے مقابل اسلام کے دفاع کیلئے ہر دم تیار رہتا تھا اور دلائل، براہین، نشانات اور معجزات کے ذریعہ سے ہمیشہ اپنے مخالفین پر غالب رہا کیونکہ خدا کا ہاتھ اس کی پشت پر تھا کی صداقت میں شک کرنے کی گنجائش باقی رہ جاتی ہے؟

حضرت اقدس مسیح موعودؑ اکیلے امر الٰہی سے کھڑے ہوئے۔ مخالفت اور دشمنی کے طوفانوں سے دوچار ہوئے۔ آپ پر گالیوں، پتھروں اور فتوؤں کے تیر چلے۔ اپنے مخالفین و معاندین کی تمام ترنیست و نابود کرنے کی تدبیروں کے باوجود خدا کا یہ فرستادہ کامیابی اور ترقی کی منازل طے کرتا ہوا آگے ہی آگے بڑھتا رہا۔ مخلوقِ خدا کو آپ سے ملنے کیلئے روکا جاتا رہا۔ مگر آپ کے وجود میں وہ خداداد مقدس قوت جذب موجزن تھی کہ چاروں طرف سے نیک فطرت لوگ جوق در جوق آپ کے حلقہ بگوش ہو گئے۔

آپ نے دین اسلام کی بینظیر خدمت کرنے والی ایک نہایت مخلص جماعت کا قیام فرمایا جس نے لاکھوں نفوس کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ انہوں نے اپنے مال، جان اور وطن کی قربانی کرتے ہوئے کلمہ توحید کی اشاعت میں دریاؤں، سمندروں، میدانوں اور پہاڑوں کو عبور کیا۔ ریگستانوں کی بھوک اور پیاس کو برداشت کیا اور حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ ﷺ کا پیغام چاردانگ عالم میں پہنچایا۔ حتیٰ کہ آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں آپ کے ماننے والے آپ کی صداقت کی منہ بولتی تصویر ہیں۔

کیا آپ ایسے پاکیزہ و برگزیدہ انسان کی سچائی سے انکار کرتے ہوئے منہ پھیر لیں گے؟

یہ فتوحات نمایاں یہ تواتر سے نشان
کیا یہ ممکن ہیں بشر سے کیا یہ مکاروں کا کار

(مسیح موعودؑ)

ان تمام بینات کے ہوتے ہوئے بھی اگر آپ اس کا کلام پڑھنے کی بجائے صرف اس کے دشمنوں کے اعتراضات، کذب و افتراء اور بہتان ترازیوں پر کان دھرتے ہوئے غفلت اور لاپرواہی میں صداقت سے منہ پھیرے ہوئے ہیں اور جھٹلانے والوں کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں تو آپ کے لیے یہ مقامِ خوف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ روزِ حشر آپ کو یہ کہنا پڑے "مَا لَنَا لَا نَرٰی رِجَالًا کُنَّا نَعُدُّھُمْ مِنَ الْاَشْرَار" (ص:62) کہ ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم ان لوگوں کو جنہیں ہم شریر سمجھا کرتے تھے اپنے ساتھ دوزخ میں نہیں دیکھتے؟ اور اس کے جواب میں آپ کو یہ سننا پڑے اَکَذَّبْتُمْ بِاٰیٰتِیْ وَلَمْ تُحِیْطُوْا بِھَا عِلْمًا" (النمل:84) کہ تم نے یہ کیا طریق بنا رکھا تھا کہ تم بغیر تحقیق اور مطالعہ کے میرے نشانات و احکامات کو جھٹلانے میں لگے رہے۔

اگر آپ اپنے آپ کو صحیح راستہ پر سمجھتے ہیں اوراس کے نتیجہ میں آپ کا تعلق اپنے خالق حقیقی سے قائم ہو چکا ہےاور آپ کواس کی بشارات ملتی ہیں اور آپ کا دل اطمینان پکڑ چکا ہےتو بے شک آپ خوش قسمت انسانوں میں سے ہیں۔لیکن اس کے برعکس اگراب تک خدا کا نور آپ کے دل میں گھر نہیں کر گیااور آپ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے قائم نہیں ہوسکا۔نہ رُءیا صالحہ ہوتے ہیں نہ دعائیں منظور ہوتی ہیں۔نہ وہ آپ کی سنتا ہے نہ آپ اس کی سنتے ہیں تو سمجھ لیں کہ آپ صحیح مقام اور راستہ سے گم گشتہ ہیں۔ ایسی حالت میں پھر آپ ہی بتلائیں کہ کیا آپ کو ان لوگوں کی جماعت میں شمولیت کی ضرورت نہیں جن پر خدا تعالیٰ کا سایہ عاطفت ہے کیونکہ وہ ایک حقیقی طور پر جماعت ہیں۔ان کا ایک امام اور خلیفہ ہے۔کیا آپ اس مسیح موعود اور امام مہدی کو قبول کرنے میں تامل کریں گے جس کے متعلق آنحضرت ﷺ نے فرمایا اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ اور یہ فرمایا کہ جس نے امام زمانہ کو شناخت نہ کیا اور مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔اور جس کے متعلق تاکیدی حکم دیا کہ جب وہ ظاہر ہو تو جا کر اس کی بیعت کرنا اور اس کو میرا اسلام پہنچانا خواہ تمہیں برف کے پہاڑوں پر سے گزر کر جانا پڑے۔اب جبکہ وہ مسیح موعود اور امام مہدی گزشتہ پیشگوئیوں اور نشانات کے مطابق ظاہر ہو گیا اور خدا تعالیٰ نے اس کی جماعت کو دنیا میں قائم کر دیا اور اس کے کارناموں سے آپ واقف ہو گئے جن کی مثل لانے سے دیگر تمام اسلامی فرقے مل کر بھی عاجز ہیں تو پھر مفر کہاں؟ مَثَلُ کَلِمَةٍ طَیِّبَةٍ کَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَ فَرْعُهَا فِی السَّمَاءِ.

اس لیے آپ اس معالجِ روحانی اور مصلح ربانی کو جسے اللہ تعالیٰ نے عین ضرورت کے وقت جبکہ اہل اسلام مایوسیوں اور ناکامیوں کا شکار ہوتے جا رہے تھے ان کی حالت کو خوشیوں اور کامیابیوں سے بدلنے کیلئے چودھویں صدی کے سر پر مامور فرمایا ہے قبول کریں اور اس روحانی مائدہ سے مستفیض ہوں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ نازل کیا ہے۔

اگر ان تمام مذکورہ دلائل، نشانات اور تائیدات کے ہوتے ہوئے بھی آپ کا دل تسلی نہیں پاسکا اور ابھی تک تذبذب کی حالت میں ہے تو حق شناسی کی غرض سے آپ سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے کچھ دن سچے دل اور بغیر کسی تعصب کے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائے استخارہ کر کے اس سے راہنمائی طلب کریں۔اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ پر حقیقت کو ظاہر کر کے آپ کے دل کو صداقت قبول کرنے کیلئے کھول دے گا۔آج تک ہزارہا انسانوں نے اس نسخہ پر عمل کر کے براہ راست خدا تعالیٰ سے ہدایت حاصل کی ہے۔آپ بھی اس نسخہ کو آزمائیں۔

وَآخِرُ دَعوانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اس کتاب کا نام ''آسمانی صدا'' حضرت اقدس مسیح موعود ؑ کی ایک تحریر کی بنا پر رکھا گیا ہے جو حضور کی کتاب ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 ص 403 میں درج ہے۔ اس کے ذریعہ سے ایک طالبِ حق کو جامع اور بالترتیب سلسلہ وار پیغام احمدیت پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے مخاطب تمام مسلمان ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کیلئے قبولِ حق کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

کتابیات

کتاب ہٰذا کی تیاری میں حضرت اقدس مسیح موعود ؑ کی کتب کے اقتباسات کے علاوہ بزرگانِ سلسلہ احمدیہ کی مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا ہے:

- ☆ دعوۃ الامیر۔ احمدیت کا پیغام — مصنفہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ؓ
- ☆ حقیقی اسلام — مصنفہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ؓ
- ☆ تعلیمی پاکٹ بک — مصنفہ حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائکپوری
- ☆ تبلیغی پاکٹ بک — مصنفہ حضرت ملک عبدالرحمٰن خادم صاحب گجراتی
- ☆ تفہیمات ربانیہ — مصنفہ حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری
- ☆ سوانح مسیح موعود — مصنفہ جناب مولانا دوست محمد شاہد صاحب
- ☆ کیا احمدی مسلمان نہیں؟ — مصنفہ جناب اے ایس موسیٰ صاحب
- ☆ ایک فتح نصیب جرنیل، فتح نمایاں — مصنفہ جناب صوفی محمد اسحاق صاحب
- ☆ مجدد اعظم — مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب

اسی طرح جماعت کی طرف سے شائع شدہ چند ایک رسالہ جات و دستی اشتہارات سے بھی مدد لی گئی ہے۔ نیز جناب مولانا عبدالمجید سالک صاحب کے مضمون ''مسلمانوں کی تکفیر کا مسئلہ'' سے چند حوالہ جات ماخوذ ہیں۔

اس کتاب میں جو بھی خامی نظر آئے وہ خاکسار کی علمی کم مائیگی کے باعث ہے اور جو خوبی دکھائی دیتی ہے وہ ان بزرگوں کی رہین منت ہے جن کی کاوشوں کے نتیجہ میں ایک نادر علمی اور روحانی مخزن تیار ہوا اور جس کے طفیل یہ کتاب تالیف ہوئی۔

اللہ تعالیٰ ان بزرگوں کو اپنے بے شمار فضلوں اور رحمتوں سے ہمیشہ نوازتا رہے آمین۔

تعارف مؤلف

مؤلف کتاب ہذا کی پیدائش موضع تھ غلام نبی ضلع گورداسپور انڈیا کی ہے۔تین سال کی عمر میں 1929 میں والدین کے ساتھ مشرقی افریقہ کی طرف ہجرت کی۔دس سال کی عمر میں روایتی تعلیم کے حصول کے لئے واپس وطن روانہ کیا گیا۔بورڈنگ ہاؤس میں رہ کر قادیان میں دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامی دینی تعلیم سے بھی بہرہ ور ہوا۔1945 میں میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد فیصل آباد زرعی یونورسٹی میں داخلہ لیکر 1950 میں گریجوایشن کی۔ہائی سکول کے آخری چار سالوں میں عربی زبان پڑھنے کے علاوہ مؤلف نے پنجاب یونیورسٹی سے عربی زبان میں بی۔اے کی سند بھی حاصل کی۔نیز قاہرہ (مصر) سے دس کتابوں اور تین مراحل پر مشتمل عربی زبان کا نصاب جو بذریعہ ریڈیو نشریات پڑھایا جاتا تھا پاس کر کے سندیں حاصل کیں۔عربی پڑھائی کا یہ شوق قرآن مجید کے پڑھنے اور سمجھنے کی نیت سے تھا۔چنانچہ سالہا سال قرآن مجید کے مختلف تراجم اور بہت سی تفاسیر کے مطالعہ کے بعد ماحصل کو قرآن کریم کے حواشی کی صورت میں مزین کیا گیا تا پڑھنے والوں کے لئے قرآن مجید کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا آسان ہو۔تعلیم کی تکمیل کے بعد مؤلف سات سال تک کوئٹہ میں حکومت بلوچستان کے محکمہ زراعت کے شعبہ ہارٹیکلچر یعنی باغبانی سبزیات اور پھولوں کے شعبہ میں ریسرچ

کا کام کرتا رہا۔1958 سے 1987 تک افریقہ میں پہلے سترہ سال تنزانیہ اور باقی تیرہ سال زیمبیا میں محکمہ تعلیم میں ایجوکیشن آفیسر کی حیثیت سے ملازمت میں گزارے۔پھر 1987 سے اب تک امریکا کی ریاست اوہایو کے شہر کولمبس میں ریٹائرمنٹ کا زمانہ گزار رہا ہے۔یہاں اور بھی بہت سے پاکستانی آباد ہیں جنکی بھاری اکثریت شریف النفس انسانوں پر مشتمل ہے۔ان سے اٹھنا بیٹھنا رہتا تھا اور قومی تہواروں شادی بیاہ کی تقریبوں اور آپس میں لین دین کے معاملات میں تعاون و شرکت رہتی تھی۔بدقسمتی سے ان میں سے چند ایک نے مذہبی فرقہ وارانہ تعصب اور عداوت کی بنا پر میرے اور میرے عزیز و اقارب اور میری طرح جماعت احمدیہ مسلمہ سے تعلق رکھنے والے دیگر احباب کے خلاف فتنہ برپا کرنے کی کوشش کی۔ان کی ایسی کاروائی سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ ان کو نہ تو صحیح اسلامی تعلیم سے واقفیت ہے اور نہ ہی وہ جماعت احمدیہ مسلمہ کے مسلک کے بارے میں کوئی سمجھ رکھتے ہیں بلکہ وہ محض شر پسند لوگوں کے جھوٹے پراپیگنڈا سے متأثر ہو کر مسلمانوں میں فرقہ وارانہ منافرت اور عداوت پیدا کرنا چاہتے تھے۔اس طرح سے وہ قرآنی فرمان : تعالو الیٰ کلمة سوأ بیننا و بینکم کی بھی صریحاً خلاف ورزی کے مرتکب ہو رہے تھے۔اس حالت کے پیش نظر مؤلف نے ارادہ کیا کہ جماعت احمدیہ مسلمہ کے قیام کی غرض و غایت اور اس کے لائحہ عمل سے لوگوں کو صحیح طور پر مطلع کرنے کی غرض سے ایک کتاب تالیف کی جائے تا اس جماعت کے متعلق انکی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جا سکے اور وہ حق بات کو سمجھنے اور پہچاننے کے قابل ہوں اور تا مسلمان آپس کی فرقہ وارانہ نفرتوں اور عداوتوں سے نکل کر صحیح اسلامی وحدت اور معاشرت کا نمونہ پیش کر سکیں۔ خدا کرے یہ کتاب اس غرض کو پورا کرنے والی ہو۔آمین

طالب دعا

خاکسار

الحاج نورالحق خان، بی اے، بی ایس سی

Nov. 18, 2012